

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَمَلِيَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 5

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تصنیف: الحلیف اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

الاحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْعَطَا يَا النَّبِيَّ

الْفَتْاوى الرضوی

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

www.alahazrat.org

جلد پنجم

تحقیقات نامورہ پرستل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقیہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ

۸۱۳۲۰ — ۸۱۳۶۲

۱۹۲۱ — ۱۹۸۶

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۳۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۴



کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارت	(۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبد الدائم دائم ، بہری پور ہمسزارہ (۲) حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری ، لاہور
پیش لفظ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا ذیاب احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل کڑیال کلان (گوبہرائوالا)
پرودہ ریزنگ	مولانا سر فار احمد حسن سعیدی
پیشنگ	مولانا محمد حسین قادری شطاری
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز ۱۵ اندرون بھائی گیٹ لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	روپے

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰ / ۹۳۱۵۳۰۰

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء الہند آن لائن سبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر راجرز ، س جی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۲۲	کتاب الصلوٰۃ
۱۲۱	باب اللدعات
۲۲۳	اماکن الصلوٰۃ
۳۶۱	باب الاذان والاقامة
۶۷۹	ماخذ و مراجع

فہرست رسائل

۷۵	○ جمان النجاشی
۱۵۹	○ حاجز البحر
۲۲۹	○ منیر العین
۵۳۷ تا ۶۷۷	○ ضمنی رسائل المناکات فی حکم فضائل
۶۱۹	○ نخب المستودع
۶۵۳	○ ایزان الامر



پیش لفظ

الحمد لله! المحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرماؤں علیہ و ذوالہ بر فقہیہ کو جدید انداز میں منقذہ شہود پر لانے کے لئے محمد دوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب امت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی ”رضا فاؤنڈیشن“ کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف شکار ادیب شہیرا پر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبداللہ داکم مدیر ماہنامہ جام عرفان و مہتمم دارالعلوم دہلیہ صدریہ مہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری و امت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۴۰ اسواول کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو بحث بنایا گیا ہے۔

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

علاوہ ازیں پیش نظر جلد میں ایجاب فیفسر و نکات لطیفہ پر مشتمل پانچ گراں قدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جہن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

- (۱) جمان الساج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ۱۳۱۹ھ
معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کا طریقہ
- (۲) حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین ۱۳۱۳ھ
دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم ۱۰ الہدایات اور نوٹ متعلق معیار الحق
- (۳) منیر العین فی حکم تقبیل الایہما مسین ۱۳۰۱ھ
اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان
- (۴) نہج السلامة فی حکم تقبیل الایہما مسین فی الاقامة ۱۳۲۳ھ
اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد
- (۵) ایذان الاجوف اذات القبر ۱۳۰۴ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے ہزار پر تار کی تحقیق



حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ لاہور

۸ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۲ء

نوٹ ۱۔ اس جلد میں شامل رسالہ عاجز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارت نقل کی گئی ہیں ان عبارت کی تلاش کے لیے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ ندیریہ کا نسخہ پیش رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اٹھ حضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے ص ۲۲۶ پر عبارت صلی الظہر والعصر ثوب کب میں والعصر کا لفظ کٹ گیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا ص ۳۷۹ ملاحظہ ہو۔

فہرست مضامین

كتاب الصلوة

نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کسی نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں میں بھی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے ساتھ مخصوص تھا؟ نماز پنجگانہ کے امت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات۔

تورات شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
حدیث بخاری اعظم النسخی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء الخ کے میں ممل۔
آقام ابن عائشہ عیشیہ نہ صبا ہی ہیں نہ تابہی نہ
تبع سے اُن کا سخن وفات نہ۔

پانچوں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعثِ شہادۂ علما و کرام مانا جائے گا۔

کتاب اللہ کا حفظ اہم سباقہ میں خاصہ امتیاز ہے

عظیم الصلوٰۃ والسلام تھا۔
 کوئی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار
 قول ہیں۔

ایک حکایت جو اعلیٰ کلام پر مشتمل ہے۔
 قول چارم کی ترجیح رضوی۔

حضرت یونس بن یحیٰ بن یعقوب کی اولاد سے
 میں ادرسیان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
 مدد تھے۔

آسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔

رسالہ جہان النجاشی فی بیان الصلوٰۃ قبل
المعراج کہ قبل معراج سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔

عزیز چنگاز سے پیشتر مسلمان پادشاہت اور عہد
کی نماز پڑھتے تھے۔

یہاں کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

بلی معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے پہلی نماز دو شنبہ کے اول حصہ میں پڑھی، اور

- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں ۱۰۷
- اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن ۸۵
- نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔ ۸۵
- استقبال قبلہ، تکبیر تحریر، قیام۔ ۸۵
- قرأت، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔ ۸۶
- اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔ ۸۷
- حدیث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۹۲
- سید بن قتیم جلی منکر الحدیث ہیں۔ ۹۳
- مولانا محمد رضا علی صاحب کافوتی اسل شہار کے ۱۰۸
- متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے حضور ۱۱۰
- صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا: ۱۱۱
- اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔ ۱۱۱
- فرو ریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں ۱۰۱
- اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔ ۱۱۲
- خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ۱۱۳
- اجمیع کا منکر کافر نہیں مالا لکہ اس کی حقانیت ۱۱۴
- قطعیات سے ثابت ہے۔ ۱۰۱
- تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل ۱۱۵
- بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے ۱۱۵
- ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔ ۱۰۱
- تا کہ نماز کی تکفیر قدامت اہلسنت کا مسلک ہے ۱۱۶
- مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب انہ ۱۰۲
- اربعہ کا صحیح علیہ ہے۔ ۱۰۶
- متمثل کو حکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔ ۱۰۶
- تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔ ۱۰۶
- خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۰۷
- ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔ ۱۰۹
- جس نے قصد نماز ترک کی اس نے اپنی مال ۸۵
- بیت اللہ میں شتر بارز ناکیا۔ یہ روایت میری ۸۵
- نظر سے نہیں گزری۔ ۸۶
- ایک درم سود کو آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ ۸۷
- کے نزدیک محطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے ۹۲
- سنت تر ہے۔ ۹۳
- ایک وقت کی نماز قصد بلا عذر شرعی دیدہ دانستہ ۱۱۰
- تساکر نے سے فاسق ہو جاتا ہے۔ ۱۱۰
- مائی جہانہ جائز نہیں کہ فسوخ ہو چکا ہے۔ ۱۱۱
- ترک نماز پر مائی جہانہ جائز نہیں۔ ۱۱۱
- طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ۱۱۱
- ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔ ۱۱۲
- جہان، ریل، کشتی، بجر سے پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۱۳
- اشیائے مسکوئی کی نماز کی ادائیگی کا حکم۔ ۱۱۴
- دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے ۱۰۱
- نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔ ۱۱۵
- غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی ۱۱۶
- کون کون سی عزائیں جائز نہیں۔ ۱۰۱
- اگر تمہارے فور بعد ایک شخص کو ہدایت ہو جائے ۱۱۶
- تو یہ روضے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۱۱۶
- امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی ۱۰۲
- یرکے کہ اس میں رخصی کیا ہے تو اس کو تجبیہ اسلام ۱۰۶
- اور تجبیہ نکاح کرنا چاہئے۔ ۱۰۶

یہ نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔

باب الاوقات

وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہونا چاہئے
کیا ہے۔

نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ

نہار نجومی

وقت زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔

یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۸ منٹ
تک پہنچتا ہے۔

یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

دبارة وقت عصر قول مشلیں سے رجوع فرمایا بلکہ

قول یک مثل ہی مرجع عندہ ہے اور قول مشلیں

احوط، اصح اور از روئے دلیل راجح ہے۔

اس قول پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث

باب الاذان للمساخر میں ہے۔

جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجع عندہ ہے

قول یک مثل پر قول مشلیں کی وجہ ترجیح۔

نماز عصر کا وقت مستحب اور مکروہ کیا ہے۔

بابت نماز عصر کے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ دہلوی

عزہ کامل۔

مکرۃ بخاری جس کو عالم فہیم اور عالم میل و نہار بھی کہتے

ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۵۵ میل اور قول

اولیٰ پر ۵۲ میل اونچا ہے۔

۱۲۰ طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور

جب مغروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے

۱۲۱ سوا ہر نماز ممنوع ہے۔

۱۳۸ جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد

۱۲۱ یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔

۱۲۲ ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر

۱۲۲ کی مقدار۔

۱۲۳ فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔

۱۲۶ مغروب شمس کی تحقیق رضوی۔

۱۲۷ دربارہ نماز عصر ایک باطنی خیاط کا اعتراض اور

۱۳۰ اس کا جواب۔

۱۳۱ جمہول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک

۱۵۰ مقبول ہے۔

۱۵۱ رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء مغروب

۱۳۲ کے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔

۱۳۳ وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک

۱۵۳ رہتا ہے۔

۱۳۴ جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب

۱۵۳ کے بجائے شروع ہوتا ہے۔

۱۳۶ تاخیر مستحب کے معنی۔

۱۵۳ غلیکوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی

۱۳۶ تقسیم فصول۔

۱۵۵ اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔

۱۵۶ بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد

۱۳۷ میں دبارة اذان و اقامت افضل کیا ہے۔

- مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان
من ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔
- ۱۵۹ سفر میں جمع بین الصلواتین جائز ہے یا نہیں
رسالہ حاجز البحرین الواقع حنف
مجمع الصلواتین۔
- ۱۵۹ جمع بین الصلواتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی
جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد،
اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔
- ۱۶۰ کتاب الحججہ تألیف امام فقیہ محدث عینی
ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
- ۱۶۱ جمع صوری بضرورت شدت بادش بھی جائز ہے۔
۱۶۲ دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس
کے معنی مراد۔
- ۱۶۲ جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقسیم
دوم جمع تاخیر۔
- ۱۶۲ فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے
پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا مسموع و صریح حدیثوں
سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
- ۱۶۳ حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
۱۶۴ تالیف اور عبد اللہ بنی واقعہ دونوں شاگرد عبد اللہ
بن عمر بن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
- ۱۶۴ صنفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابی عمر، مختار کذاب
کی ہیں نہیں ان کے صحابہ ہونے میں اختلاف
ان کے والد ساجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم (حاشیہ)
- ۱۶۲ حدیث دوم اور سوم۔
۱۶۳ حدیث چہارم و پنجم۔
۱۶۴ افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوا نے مذکور کا
محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری
مسلم کے رجال سے ہیں۔
- ۱۶۴ لطیفہ اول
۱۶۵ تمام ادب سلف و اصطلاح محمدیہ میں تشبیہ اور
رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ
روافض کو کہتے ہیں۔
- ۱۶۱ جن کو اصطلاح قدما پر بلفظ تشبیہ ذکر کیا جاتا
ہے اور ان کے اسماء۔
- ۱۶۶ لطیفہ دوم و سوم
۱۶۶ بشرین بکرتہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
۱۶۶ غلام یغریب اور غلام غریب الحدیث ہیں
فرق ہے۔
- ۱۶۶ (حاشیہ)
۱۶۸ لطیفہ چہارم
۱۶۳ ولید بن قاسم بنایا اول رجال صحیح مسلم کے امام
ثقة ہیں اور دوم قدرے متکمل فیہ۔
- ۱۶۴ صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
صدوق بیخطی کہا گیا۔
- ۱۶۴ (حاشیہ)
۱۸۰ لطیفہ پنجم، عطاقت ثقتہ ہیں۔
۱۸۰ دہلی اور صدوق بیخطی میں فرق ہے۔
۱۸۰ صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم

- کہا گیا۔
 ۱۸۰۔ اسی ابن حزم نے بابے حلال کرنے کے لئے
 ۱۸۱۔ تصحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزرگ
 ۱۸۲۔ تعلیق روکیا۔
 ۲۰۶۔ پیشوا سے غیر متقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم
 ۱۸۳۔ اور اس کے بیان کردہ مقدمہ پر بارہ دہرہ
 سے رد۔
 ۲۱۰۔ (فنا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔
 ۲۱۱۔ اور عدم مصلحت ہر جگہ اُس کے لئے لائی ہوئی ہے
 ۲۰۱۔ حدیث مروی بالمعنی کے (فنا اور (و) وغیرہ
 ۱۸۴۔ سے استدلال صحیح نہیں
 ۲۱۱۔ آقا خدہ ثانی کے جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔
 ۲۱۲۔ تطبیق دل زما
 ۲۱۵۔ آقا خدہ ثانی نے یہ بین و مصلوٹوں کے بارے میں
 احمد شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔
 ۲۱۵۔ اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔
 ۲۱۶۔ آقا امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
 ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک قسے
 ۱۹۹۔ ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
 ۲۱۸۔ آقا خدہ ثانی نے حدیث دار قطنی بھی ضعیف ہے۔
 ۲۲۰۔ آقا خدہ ثانی نے حدیث انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ۔
 ۲۲۱۔ امام اسحق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے
 چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
 ۲۲۲۔ شبیب بن سوار متدع تھا۔
 ۲۲۳۔
- ۱۸۰۔ لقیفہ ششم و ہفتم و ہشتم
 مقام ظل مدینہ طیبہ سے ملے ہیں۔
 ۱۸۱۔ چند اوام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا
 ذرا سے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
 ۱۸۲۔ امام سفین بن عیینہ نے زہری سے روایت میں نہیں
 سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی پھر اُن کے لغتہ
 محبت ہونے پر اجماع ہے۔
 ۱۸۳۔ تطبیق نہم
 ۱۸۴۔ آقا خدہ ثانی نے احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے
 پر پانچ قرائن ہیں۔
 ۱۸۵۔ آقا خدہ ثانی
 آقا خدہ ثانی نے احادیث جن میں مطلق تین بین
 المصلوٹین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر
 محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
 پہل حدیث
 دوسری تیسری، چوتھی حدیث۔
 پانچویں تا گیارہویں حدیث۔
 فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔
 پیشوا سے غیر متقلدین کی پیش کردہ حدیث اولیٰ
 بابت جمع بین المصلوٹین
 خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع ہے۔
 ۲۰۶۔ حدیث معلول کے لئے ضعف راوی ضروری نہیں
 ابن حزم غیر مقلد غیث اللسان نے سیدنا ابو یوسف
 صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔
 ۲۰۶۔

- ۲۲۹ اور درایت راجح۔ اور جو صحابہ اور اکابر تابعین اور اہل علم سے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۲۵
- ۲۲۶ حدیث المسد فی اللہ تعالیٰ عنہ ما بشت ۲۲۶
- ۲۲۷ جمع میں الصلوٰتین۔ ۲۲۶
- ۲۲۸ اس کا جواب ۲۲۸
- ۲۳۱ حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔ ۲۲۸
- ۲۳۲ جواب ثانی ۲۳۲
- ۲۳۳ نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ مذاہب سے پہلے کہ جس پر امامیہ دل میں۔ ۲۳۳
- ۲۳۴ حدیث اول تا سوم ۲۳۴
- ۲۳۵ حدیث چارہ تا ہفتم ۲۳۵
- ۲۳۶ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطائے معصوم تھے۔ ۲۳۶
- ۲۳۷ حدیث ہشتم و نہم ۲۳۷
- ۲۳۸ تطبیقہ اول ۲۳۸
- ۲۳۹ شیوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے بعد جوتا ہے۔ ۲۳۹
- ۲۴۰ تطبیقہ دوم ۲۴۰
- ۲۴۱ لطیفہ سوم و چہارم ۲۴۱
- ۲۴۲ لطیفہ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم ۲۴۲
- ۲۴۳ تطبیقہ سوم ۲۴۳
- ۲۴۴ جمع ناخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔ ۲۴۴
- ۲۴۵ اس کا جواب اول۔ ۲۴۵
- ۲۴۶ قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔ ۲۴۶
- ۲۴۷ قریب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۴۷
- ۲۴۸ قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۲۴۸
- ۲۴۹ قریب وقت کو نام وقت سے تعبیر دیکھا ہے۔ ۲۴۹
- ۲۵۰ ان نفلوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ وہ مسکن نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۵۰
- ۲۵۱ جواب دوم ۲۵۱
- ۲۵۲ قحطہ حشا و سبہ شام کے دھندلکے کو کہتے ہیں۔ ۲۵۲
- ۲۵۳ عبد اللہ بن ابی نجیح یسار کی مدس ہیں۔ ۲۵۳
- ۲۵۴ جمہور مدنی کے مذہب مختار پر مدس کا عنقہ مردود ہے۔ ۲۵۴
- ۲۵۵ جواب سوم ۲۵۵
- ۲۵۶ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ ابیض تک۔ یہی روایت صحیح

۲۶۰	حدیث شریف پر مشتمل۔	۲۶۳	لطیفہ نم و دم
۲۶۱	آیات		فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داؤد
	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث،		جس سے آج تک اصل تعرض نہ ہوا، نہ استناداً
	مماثلت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے	۲۶۲	نہ جواباً۔
۲۶۳	ترک سے ترہیب میں۔		اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد
	حدیث کہ جو تین چیزوں کی مماثلت کرے وہ	۲۶۵	جاری متکلم فیہ ہیں۔
۲۶۸	سچا دلی ہے۔	۲۶۵	طریق دوم میں مولیٰ بن ابیاب صدوق لڑا دیا۔
۲۶۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔		نعمت بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
۲۶۹	نوع آخر حدیث سائل۔		تسلی عند کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا
	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی		تھا۔ جامع مسیح میں اس کی روایت مرقوم ہے
۲۸۰	پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۶۶	نہ بطور حجت۔
	نوع آخر کرم ایک نماز کا وقت کیا دوسری		ابوالزیرید بس ہیں اور بس کا معنی مقبول نہیں
۲۸۱	کاپی تاراج۔		لیکن اس سے اگر لیس بن محمد روایت کریں تو
۲۸۳	لطیفہ	۲۶۶	مقبول۔ ذکر وجہ فی الزیران۔
۲۸۴	لطیفہ		تک معطلہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل
۲۸۶	لطیفہ	۲۶۷	فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع	۲۶۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر
۲۸۹	ہیں الصلوٰتین کی نفی ہے۔		مدینہ منورہ سے مقام ذات البعیش کے فاصلے
۲۹۱	قصیدہ محمول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	۲۶۸	میں اختلاف کثیر
	مرسل حدیث ہمارے اور جہور کے نزدیک	۲۶۸	مدینہ طیبہ تک معطلہ سے دو کم دوسو میل ہے۔
۲۹۲	حجت ہے۔		حوالی مکہ معطلہ میں وقت مغرب کم و بیش
۲۹۳	لطیفہ	۲۶۸	ڈیڑ گھنٹہ ہوتا ہے۔
	مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شائع		فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت الحرام
	غیر متعلقہ بقربات میں معتبر نہیں کلام صحابہ	۲۶۹	اوقات میں۔
۲۹۳	ومن بعد ہم میں معتبر ہے۔		قسم اول نصوص عامہ جو سائے آیات اور تفسیر

- تعلیف
۲۹۳ تب تب سید کہیں حد ثنا عبد اللہ تو
۲۹۴ ابن المبارک مقدم ہوتے ہیں اور جب بندہ
کہیں عن محمد عن شعبۂ تو غندر
مراد ہوں گے۔ ۳۰۹
- ۳۰۰ حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں حنفی
بن غلہ نہیں۔ ۳۰۴
- ۳۰۱ خلافت الکلام
۳۰۹ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے
افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۱۱
- ۳۰۲ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بعض فضائل۔ ۳۱
- ۳۰۳ عبد منافؑ اور عبد اللہؑ امام اعظمؑ کے نزدیک ان
کی روایت و قول کو سب صحابہ کے قول پر
ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے اللہ کے نزدیک
وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ۳۱۱
- ۳۰۴ صحوہ تجری نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟
۳۱۴ ایک شخص نماز فجر میں تھا، کسی نے کہا آفتاب
نکل آیا تو وہ کیا کرے۔ ۳۱۹
- ۳۰۵ فجر و ظہر کا آخر وقت مکروہ نہیں۔ باقی تین
کا مکروہ ہے۔ ۳۲۰
- ۳۰۶ میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مسجد دار
نصف النہار اور سایہ اہل معلوم کرنے کے
دو طریقے۔ ۳۲۲
- ۳۰۷ مسجد کی شرعی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا
تعلیف
۲۹۳ حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے اکثر حنفیہ
کی نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ
فرگداشت نہیں ہوتا۔
۳۰۰ احادیث مرویہ بالعرفی مختلف طرز پر روایت کی جاتی
ہیں، کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا،
جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔
اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری
فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساتھ وجہ
سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔
تعلیف
۳۰۲ خالد بن غلہ صحاح ستہ کے رجال سے ہیں
اور امام بخاری کے استاد۔
۳۰۳ ضعیف، تشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث
میں فرق ہے۔ تشیع اور صاحب افراد بڑا فرق
موجب ضعف نہیں۔
۳۰۴ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق
ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متروک
و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔
بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۲۰ (حاشیہ)
اہم عیش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔
تب تب بصری من عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص
مقدم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

- ۲۲۳ ڈھلا معلوم ہو سکتا ہے۔
مستحان کا محل حتی الامکان محل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔
ظہر آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔
ظہر کی ششستیں پڑھے نماز امت کر سکتا ہے یا نہیں۔
نماز مغرب اور اذان غشائیں کس قدر فاصلہ رکھنا چاہیے۔
قراآن و غل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں ہی کی فرضیت ہے۔
نماز عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
نماز عرفی ہمیشہ سارنجوی سے زیادہ ہوتی ہے۔
رداں میں صبح و صوب ٹھہری کا اعتبار ہے۔
اتحاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ میں سٹ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔
اوقات جماعت مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔
پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہیے۔
آفتاب نکلے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔
بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔
سجدہ شکر بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔
فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔
جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار بتائی ہے۔
یرینی میں جو سجہ گوا اور سوا غروب کا وقت۔
بحالت سفر بھی جہن میں الصلوٰۃ جائز نہیں۔
- ۲۲۴ گناہ کبیرہ ہے۔
تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہر جاتا ہے۔
۲۲۴ حد اس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور ہنگول کا بارہ درجے انستہ دقیقے یا بارہ درجے پچیس دقیقے اور یرینی اٹھائیس درجے ایکس دقیقے۔
۲۲۴ وقت فجر کی ابتداء و انتہاء اور اس کے یوم الجمعہ نماز فجر حجب روشنی میں پڑھنا سنت ہے۔
۲۲۴ اور اذان بھی صبح خوب روشن ہو کر پڑھ دینے۔
۲۲۴ تحفہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا۔
۲۲۴ نماز فجر کے بعد شرق تک و کبر لہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے۔
۲۲۴ حد اسفار کیا ہے۔
۲۲۴ عورت کے لئے مطلقاً نفیس افضل ہے۔
۲۲۸ گرمیوں میں نماز ظہر کا وقت مستحب کہتا ہے۔
۲۲۹ حدیث کان قد وصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر حتى الصیف ثلاث اقدار اى خمسة اقدار کا مطلب۔
۲۳۱ فصل فی اماکن الصلوۃ
۲۳۲ اگر زمین تراور نا پاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کو بچھا کر مارا دیا کرے اور وقت جاری ہو تو کیسے نماز پڑھے۔
۲۳۲

۳۶۱	باب الاذان والاقامة	۲۴۳	تھے ضرورت سوالات ممنوع ہیں
۳۶۱	تشویب کے معنی اور اس کا حکم۔	۲۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۳۶۳	مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔		جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے، اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جا مانا بھی کرنا پڑھنا کیسا ہے۔
۲۶۴	صیغہ لا یفعل سے قیادہ کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید و موجب ہوتا ہے۔	۲۴۵	دوسرے کے کھیت یا بچر اور نانہ پرنماز پڑھنے کا حکم۔
۳۶۴	امام کے اشتکار میں تاخیر نماز کا حکم اگر فجر کے فرض پڑھ لے اور سبقتیں روگنیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۲۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھے سے اگلی آنتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلطی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، درشاہ عبدعزیز محدث دہلوی کی مخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔
۲۶۵	خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہیے نہیں، اور جب دو سطروں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہیے یا نہیں؟	۲۴۷	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قمر کی طرف پڑھے میں تفصیل ہے۔
۲۶۶	خطیب جواب اذان اور دُعا کر سکتا ہے یا نہیں۔	۲۴۸	عرض سجود کی حد۔
۳۶۷	خطیب جواب اذان اور دُعا کر سکتا ہے۔	۲۴۹	مزارات بزرگانِ دین کے وائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔
۳۶۸	اذان دینا درست ہے یا نہیں۔	۲۵۰	اتکمیل علیہ السلام کی قبر شریف میرا بکے نیچے ہے۔
۳۶۹	اذان مسجد کے دائیں طرف کی جائے یا بائیں طرف۔	۲۵۱	قبر اسود اور زمزم شریف کے درمیان شتر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۷۰	آقامت کس طرف کی جائے۔	۲۵۲	تعلیق بخاری میں عند قبور "بیٹے" آئی قبور ہے۔
۳۷۱	بادشاهی طلبہ کہنے کے لئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یسّ پڑھے اور پیر حسین پڑھائی گئی جائے کیسا ہے۔	۲۵۳	مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔
۳۷۲	تھے وضو اذان دینا کیسا ہے۔	۲۵۴	علامہ طحاوی کے کلام حساسیہ مراقی الفلاح کا محمل

- ۳۸۳ الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔
- ۳۸۴ سنت ہے کہ سلطان اسلام اور عالم دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہو۔
- ۳۸۵ حیلۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
- ۳۸۶ اقامت سے پیشتر مقیم کا باؤ اڑیلنے دو دوسرے بڑھا کیسا ہے۔
- ۳۸۷ ختم سحری کی اطلاع کے لئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔
- ۳۸۸ قصودۃ سنتہ قبل المصنوعۃ المصنوعۃ رحمہ اللہ پکارنے کا حکم۔
- ۳۸۹ یوم بعد اذان اول کے بعد حیلۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۳۹۰ مسند شریب میں دیوبندی خیانتیں۔
- ۳۹۱ پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
- ۳۹۲ چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
- ۳۹۳ آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔
- ۳۹۴ کیا دھویں خیانت جو سب سے اخیرت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اربعہ امجد اور پیر مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراشیں گئیں ان کے مطبع گھر نے، صفحے دل سے بنائے، جاری ہیں خود ساختہ لکھ دیں۔
- ۳۹۵ اذان ہو چکی کسی شخص نے لا علمی سے دوبارہ شروع
- ۳۹۶ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔
- ۳۹۷ نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔
- ۳۹۸ قصرت، ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ عنہم۔
- ۳۹۹ نماز جنازہ کی مشروعیت بیرون منبرہ میں ہوئی۔ حضرت خدیجہ بکری کی وصات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔
- ۴۰۰ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نوے مہینے شوال میں بری، سما بریں سب سے پہلے بعد ہجرت امتحان فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔
- ۴۰۱ فاقی کی اذان کا حکم۔
- ۴۰۲ تطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت لوانہ ہوگی۔
- ۴۰۳ نماز کے لئے جگہ کے کا حکم۔
- ۴۰۴ اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔
- ۴۰۵ بروقت اقامت امام و مقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تحصیل۔
- ۴۰۶ اذان و اقامت میں دونوں حتیٰ علی القسۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں حتیٰ علی

- کر دی، درمیان میں مسوم ہوا تو کیا کرے۔ ۳۹۶ ہوتی ہے۔ ۴۱۳
- اقامت کہاں کی جائے۔ ۳۹۷ اذان و اقامت میں انگوٹھے نہ چومنے والے کا ۴۱۴ حکم کیا ہے۔
- جمعہ کی اذان، شنی کے متعلق چند سرائت۔ ۳۹۷ انگوٹھے چوم کر کیا پڑھے۔ ۴۱۵
- مرد و سفت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷ قبل نماز عید الصلوٰۃ یوحسبکم اللہ الصلاۃ ۴۱۵
- زمانہ اقداس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔ ۴۰۵ پکارنے کا کیا حکم ہے۔ ۴۱۵
- اگر حکم شرع رطل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶ تبیہ علی ما وقع فی اشعة اللمعات ۴۱۵
- محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین السائرتین کس کو۔ ۴۰۷ من الزیادة فی الروایة ۴۱۷
- کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔ ۴۰۸ بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حق ۴۱۹
- پیشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارۃ مسجد پر طرانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اغدوئی مسجد۔ ۴۰۹ علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے ۴۲۱
- اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی دلائی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ۴۱۰ دوامی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱
- حقیقہ نفی حقیقتہ نہیں سے زیادہ ترکہ ہوتا ہے۔ ۴۱۲ اور انس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱
- لفظ جہر و جوب پر دلالت کرتا ہے۔ ۴۱۳ قاسم توفیق کی اذان کا حکم۔ ۴۲۲
- حق علی الصلوٰۃ اور حق علی الفلاح کے جواب میں کیا گنا چاہئے۔ ۴۱۴ مسافر کو ترک اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔ ۴۲۶
- بروقت حق علی الصلوٰۃ اور حق علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔ ۴۱۳ رسالہ حیدر العین فی حکم تقبیل الایہ میں۔ ۴۲۹
- عبادت فقہائے کرام میں علامات (صحت) اور (نشو) اور دفعہ (اور) وضو (سے) کیا مراد ۴۱۳ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں ما شہدان محمد و رسول اللہ سن کر اخصب شہوت کے پورے چوم کر انگوٹوں سے لگائے۔ یہ پہلو طریقہ ہوا۔ ۴۳۲

- حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ
سُنی کر دوں اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا سکے
اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ۔
امام محمد صری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر نکلے
کی انگلی اور انگوٹھا لٹائے اور اس میں بوسہ کرے
آنکھوں سے لگا سکے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی
یہ تیسرا طریقہ ہے۔
نواب شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اُس
میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ
بشارت کہ امداد نہ ہوگا۔
آفادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں
کہ غلط ہے۔
حدیث حسن احکام حلال و حرام میں ثبت ہوتی ہے
کتب صحاح ستہ میں مذکور تمام احادیث صحیح
نہیں۔ تسمیہ بصریہ تعلیما ہے۔
حدیث کے آخر مراتب اور ان کے احکام۔
صحیح، صحیح لغیرہ، حسن، لذاتہ، حسن لغیرہ، سب
مجتہب ہیں۔
تکم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح
متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جاری ہے
قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں
قابل احتجاج۔
ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں
صرف فضائل میں معتبر ہے۔
ہفتم حدیث مطروح مکن موضوع ہوتی ہے
- ہشتم موضوع یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ
فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔
حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں
زمین و آسمان کا فرق ہے۔
صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا
اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
لفظ "لایثبت" سے یہ ثبات کہ حدیث
صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح
حدیث کو کہتے ہیں۔
حدیث کہ غریبہ کھانے سے پیشتر یہ حدیث کو
مستحب دیتا ہے اور سیاری کو دور کر دیتا ہے۔
تسمیہ
آفادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث شہر
کیا اثر پڑتا ہے۔
مجمول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم
مستور اس قسم کے راوی مسلم شریفین میں بکثرت
ہیں۔ قسم دوم مجمل العین۔ اور قسم سوم
مجمول الحال۔
آفادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستند
وضع نہیں۔
حدیث منقول کا حکم۔
آفادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج
بھی موضوع نہیں۔
حدیث میں ہے کہ بائس صرف اختیار کرد تو

- ۴۵۱ قلوب میں ایمان کی مشاس محسوس ہوگی۔
 ۴۵۱ آقاہدہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی باطل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۱ قعدہ طرق سے مبہم کا جز نقصان ہو جاتا ہے۔
 ۴۵۲ حدیث مبہم دوسری حدیث کے لیے مقوی ہو سکتی ہے۔
 ۴۵۲ آقاہدہ ہشتم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جرات ہے۔
 ۴۵۲ آقاہدہ ہفتم ایسا غلطی کہ حدیث میں دوسرے کی تائیدیں مکرر کرے، اس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۳ اسباب طعن و شکی میں باری ترتیب۔
 ۴۵۳ آقاہدہ ہشتم کہ متکرا الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۴ آقاہدہ نہم کہ متردک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۴ حدیث چتر صوفیاء کرام
 ۴۵۴ حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچہ نہ کاٹے گا۔
 ۴۵۴ آقاہدہ دہم کہ موصو حیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
 ۴۵۴ تفسیل
 ۴۵۴ حدیث کہ مبیب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنوں و جنام اور برص کو اسی سے پھیر دیتا ہے الخ
 ۴۵۱ فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں رد افق نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔
 ۴۵۱ علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔
 ۴۵۲ ابو حنبلہ حلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔
 ۴۵۲ ابن تیمیہ کی بکواس۔
 ۴۵۲ آقاہدہ یازدہم کہ بار بار موضوع یا ضعیف کہنا صحت ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے۔
 ۴۵۲ ذکر اصل حدیث کے اعتبار سے۔
 ۴۵۳ ان اصوات لا تفرق فی لاس کے معنی رائج
 ۴۵۳ حاشیہ دایں
 ۴۵۳ منیجۃ الاحادیث
 ۴۵۴ آقاہدہ دوازدہم کہ قعدہ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔
 ۴۵۴ آقاہدہ سیزدہم کہ حدیث مجہولہ حدیث مبہم قعدہ طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابرہ منجبر ہونے کے صالح ہیں۔
 ۴۵۴ حدیث کہ جس کے تین نیچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔
 ۴۵۴ آقاہدہ چہار دہم کہ حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔
 ۴۵۵ "خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔
 ۴۵۵ عمر بن واحد سترک ہیں۔
 ۴۵۵ شہاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔

- آپن جاسس ہی سہل رجال امام بخاری سے ضعیف
ہیں ان کی ہدایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
مسلم شریف میں بھی ضعیف کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱
بخاری شریف میں ضعیف کی روایات دوبارہ
مباحثات و شواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲
عامہ مسانید، معاجم، سنن، ہوامع، اجراء
ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۳
امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں
مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف
احادیث ہیں۔ ۵۱۶
دار قطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معطلہ سے
پُر ہے۔ ۵۱۸
آقادہ بست و دمدم کہ ایسے احکام کے جواز یا
استحباب پر ضعیف سے سنہلانا۔ دوبارہ احکام
اسے محبت بنانا نہیں۔ ۵۲۱
دمار، فروغ، مضار، جنائث کے سوا تمام
اشیاء میں اباحت حاصل ہے۔ ۵۲۲
آقادہ بست و دمدم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث
غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۴
کتابی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵
امام واقدی کی قریشی رائج ہے۔ ۵۲۶
چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر
اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸
- مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹
تکونہ کھنوی قدس سو سے ظفر لامانی میں
تدرب اور القول البیدل سے نقل میں
لغزش ہوئی۔ ۵۳۰
تجرب قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱
قائد جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و
انجبار ضعیفہ۔ ۵۳۳
آقادہ بست و دمدم کہ حدیث کا کتب طبقہ راہد
سے ہونا خواہی خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی
نہیں چ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸
قول شاہ عبد العزیز قدس سرہ بابت احادیث
کتب راہد کے معنی ۵۳۸
طبقہ ثانیہ و ثالثہ و راہد کی بعض کتبوں
کے اسماء۔ ۵۳۸
دمدم کتب احادیث۔ ۵۴۰
دمدم گرہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ
نہ ہو۔ ۵۴۲
تفسیر ابن جریر کتب طبقہ راہد
سے ہے۔ ۵۴۴ (حاشیہ)
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عجیب
فضیلت۔ ۵۴۶
امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لکھ مسیح
احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار
بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

- رسالہ مد رج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
 نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
 خرق پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن
 ۵۶۲ بعری امام علیہ رحمۃ المنان۔
 ۵۶۳ تنبیہ
 اتقادہ بست و تخم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث
 کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں کتب
 موضوعات کی قسم دوم۔
 ۵۴۸ اس جزی نے سماع سستہ اور مسند امام احمد کی
 چوڑی حدیثوں کو موضوع کیا۔
 ۵۴۸ کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
 ۵۴۸ عمل بموضوع اور عمل بمانی الموضوع میں فرق
 ۵۴۹ عظیم ہے۔
 ۵۵۰ اتقادہ بست و تخم کہ اعمال مشائخ متاخر سند
 ۵۵۰ نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو
 ہمیشہ گنجائش ہے۔
 ۵۴۱ یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
 ۵۵۰ نتیجۃ الافادات
 ۵۵۱ اتقادہ بست و تخم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل
 نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔
 ۵۵۱ اتقادہ بست و تخم کہ بالفرض اگر کتب حدیث
 میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا
 بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا
 کافی ہے۔
 ۵۵۵ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں
 کچھ شہر فح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر
 ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
 ۵۶۰ اتقادہ بست و تخم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو
 تاہم فعل کی مخالفت لازم نہیں۔
 ۵۶۱ خرق پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن
 ۵۶۲ بعری امام علیہ رحمۃ المنان۔
 ۵۶۳ تنبیہ
 خوشبو سونگہ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار
 دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔
 ۵۶۵ وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں
 ۵۶۸ رضوی تحقیق
 ۵۶۸ عمل بموضوع اور عمل بمانی الموضوع میں فرق
 ۵۶۱ عظیم ہے۔
 ۵۵۰ اتقادہ بست و تخم کہ اعمال مشائخ متاخر سند
 ۵۵۰ نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو
 ہمیشہ گنجائش ہے۔
 ۵۴۱ یہ کرنامات کسی ولی سے منفاک نہیں ہوتیں
 ۵۵۱ یا لا حاشا، اللہ۔
 ۵۴۲ اتقادہ بست و تخم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں،
 طرفہ یہ کہ وہ باہرہ جہیدہ کے طور پر تعقیل ابہامین
 خاص سنت ہے۔
 ۵۴۳ قبل ضحائے میں گنگوہی صاحب کی خاصہ
 خطائیں۔
 ۵۴۴ گنگوہی صاحب نے انجائے میں آدمی و بیست
 دیکھ کر ڈالی۔
 ۵۴۶ گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت
 تہذیب میں احکام شرعیہ بالکل مٹا دیے۔
 ۵۴۸ کراہت تہذیب ضلالت ہیں۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
 ۵۴۸ مولوی گنگوہی اور مولوی سخیل کی خانہ جنگی۔
 ۵۴۸

- حکم اخیر خلاصہ تحریر
۵۷۹ کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
- فائدہ فوائد مشورہ میں
۵۷۹ حدیث احیاء ابویں کریمین کے بارہ صحت ضعف
فائدہ اول کہ نصیحت و افضلیت میں فرق ہے
۵۸۰ علامہ نے احادیث صحاح کا نسخہ قرار دیا ہے اگرچہ
۵۸۰ ہم قائل نہیں۔ ۵۹۵
- مسئلہ افضلیت ہابہ عقائد سے ہے۔
۵۸۱ تنبیہ ضروری : دیکھ کے ایک کیلپر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
- فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر
۵۸۲ کی خوش حکایتیں قطف مرود ہیں۔ ۵۹۷
- کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کسرہ گناہ کی
نسبت حرام ہے۔
۵۸۲ حدیث اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے
میں یہ جملہ "لعن اللہ من تخلف عنہ"
- افرا ہے۔
۵۸۵ فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ نفوذ و ب بھی
مستلزم موضوعیت نہیں۔
- ۵۸۶ چنانچہ نزدیک ابن ابی صاحب مغازی کی
توثیق رائج ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
- تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں
۵۹۴ ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔
- کتاب تنزیہ اشریعہ کی عبارت سے ایک
نقص فائدہ حاصل۔
۵۹۴ فائدہ چہرہ مکرر مجہول المعین کا قبول ہی مذہب
تحقیق ہے۔
- ۵۹۵ تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول معینی
ہوتا ہے۔
- فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف
- ۵۹۵ فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات

۶۱۷	نقل مجمل یا مقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیم چار سے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔	۶۱۷	محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمانی و غنی ہیں۔
۶۱۸	لا اصل لہا "محقق کراہت نہیں۔	۶۱۸	خاتمہ۔ مجموعہ البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
۶۱۹	مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل	۶۱۹	حدیث طلب العلم فی یمنۃ علی کل مسلم
۶۲۰	تقصیہ قائم ہو۔	۶۲۰	عس ہے جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تحریر احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۶۲۱	رسالہ ایذان الا جوفی اذان النقیس	۶۲۱	حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے۔
۶۲۲	دلیل اول	۶۲۲	حدیث یكون فی اخر الرمان حلیۃ لا یفضل
۶۲۳	دلیل دوم	۶۲۳	حلیہ ابو نکر ولا حسن مؤول ہے۔
۶۲۴	دلیل سوم و چہارم	۶۲۴	فی مدۃ دو انہ دھم حدیث ہے سند مذکور غلط۔
۶۲۵	دلیل پنجم	۶۲۵	کے قبول میں نفیس و جلیل اعتقاد اور ادب قاصر
۶۲۶	دلیل ششم	۶۲۶	زمانہ کا ابطال و ازباق
۶۲۷	دلیل سہم	۶۲۷	محمد ثنن کی اصطلاح میں جس حدیث کو حدیث حسن
۶۲۸	دلیل ہشتم	۶۲۸	اور منقطع اور معطل اور معطل کہتے ہیں
۶۲۹	دلیل نہم	۶۲۹	فہما اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو
۶۳۰	آداب دعا ہے کہ پینا کوئی عمل صالح کرے۔	۶۳۰	موسل کہا جاتا ہے۔
۶۳۱	دلیل دہم	۶۳۱	قول امام سمیان ثوری "لا سند مستلاح
۶۳۲	دلیل یازدہم	۶۳۲	المؤمن الم" و بارہ حقاہد احکام ہے۔
۶۳۳	دلیل دوازدہم	۶۳۳	اسی طرح دیگر قول بابت سند۔
۶۳۴	دلیل سیزدہم	۶۳۴	رسالہ نہد السلامۃ فی حکم تقبیل
۶۳۵	فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان	۶۳۵	الابہا میں فی الاقاہۃ۔
۶۳۶	کو خوش کرنا ہے۔	۶۳۶	تھا نوئی صاحب کا جواب
۶۳۷	دلیل چہار دہم	۶۳۷	تھا نوئی صاحب کے جواب مذکور کی غایمیں
۶۳۸	دلیل پانزدہم	۶۳۸	کا شمار۔
۶۳۹	تنبیہات جلید	۶۳۹	مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔

<p>تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور صیغہ پر ثواب۔</p>	<p>مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور پر صیغہ جمل</p>
<p>تنبیہ سوم تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کی برائے</p>	<p>۶۷۳ لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ۶۷۶ ۶۷۷</p>

فہرست ضمنی مسائل

وضو	نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔	۸۵	پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	۳۷۶
جنازہ	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷	احط و اباحت	
جنازہ	جے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔	۱۲۰	ایک درہ سو کہ آدمی والستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہیم کبیر میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۱۱۰
جنازہ	نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زینے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	۲۷۵	ترک نماز برائی جہانہ جائز نہیں۔	۱۱۱
جنازہ	حضرت ابو بکر کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ کی حضرت حسنؓ نے اور حضرت حسنؓ کی حضرت حسینؓ نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۲۷۵	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۱۱۲
جنازہ	نماز جنازہ کی مشرعت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	۲۷۵	اکیسائے مسکونہ کی نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۱۳
جنازہ	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشرعت نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۲۷۵	نماز کے واسطے سوئے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۱۵
جنازہ	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشرعت نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۲۷۵	غیر مشرعت افعال کے ارتکاب پر برادری کی کوئی کوئی سزا نہیں جائز نہیں۔	۱۱۶
جنازہ	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشرعت نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۲۷۵	احادیث میں خلعت قت اور اس کی ترمیم اور اس کے کے ترک سے ترمیم میں۔	۲۷۳
جنازہ	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشرعت نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۲۷۵	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ	

۶۶۸	کو خوش کرنا ہے	۲۷۸	سجاد دل ہے۔
	<u>طب</u>	۲۷۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۵۴۲	درد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔	۲۶۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
	<u>توقیت</u>		چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہوئے غلط ہے۔
	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔	۲۶۶	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۳۴	در اس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے سے	۳۴۹	نماز کے سنے حکمانے کا حکم۔
	احد شگلور کا بارہ درجے افسس دقیقے یا بارہ	۳۷۸	صلوۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
۳۳۴	درجے پچیس دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے ایکس دقیقے۔	۳۸۴	التصلوۃ سنۃ قبل الجمعة الصلوۃ
	<u>فوائد فقہیہ</u>	۳۸۷	مرحومہ اللہ پکارنے کا حکم۔
۱۱۱	مائی جرمانہ جائز نہیں کہ فسوخ ہو چکا ہے۔		حدیث کہ خرپوزہ کھانے سے بیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔
۱۲۲	نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔	۴۴۲	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی ٹھاس ٹھوس ہوگی۔
۱۷۲	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔	۴۵۱	فائدہ نفیسہ بدم کے دن بدن سے خون لیے کے بارے میں۔
۱۲۳	نہار نجومی	۴۹۸	فائدہ حیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔
	طلوع سے جنس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۴۹۹	بدم کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث۔
۱۳۸	تجی نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے	۴۹۹	عربہ سفید کا رکنا اچھا ہے۔
۱۳۸	برادیر ہے کہ وقت مستحب نصف آخر میں پڑھیں	۵۲۹	خرق پوشی صوبہ کرام و سہارن حسن بھری رحمانہ
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پڑے وقت عصر کی مقدار	۵۶۲	آداب دعائے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کیے۔
۱۵۱	برخی تہیتی کہ ان بلاد میں وقت عشا غروب کتنی دیر پڑتا ہے	۶۶۴	فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسکن
	احسن محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعدہ اذان		

- منع ہے، بکیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶
- مسفر میں جمع بین الصلوٰتیں جائز ہے یا نہیں۔ ۱۵۹
- جمع بین الصلوٰتیں دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنی مراد اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰
- جمع صوری بغیر وقت شدت بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۱
- دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اُس کے معنی مراد۔ ۱۶۲
- جمع حقیقی کی دو صورت، اول جمع تقسیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۳
- قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۶۴
- قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۱۶۵
- قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحتی لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۱۶۶
- فجر عشاء و مشام کے دو حصہ لکے کو کہتے ہیں ۱۶۷
- نصف النهار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کی دو طریقے ۱۶۸
- مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا دھن معلوم ہو سکتا ہے۔ ۱۶۹
- فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۱۷۰
- نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۱۷۱
- نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے۔ ۱۷۲
- زوال میں صبح و صوب گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۱۷۳
- تعیّن لا یفعل سے قیادہ کراہت تحریم ہوتی ۱۷۴
- ہے جیسے یفعل مفید و جوب ہوتا ہے۔ ۱۷۵
- ایام کے استہار میں تاخیر نماز کا حکم۔ ۱۷۶
- اگر فجر کے فرض پڑھ لے اور مستثنی رہ گئیں تو اُن کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۱۷۷
- جہادات فقہائے کرام میں مقامات (عت) اور (شعر) اور (قصر) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۱۷۸
- تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسہ میں، نہ صرف ثواب اعمال ۱۷۹
- رسم المنفی ۱۸۰
- اشیاء میں اباحت ہے۔ ۱۸۱
- کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔ ۱۸۲
- لا اصل لہا متفقہ کراہت نہیں۔ ۱۸۳
- تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔ ۱۸۴
- عقائد و کلام ۱۸۵
- کتاب اللہ کا حفظ اہم سابقہ میں خاصہ انبیاء (کرم) علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔ ۱۸۶
- ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۱۸۷
- مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ ۱۸۸

- ۲۰۶ قرآن مجید کے حکم کی تفصیل۔
- ۵۰۲ چند کلمات کسی دلی سے منہ نکالنے پر توں اللہ تعالیٰ
- ۵۸۰ مسکن اقصیت باب عقائد سے ہے۔
- ۱۰۱ کسی مسلمان کی جانب بدوی تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔
- ۵۸۲ تنبیہ ضروری، وہابیہ کے ایک کبیرہ گناہ کرنا۔
- ۵۹۹ لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جان و بائیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔
- ۶۰۳ تاریخ و تذکرہ
- ۱۰۱ حضرت یونس بن یاسین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔
- ۴۲ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔
- ۴۲ دنیا کی طمرسات ہزار سال سے۔
- ۱۱۵ کتاب الحججہ تالیف امام فقیہ محدث صلی بن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۱۶۱ مقام بل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔
- ۱۸۲ مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
- ۲۶۷ مدینہ طیبہ سے ذوالخلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۷ مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۸

- ۹۷ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا اس قوی کی تصدیق ضروری۔
- ۹۹ ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقرآن و طبع ہو۔
- ۱۰۱ خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔
- ۱۰۱ تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
- ۱۰۱ تارک نماز کی تکفیر قدسہ اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا جمیع علیہ ہے۔
- ۱۰۹ تاکون نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
- ۱۰۹ تم میں اور مشرکوں میں غار فارق ہے ایک وقت کی نماز قصد ابلغہ بشری ویدہ واملتہ قصا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۰ اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ رُوسے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
- ۱۱۰ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکنا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔
- ۱۱۷ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دینی میں خطا سے معصوم تھے۔
- ۲۵۶ اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو

- ۳۹۳ جوختی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
- ۳۹۴ آنکھوں، نریں، دوسری خیانت۔
- ۲۶۸ گیارہویں خیانت جو سب سے انتہا ہے
- ۳۵۱ کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اجد جبر العبد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبعہ گھڑنے،
- ۲۵۳ منصفی محل سے بنالے، عمارتیں خود ساختہ لگادیں۔
- ۲۹۵ آقا و سیم کہ ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں، طرف یہ کہ وہ باہر جدیدہ کے طور پر تفصیل اب میں خاص سنت ہے۔
- ۵۴۴ قبول صفات میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں۔
- ۵۴۴ گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی ہابیت ذبح کر ڈالی۔
- ۵۴۶ گنگوہی صاحب نے اباحت، استیجاب، کراہت تنزیہ بھی اس کام شرعیہ بالکل مشادے۔
- ۵۴۸ تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔
- ۶۳۴
- ۲۶۸ دیرینہ طلبہ مگر معتزلہ سے دو کم دوسریں ہیں
- ۳۵۱ حوالی مگر معتزلہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
- ۳۵۱ جمعہ علیہ السلام کی قبر شریف میزا کی بجائے
- ۲۵۳ قبر اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
- ۴۰۵ زمانہ اقدسی میں مسجد بڑی کے صوف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال ہیں۔
- ۲۰۹ ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندر روٹی مسجد۔
- ۲۱۰ اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی دلوئی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے غیب کرامت کا ظہور ہوا۔
- ۵۴۴ تفسیر ابن جریر طبقہ رائے ہے (در حاشیہ) فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسجد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
- ۵۴۶ فائدہ دوہر کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی خوش حکایتیں تصنیف مردود ہیں۔
- ۵۴۶ رد بد مذہبیات
- ۱۴۸ دربارہ نماز عصر ایک بابی خیاط کا اعتراض اور اُس کا جواب۔
- ۳۹۱ مسئلہ تنزیہ میں دیوبندی خیانتیں۔
- ۳۹۲ پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
- ۱۴۸ حدیث بخاری اسلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعثا الخ کے تین محل۔
- ۵۸

حدیث و اصول حدیث

۱۹۶	صوری پر محمول یہ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیسان ۔	۱۱۰	جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی مال سے بیت اللہ میں شتر بار زنا کیا ۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری ۔
۱۹۶	پہلی حدیث	۱۵۰	محمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے ۔
۱۹۷	دوسری ، تیسری ، چوتھی حدیث ۔	۱۶۳	فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح
۱۹۹	پانچویں تا گیارہویں حدیث ۔	۱۶۷	حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں ۔
۲۰۳	فصل دوم ابطال دلائل جمع تعظیم ۔	۱۶۷	حدیث اول اثبات جمع صوری میں ۔
۲۰۴	پیشوا کے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین ۔	۱۷۲	حدیث دوم اور سوم ۔
۲۰۶	حدیث معلول کے لئے ضعف راوی ضروری نہیں ۔	۱۷۳	احادیث چہارم و پنجم ۔
۲۰۹	پیشوا کے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بار بار جوڑ	۱۷۴	تفاوت سلف و اصطلاح محدثین میں تشبیح
۲۱۰	تاریخ ۔	۱۷۵	اور رفض کے درمیان فرق ہے ۔ متاخرین شیعہ رد افض کو کہتے ہیں ۔
۲۱۲	آفاضل اولی کہ جمع تعظیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں ۔	۱۸۲	فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے ۔
۲۱۵	آفاضل ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی ، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے ۔	۱۸۳	چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود ۔
۲۱۶	اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں	۱۸۴	آئمہ سفلی بن حنفیہ نے زہری سے روایت میں بتائیں زیادہ حدیثوں میں خطا کی ، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے ۔
۲۲۰	آفاضل ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے	۱۸۶	آقادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں ۔
۲۲۱	آفاضل رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔	۱۸۷	آقادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع میں الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع
۲۲۸	جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام		

- ۲۲۲ انس کا جواب اول۔
قسم اول نصیحتیں علامہ جہاڑیہ کی بات اور تیسری حدیثوں پر مشتمل۔
- ۲۲۳ قصہ مصیبت زہرا بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی ماہ واقع ہوا تھا۔
۲۲۴ جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا اعتقاد مردود ہے۔
- ۲۲۵ قبلہ اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شقی احمد تک ہے اور احناف کے نزدیک شقی اربعین تک، یہی روایت صحیح اور درایت راجح، اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلہ تابعین اور ائمہ اثنی عشرت اور بعض کبار شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
- ۲۲۶ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت بیع میں خصوصاً ۲۲۷ انس کا جواب
- ۲۲۸ حدیث سائل بروایت نسائی میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
جواب ثانی
- ۲۲۹ نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور شمسی کے آخر وقت حقیقی کا علم حضرت اقدس صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طویل میں اجلہ خلاق صحابہ کو بھی پر امام حدیث دال ہیں۔
- ۲۳۰ حدیث اول تا سوم
- ۲۳۱ حدیث چہارم تا ہفتم
- ۲۳۲ حدیث ہشتم و نهم
- ۲۳۳ قائمہ ماندہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ امتداداً نہ جواباً۔
- ۲۳۴ قسم دوم مخصوص خاصہ میں بالخصوص بیع میں الصنفین کی نفی ہے۔
- ۲۳۵ مسئلہ حدیث جہاڑیہ اور جہاڑیہ کے نزدیک حجت ہے۔
- ۲۳۶ احادیث مرویہ بالسنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمیع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔
- ۲۳۷ اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم صحت تک حدیث کو ساتھ و جہ سے نہ سمجھتے اس کی حقیقت کو نہ پہچانتے۔
- ۲۳۸ ضعیف، تشبیہ، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ تشبیہ اور صاحب افراد ہوتا اصلاً مرجوح ضعیف نہیں۔
- ۲۳۹ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے

- موضوع نہیں۔ ۴۵۴ تعدد طرق سے سخن ہو جاتی ہے اور وہ چارہ
- اسباب طعن و سئل میں باسی ترتیب۔ ۴۵۴ متعجب ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۵۴
- آئادہ ہشتم نمبر منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵ حدیث کہ جس کے تین نیچے پیدا ہوئے اور کسی
- آئادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶ نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔ ۴۵۶
- حدیث چلہ صوفیہ و گرام ۴۵۹ آئادہ چہارم کہ حصول قوت کو صرف دو
- حدیث کہ جو شام کو حاصل اللہ تعالیٰ علیٰ ۴۵۹ سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۵۵
- ذوق و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب ۴۵۹ آئادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
- کچھ نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ) ۴۵۹ ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۵۵
- آئادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ۴۵۹ آئادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں
- ہوتی ہے۔ ۴۵۹ مطالبہ تین قسم میں اول اعتقادات۔ ۴۵۸
- حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے ۴۵۹ عقائد میں حدیث احاد اگر حسبہ صحیح ہو کافی نہیں ۴۵۸
- تو اللہ تعالیٰ جنوی و جذام اور برس کو اس سے ۴۵۸ دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۵۸
- پھر دیکھا ہے الخ ۴۶۰ تیسرے مسائل و مسائل جن میں ہاتھ قی عمار
- فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت علیہم السلام ۴۶۰ حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے ۴۵۸
- رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں رد الفاض نے تقریباً ۴۶۰ بلکہ فضائل ہمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۵۸
- تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱ نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر
- آئادہ یازدہم کہ بارہ موضوع یا ضعیف کہا ۴۶۱ ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو
- صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے ۴۶۱ ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو ۴۵۹
- نکہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸ کبرائے دہا پر بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے
- آنا اس وقت لائق فخر و کلام اس کے معنی ۴۶۸ ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں
- راجح حاشیہ لیں۔ ۴۶۰ (حاشیہ) ۴۶۰ عمل جائز ہے۔ ۴۸۱
- نتیجۃ الافادات ۴۶۲ آئادہ ہفدہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
- آئادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث ۴۸۱ پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
- قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ ۴۶۲ آئادہ سیزدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ
- آئادہ سیزدہم کہ حدیث مقبول و حدیث مبہم ۴۸۶ ایسی بلکہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

۵۱۶	ضعیف احادیث میں۔	حدیث انا عند ظن عبدی فی کس کس کتاب میں ہے۔
۵۱۸	۴۸۸ وار قطنی احادیث ضعیفہ مشاذہ ، معللہ سے پر ہے۔	اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔
۵۲۱	۴۸۹ افادہ لبست و دوم کرا لیے اعمال کے بواز یا استحباب پر ضعیف سے متدلانا ، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔	افادہ نوز دوم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جبکہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔
۵۲۲	۴۹۱ افادہ لبست و سوم کرا لیے سرائق میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔	احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔
۵۲۹	۴۹۱ حدیث شدید الضعف کی تعریف۔	حدیث اصحابی کا معنی بیانہم اقدیم اہل یتیم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔
۵۳۰	۴۹۳ حدیث اور اللہ فی السبیل سے عقل میں لغزش ہوئی۔	افادہ لبست کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ عمل احتیاط ہو۔
۵۳۱	۵۰۱ حدیث قبول شدید الضعف۔	افادہ لبست و یکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا انا ضرور نہیں۔
۵۳۲	۵۰۲ افادہ لبست و چہارم کہ حدیث کا کتب الہ سے ہونا خواہی خواہی مستند مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔	تحقیق مقام دائرہ احاد و اہل عقل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔
۵۳۸	۵۱۲ قول شاہ عبد العزیز قدس سرہ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔	مسلم شریف میں بھی ضعیفہ کی روایتیں ہیں۔
۵۳۸	۵۱۴ طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔	بخاری شریف میں ضعیفہ کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں۔
۵۳۸	۵۱۴ رجز کتب احادیث۔	عامہ مسانید ، معانی ، سنن ، بروایع ، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔
۵۴۰	۵۱۶ امام بخاری ضیہ رحمۃ الباری کو ایک کھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار احکام ہیں۔	امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔
		متسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

- بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶ نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۴۱
- رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد ۵۴۸ (حاشیہ) درآرد تفصیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۴۰
- افادہ بست و ہضم کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر علت ضعف کا ہی مستلزم نہیں کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸
- ابن جریر نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چھڑا سی حدیثوں کو موضوع کیا۔ ۵۴۸
- کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸
- شوکانی کی کتاب (فوائد مجربہ) قسم دوم سے ہے۔ ۵۴۹
- مقامہ حسنہ امام سہادی نقل موضوعات میں یہ شوکانی کی کم قسمی ہے ۵۴۸
- نتیجہ الافادات ۵۵۱
- افادہ بست و ہضم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ پسند کافی۔ ۵۵۱
- افادہ بست و ہضم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند ذکر ہونا کافی ہے ۵۵۵
- افادہ بست و ہضم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی حالت لازم نہیں۔ ۵۶۱
- و شریک دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔ ۵۶۸
- عمل بموضوع اور عمل بمانی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱
- افادہ بست و ہضم کہ اعمال مشائخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
- درآرد تفصیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰
- جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفہمت کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" افتراء ہے۔ ۵۸۵
- فائدہ سوم انظر ہی سے کہ تفرکہ اسب بھی مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶
- ہمارے نزدیک ابن اسحق صاحب منازرہ کی توثیق رائج ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
- تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۹۲
- کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۲
- فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔ ۵۹۵
- تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ ۵۹۵
- فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
- حدیث اعیان ابویں کو یحییٰ کہ باوصف ضعف علامہ نے احادیث صحاح کا نسخہ قرار دیا ہے اگرچہ یہ قائل نسخہ نہیں۔ ۵۹۵
- فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام

- ۳۹۷ میں ہی مقبول۔
 ۳۹۸ فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
 ۳۹۹ فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بطاویز سے خاص ہوتا ہے نہ بطاویز اصل حدیث۔
 ۴۰۰ فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔
 ۴۰۱ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔
 ۴۰۲ تنبیہ احادیث میں قلت مبالغہ زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔
 ۴۰۳ فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق۔
 ۴۰۴ فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محدث مرقتی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔
 ۴۰۵ خاتمہ مجملہ الجہد سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
 ۴۰۶ حدیث طلب العلم فی بیضة علی کل مصلو حسن ہے جس کو سالہ النجوم الشواق فی تخریج احادیث انکوائکب میں بیان فرمایا۔
 ۴۰۷ حدیث بابت آب زفرم حسن یہ صحیح ہے۔
 ۴۰۸ حدیث یکون فی آخر الزمان خلیفة لا یفصل علیہ ابوبکر ولا عمر۔
 ۴۰۹ امام ابن عاتق عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن و فات۔
 ۴۱۰ سید بن خثیم ہی ستر حدیث ہیں۔
 ۴۱۱ تافع اور عبدا اللہ بن واقد دونوں شگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۱۲ عقیقہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، علیٰ رکذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
 ۴۱۳ افتادہ اولیٰ کو غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔
 ۴۱۴ بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدما پر بغضو تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔

اسماء الرجال

۴۲۰
۴۲۱
۴۲۱
۴۲۱
۴۲
۹۳
۱۶۷
۱۶۸ (حاشیہ)
۱۶۴
۱۶۶

- ۱۷۷ بکتر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
 پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ وید بن مسلم کو
 ولید بن قاسم بنایا اول رجال صحیح مسلم سے امام
 ثقہ ہیں اور دوم قدر سے مکمل فیہ۔
 صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے مستحق
 حدودی یحییٰ کہنا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)
 تالیف پنجم عطا ف ثقہ ہیں۔
 دینی اور حدودی یہم میں فرق ہے۔
 متعین کے وہ رجال جن کے متعلق حدودی یہم
 کہنا گیا۔
 خالد بن قاسم مدنی متروک بالہ جامع ہے۔
 ابی حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا
 ابو اطفیل صحابی کو مقدس و مجرب بتایا
 اسی ابن حزم نے باجہ حلال کرنے کے لئے
 صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو
 بزم تعلیق زد کیا۔
 امام شافعی علی بن ابی حمزہ کی روایت میں ابراہیم
 ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک
 واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
 امام احمد بن حنبل کا حافظہ و قات سے چند
 ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
 شباب بن سوار مبتدع تھا۔
 عبداللہ بن ابی یحییٰ یسار کی مدلس ہیں۔
 یحییٰ بن محمد بخاری متکلم فیہ ہیں۔
 طریق دوم میں مولیٰ بن ابی ابی حدودی لا وہام
 ۱۷۸ نعیم بن حماد قابل احتیاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے معاصرین میں جنہوں نے حکایتیں وضع
 کرنا چاہا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت موقوفہ
 ہے نہ بطور حجیت۔ ۱۷۸
 ابوالکریم بدلس ہیں اور بدلس کا معنی قبول نہیں
 لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو
 مقبول۔ ذکر وجہ فی المیزان۔ ۱۸۰
 خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور
 امام بخاری کے استاد۔ ۱۸۰
 بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار ۱۸۰ (حاشیہ)
 امام احمد کا اسم مبارک سیدان ہے۔ ۲۰۶
 جب بصری عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن
 ماسر منہم ہوتے ہیں۔ دوسرا کہیں تو عبد اللہ
 بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۰۶
 جب سوید کہیں حدیث عبد اللہ تو ابن مبارک
 منہم ہوتے ہیں اور جب بنہار کہیں حدیث
 محمد بن شعبہ تو خندہ مراد ہونگے۔ ۲۰۶
 حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
 امام اجل خالد بن عمارت بصری ہیں خالد بن
 مخلد نہیں۔ ۲۰۷
 علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔ ۲۲۲
 ابو عقال بلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۲۴۵
 ابی یحییٰ کی بکواسس۔ ۲۶۵
 خطا علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۲۷۵

۵۰۵ قروں واقعہ مندرک ہیں۔

۴۰۵ ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔

قواعد اصولیہ

۵۱۰ ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

۵۲۵ تلمبی شدید الضعف ہے۔

۵۲۶ امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

۲۱۱ اور عدم صحت ہر جگہ اس کے لئے کافی ہے۔

۲۱۱ حدیث حوی بالمعنی کے (فا، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۱۱ لفظ (جیسا) اجتماع فی العلم پر دلالت کرتا ہے۔

۲۲۶ زاجرات فی الوقت پر۔

۲۹۱ صیغہ جہول غالباً مطلقہ بضعف ہوتا ہے۔

۲۹۱ متقدم خاص ضعیف کے نزدیک جارات مشامع

۲۳۶ غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ

۲۹۳ دوسری جہم میں معتبر ہے۔

۲۲۴ مسلمان کا فعل حق لا محالہ کل من پر محمول کرنا واجب ہے۔

۲۱۲ صیغہ نفی صیغہ نفی سے زیادہ مزکور ہوتا ہے۔

لفظ حیردوب پر دلالت کرتا ہے حی علی

الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب

۲۱۳ میں کیا کرنا چاہئے۔

۵۲۸ التماکمة بین القاصد العلامة الخجاجی

۵۲۲ والمحقق الدوانی من جمہد اللہ تعالیٰ۔

۵۰۴ معنی رخصۃ علی کلام الدوانی۔

۵۱۰ ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

۵۲۵ تلمبی شدید الضعف ہے۔

۵۲۶ امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

۲۱۱ اور عدم صحت ہر جگہ اس کے لئے کافی ہے۔

۲۱۱ حدیث حوی بالمعنی کے (فا، اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۱۱ لفظ (جیسا) اجتماع فی العلم پر دلالت کرتا ہے۔

۲۲۶ زاجرات فی الوقت پر۔

۲۹۱ صیغہ جہول غالباً مطلقہ بضعف ہوتا ہے۔

۲۹۱ متقدم خاص ضعیف کے نزدیک جارات مشامع

۲۳۶ غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ

۲۹۳ دوسری جہم میں معتبر ہے۔

۲۲۴ مسلمان کا فعل حق لا محالہ کل من پر محمول کرنا واجب ہے۔

۲۱۲ صیغہ نفی صیغہ نفی سے زیادہ مزکور ہوتا ہے۔

لفظ حیردوب پر دلالت کرتا ہے حی علی

الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب

۲۱۳ میں کیا کرنا چاہئے۔

۵۲۸ التماکمة بین القاصد العلامة الخجاجی

۵۲۲ والمحقق الدوانی من جمہد اللہ تعالیٰ۔

۵۰۴ معنی رخصۃ علی کلام الدوانی۔

فضائل و مناقب

توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے حکیم فضائل۔

حضرت بکر العلوم کا ارشاد، ہمارے اثر ضعیف کی

نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ

فرہ گزارا نہشت نہیں ہوتا۔

عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور حسن

افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے لئے استیذان معاف تھا۔

مروہ سنت زندہ کہنے کے متعلق احادیث۔

امام سیوطی پچتر بار سیداری میں نبوی زیارت سے

عشرون ہوتے۔

چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

نہیں کرتا، حضور کو پہناتا، بعد ارشاد فرماتے

اسی طرف جھک جاتا تھا۔

تقرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

عجیب فضیلت۔

نوشہرہ منوچکر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے

ہندو ریاضی

تفکیکوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی
تقسیم فصول۔

۱۵۴

۱۵۵

اوقات بعض تویکات کا نقشہ۔

متفرقات

۲۱۳

۳۲۱

۳۳۲

۵۷۹

۵۸۰

خود کبرائے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔

برہمن میں موسم گرما اور سردی مغرب کا وقت۔

خاتمہ غلام مشورہ میں۔

قائدہ اولیٰ کرفضیت و انضیت میں

دن ہے۔

• • •

۶۳۴

۶۳۵

۶۵۰

۶۷۶

۱۳۷

مقدم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم نقیب ہو۔

نقل مجہول نام مقبول ہے۔ عام صحابہ کرام میں

تھانے عنہم کی تعلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ

کا مذہب ہے۔

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل

تقسیم قائم ہو۔

تنبیہ چہارم شرح مطہر کی اصل کی جو ان

مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی

اختلاف کرتے ہیں اور برجہ جلی کو کہتے ہیں۔

طبیمیات

کوہنجی جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نسا بھی

کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۳ میل اون

قریٰ اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔



کتاب الصلوة

مسئلہ از اوچین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مسٹر ملا یعقوب علی خاں ۵ احادی الاول ۱۳۱۰ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگنا میں کون سی نماز سب سے پہلے کسی نبی نے پڑھی ہے اور
انگلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگنا نہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا
خاص ہے یہی تو قرآن و حدیث ہے۔

الجواب

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده • وعلى آله وصحبه السکرمین
اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جو ایک ہے اور صلوٰۃ وسلم
اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے بعد
اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)

نہایت پنجگنا اللہ عز و جل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کریم حکیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

نزل، بنی اسرائیل پر دوسری وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف پانچ رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی اس سے نہ بھی سنن نسائی شریف میں اس فرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں
ثم مدت الى خمس صلوات، قال، فاسجد الى ربك فاسأله التحفيف فانه فرض على بنی اسرائیل
صلواتین صا قاهوا لہما یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رو میں مری علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور
پھر جانیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ گئے۔
علامہ زرقانی شریح مواہب میں فرماتے ہیں،

وسر دان بنی اسرائیل کلفوا رکعتین بالعقد فقد کھتین روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں میں اور دو رکعتیں
بالعشی، قیل، و رکعتین عند الزوال، فضا رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے
فما صواب کلفوا بہ۔ کہ دو رکعتیں زوال کی پہلی تھیں مگر وہ اس پر کار بند
نہ رہ سکے۔ (دست)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں ان میں کسی کو نہ ملیں علامہ نے بے خلاف اس کی تصریح
فرمائی، مواہب شریف بیان فصائل امت و جور میں لکھا،

وسما مجموع الصلوات الخمس، ولم یجمع لا احد غیرہم بکے اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی نہ
کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کے لیے
پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (دست)

شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا،

هذا هو الصواب، وما وقع في الیضوی انہ یہی درست ہے اور بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل
فرض علیہم خمسون صلاة في اليوم و پرون رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں،
الیوم، فقال الیوطی، هذا غلط، ولم تو سیموٹی نے کہا کہ یہ غلط ہے، اسی پر پچاس نمازیں
یقرض علی بنی اسرائیل خمسون صلاة قط کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں
بل ولا خمس صلاة، ولم تجمع الخمس بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کے لیے

سنن النسائی کتاب الصلوة مطبوعہ فورمیکا خانہ تجارت کتب کراچی ۸/۱

مکمل شرح الزرقانی ص ۱۱ مواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسرار مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۲/۶
مکمل مواہب اللدنیة المنقذ من غلط تصانیف تعلق بالصلوة، والکتب الاسلامی، بیروت ۱۱/۱۱

نے نماز عشا کی نسبت فرمایا،

اعتموا بهذه الصلوة فانكم فضلتم بها على
ما سواها من صلوات الله عليكم

اس نماز کو یہ ذکر کے پر حوالہ اس سے تمام امتوں پر

فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ
نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پرتماہر کہ جب نماز عشا ہمارے لیے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملے۔ رہا ہمارے
نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کریم پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں
امام بدالی الدینی سیوطی نے مختصر کبیری میں ایک باب وضع فرمایا۔

باب اختصاصه صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولہ تجميع

یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں
کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

لاحد۔

بقیہ ماحیثہ صفحہ گزشتہ

اقول ملی وکن فی فاکوئہ حجة فی استقام

مقال فادامہ الاضافات وضم من هذا تقول

م بکرم و بیکم بل فی آخر نفس الحديث تدخلوا

جنة م بکم و ن ا د فی دایة و عند الخلق و جموا

بیت م بکم و ایضا یجوز التخصیص باعتبار اهل

الارض ایضا قد ثبت خصوصاً فیها بوجوه کما یأتی

فلایدل علی خصوص نفس الخمس و لو بالجمع

و اللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں۔ کیوں نہیں، لیکن اس حدیث کو

انحصار پر دلیل بنانے میں مجھے اعتراض ہے کیونکہ اضافہ

کا معطر اس سے زیادہ وسیع ہے، تم کہتے ہو دُشکُور

و دُشکُور (تمہارا رب اور تمہارا نبی) بلکہ اس حدیث کے

آخر میں ہے تدخلوا الجنة م بکم (اپنے رب کی جنت

میں داخل ہو جاؤ گے) اور علی کی روایت میں یہ اضافہ

بھی ہے و جموا بیت م بکم (اور اپنے رب کے

گھر کا گنج کرو۔) اسی شانوں میں اضافت موجود ہے مگر

انحصار نہیں کیونکہ رب معرفت فی طبع کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہل زمانہ کے بھی ہو سکتی ہے

علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بنا پر ثابت ہے جیسا کہ آرا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت

اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

لے سنو ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ معتبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس ۱/۱۶

لے مختصر کبیری باب اختصاصه صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ فدیر رضویہ فیصل آباد ۲۰۲/۲

بعد العشاء متفرقا فيهم، كما جاء في الاخبار
کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایت
میں آیا ہے۔ (دست)

علامہ شہاب الدین خاکی نسیم الریاض شرح شفا کے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
المصلوات الخمس لم تبحتم لغيره ولا لغيرته
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولا لنبی قبلہ،
فانما الایماء قبلہ کانت لهم صلاة موافقة
لبعض هذه، دون مجموعتها۔

وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجموعی طور پر پانچ نمازیں ان میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (دست)
اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثبات مدعی کیے
مفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے
معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل
تحریر میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے
پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ
نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے
پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے
ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے
میں جب اللہ ان مسود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو
تین چہریں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی
آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کی
معفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس
حدیث کا ہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیے غرض ہیں۔ (دست)

وكل ما ذكره فلا يقيد المدعى، او معارض بها
هو اصح واقتوى، كما فصلنا ذلك في تحريير
مستقل في هذا المقال، كتنه يتوفيق
الله تعالى بعد ورود هذا السؤال، منحصه
انهم احتجوا على ذلك باحاديث واثار، منها
حديث صحيح مسلم عن عبد الله بن مسعود
رضي الله تعالى عنه في خبر الاسراء فاعطى
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ثنت، اعطى المصلوات الخمس، واعطى
حواثيم سورة البقرة، وغفر لمن لم يشرك
بالله من امته شيئا المقحومات فانه ظاهر
في اختصاصها به صلى الله تعالى عليه
وسلم۔

للمعات الشقيح مواقيت المصلوات الفصل الثاني
نسیم الریاض شرح شفا، فصل فی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تعظیم کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۴/۲
نسیم الریاض نسیم باب فی قول اللہ تعالیٰ وقد رآه نزلة اخرى، مطبوعہ عینی کتب خانہ لاہور ۹۴/۱

قلت ، وذلك لانه كان محل الاكرام
الحاص فيجب في اختصاص الخمس ايضا
به صلى الله تعالى عليه وسلم كالباقيين
قال في نسيم الرياض (واعطى رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم تلك ، من العصال المخصوصة
به صلى الله تعالى عليه وسلم ام)

اقول : ذلك ان تقول بعد تسليم
لرورم الخصوص في كل عطاء يعطى في مقام
الاختصاص ، لا يدرم الخصوص من كل وجه ،
وقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات
الله تعالى وسلامه عليهم وفي كل دين النبي ،
كما قال تعالى في سيدنا اسحق عليه السلام
الكريم وعليه الصلاة والسلام وذلك
يا مراهله بالصلاة والركوة وكان عند ربه
مرفوعا - وقال عز وجل عن عبيد عيسى
عليه الصلاة والسلام ، واوصاني بالصلاة
والزكاة ما دمت حيا - وفي الحديث عن
نبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا خير في دين لا صلاة
فيه وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه
الاوقات ، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام
هدا وقتك ووقت الانبياء من قبل الله

میں کتنا ہوں : ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حق
اکرام خاص کا تھا اس لیے پانچ نمازیں بھی آپ کے لئے خاص
ہوئی جائیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کے لئے خاص
ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ
کو تین چیزیں ، یعنی ان فصلوں میں سے جو آپ کے ساتھ
مخصوص ہیں احدات)

میں کتنا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ
اگر یہ بات مان لی جائے کہ اختصاص کے موقع پر جو
چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری
ہے۔ تاہم ہر ایک خاص ہونا کو کوئی ضروری نہیں
ہے۔ کیونکہ ہم نے تمام انبیاء پر اور سروریں الہیہ میں
تھیں جس طرح اللہ تعالیٰ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے
شراف پر وہ ان پر صلوة و سلام ہو۔ کہہ دیتے
میں فرمانا ہے وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز
اور زکوٰۃ کا اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا اور
اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان
کیا ہے اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ
کا ، جب تک میں زندہ رہوں اور حدیث میں ہی صل
اللہ علیہ وسلم سے مری ہے کہ اس کیوں میں کوئی خیر نہیں ہے
جس میں نماز نہ ہو اور پہلے انبیاء کے اوقات نماز وہی
تھے جو چارہ سے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صل اللہ علیہ وسلم بما تفضلہ کرامة الاسرار مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱۳۶۶ھ

سک القرآن سورہ مريم ۱۹ آیت ۵۵ - سک القرآن سورہ مريم ۱۹ آیت ۳۱

سک سنن ابی داؤد باب ما جاء فی خبر الطائفت مطبوعہ آفتاب عاظم برکس لاہور ۱۳۶۲ھ
نوٹ : احادیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لا صلوة قید کی جگہ "و کو یہ قید ہے واللہ تعالیٰ اعلم" میر محمد سعیدی
۵ مشکوٰۃ فصیح ، باب المراقبہ ، مطبوعہ مقبانی دہلی ۱۳۶۲ھ

عز وجل لتحيه صلى الله تعالى عليه وسلم
حين ذكر ما اعطى الانبياء السابقين عليهم
الصلاة والسلام من الفضائل، اعطيتك
ثمانية اسمهم، الاسلام والهجرة و
الجهاد والصدقة وصوم رمضان
والامساك بالمعروف والنهي عن المنكر۔ قال
الرقاني (والصلاة) اي مجموع الصلوات
الخمس (والصدقة) الزكاة (وصوم رمضان)
وفيه حجة لحد القولين في احتصاصه
بالامة المحمدية الخ۔

تمام دوسے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے یا یہ
کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف کے ساتھ
مخمس کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے
اور بندوں سے شریف بھی کر دی، اب پریمی پانچ جاتی
ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہو جاتی ہیں یہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام
ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر
بخاری اور ابویعلیٰ نے ابوسریحہ سے اور بیہقی نے ابوسریحہ اور
ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان فضائل کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عز وجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حقے عطا کئے ہیں، (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ
(۶) رمضان کے روزے (۷) مال و دولت (۸) نبی عن امیر۔ الرقانی نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا
(اور نماز یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (۱) اور صدقہ یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے
اور میں سے ایک قول کے لیے یعنی اس قول کے لئے کہ رمضان اسبہ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت)

قلت، ای وقد ذکر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کل من ماحص بہ من المکرمات
فالمحل قاض بات۔ یجاب بما خص بہ من
حلائل الفضائل۔ اقول، نعم، لا یبد
للخصوص من وجہ، اما مطلقا فلا، فقد
کان الجہاد فی الامم السابقہ قال تعالیٰ
وکل من منہ قاتل معہ سیوف کثیر الاثری

میں نے کہا دلیل اس بنا پر ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت و کرامت جو اس کے
ساتھ مخصوص تھی۔ تو مطلقاً تقاضا میں تھا کہ جو آپ ایسے
عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا، صرف نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ اقول (میں کہتا ہوں) ان
خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے تو (مذکورہ
آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

الی قوله ، واکامریا المعروف والنهی عن المنکر
ولست حیل فیہما عن الابیاء السابقین ، علیہم
الصلاة والسلام ، ہما کا خواہیے مشون الالہذا۔
وقد ابھی اللہ تعالیٰ قوما کا نو ، رہنمون اصحاب
السبت محذرة الی سبہم ولہم یرجعونہ
ولہم ترل الصدقة فی الاصل ، و تقدم قوله
تعالیٰ وکان یا مراہلہ بالصلوۃ والزکوۃ فانما
المراد لہم یعطوا علی صفة اعطى سینا مہل اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ، احلت لہ العنائم ولہم
تعل لصدقہ ، والصدقة تؤخذ من اعیاننا
وتور عن فقرائنا ، وامریا بالمعروف والنہی
بہینا عن السکر باعلی وجوہہ وهو الجہاد
وامر الجہاد فی شریعتنا اقوی منہ فی سائر
الشرع . قالہ الرازی عن القفال . بحکذک
حکمہ فی الصلوۃ باشیاء لہم یعطون احد
قلت ، واللہ اعلم ۔

کیونکہ ہمارے پہلے آیتوں میں بھی تھا ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
”کہتے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے
اللہ والوں نے لڑائی کی۔“ کیا نہ ہیں دیکھتے ہو حدیث
میں مذکور اس قول کی طرف اور پھر حاکم دینا اور
برائی سے روکنا۔ حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین
میں نہ پایا جا، حال ہی کیونکہ وہ ترجیح ہی انہی کاموں
کے لئے جاتے تھے اور اسی ہی عن المنکر کی وجہ سے
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحاب
سبت کو شکار کرنے سے منع فرماتے تھے تاکہ اپنے رب کے
رُوبرُو اپنا عہد پر مشرک نہیں اور اس لئے کہ اس طرح
شائد اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں صدقہ و زکوۃ
کا حکم مشور میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزیر
جس سے رحمت انھیں علیہ السلام اپنے گھر والوں کو
نجات دہ زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ
ہے کہ (مذکورہ ٹھہ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں ہیں
جس طرح ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً
جہاد میں حاصل ہونے والی قیمت رسول اللہ کے لئے حلال کر دی گئی۔ تاکہ اس پہلے کسی کے یہ حدل نہیں کی
گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اعیان سے لیا جاتا ہے اور فقر کو دیا جاتا ہے حالانکہ اس پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی
تھی اور نبی ہمارے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علی درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے کہہ کیونکہ جہاد کا معنی باری شریعت
میں مشیت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے یہ بات راہی نے فقہان سے نقل کی ہے بعینہ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی
بعض اشیاء کے ساتھ حاصل کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں یعنی اذان اقامت وغیرہ واللہ اعلم
ومنہا ما نقل لہم من العقیقہ البلیث
السر قندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تبیینہ
العافین عن کعب الاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
سے اقرآن ۵۵/۱۹

عنه قال: دُفِرت في بعض ما أنزل الله تعالى
 على موسى عليه الصلوة والسلام يا صوفي!
 ركعتان يصليهما أحمد وأمته، وهي صلاة
 العداة، من يصليهما عفرت له ما أصاب
 من الذنوب من ليلة ويومه ذلك ويكون
 في دمتي. يا موسى! اركعت يصليهما أحمد
 وأمته، وهي صلاة الظهر، أعطيهما بيا ولي
 ركعة منها المغفرة، وبالثانية الثقل ميزانهم،
 وبالثالثة، لكل عليهم المنكة يسبحون
 يستعصرون له، وبالرابعة افتح لهم ابواب
 السماء، ويشرفن عليهم الحور العين. يا
 موسى! اركعت يصليهما أحمد وأمته،
 وهي صلاة العصر، فلا يشق من في سبوت
 والأرض ألا استعصروا لهم، ومن استعصروا له
 المنكة لراعيه. يا موسى! ثلاث ركعات
 يصليهما أحمد وأمته حين تعرب الشمس،
 افتح لهم ابواب السماء. لا يسألون من حاجة
 إلا قضيت لهم. يا موسى! اركعت
 يصليهما أحمد وأمته حين يعيب الشفق،
 هي خير لهم من الدنيا وما فيها. يخرجون
 من دنوبهم كيوم ولدتهم أمهم. يا موسى!
 يتوضؤا أحمد وأمته كما امرتهم، أعطيتهم
 كل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها كعرض
 السماء والأرض. يا موسى! يصوم أحمد و
 أمته شهرا في كل سنة، وهو شهر رمضان،

اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی امت
 ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے
 گناہ اُس کے بخش دیوں گا اور وہ میرے دفتر میں ہوگا۔
 اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور اس
 کی امت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض
 بخش دیوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری
 کر دوں گا اور تیسری کے لیے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح
 کریں گے اور اسی کے لیے دعا سے مغفرت کرتے ہیں گے
 اور چوتھی کے بدلے اُن کے لیے آسمان کے دروازے
 کشادہ کر دوں گا۔ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں اُن
 پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار
 رکعتیں، احمد اور اس کی امت ادا کرے گی تو جنت
 کا دروازہ ان کو فرشتہ باقی نہ بچے گا سب
 ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت
 چاہیں یہ اسے ہرگز عذاب نہ دیں گے۔ اے موسیٰ!
 مغرب کی تین رکعت ہیں امیں احمد اور اس کی
 امت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان
 کے لیے کھل دیں گے جس حالت کا سوا کرینگے اسے پڑھی
 کر دیں گے۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی
 عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے امیں احمد اور اس کی
 امت وہ دیا دیا جہاں سے اُن کے لیے بہتر ہیں وہ انہیں
 گناہوں سے ایسا کال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے
 پیٹ سے بچا ہوتا ہے۔ اے موسیٰ! صوم کا احمد اور اس کی
 امت جیسا کہ میرا علم ہے میں نہیں عطا کروں گا ہر قطرے
 کے عوض کہ آسمان سے پکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

نہیں کی چڑائی کے برابر ہوگا۔ اسے ہر کسی ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا اس کے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہزاد عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک راستہ گزار کرے گا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اسے ہر کسی! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور (فقیر و محتاج)

اعطیہم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنة ، و اعطیہم کل حیر یعملون فیہ من التلویح اجر فریضۃ ، و اجعل فیہ لیلۃ القدر ، صحت استعمر منہم فیہ مرق واحدة نادم صا دقا من قلبہ ، ان مات من لیلۃ او شہرہ اعطیتہ اجر ثلثین شہیداً ایہ موسیٰ الذی امة محمد رجلا یقومون علی کل شرف یشہد و ینبشہادۃ ان لا الہ الا اللہ ، فجزاؤہم ہذلک جزاء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ، و رحمتی علیہم واجبة ، و غصبی بعید منہم ، ولا احجب باب التوبۃ عن واحد منہم ما و اموا یشہد و ین لا الہ الا اللہ ، لا اللہ الا اللہ ان میں سے کسی پر بایب تو پر بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اور (فقیر و محتاج)

اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات محبت کی بنا پر ہم نے اس کو تمام بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے اور نفیس تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات کا مل حق نصیب فرمائے۔ آمین! (ت)

میں کتابوں، اگر اس روایت سے اختصار پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے، نہ کہ پانچ کا مجموعہ، کیونکہ اس روایت میں

سردناھا تما ما، جالما ینھا من المفاش ، مرہقنا اللہ تعالیٰ الحظ الاوقی منها بمنہ و کرمہ و وجاہ حبیبہ قاسم نعمہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، آمین ۔

اقول: ان تمہر الاحتجاج بہ علی الاختصاص ، دل علی خصوص کل صحت الخمس ، لا کل الخمس ، فانہ قال فی کل ، یصلیہا احمد و امتہ صلی اللہ تعالیٰ

بر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ادا کرے گی۔ نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو مل سکے جائیں گے۔ (ت)

اور ان میں سے امام عیسیٰ کا وہ اثر ہے جسے امام غزالی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عقرب آ رہا ہے اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو عیسیٰ میں بعض علماء سے ذکر ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ تماری باقی ابیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کے لیے جمع کر دی گئی ہیں۔ اسوں سے مرید و خلیفہ کہ فجر آدم علیہ السلام کے لیے تھے، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان علیہ السلام کے لیے اور مغرب عیسیٰ علیہ السلام کے لیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ امت مخصوص کی گئی ہے (ت) میں کتابوں، (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نماز و عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ باقی امتوں میں سے

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء، و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، هذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی، فلیکن المقصود بالذکر عطاؤہم ما رتب علیہا من الفضائل انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امت محمدیہ کو مل سکے جائیں گے۔ (ت)

وتمنہا اثر الامام العیسیٰ، صریحاً الامام الطحاوی، وسیاتی السلام علیہ۔ ونحوہ ما ذکر فی الحلیۃ عن بعضہم قال، هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وجمعت فی هذه الامۃ، فذكر الفجر لآدم، والظهر لآبرہیم، والعصر لسلیمان، والمغرب لعیسی علیہم الصلوۃ والسلام، ثم قال، واما العشاء فتخصت بها هذه الامۃ۔

اقول: توجیہ الاستدلال ائمہ و

ان ذکر اختصاص هذه الامۃ، لکن لم یقل من بیعت سائر الامم، ولم یدکر ان نبیاً صلاہا۔ کہا دگری سا تھا،

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح باب سنن رضا، ص ۱۸۳ مطبوعہ مجتہبی دہلی ص ۲۰

۲۔ شرح معانی الآثار باب صلوۃ الرسول ای الصلوۃ • ایچ ایم سمیعہ کچی کراچی

شرح الزرقانی علی المواہب المتعدۃ الرابع فیما فضل التذہب مطبوعہ مطبوعہ مصر

الباب المنبوی، واخرجه البخاری عن ابی موسی
الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، اعتم
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة بالعشاء
حقاً ادهاس الليل، ثم خرج فصلى، فلما
قضى صلاته قال لمن حضره، ايسروا من
نعمته الله عليكم انه ليس احد من الناس
يصل هذه الساعة غيركم۔ او قال ما صلى
هذه الساعة احد غيركم۔ **او قلت، واخرجه**
مسلم ايضاً۔

جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو۔ اور میں نے کہا، یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت)

ومنها قال رحمه الله تعالى،
واخرجه احمد والشافعي عن ابن مسعود رضي
الله تعالى عنه، قال، اخرس رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم صلاة العشاء،
ثم خرج الى المسجد فاف الناس ينتظرون
الصلاة، فقال، اما انه ليس من
اهل هذه الاديان احد يذكر الله تعالى
هذه الساعة غيركم۔ **او**

اقول، وانت تعلم ان ليس في
شي من هذا ما يدل على مدعاء، من ان
العشاء لم يصلها بي قبل نبينا صلى الله

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابو موسیٰ اشعری
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے لیے اتنا اندھیرا
کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہو گئی پھر آپ باہر
تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے
تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہیں بشارت ہو
کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور
کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو۔ یا
آپ نے یوں فرمایا، تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

نے کہا ہے کہ احمد، شافعی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے
تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا،
”سنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے
سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو
یاد کر رہا ہو۔“ (ت)

میں کہتا ہوں، تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں
میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو امام سیوطی کے اس
مدعی کے لیے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

و النسا فی من المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
ولا یصلیٰ یومئذ الا بالمدينة، فان الیہود
یکلوا بنحیر و الشام و غیرہما اکثر عما کافوا
بالمدينة المکرمہ، فلو کانت عندہم
صلیبت لغيرہا ایضا۔

تراد یہ ہے کہ اس نفل کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے
لوگ کس نہیں پائے جلتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں اس
روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری و نسائی
نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں
یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز
پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی نسبت خیر اور تمام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو پوچھئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ
نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

اقول: ولا تتخالف بین الوجهین،
فان الکافر لا یصلیٰ لہ، فانما اثبت صلی
اللہ علیہ وسلم لہم الصورة اذ قال صلی
الناس و مامو، و امر المؤمنین فہذا المعنی۔

میں کہتا ہوں، دونوں وجہوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورت نماز پڑھتے بھی توحید
اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچئے ہیں صریح
نماز کے لحاظ سے ہے حکم ام المومنین حقیقی نماز کی نفی کرتا ہے۔

والثالث ان المراد لم تصر صلی بینہ
فلا ینقل ہا ولا یصلیٰ ہا احد غیرنا، لا من
اہل الزمان ولا من اصم مضیت، و هو
المدی صرح بہ فی حدیث معاذ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ فہذا قصوی ما استفاد منہ،
ولیس لہ ملحقہ اصلا فی فیہا عن سائر
الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

تیسری توبہ یہ ہے کہ تخصیص باعتبار
خصیت کے ہے، چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی
پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر نہ
سابقہ امتوں پر، اس لیے ہمارے سوا اس کا کوئی
انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث
میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کہ
اُس سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اُس
نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ
نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلاۃ والسلام نے منیٰ میں پانچوں
نمازیں پڑھیں،

فقد اخرج ابن سعدان ابراهيم واسماعيل
انما هي فصليا بها الظهر والعصر والمغرب
والعشاء والصبح
ابن سعد نے تخریج کی ہے کہ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام
متی کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور
صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (۱)۔

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی
حاجت ضرور

فان المخصص لا تثبت الا بنحو صحيح
كما نص عليه قاطبة، منهم خاتم الحفاظ
في فتح الباري، والقسطا في المواهب، و
الشرح لقافي في شروحه، وغيرهم في غيره.
کیونکہ خصوصیات۔ نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں
جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم حفاظ
نے فتح الباری میں، قسطا نے مواہب میں، زرقانی
نے شرح لکھنے میں اور دیگر علما نے دوسری کتابوں میں۔

ہاں اگر کسی صحیح حدیث میں ہے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے ہوا کسی امت نے نہ پڑھی
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک انتہا میں مجرم ہو جائے گا نہ بھی ثابت ہو جائے گا بعض علما
نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام بلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطور فرمایا،

وبانه صلى الله تعالى عليه وسلم اول صوت
صلى العشاء ولم يصلها من قبله
اور اس روایت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز
پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (۱)۔

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرنے کے انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثنا
کرنا **اقول** محقق غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سو اس امر مقطوع ہے کہ امام اہل اہل ابر جعفر
طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام حسین بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا،

ول من صلى العشاء الاخرة بيننا صلى الله تعالى
عليه وسلم
سب سے پہلے عشاء ہمارے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے پڑھی۔

وكل ما تمسكوا به سوى ذلك، اعني لاحديث
الثلاثة الاحيرة فلا مساس له بما هنالك
اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علما نے جن روایتوں
سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے

۴۴۷
۱۔ شرح الزرقانی مواہب بکوال ابن سعد المقتصر اربع حصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامہ المصر
۲۔ المختصر بکبری باب انتصابہ صلی اللہ علیہ وسلم لمجموع الصلوات الخمس مکتبہ نویریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲
۳۔ شرح معانی الآثار باب الصلوة الاوسطی مطبوعہ ایچ ایم سیمین پکنی کراچی ۱۲۰/۱

کب علت - کچھ قلعی نہیں ہے، جیسا کہ تم جانی چکے ہو (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشروں میں اتباع تابعین سے ہیں
۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا حکما فی الخلیۃ والمقربین وغیرہما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے)۔
اور بخیر حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز
حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پر نور صلوات اللہ
تعالیٰ و تسلیما علیہ سے عرض کی:

ہذا وقت الانبیاء من قبلك۔

یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔

سواء ابو داؤد وسکت علیہ، والقمری و

اس کو ابو داؤد نے بیان کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔

حسنہ، وحمد وابت خزيمة والدارقطنی

ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد ابن حنبلہ

والحاکم، وصحیحہ ابن عبد البر

وارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن عساکر

ابوبکر بن الصری۔

اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ
متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی گنجائش نہیں۔ یہ استثناء بے دلیل مساوی
قابل احتمال۔

اقول: والجب من ابن حجب،

اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں

کیف یقول بالتوریع ثم یستثنی العشاء،

کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے منشاء کی استثناء

فان یصح التوریع للجمیع۔

بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)

ظاہر اسی لیے شیخ محقق قدس سرہ نے ائمہ الامات میں اُس سے رجوع فرما کر ترک کیا حدیث قال
(پانچ نہ دہکتے ہیں۔ ت)

ایں وقت نماز بغیر ان ست کہ پیش از تو بورہ اند کہ

یہ وقت ان پغیروں کی نماز کے ہیں جو آپ پہلے گزے ہیں کہ

ہر کہ ام از ایشان بچھے اوقات داشتند اگرچہ مجموع

ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے

اوقات مخصوص این امت است فافہم استہی۔

اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اس کو سمجھو۔ (ت)

لے تقریب التذریب مطبوعہ دار نشر کتب اسلامیہ حیدرآباد دکن ص ۲۲۷

لے سنی ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۵۶/۱

لے شذات الامات کتاب الصلوٰۃ، باب المراقبات، الفصل ثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کراچی ۲۸۷/۱

انی ثلاث لیسین و یوحود ، اما الرسل فکماوالصلوٰنہ
 عند اول مغیّب الشفق ^ل اللہ و غرضت فیہا سلموا
 من ثبوت النشاء لعیرتبیب من الانبیاء علیہ
 و علیہم الصلوٰۃ و الثناء . . . اما ما حوال من
 الجمع ، **فاقول اولاً** ، ان کان المراد بالجمع
 بین حدیث فضلہم بہا و روایۃ النشاء
 لیس علیہ الصلوٰۃ والسلام ، کما یدل
 علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قوله صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فطنتہم بہا یعارضہ
 روایۃ امت النشاء لیس ، فقد
 صحت ان لا تعارض بینہما حتی یحتاج الی
 الجمع . او یغنی الروایۃ و اثر الہیثی ،
 کما یدل علیہ شریادہ لفظ " فطنتہم " ^۱
 بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یاق ، ^۲ فما
 بعده جمعا ، فانہ الاثر صریح فی
 لیس المطلق دون المقید بالثا حیرفانہ فی بیاق
 بیان من صلی الصلوٰۃ غیری معترض
 لا قاصر الاوقات ، ف ذکر کل من الاستیعاب
 من صلوٰۃ ، و قول فی لغت . . . اول من
 صلاہ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فاین ہذا صما تریدون ؟

تمہائی رات یہ اس کے گف بجٹ تک مؤخر کر کے پڑھا ہے۔
 جبکہ پہلے گزر جاتے تو اسے رسول شفق غائب ہونے کے
 ساتھ ہی عشاء پڑھ دیا کرتے تھے اور اس فعل سے ہماری
 غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہر روز وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے بھی عشاء تسلیم کر لی ہے
 رہی انکی تطبیق تو میں کتابوں کو اسس پر پہلا اعتراض
 یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر ان روایتوں کے درمیان ہے جن
 میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فیصلت
 دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام
 کے لیے تھی ، جیسا کہ سابق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ
 تطبیق زرقانی نے ذکرہ دو روایتوں کے بعد بیان
 کی ہے۔ تو یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ تمہیں معلوم
 ہو چکا ہے ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے
 کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور علیہ
 کے اثر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ طحاوی کے عنقریب
 آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ " نصیۃ " کا لفظ
 بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ فہم سے بہت بعید
 تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی لفظ ہے نہ کہ
 (تمہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی۔ کیونکہ اثر کے
 سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے
 پڑھی تھیں ، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں
 یا مؤخر کر کے ، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔
 کہاں یہ بات اور کہاں وہ جرم لوگ چاہتے ہو کہ مراد تمہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا ہے۔ (د ت)

و ثانیاً : یکھا کان ، ہذا حاصل للوجہ
الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس
یومین ، فجعل صرۃ واحداً آخری . ثم قال ،
ہذا وقت لا ینبأ من قبلک ، فمن ایست ان
ول من اخرہ ینبأ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ، قال ، ویبدل لک (ای لھا ادعی
من الجمہ) بل یصرح بہ قولہ اثر الخلیف
نفسہ ، العشاء الاخرۃ ^۱۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو اگر حال
حاصل وہی جبریل ہیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن
پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں ، پہلے دن ہر وقت کے باطل
ابتدائی تھے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی
تھے میں پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت
سب (پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ رسول آ
عشاء کو تھائی رات تک مؤخر کرنے سے محض تھے) نہ تھائی
نے کہا کہ اس پر (یعنی اس تطبیق پر کہ تھائی رات تک مؤخر
کرنا عرا ہے) دلالت کرتی ہے مگر صراحت کرتی ہے یہ چیز کہ عرا ہی نے خود اپنے آخر میں العشاء الاخرۃ (آخری
عشاء) ترکیب استعمال کی ہے ۱۱ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری مصدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
محض ہے)۔ (ت)

اقول : یا سبحن اللہ ! بل لا دلالة
فیہ اصلاً ، فضلاً عن التصريح —
العشاء الاخرۃ ہی العشاء مطلقاً دون التی
اخرت . تسبیح الاحقرۃ نظر الی العشاء لا ولی
وہی المضرب ، علیہ قف فرمھا وصراحت
لحدیث . وفصل القول ما لا حید وصلو
وانف فی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یؤخر العشاء الاخرۃ ^۲ واعظم منہ
ما للترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

میں کتابوں ، اسے سبحان اللہ ! صراحت تو
کیا یہ تریب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ
"عشاء الاخرۃ" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس
عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو . اس کو آخرہ اس بنا پر کہتے
ہیں کہ عشاء اولی مغرب کو کہتے ہیں . اس پر حدیث کے
بہت سے محاورات شاہد ہیں . اور احمد ، مسلم ،
نسائی کی یہ روایت تو اس میں قول فیصل کا درجہ
رکھتی ہے کہ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں : رسول اللہ آخری
عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے : اس سے بھی زیادہ صحیح
وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

۱ سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ عقیباتی لاہور پاکستان ۵۹/۱
۲ شرح الزرقانی علی المواہب ومنها مجموع الصلوٰۃ الخمس مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۲۲۶/۵
۳ سنن نسائی کتاب المواقیت ما یستحب من تأخیر العشاء مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۴۳/۱

5
5

نفل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ بہر حال اس کلام میں ”عشاء آخرہ“ کا تاخیر عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے لغاظ یہ ہوتے ”سب سے پہلے جس نے عشاء کو ترک کیا“ اور یہ

عہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اول وقت العشاء الاخرة حين يعيب الافق
فانقطع به نكالا اثر لهذه الدلالة في
الكلام، ولو اساده لقال اول وقت اخر
العشاء وهذا ظاهر جدا۔

بہت ہی غلط ہے۔ (دست)

بالجہد اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں میں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہر راجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور اہم لحاظ سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ثابت کرنا جس کا ہر کسی نے عشاء میں سائر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تھا اہم التفہیم نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کسی یا ہمیشہ پانچوں ہی پڑھی ہوئی اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مانے جیسا کہ قول دوم سرور میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال نہ نہ جس میں کہ سید عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقت تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں ان میں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انھیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی النقیین پاک سید المرسلین میں اس کی تفصیل فائق و اللہ الحمد غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ظاہر حدیث نماز نبی اللہ عز و جل میں خود ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اس پر دلیل درپائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطلاق و التذق بے چیز ہے نیست ہر دلیل پہاڑیوں کے برابر دلیل نہیں۔
اقول شاید نظر علماء اس طواف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عز و جل نے اس نعمت جلیلہ و فضیلت جلیلہ سے سب اُمت مرحومہ کو تمام اُمم پر تفصیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل میں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہر تو اس خصوص نعمت سے سب اُمتوں پر تفصیل پائیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمات الصلوٰۃ باب ما خارفی مراقب الصلوٰۃ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین پور دہلی ۲۲/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہوا اس تقدیر پر یہی حدیث مود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولانہ اس دعوے کی بھی ثبوت ہوگی۔

اما حدیث المسیدین ابرہیم واسمعیل، علی
ابنہما الکریم ثم علیہم الصلوٰۃ و
التسلیم، فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لسا
رأیانا تظاہر کلماتہم علی خلافہ، علی
ابی اقول، الاحتصاص بجموعۃ الافتراض
اما ہما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما ثم علیہما
وہارث وسلم، فصلیا بمعنی ما کتب اللہ
تعالیٰ علیہما وتغلا فی بقیۃ الاوقات۔
فمن قبل وقومہا فی ہذہ الاوقات، عبر
عنہا باسماء ہذہ الصلوات، واللہ تعالیٰ
اعلم بالخفیات۔ ہذا خایۃ ما عہد علی فی
توجیہ المرام۔

دہی دوسروں یعنی ابراہیم واسمعیل ان کے
کویم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو
والی حدیث، تو شاید پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ
اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس
کے خلاف نہ ہوتے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ حدیث
فرضیت کے اعتبار سے ہے یعنی پانچ نمازیں فرض
صرف رسول اللہ پر ہیں (ابراہیم واسمعیل علیہما السلام
پر ان میں سے جو فرض ہوں گے وہ انہوں نے بطور فرض
مندی میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل اور کچے
ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقعہ انہی پر واقع
ہیں ہوئے کہ یہ ان کی تعبیر نمازوں کے نام سے
کردی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر مانتے والا ہے
اس مقصد کے لیے زیادہ تو یہ کہ یہ خیال میں ہی ہو سکتی ہے۔

اقول مگر استبعاد نہ کرنا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عز وجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ
السلام کو عطا فرمائے انکی امتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرعور کے لیے انہیں عام فرما دے
جیسے کتاب اللہ کا ماحفظ ہونا اگر اہم سبقت میں خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا اس امت کے لیے رب عز وجل
نے قرآن کریم حفظ کے لیے آسان فرما دیا کہ دشمن دلی بری کے نیچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مرنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ ان کی امت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہم السلام افضل الصلوٰۃ والثناء واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں،

اول، قول امام عبید اللہ بن عائشہ محدث کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی
انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام تو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں
وہ عصر ہوئی۔ واد علیہ الصلوٰۃ و سلم کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھے غرض ہوسے تھک کر تیسری

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین بج رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

رواہ کذا ذکرنا الا ما رواه الطحاوی قال،
حدثنا النعمان بن جعفر قال سمعت بهجر
بن الحکم الکلبی قال سمعت اباعبدالرحمن
بن محمد ابن عائشة يقول، قد کثر
جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی
نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن معمر نے بکر ابن حکم
کیساتی سے، اس نے ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن محمد
ابن عائشہ سے سنا۔ اس کے بعد سابق روایت بیان

کی ہے۔ (ت)

دوم قول، امام ابو الفضل کرب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدمؑ و نوحؑ کو چار رکعتیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت یونسؑ، مغرب حضرت عیسیٰؑ، عشاء حضرت موسیٰؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ لاہام المرید وستی
فی روضہ قال ما لت ابی الفضل ذکرہ (اس کو امام زہد وستی نے اپنی روضہ میں ابو الفضل کے حوا سے
ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابو الفضل سے پوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ ت۔ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے
لہذا اس کا خلاصہ لکھیں امام زہد وستی فرماتے ہیں میں نے ابی الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں بعد و عشاء کی
چار مغرب کی تین کیوں تھیں۔ فرمایا حکم میں نے کہا اچھے! صبح ان کیوں تھیں؟ کہا: نماز ایک نبی سے پڑھی ہے۔ آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دینا آسمان میں، ایک تھی اور ادمورت کی اندھیری
آتی۔ انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے۔ جب صبح چمک دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں۔ ایک
اس کا شکر کرتا یہی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا گروں کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھیں ہم پر فرض کی گئیں
کہ ہم سے گناہوں کی تاریخ کی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اترتا ہے پہل اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہو اور
فدیہ آنے کے سبب تیسری رضا سے مولیٰ سبغہ و تعالیٰ کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر
اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گروں رکھ دی۔ یہ ان کے فضل تھے ہم پر فرض ہوئے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قبل نفس پر قدرت

عن لفظ کتاب حاضرنا ید للذی لا ید تعالیٰ وقف
علی ایس کہ وقفہ لدیہ الاولاد واعی ما من الغم
کہ انجاء وہدانا من الوباء فداد ورضی عننا
کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: تو ہمیں ظہر
کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان
کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی پر صفحہ آئندہ)

یہ تھا کہ ان فرشتے کو ہم اپنی خودی اور فخرِ آباء سے باہر اگر اللہ عزوجل کے لیے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشاءِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب اُن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بقیہ کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ یمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکر و غم سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے مجبوروں سے ملے دشمنوں پر فتح دے آئیں!

سوم قول حسن مطار کہ فجرِ آدم، ظہرِ ابراہیم، عصرِ سیدمان، مغربِ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور حشا خاص اس وقت کو ملے کما تقدم عن الحلبة (جیسا کہ حلیر کے حوالے سے گزارش ہے۔ ت)

چہارم وہ حدیث کہ امام اہلِ رافضی نے شرحِ مستدرک میں ذکر فرمائی کہ صبحِ آدم، ظہرِ داؤد، عصرِ سلیمان، مغربِ یعقوب، عشاءِ یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عندہ الزرقانی فی شروح المواہب والنجیۃ تصانیف الحلبة قال وادور فی ذلک خبراً (اس کو زرقانی نے شرحِ مواہب میں رافضی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافضی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت، غرض نمازِ صبح میں چاروں تنفی ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول فقیر کی نظر میں یہ ہر قول جہ کو سب پر ترجیح نہ اول وہ حدیث سے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سے اقول علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

بل اقول حسن ان یكون ما ذکر لاحاد ابو الفضل بمصر وعباد نحت فیہ ، فانه انما ذکر لتطوعات ، والكلام فی المكتوبات لا یتقاع عقل فی هذه الاوقات ، فانه ثابت فی حمیم الساعات ۔ فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابت یقول ، کان دافد ہی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جئراً ساعات اللیل والنہر وعلی اہلہ ، فلم تکن تاتی ساعة من ساعات اللیل والنہار لیکن میں کہتا ہوں، ایسے وقت ہے کہ امام ابو الفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحثِ فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جاسکتے ہیں۔ معالم میں جعفر بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہلِ خاصہ پر نماز کے لیے تقسیم کر رکھا تھا

الا و انسان من آل داود قائم یصلی اللہ -

قورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں
ہوتی تھی جس میں آل داود کا کوئی فرد نماز پڑھ رہا ہو۔

معنا ان سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ مشرک انبیاء کے سابقین علیہم
الصلوة والسلام میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے
اور اُمّتوں سے موازنہ مقصود نہیں کیا قد صفا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے) تو یہ اخلاق تخصیص اپنے عزم پر ہے
جس طرح اشعر وغیرہ کی جہرتوں میں تمہاری ذیل ناظم۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے
اول و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ

ووهبنا لداود سليمان نعم العبد انه ادب
وعرض عبيد بالعشي الصفحت الجياد
فقال في اجبت حب الخبير عن ذكر مر جب
حقى تو رت بال حجاب

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بند ہے
اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ جب اس کے سامنے
اس کی اور عمرہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ
مجھے اچھی چیز کی محبت ہے اپنے رب کی یاد سے غافل
کر دیا۔ (ت)

علامہ فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، پہلین میں ہے،

عن ذکر مر جب ای صلوٰۃ العصر۔ (اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔ ت)
مادر کہیں ہے

غفل عن العصر فكانت فرضاً فاحتم۔
عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس
لیے غمزہ ہو گئے۔ (ت)

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلوٰۃ عصر ان دونوں
صاحبوں کے لیے کیونکر ہو سکتی ہے۔ فیم الریاض میں زیر حدیث ما یضفی لاحد ان یقول نا حیر من یونس بنی

۱۔ معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت ۲۰ قلیل من عبادی الشکور

۲۔ القرآن ۳۰/۳۸ ۳۔ القرآن ۴۱/۳۸ ۴۔ القرآن ۳۲/۳۸

۵۔ تفسیر جلالین زیر آیت مذکور ۶۔ تفسیر جلالین زیر آیت مذکور

۷۔ تفسیر النسخی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور ۸۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور

۹۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور ۱۰۔ تفسیر مدارک التنزیل زیر آیت مذکور

کسی کے لیے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن یحییٰ سے افضل ہوں۔ (ت) ہے :

هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة والسلام ، وكان بعد سليمان عليه الصلاة والسلام وفيه في فصل حكمه عقد قلب النبي صلى الله تعالى عليهما وسلم ، يونس صلب الله تعالى عليه وسلم ، كما في امرأة الزمضان ، كان بعد سليمان بن الله ، عليه الصلاة والسلام .

یونس بن یحییٰ بن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اور نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، امرأة الزمضان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاة والسلام کے بعد تھے۔ (ت)

یہ تو یونس علیہ الصلاة والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاة والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر ہے کہ ان کا واقعہ موت و حیات کو قرآن عظیم میں مذکور ہے بعد اس کے ہوا کہ بخت نصرت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت ہے کہ بیت المقدس کی بنیاد داود علیہ الصلاة والسلام نے شروع کی اور سلیمان علیہ الصلاة والسلام نے ختم فرمائی تو سلیمان و عزیر علیہما الصلاة والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا ، معالم التنزیل میں ہے :

قال الهی قل ان السامرة كان عزيزا ، امت بخت نصر لما خرب بيت المقدس واقدم سبي بني اسرائيل ببابل ، كان فيهم عزير وداوود وسبعة الاف من اهل بيت داود عليهم الصلاة والسلام ، فلما تبعوا عزير من بابل ارتحل على حمار له . الخ

جس نے کہا ہے کہ عزیر نے والے عزیر تھے ، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داود علیہم السلام کے خاتمہ ان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی وہ اپنے گھر پر سوار ہو کر سفر کے لیے نکلے۔ الخ (ت)

نسیم الریاض شرح الشفا فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۳/۴
تفسیر معالم التنزیل زیر آیت لولا ان ذی مر علی قریۃ مطبوعہ معیضۃ البانی مصر ۲۴۴/۱

اُنسی میں سپہ

یصنعون له ما يشاء من محاريب كان مما عملوا
له بيت المقدس ، اجتدء داود عليه الصلوة
والسلام ، فماتوا لله تعالى استخلف سليمان
عليه الصلوة والسلام ، فبنى المسجد بالرخام
والجواهر والذات واليو اقيت ، فمد يزل بيت
المقدس على ما ساء سليمان عليه الصلوة
والسلام ، حتى غراد بخت نصر ، فخروب
المدينة ونقص المسجد ملتقطا .

(بناتے تھاس کے لیے جو وہ چاہتا تھا یعنی عمارت وغیرہ)
جنولہ نے جو کچھ ان کے لیے بنایا ان میں ایک بیت المقدس
بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی ، ان
کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین
ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام ، ہیڑیں ، موتیا
اور یاقوتوں سے بنوایا ، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار
 رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ
بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا ، اس نے شہر برباد کر دیا
اور مسجد گرا دی وہ ملتقطا (ت)

بمخلاف قول چارہ کہ اس کی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہر ہے ہی مزج و قرین قیاس اور حقیقت حال کا علم مولیٰ ہونہ
کے پاس و اللہ تعالیٰ اعلم و علیہ السلام علیہ السلام .

۱۲ جہان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بہان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ از ریاست آئم پور بر ریہ ملاطیف گیر عبد الرحمن خان مرحوم مرسلہ عبد الرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زادکر مرزا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى به وسلام على عباده الذين اصطفى ولا سيما على صاحب المعراج
اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہر اس کے
منتخب بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل و اصحاب

المصطفیٰ وآلہ وصحبہ البقیۃ الصلوٰۃ و
العسل والودع ،
پر جنہوں نے نماز کو اور عسل و وودع کو
قائم کیا ۔ (ت)

الجواب

پیش از اسرار و وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازی مقرر ہونے میں علماء کو خلافت ہے اور اصح
یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوٰۃ
الصلاۃ فرضت فی الاصراء ، وكانت قبلہ
صلاتین ، قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا ۔
شمعی ۱۵ ۔
در مختار کی کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں ہے کہ
نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی اس سے
پہلے صرف دو نمازی تھیں ، ایک طلوع سے پہلے دوسری
غروب سے پہلے۔ شمعی ۱۵ (ت)

وفی المراءب ، من المقصد الاول ،
قبیل ذکر اول من امن ، قال قتیل ، کانت
الصلاۃ اول فرضہا رکعتین بالعدۃ و رکعتین
بالعشی ، لقولہ تعالیٰ و صبح محمد ربہ بالعبۃ
والانکاس ۔ قال فی فتح الباری ، کان صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاصراء یصلی قطعاً ،
و کذلک اصحابہ ؛ و لکن اختلف هل افترض
قبل الخمس شیئ من الصلاۃ امرلاً ؛ فقیل
ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس و
قبل غروبہا ۔ والحجۃ فیہ قولہ تعالیٰ و صبح
بمحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا استوی
کایفرمان ہے : اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے ۔ (ت)
وقال النووی ، اولی ما وجب الانکاس
والمدح الی توحید ، ثم فرض اللہ تعالیٰ
لو مواسبہ کی فصل اول میں جہاں اولین بیان اللہ
والوں کا ذکر ہے ، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ قتیل
نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو
اور دو رکعتیں است کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سوئے ۔
فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے
پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ
بھی پڑھتے تھے ، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ
نمازی فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض ہی تھی یا
نہیں ؛ تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک
غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ
اور وہی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے دو
سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا ، پھر اللہ تعالیٰ

وَيَحْتَمِلُ انْتِكَافُ الْعَشَاءِ، وَاحْتِمَالَانِ، كَمَا قَالَ
الْشَّامِيُّ، لِيَسَابِثُ: سَوَاءٌ قَدْ صَحَّ بِهِمُ قِيَمُ الْعَرُوجِ
وَبَعْدَهُ لَا نِ اَوَّلُ صَلَاةٍ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَمْسِ مُطْلَقًا، الظَّهْرِ
بِمَكَّةَ يَاتِفَاقٌ - وَمِنْ حَمَلِ الْأُولَى عَلَى مَكَّةَ
فَعَلِيهِ الدَّلِيلُ - قَالَ، وَالَّذِي يُظْهَرُ أَنَّهَا
كَاتَتْ مِنَ الْفَعْلِ الْمَطْلُوقِ، أَوْ كَانَتْ مِنَ الصَّلَاةِ
الْمَفْرُوضَةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَبْلَ لَيْلَةِ الْأَسْرَاءِ - وَفِي فَتَاوَعِ
النُّودِيِّ مَا يُؤَيِّدُ الشَّامِيَّ أَوْ بِإِحْتِصَارٍ.

مختصر اس میں پہلے مصنف نے بھی ذکر کیا ہے (یا نفل ہے)
اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے
کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی
نماز ہو، اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے
کہا ہے۔۔۔ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں
کہ یہ نماز آسمانوں پر جالے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد
میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی وہ بالاتفاق طہر کی نماز
تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور ہر شخص
اس روایت کو تحکیم کے ساتھ نقل کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفل نماز تھی
یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معرات سے پہلے ذبح تھیں اور فتادی نووی سے
دوسری شے کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: وَفِي الْأَسْتِدْلَالِ بِقَوْلِهِ هَذَا

اسمہ وسببہ بہ محمد مرثیٰ قبل طلوع الشمس
وقبل غروبہا نظر، فان تامة الآية وصحة
إمام التليد سببہ واطراف اسہا سر لعلت توتمہ
قامت حمل القسبح علی الصلوة لقول
ابن عباس مرھی اللہ تعالیٰ عنہا کل تسبیح
فی القرآن صلوة أخرجه الصریانی عن

میں کہتا ہوں، اللہ عزوجل کے اس فرمان سے
استدلال کرنا کہ تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ
طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے
کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے اور رت کے
اوقات میں بھی تسبیح کو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ
تم راضی ہو جاؤ۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے
کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

سہ شرح الزرقانی علی المراتب المتقدمة فی المراج والاسرار مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۶/۶۳

سہ القرآن سورة طہ ۲۰ آیت ۱۳۰

سہ " " "

سہ

سعيد بن جبیر وان كان من جملة يعيد الاستثناء
من كلیتہ علی ما اقول قوله جل ذكرہ ،
كل قد علم صلوته وتبعية . وقوله تعالى
هو لا اله الا انت سبحانك انك انت سميع
الوديع سبحانك فان لغزها ان المراد به
ماء كرعته مر به عز وجل بقوله فاده
في الظن انت لا اله الا انت سبحانك
انك انت من المصلين . به فسر سعيد بن
جبیر ، ارشد تلامذه ابن عباس ، الراوي
عنه تلك الكلية . وقد قال الحسن البصري
كما في المعالم ، ما كانت له صلاة فب
نظن لحوت : ونكس قدمه صلاصلا . اه
سیدان ابنت عباس همما ايضا مشي علي
اصله فقال رضي الله تعالى عنه ، من
المسبحين ، من المصلين . ويكون المعنى
حينئذ ما قال النخيل : انه شكر الله تعالى
له طاعته القديمة ، كما في المعالم ايضا .
فعل هذا العمل واخذ الامور وجوب
تدل الآية باخره على فرضية اكثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے ۔ اہی عباس کا یہ قول
فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے ۔ اگرچہ
ابن عباس کے اس کلمے سے استثناء کا فائدہ دیتی
میں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں ، اللہ جل ذکرہ
فرماتا ہے : ہر (پندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے ۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اگر وہ ایسے تسبیح کئے والوں
میں سے نہ ہوتا تو یوم لعنت تک پھل کے پیٹ میں رہتا
کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے
جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت
کی ہے : پس پکار اس آسمان میں کہ کوئی معبود نہیں میرے سوا
تو پاک ہے مشک میں ظلم کرنے والوں میں خدا ۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ
بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان کے مندرجہ بالا کلمے رومی ہیں انہوں نے
یونس علیہ السلام کی سے اس امر کی نے کہا ہے کہ انہوں نے پھل کے
پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک سال عمل تھا اللہ
ابن عباس یہاں تک اپنے اصول پر وہاں وہ ہے میں اور تسبیح کئے
والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز
پڑھنے والوں میں سے ہونا ۔ اس صورت میں —
جیسا کہ تمنا کے نے کہا ہے — اس آیت کا مطلب یہ
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت

سورة النور ۲۴ آیت ۱۱

سورة التفت ۲۴ آیت ۱۴۳

سورة الانبياء ۲۱ آیت ۱۴۴

سورة التزلزل مع تفسیر الحارثی زیر آیت فلولا ان كان من المستبحین (تفسیر سورة صافات) مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶

سورة التزلزل مع تفسیر الحارثی زیر آیت فلولا ان كان من المسبحین مطبعة المطبعة العامة مصر ۱۳۶

صلاتین، الا ان يقال، لم يقصد المحصر،
بدليل ان قدام اصيل كان فريضة من قبل
قطع، ولكن يبقى قوله تعالى واطراف الهمد
وحمله على المذكورتين يستلزم التكرار۔

اور نماز و غیر کے محل میں نجات دی تھی جو وہ محلی کے پربت
میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معاملہ میں بھی اسی
طرح ہے۔ بہر حال اگر "فتیہ محمد ربک" میں
قبیح سے مراد نمازی جائے اور امر کو جو ب کے لیے قرار
دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے
کہ وہ میں تصریح نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ
قرآن اور دن کے اطراف میں "بغیر کسی مفہوم کے" دیا جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے وہاں
دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی، کیونکہ ان کا ذکر آیت کی استدلال میں برحق ہے۔ (ت)

استدل لال مقابل بقوله تعالى
سبح محمد ربك بالعشي والابكار. فاقول
اصحف، واصحف، بل ليس بشئ اصلا، فان
الاية من سورة حم المؤمن، وقد تأخرو
نزلها عن سورة حم السجدة بحسب
الاسراء، برمان طویل، فقد روى ابن الصری
فی فضائل القرآن عن ابي جاسر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما فی حدیث ترتیب نزول السور،
قال، كان اول ما نزل من القرآن اقرا باسم
ربك، ثم ن، فذكر الحديث الى ان قال،
ثم بنی، اسرائیل، ثم یونس، ثم هود، ثم
یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصفات،
ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم
المؤمن۔ الحديث فكيف يستدل بها على
اجاب صلاة قبل الاقراء، لا جرم ان

رد مقابل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس
قرآن سے "اور تسبیح گو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات
کو اور صبح سویرے" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف
ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے
یہ زکریٰ آیت سورہ قمر من کی ہے اور اس کا نزول
سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل
زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن قریس نے فضائل
قرآنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل
ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس
نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ قر
باسم ربک نازل ہوئی، پھر ق۔ ابن عمر کیس نے یہ
روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر
بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر
حجر، پھر الانعام، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر
پھر حم مؤمن۔ آخر تک۔ تو پھر حم مؤمن کی آیت سے

سلك القرآن سورة مؤمن۔ آیت ۵۵

سلك فضائل القرآن لابن الصریس

فهرها ترجمان القرآن مرفعی اللہ تعالیٰ عنہ
بالصلوات الخمس، کم فی المعالم - وقد
يستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن
الس مرفعی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء
واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت
المقدس لم البث الا یسیرا حتی احتسب ما من
کثیر، ثم دس مؤذن واقعت الصلاة قال
فقدنا صوفنا بنظر من یؤمن فاخذ جبریل
علیہ الصلاۃ ولسانہ بیدی فقد مکفی فصیلت
ہم فلما انصرفت، قال جبریل، اتدري من
صلى خلفت؟ قلت، لا، قال، صلی خلفت
کل نبی بعثہ اللہ - وهو الحدیث المشار الیہ
فی کلام الزرقانی عن الامام سعدی

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی
نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی
نہیں ہوئی تھی)، اسی لیے ترجمان القرآن مرفعی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر اپنے نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم
میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے
جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے
بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ
میت ہو گئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے
اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہم سب حضیں مائدہ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ
ہمارا رب آکر بنا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ

پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم
ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے، میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے
اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف درقانی کے کلام میں لہلہ کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے اور

اقول ودخل مطلع نظر المسدل وخرج

ارذان والاقامة فاسهما من حصائص المراتب
اولاً، فلان الاذان والاقامة المعرفین ما شاعرا
الامام مدینة، والاسراء قبل المحرقة ولذا قال
البرقي فی تفسير الحدیث «اذن مؤذن، ای
علو یطلب الصلاة فایقمت الصلاة ای تهللها
وتشروعها، فلا یردان الاذان والاقامة انما

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا
مطلع نظریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی
اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض
ظاہر ہے۔ اولاً اس لیے کہ معروف اذان و اقامت
تو مینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے
پہلے ہوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح
کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

لے معالم التذلل مع تفسیر التمازیں زیر آیت فلولہ فان من السبعین مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر ۹۸/۶

لے شرح الزرقانی علی الواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۶۲/۶

شروع بالمدينة ولا يبرأ من ثمة اهـ ثانياً
فلان تخصيصهما بالافرائض الشاعري بعد ما تروا
للأمة ، اعاقبل ذلك في دليل عليه ، واما
ثالثاً ، وهو الفطر ، فلان الامراء اما كان
بالليل ، وقد علمت ان صلاة الليل كانت
فريضة قبل فرض الخمس ، فما يدريك لعلها
هي . وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق
به متعلق ، مما روى مسعود بن الهريرة رضي الله
تعالى عنه في حديث الامراء " وحانت الصلاة
فمستهم " .

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے
ان کو آگاہ کیا ، تو نماز کے لیے اقامت کی گئی تو یہ غم
بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع
ہو گئے ، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و
اقامت تو دیر میں شروع ہوئی تھیں اور معراج تک
میں ہوا تھا ۔ ثانیاً ، اس لیے کہ اذان و اقامت کا
فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اہمیت کے لیے ان کے مشرک
ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے ۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص
پر کون سی دلیل ہے ؟ ثالثاً ، اس لیے ۔ اور یہ اعتراض
استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے ۔ کہ معراج رات کو

ہوئی تھی البتہ ہم یہاں پچھتے ہیں کہ رات کی نماز پانچ مانوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی ، تو کیا پتا ، ہو سکتا ہے
یہ وہی رات کی نماز ہو ! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستقل بطور دلیل پیش کرے یعنی
مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث عروت میں مروی ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے
انہیں نماز پڑھائی ۔) (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نماز میں پڑھتے ۔ نماز شب کی فرضیت تو وہ سورہ منزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی
نماز پڑھنا اور عام ازینکہ فرض ہو یا نفل ، حدیث میں ہے ،

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس
يصلون العرجى والعصر ، فكان السی صلی
الله تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ اذا صلوا
أفتر النهار ، تعرجوا في الشهاب فصورها فردق .
فرضیت ننگار سے پہلے صلیون پاشت اور عصر
پڑھا کرتے تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب
آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا
پڑھتے ۔

- ۱۔ شرح الزرقانی علی المصاب المقتضب الخامس فی معراج والامراء مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۵۷/۶
۲۔ الصحیح مسلم باب الاسرار برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب دہراچی ۹۶/۱
۳۔ الاصابۃ فی تمييز الصحابة حدیث ۷۲۲ ترجمہ عربیہ اسلامیہ مطبوعہ دار صحابہ بیروت لبنان ۳۶۴/۴

سواء اب معد وغیره عن عنیة بیت ابی تجرة
 رضى الله تعالى عنها ذكره في ترجمتها مصنف
 الاصبية -
 اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجرة رضی اللہ عنہا
 سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصحاب میں عزیزہ رضی اللہ
 عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریف سے مقررہ شروع
 ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی آئی اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے
 یہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھی اور اُسی دن یہ تعلیم ہمہ کس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ فزل
 نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخبرنا احمد وابی حنبلہ والمحدث في
 مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه
 رضى الله تعالى عنهما ان جبريل اتي النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم في اول ما اوحى
 اليه، فامراه الوضوء والصلاة، فلما حسرت
 من الوضوء احد غرفة من ماء فوضعه بها
 فربحه - وفي سيرة ابن الحنفى، وسيرة ابن هشام
 والنواهب الدنية من المقصد الاول، وكتب
 الحميس، واحضل القرى لقراء امر القرى
 للامام ابن حجر المكي، ثم حاشية الكفر
 للعلامة السيد ابن السعد لانزهرى، ثم حاشية
 المدر للعلامة السيد احمد الطحطاوى،
 وهذا اللفظ القسطاوى، صريدا من الزرقا
 (قد روى) مترضه لان له طرقا لا تخلو من
 مقال، لكنها متعددة يحصل باجتماعها
 تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور عارث نے اپنی
 مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ
 اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ
 جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
 اور آپ کو وضو پڑھانے کا طریقہ بتایا، جب وضو سے
 فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر بھرا کا۔
 سیرت ابن ابی شیبہ میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب
 لدنیہ کے کتاب الخس میں، ابن حجر مکی کی احضل القرى لقراء
 ام القرى میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں،
 سید احمد طحاوی کے حاشیہ درخانی میں مذکور ہے۔ اور
 الفاظ قسطاوی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے
 اضافہ کیا گیا ہے۔ (روایت کی گئی ہے) بصیغہ
 مجرول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے
 جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں،
 لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت

القوة (ان جبریل ہذا الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو با علی مکہ، کما عند ابن اسحاق، یجسّد الخدم، کما فی النخیس (فی احسن صورة واطلب منها نحة فقال، یا محمد! ان الله یقرئک السلام ویقول لک، انت رسول الی الجن والانس فادعهم الی قول لا الہ الا الله، ثم صریب برجلہ الارض فثبت عینہما (فتوصا منها جبریل، مراد ابن اسحاق ورسول الله یفطر الیہ، لیویہ کیف الطهور الی الصلوة ثم اصروا ان یتوضا، وقام جبریل یصلی، واصروا ان یصلی معہ، مراد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین بحو لکعبۃ (فعلیہ الوضوء) واصلی ثم سجد الی السجود ورجع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لایسبح بحجر ولا صخر ولا شجر الا وهو یقول، السلام علیک یا رسول الله حتی فی خدیجة، فاحمرها، فغشی علیہا من لہج، ثم اصروا متوضات، ووصلی بها کما وصلی بہ جبریل) مراد فی روایت، وکانت ول من صلی (فکان ذلك اول قرصها) اذ تقدیرہ (مرکعتین) ثم ولہ تمام مسیاً قد واحمر الطہران عن ابی رافع مرہی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، وصلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حاصل ہوجاتی ہے کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، جبکہ آپؐ کے بالائی حصہ میں تھے۔ — جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر — جیسا کہ نخیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے میں نے دعوت دی کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، پھر جبریلؑ نے پانچ پانچ زمین پر ہاتھ پائی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریلؑ نے اس سے وضو کیا، بن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہؐ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریلؑ نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہؐ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریلؑ نے قبضہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریلؑ تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہؐ گھر کی طرف واپس آئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہؐ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسولؐ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریلؑ نے

وسلم، اول یوم الاثنین، وصفت خدیجۃ
نخرو، وصفت علی یوم الثالث۔

فرسبت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا (دور کتیں) اور اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے
ابو ارفع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سووار کے ابتدائی جھٹے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ
رضی اللہ عنہا نے سووار کے آخری جھٹے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے۔

اقول ملاحظہ آیات و احادیث سے طاب کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی جس میں طہارت، ثوب بھی تھی قال
تعالیٰ فی سورة الصدثر، وثیابک مطہرۃ (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کر دو۔")
وضو بھی تھا کما تقدم العا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت)، استقبال قبلہ بھی تھا۔

کما مر من حدیث ام المؤمنین مرثیۃ اللہ تعالیٰ
عنها، وروی ابن اسحاق فی سیرتہ قال، حدثنی
عبد اللہ ابن نجیحہ السکونی عن اصحابہ، عطاء
و مجاہد و عن مروی ذلک، فاق حدیث اسلام
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و فیہ، فجعلت امثلی
مروید اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قائم یصل یقرؤ القرآن، حتی قمت
فی قبلتہ مستقبلہ، حامیۃ و بینہ الاشیاب
الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القرآن رقی لہ
قلبی۔ الحدیث۔

آپ کے درمیان کعبہ کے خلاف کے سوا کوئی مائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا، تو میرا
دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالیٰ: وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے رب کی تکبیر کر۔ ت) (وقال عزاسمہ فی سورۃ الاعنہ النارۃ قدما، و ذکریم یہ فصل ۵) اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ قُمِ الْيَلِيلُ الْآيَاتُ إِلَى قَوْلِهِ جَلْ
ذَكَرَهُ أَنْ يَرْبِكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِ
الَيْلِ وَلِغُفَّةٍ ذُلَّتْهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ
مَعَكَ

اے اور مجھ والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے
لحد کی آیتیں۔ اس آیت تک بے شک تیرا رب
جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتے
کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان
لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورۃ المزمل فاقروا اما تيسرو
من القرآن وقال الزرقاني تحت ما تقدم
من قول مقاتل ركعتين بالغداة وركعتين
بالعشي، يحتمل انه كان يقرأ فيهما بسورة
من سورة اقراء، حتى نزلت الفاتحة۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں فرمایا ہے: پس پڑھو جتنے
قرآن میسر ہو سکے۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ
دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے
نہیں درقانی نے کہا ہے لیکن ہے کہ نزول فاتحہ سے
پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرأ کی وہ آیات
پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

عن خلف بنه، كما سبقتي، وقد تظافرت
الاحاديث الحاكية عما قبل الاسراء بعبارة

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔
اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نازل پڑھنے کا

سۃ القرآن سورۃ عثرۃ آیت ۳

سۃ القرآن سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۵

سۃ القرآن سورۃ مزمل آیت ۱

سۃ القرآن ۲۰/۴۳

سۃ ۶/۱۱

سۃ شرح الزرقانی علی المراسب المقصد الاول فی تشریع اللہ تعالیٰ لہ علی الصلوۃ والسلام المطبعة العامۃ مصر ۱۲۴۲

مرکبات اور رکعتیں، منها ما تقدم انفاس من
 حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین، و حسن
 حدیث غیرہ کما ذلک اولی فرضہا رکعتین،
 و انما سجیت رکعة للركوع۔
 صرنا دو رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی دو قسمیں یہ ہیں کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ ت۔
 سجود بھی تھا،

کما فی حدیث یذا ابی جہل و غیرہ من الکفرة،
 لعنهم الله تعالى، حين صلى رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة، قرعوا
 سجوده، فالتفوا عليه ما ألقوا به في قلبه بدر
 ملعونين، والحمد لله رب العالمين، والحدیث
 معروف فی الصحیحین و غیرہما عن ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفيه من قول بكف
 "یعنی یہ شتم یہ سب سے حق اذ اسجد و ضم بین
 کتفیه اقل، فابعت اشتقاہم فلما سجد
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضعہ بین کتفیه
 وثبت انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ساجدا۔ الحدیث۔ وقد قال تعالیٰ فی سورة
 اقرأ، و اسجد واقترب ۝

تو اسی نے ادھر ٹپاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دی اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالیٰ
 نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے: اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔ (ت)

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر
 کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسالتی کا ذکر ہے کہ جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز
 پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی
 اور آپ پر قہر کھڑا کر دیا (یعنی او جھڑپاں وغیرہ) جس
 کے بدلے میں ان کے گنہگاروں میں طعون کر کے چیلنج دیتے
 تھے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود
 رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اسی میں ہے کہ کوئی
 جا کر او جھڑپاں لگائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ
 سجدے میں چل جائے، اس وقت اس کے شانوں کے
 درمیان او جھڑپاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں
 سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا
 اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے

جماعت بھی تھی،

كما تقدم من حديث البعث ، ولعله عن ابن
الصق ، ثم قام به جبرئیل فوصل به ، وصلى
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلاته ،
(انی اب قال فی حدیثه) صلی بها رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم كما وصل به جبرئیل ، فصلاته
بصلاته . اه وقد قال تعالى وطائفة من الدین
معلک ، واخرج لشیخ عن ابن عباس رضی الله
تعالى عنہ فی حدیث عن الحسن الیه وصلی الله
تعالى علیه وسلم اول البعث ، افهم انہ وصلی
الله تعالى علیه وسلم وهو وصلی باصحابہ صلاة
الفجر ، قال المرتضی والمراد بالعصر الركعتان
التي كان يصليها قبل طلوع الشمس .

جیسا کہ بحث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ
ابن الصق کے ہاں اس طرح ہیں ”پھر جبریل آپ کے ساتھ
کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے
جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ
کے بارے میں کہا ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی
چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نماز کے مطابق نماز پڑھی ۔ اہ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ،
”اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے
بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس
حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران
رسول اللہ نے پاس جس جگہ کے آگے کا ذکر ہے ۔ اس
میں ہے کہ جب جگہ آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ۔
زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے ۱۰۰ - ۱۰۱ دت ۔

چہر بھی تھا ،

قال تعالى قل ادع الی انہ استمع نقر من الجب
فقالوا انما سمعنا قرا یا بلجا یہدی الی الرشید
فامتن به ، وقد كانوا سمعوه صلی الله تعالى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کہو وحی کی گئی ہے میری جانب
کہ جنوں کی ایک ہی امت نے کان بٹکا کر سُنا تو کہا
ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف

سُہ سیت ابن الصق

سُہ القرآن ۳/۲۰

سُہ صحیح البخاری زیر آیت قل ادع الی الی

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۲/۲

سُہ شرح الزرقانی علی المواہب المظہی الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعة العامة مصر ۳۲۹/۱

سُہ القرآن ۲۰/۱-۲

علیہ وسلم فی صلاۃ الحجۃ، کما تقدم، ومتر
 حدیث ابن السکری فی اسلام امیر المؤمنین
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وروی ابن منبجہ فی
 مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت العرب
 من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان
 یسلم، فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد،
 فقلت خلفہ، فاستفتح سورۃ الحاقة،
 فجعلت اتعقب من تألیف القرآن، فقلت:
 هو شاعرکم! قالت قریش: فقرأ انه لقول رسول
 کریمہ وما هو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون
 فقلت: کاهن، علم ما فی نفسی، فقرأ ولا
 بقول کاهن قلیلا ما تذکرون ۝ الی آخر السورۃ.
 فوقع الاسلام فی قلبی کل مودعۃ اقول، لکن
 ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی
 حدیثہ المذکور من رسول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل
 بسبع وعشرین سورۃ، وجعلها من اواخر
 ما یزل لمکۃ، ولا یطهر الحکم بان لعلہا
 نزلت قد یمافسہہ عصر قبل ان یسلم
 وتأخر نزول البقی، واعتبر ابن عباس
 بالاکثر، فان امیر المؤمنین یقول فی
 هذا الحدیث، ان صحیح، فاستفتح سورۃ
 الحاقۃ، وینکسر الایات من اواخرہا،
 ثم یقول الی آخر السورۃ، فسال اللہ

رہنمائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت
 نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور
 ابن السکری کی روایت بھی گرجکی ہے جو امیر المؤمنین عمر
 رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ وہ
 ابن السکری نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
 کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن
 میں رسول اللہ کا سامن کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو
 آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے
 پیچھے گھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقۃ شروع کی تو
 میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے
 دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ
 آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم
 ایمان لائے ہو میں نے سوچا کہ یہ کابن کا ہے کہ کسی کو
 میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے
 یہ آیت پڑھی نہ یہ کسی کابن کا تو ان تم بہت کم بصیرت
 حاصل کرتے ہو۔ سورۃ کے آخر تک۔۔۔ چنانچہ
 اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔ اقول (میں
 کہتا ہوں، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت
 میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقۃ کا نزول اس وقت
 ہوا جب سورۃ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں
 نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقۃ کو ان سورتوں
 میں شمار کیا ہے جو مکر کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں
 (پھر حضرت عمر نے الحاقۃ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

تعالى اعلم؛ بل قال مجاهد في قوله تعالى
فاصدع بما توهم هو المحرم بالقرآن - حكاه في
المواهب من المقصد الأول ، قال ، قالوا
فكان ذلك بعد ثلاث سنين من النبوة ، قال
الزرقاني ، تبرأ منه لجزم الحفظ في سيرته
بان نزول الآية كان في السنة الثالثة .

کس طرح میں لی تھیں ، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں
ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی
نہیں ہوئی تھی (اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے
اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمرؓ نے اس کو
سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو
اور حضرت ابن عباسؓ نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول

کو نظر رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمرہ الی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الی قدر ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت
کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تمام ما قول یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر
مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے ؟) پس اللہ ہی مستر جانتا ہے ، بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرسوانہ
" (اسے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اس کا اعلان کر دو" اس سے داد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات
مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے ، صاحب مواہب نے کہا : کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے
بعد نازل ہوئی : اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ : " کہتے ہیں کہ : صنف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ
حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی ۔ (دت)
بالجہان تک نظر کی جاتی ہے نماز ساقی اصول دار کا ان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے
بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اولیٰ فرضہا رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں مستقر
ہوئی تھیں ۔ دت) کے فرمایا ،

ثم ان الله تعالى اقره في السفر كذلك و
اقامها في الحضر .

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور
حضر میں (چار) رکعتیں کر دیں ۔ (دت)

شرح زرقانی میں ہے ،

اقرها اي شوعها على هيئة ما كانت

"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

لح المواهب اللدنیہ الجہر بالمعقود ، المکتب الاسلامی بیروت ، ۱/ ۲۲۲ و ۲۲۳

تہ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوجی از مقصد اول مطبعہ العلمہ مصر ۱/ ۲۸۴

تہ المواہب اللدنیہ اول امر الصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۱

یصلیہا قبل.

اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے
پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے
رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مرحومہ
کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو چڑھتی نماز ظہر تھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے
بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ و جہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام بولال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں،

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالرکوع فی الصلاة - ذکر جماعة من المفسرين
فی قوله تعالیٰ و امرکموا مع الراکعین ، انہ
مشروعیۃ الرکوع فی الصلاة خاص بہذہ
الملة ، و انہ لا رکوع فی صلاة حتی اسرا شلاً
ولذا امرهم بالرکوع مع امہ محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قلت ، و قد يستدل
لہ بما اخرجہ یزید الطحاوی فی لا وسط عن
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، قال ، اول صلاة
رکعتا ہما صلوة العصر ، قلت یا رسول اللہ ما ہذا؟
قال ، بہذا امرت . . . وجہ الاستدلال انہ
صلی قبل ذلک صلاة الظہر ، و صلی قبل
فرض لصلوات الخمس قیام الیوم و غیر
ذلک ، فکون الصلاة السابقة بلا رکوع قرینۃ
لحلوت صلاة الاصل السابقة منہ آھ
ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی آیتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اور (ت)

سے شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوری مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱/ ۴۴-۴۳
سے الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵-۲

شرح الزرقانی مقصد خامس میں ہے :

الركوع من خصائص الأمانة ، وما هو صلاة
المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل
الاستسراء ، واول صلاة بر كوع ، العصر
بعدها .

رکوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے
ان میں رکوع نہ تھا ، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر
پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد پہلے
جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا ۔ (ت)

اقول یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صرف معارض حدیث
حذیفہ کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن
خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر ڈوب کعبہ کھڑے ہو گئے در دیہ میں ایک رُک کے تشریف
لے آئے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ دیکھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے
رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو
یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حدیث عباس رضی اللہ عنہما سال پوچھا کہ یہ جوان میرے جیسے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں اور یہ رُک کے میرے جیسے حل اور یہ بی بی خدیجہ العکبری ہیں مری امد لعالیٰ صبا ، میرے یہ جیسے کہتے ہیں کہ آسمان
زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں
حذیفہ کندی رضی اللہ عنہ سے تحریر کی ہے ، وہ
فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا ، میں
گم کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس
کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں
ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور شورج خوب روشن تھا
اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان لائے
اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبیلہ جو کہ کھڑے ہو گئے
تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے پاس رُک کھڑے ہو گئے

الخروج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی
التاریخ عن حذیفہ الکندی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ، قال ، جئت فی الجاہلیۃ الی مکہ ،
وانا سید ن ابتاع لاهلی من ثیابہا وعطرها ،
فاتیت العباس ، کان مرجداً جوا ، فاف
عده چانس اظہر الی الکعبۃ ، وقد کلفت
الشمس وارتفعت فب السماء فذهبت
اذ قبل شاب فطر الی السماء ثم قام
مستقیلاً کعبۃ ، فلم البث الا لیوا حتی

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے نیچے کھڑی ہو گئیں، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے، جوان بچہ سے میں گئے تو وہ دونوں بھی بچہ سے میں چلے گئے میں نے کہا، اے جاسس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے، جاسس نے کہا، ہاں، بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، جو ان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی اسی تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیدہ اسد بن عبد اللہ القسری سے منکر الحدیث ہیں۔ یہ سیدہ اسد بن عبد اللہ القسری سے منکر الحدیث ہیں۔

جاء علام فقام عن يمينه، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما. فركب الشاب فركب العلام، المرأة، فرفع الشاب فرفع العلام، المرأة، فوجد الشاب فوجد العلام، المرأة، فقلت، يا عباس! امر عظيم، فقال، امر عظيم، تدري من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد الله، ابن أخي، تدري من هذا العلام؟ هذا علي ابن أخي، تدري من هذه المرأة؟ هذه خديجة بنت خويلد، خرا وجته. ان ابن أخي هذا حدثني ان ربه، رب السموات والارض، امر بهذا الدين. ولم يسمعه غير هؤلاء الثلاثة فيه سعيد بن خثيم الهلالي، قال الامروني منكر الحديث عن اسد بن عبد الله القسري. قال البخاري

اسل کتاب میں کاتب کا کما ہوا اس طرح ہے، بعض تصحیح کہنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید القسری ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ فقط القسری ہے القسری کوئی لفظ نہیں۔ کتاب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابی خالد القسری کے بیٹی ہیں قات پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه هكذا في الاصل بخط الناسخ وكتب عليه بعض المصححين لهذه العنبري **اقول** الصحيح القسري والقسري ليس بشئ عثرنا عليه قط في الانساب وهو اسد بن عبد الله بن يزيد بن ابی خلد اخو خاله القسري بعثر القات وسكون المهملة في حديثه لين

لایتا یم علی حدیثہ ۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اور دعویٰ اختصاصات پر آئے کریم و ظن داود انما فتحہ فاستغفر ربہ وخرس اکھا وانا بٹن (اور داود نے گمان کیا کہ ہم نے لے کر لیا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انا بٹن اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو جان کثیرا متھم فسرواھذا الرکوع بالسجود وبن قل الحسین بن الفضل ان معناه خروجدھا کان سر اکھا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجدہ مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا“ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں پڑ گیا۔ ت) تراویحہ یعزیم اقلنی لریک وایجدی وادکعی مع الراکعین (اے میرے عاجزی اختیار کر دو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورد ہے۔ معالیم میں ہے،

اب قدم السجود علی الرکوع لانه کد لک کان فی شریعتھم ، وقیل ، بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا ، ولیس الواو للترتیب

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ سابقہ صفحہ ۹۳)

من الخامسة مات سنة هامة وعشرين دوی عن اسیہ وعن یحیی بن عقیف وروی عنه سعید بن خدیثم وسلم بن قتیبہ و سلیمان بن صالح مدویہ وکان امیرا علی خراسان حواد ، ممد کما قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب و تہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد سرحد قادری غفرلہ

پہر حرم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحیی بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خدیثم و سلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمیہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد سرحد قادری غفرلہ (ت)

لہ القرآن ۲۸/۲۴

لہ القرآن سورة آل عمران آیت ۴۴

مراد لیتا) ممکن ہے اور باقی اتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا قصد و رجوع ہوتا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں بحیر غسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تمہادہ ختم ہوا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت علی والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ نبی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملت ابراہیم کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بھی دال دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیم ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور محمد کیا ہم نے ابراہیم و اسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جب تمہارا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک تمہارا میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم وفسخت شرائعهم عن آخرها۔ وقرر انه بقیام و سجود ادلی دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ و کیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع، مع انه قسم بینہم القیام والركوع والسجود، اکثری قائلہم وساجدہم غیر خاشعہ، او حاکبت علیہ۔

مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تمہادہ ختم ہوا۔ (ت)

ثُمَّ اقول، الحدیث ان دل علی خلوص لادۃ بنی اسرائیل عن الركوع كانت ادل علی خلوص لادۃ الامۃ الابروہیمیۃ عنہ، فان منتہا ہذہ ہی العلة الابروہیمیۃ، مع ان اللہ تعالیٰ یقول "وعبدوا لی ابروہیم وسمعیل ان طہرا بیتي لعل نعین وقال تعالیٰ وادبوا لابرہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئ و طہرا بیتي لعل نعین والقائمین والركم السجود۔ وادعاء ان المراد بالركم الالة المحمدیۃ خاصۃ واضح البعد۔ صلی اللہ تعالیٰ علی الخیب وآلہ وامتہ و

میں فرمایا علیٰ کتب معتبرہ میں جتنے ہیں اگر کوئی کلمہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا
اگر قائل فاسق ہے تو بلا شک کا دہ ہے اور متقی ہے تو دلچسپی کے گمراہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی طرف نسبت کرتا ہے اگر پارہ ہے قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ شرعہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور
واجب الاتباع ہے اور اگر مخالفت ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اسی کا اعتبار کریں گے مخالفت کو اختلاف اعلام شمار کریں گے
ورہ تارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

کذا ذکرہ الملاح علی قاری فی المقدمة السالمة
فی خوف المختار فی الحسب الثمین والعارف
بہ الی جملة الاندلسی السالکی فی مہجۃ النفوس
شرحہ محققہ وصحیح البخاری والشہاب احمد
المختار فی الحنفی فی السیم السریض وغیرہم
فی کتبہم۔

اسی طرح ذکر کیا ہے قاری نے "المقدمة السالمة فی
الخاتمة" اور "المرآة الثمین" میں۔ اور علامہ ابن حجر نے "مہجۃ
النفوس" میں "جوزہ مختصر" صحیح بخاری کی شرح ہے اور
شہاب احمد مختار فی الحنفی نے "سیم السریض"
میں، اور دیگر علمائے سنی اپنی اپنی کتابوں
میں۔ انت

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوم النہد حکم دیا کہ (آج) میں سے تمہارے لیے تمہاریوں گل کرنا بیجا کلام الہی
اور کلام رسالت پناہی بعد اكمال کے اسے نسخ نہیں ہو سکتا الغرض کہ اب اس اشتہار کا کوئی طور سے معلوم ہوتا ہے
و اللہ اعلم الخیر (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلوة پر نماز جنازہ نہ پڑھیں،
فصل نہ دیں، قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب
مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں اخلاف اہل سنت کے ہیں، خوارج سے ملے ہوئے ہیں، ہمارے
مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور اتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں
کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلا شک کافر ہے منکر نصوص قطعیہ کا بلا شک کافر ہے، خود کلمہ کو فصل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا
مقابل اہل اسلام میں، فتنہ نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلوة
کے کفر و اسلام کا بحث درمیان آئے اور بعد کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلوة کو کافر نہیں کہتے فاسق
کہتے ہیں اور اس کو اولہ شرع سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

مخذ فی شرح الفقہ الاکبر لعلی قاری علی ستاری کی شرح فقہ اکبر میں،

وہی زان الشعرانی ورحمة الامة في اختلاف
 الامثة وشرح الشيخ عبد الحق لمشكوة وعبودھا
 من لکتاب المصتبرات
 امام شعرانی کی میزان میں: رحمۃ اللہ تعالیٰ، اختلاف الامر میں،
 شیخ عبد الحق کی شرح مشکوة میں اور دوسری مستبر
 کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز بخارہ تارک الصدقة پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ، ولا تقبل علی احد منهم مات اہذا (ورنہ نماز پڑھنے
 ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی)۔ اس آیت میں منع صدقہ اور کافر کے سپرد ہونے کے اور تارک الصدقة
 کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شروح لمشکوة لعبد الحق الدہلوی وتکمیل الاہمات
 (عبد الحق دہلوی کی شرح مشکوة میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاة نجس ہیں جس کے ساتھ بیٹھ کر
 دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاة کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہودی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلا شک و شبہ کذا فی الحدیث
 وتحقیق هذه المسئلة في مشکوة والصالح السیة وشوہب (حدیث میں اسی علت ہے) اور میں
 مسئلہ تحقیق صحاح ستہ اور ان کی مستحروہ میں ہے، بالجملہ نزدیک فقیہ کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل
 کریں اور اللہ سے ڈریں مگر یہ نیک اعمال قدر اور قدر میں تعلیم کے ہیں جس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ خواب کے عوض
 میں مذہب یا تھ آؤں گا،

مرہباً افتقر بیننا و بینک قومنا بالحق واست
 غیر الی تحین اھدنا لصرار المستقیم الی
 اخول سورة - ۲ شعبان ۱۳۰۸ھ
 اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے
 درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ تو بہترین فیصلہ
 فرمانے والا ہے، ہدایت دے جس سے راستے کی غمزدگی

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی
 السنی، الحنفی القادری البوکاتی البریلوی
 غفر اللہ تعالیٰ لہ ولا سلاوہ وبارک فیہ
 کتاب فقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سننی، حنفی،
 قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کے اور
 اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو در اس کے

سۃ القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۳

سۃ مشکوة المصابیح باب حیوة المریض الفصل الاول مطبوعہ عتیقات دہلی ص ۱۳۲

وفی احلافہ - آمین !

اخلاف کو برکت عطا فرمائے۔ آمین !

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب بھی افشاء احلام سے نہیں برقی۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :
من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بئ - جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے کو دیکھا
کو شیطان میری مثال ہی کر نہیں سکتا۔ (م)

رواہ احمد والنخاری والترمذی
عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ - اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس
ابن مالک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم،
من رآنی فقد رأى الحق فان الشیطان لا یتمثل بئ - جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری
وضع نہ بنائے گا۔ (م)

رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحد بیت ذہب،
الصحن متواترة - اس کو احمد اور بخاری و مسلم نے ابو قتادہ
جسی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس
مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (ت)

مگر انجا کہ حالت خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح ضبط و تنظیم پر نہیں ہوتے، لہذا
خواب میں جو ارشاد و سننے مثل سہارہ بیداری صورت یقینی نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے ہر ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالفت نہیں فہا سواء وجد
مطلقة الصریح ادیان (خواہ صراحت مطابقت ہو یا نہ - ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہیے
اور مخالفت ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
حق فرمایا اور جو تکرار اس کے اثر خواب ہے اُس کے سننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور
نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں الٹی آئی، اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں، نہ متقی کا سامع واجب الصبر

ذنا سے کابینہ یقینی الذنب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافر اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ ترکیب کبیرہ کافر نہیں۔

قال: الله عز وجل: وان طائفتان من المؤمنين اقاتلتوا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور اگر دو جماعتیں لڑیں۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: وان تروا ان سارقاً على سرقة الفتن ابى ورائه
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ بودار کی تاک خاک آؤد ہو جائے۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: شاعى لاهل الكبار من اهل البيت
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میری شفاعت میری امت کے ان دو گروہ کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں کے ترکیب ہوں۔ (ت)

بلکہ مذہب معتد و محقق میں استعمال بھی علی الطلاقہ کفر نہیں جب تک نہ نایا شرب یا ترک صلا کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقطع ہو کہ عند التحقيق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار کفر کا جس کی تصدیق نہ اسے دائرۃ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کا حقیقہ العلماء المحققون من ائمة المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت و قد فصل القول فی ذلك سیدنا العلامة الوالد مرعی اللہ تعالیٰ عنہ فی بعض فتاویہ (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں یا ایہم تارک الصلا کا کفر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ما جاء بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

سۃ القرآن سورة الحجرات ۴۹ آیت ۹

لک مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مجتہائی دہلی ص ۱۳۴

سۃ مسند احمد بن حنبل ار مستند الترمذی ما کتبہ فی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۲۱۳/۳

اقوال مکروہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالتاء المصنعت فی القادوسات والسجود
للصنم وقتل السببی والزنا بحصرتہ وکشف
العورة عند الاذن وقراءة القرآن علی جهة
الاستحفاف وکل ما دل علی الاستہزاء بالشرع
لوالامرء اء به۔
جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے ثوب و زنا کرنا، اذان سن کر شرمگاہ کو نکال کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اس وجہ سے کامیابی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث جو جنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ عدا علی الحدود الباطنی والتکذیب القلی، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت، صداول میں ترک نماز جیسے کلمہ بھی کہ حقیقتہً فعل من الافعال ہے اس کی قیل سے گہاتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا یرون شیئاً من الاعمال الا کہ کذباً غیر
القبلة۔
اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے
سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔
(م)

رواہ الترمذی والمحاکم وقل صحیح
عن شریطہما وروی ترمذی عن عبید اللہ
بن شقیق العصبی مثله۔
اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی،
اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شوٹ کے مطابق ہے،
اور ترمذی نے عبد اللہ ابن شقیق عصبی سے بھی ایسی ہی
روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تاک الاملاۃ کاکافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ
مشکل کشاکش کر کے اللہ تعالیٰ وجہ الکریم فرماتے ہیں،
من لم یصل فہو کافر (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ والبخاری فی
الاسامیہ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، من ترک الصلاۃ فقد کفر (جس نے نماز چھوڑی

وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو طریق بن عبد الجبار۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، من ترك الصلاة فلا دين له (جس نے نماز ترک کر دی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ ابو طریق بن عبد الجبار۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، من لم يصل فهو كافر (بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو طریق بن عبد الجبار۔

ابو درودار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، لا ايمان لمن لا صلاة له (بے نماز کے لیے ایمان نہیں) م) رواہ ابن عبد الجبار۔

ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں،

صحيح عن السجستاني، الله تعالى عليه وسلم ان
تارك الصلاة كافر وكذا ذلك ما رأى أهل
العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم ان تارك الصلاة عمداً من غير عذر
حق يذهب وقتها كافر (م)
سید عامر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا
کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس
سے علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز
ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف شیعائی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه (ترک نماز بے عذر کفر ہے۔ م)

ابن حزم کہتا ہے،

قد جاء عن عمرو بن عبد الرحمن بن عوف وصفا
بن حبيب واني هريرة وغيرهم من الصحابة
رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض
امير المؤمنين عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن ملوك
امير العشرة المبشرة و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء
و حضرت ابو هريرة حافظ، لصواب وغيرهم اصحاب سيد المرسلين

سنة الترغيب والترهيب	من ترك الصلاة لعذر	عبد المصطفى اباباتي مصر	١ / ٣٨٥
ك	"	"	"
ت	"	"	"
ك	"	"	١ / ٣٨٦
"	"	"	"
ش	"	"	"

واحد متعمد، حتی یخرج وقتها بعد کافسرت
مرتد، ولا یصلو لہ ولا یحالفونہ

وقت نکل جانے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کتاب ہے اس علم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ مہاتمی
اور یہی مذہب حکم بن عتبہ والوداد طرابلسی و ابوبکر بن ابی شیبہ و زبیر بن حرب اور احمد و ابوہریرہ سے حضرت
سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبد اللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے
امام کا مستاذ الامام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلک الامام الحافظ شمس الدین عبد العظیم
المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور اسی کو جہور نے جہلیہ نے قتل و مرنج رکھا، امام ابن امیر الحیج طبرستان فرماتے ہیں،
عند احمد فی الروایۃ الکفرۃ اہل یقتل کفرا
وہی المختارۃ عند جمہور اصحابہ، علی
ما ذکرہ ابن ہبیرۃ۔

یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک حق رہا
جیسا کہ قریب سید سند بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظاہر فصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والقیۃ اس
مذہب کی توثیق

کہ فصل جملۃ صفا خاتمة المحققین سیدنا
الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب
انکلاہ الا وضوع فی تفسیر اللہ تبارک و تعالیٰ
سرور القلوب فی ذکر المحبوب، و فی جواهر
البیان فی اسرار الامکان وغیرہا صفت
تصانیف النقیۃ العلیۃ الریحة الثابت
اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرقات الجنان،
امیت ۱

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے
خاتم الحقیقین سیدنا والماجد نے اپنی عمدہ کتاب
الکلام الاوضح فی تفسیر اللہ تبارک و تعالیٰ
القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان
فی اسرار الامکان میں اور اپنی دیگر مستقری ابن ہبیرہ
عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے
بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے۔
آمین !

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدسائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کو صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شمار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مزید بدل کر قیصرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ ترک کب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارا ہے، ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر ہم جماعیہ علمائے دین و ائمہ معتزلیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۃ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رو سے یہ مذہب مذہب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جمیع علیہ ہے، علیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا وعلالت و
الثقی و احمد فی روایۃ، الی امہ لا یکفر۔
ثم احتفتوا فی انہ هل یقتل بہہ سترۃ،
فقال الاثمة الثلاثة، نعم، ثم هل یكون
حداً او کفراً؟ فالمشہور من مذہب مالک
وبہ قال الثقی، انہ حد۔ و کذا عند
احمد فی ہذہ الروایۃ الواقعة للجمهور
فی عدم الکفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا: ہاں کہ ہاں (قتل کیا جائے گا)، پھر یہ قتل بطور حد ہو گا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہو گا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوہ شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصل تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نفاذ کثیرہ کی طرح استعمال و استخفاف و تجدد و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر باتا و بدت کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کر کے یا اسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک

ملائ کچھ تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناسکری ہے۔

ک قال سیدنا سیدنا عیہ الصلوٰۃ والسلام
یسلوٰی، اشکراہ اکھراہ
یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی عین ذلک صاعرف فی موضعہ ومن
العبادۃ الصغرۃ مرد المحتفل الی المحکم،
لا عنکسہ، کما لا یخطی، فیجب القول
بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے
مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محفل کو
محکم کی طرف لٹایا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ
ظاہر ہے، اس لیے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

اور جس کے بعض دلائل علیہ وغیرہ میں ذکر فرمائے از انملکہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

حسن صلوات کتبہ اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدائے بندوں پر فرض کیں)، الی قوله حسن اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فیس لہ عند اللہ عہد الشاء عذیہ و انشاء ادخلہ
الجہنم (جو انہیں نہ پڑھے اس کے یہ خدا کے پاس نہ ہو، نہ عہد ہو، نہ عذاب فرمائے اور پڑھے
تو جنت میں داخل کرے) مرواہ اکامہ مالک و ابوداؤد و الترمذی و ابن حبان فی صحیحہ (اسے
امام ہاکم، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔) یہ حدیث اُس کے اسلام پر
نقص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لداوین ثلثۃ، فدیوان لا یغفر اللہ منہ
شیئاً، و دیوان لا یعفو اللہ بہ شیئاً، و دیوان
لا یتک اللہ منہ شیئاً، فاما الدیوان
الذی لا یغفر اللہ منہ شیئاً فالا شواک
باللہ، واما لادیوان الذی لا یعفو اللہ بہ
دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشنے
اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہ نہیں اور
ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔
وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشنے گا دفتر کفر
ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہ نہیں

سۃ القرآن سورہ النمل ۲۷ آیت ۲۸

سۃ سنن النسائی باب فی غلطۃ علی الصفات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۸۰/۱

شیءاً عظم العبد نفسه فيما بينه وبين سربه ،
 من صوم يوم تركه او صلاۃ تركها ، فان
 الله تعالى يغفر له ذلك ان شاء متجاوز .
 واما الذين اندي لا يترك الله منه شيئاً
 فبطول العباد ، بينهم القصاص لا محالة

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب
 کے معاملہ میں مثلاً کسی دی کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز
 چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کرے گا
 اور درگزر فرمائے گا ، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ
 نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے
 ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م)

رواہ الامام احمد والحاکم عن
 امر المؤمنين ، الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا .
 بالحدود فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شر جان سخت سزاؤں کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ ملک و
 شرفی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے ۔ ہمارے امیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک
 فاسق فاجر ترک کب کبیرہ ہے اُسے دائم المجلس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجعے امام محبوبی وغیرہ مشایخ حنفیہ
 فرماتے ہیں کہ اتنا دیر کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول
 سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں ۔ یہ توئی زجر برسی طرحت نظر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت
 فرمائی بظرت ایف و ہدایت حتی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بطور جبر ہے ، دونوں مقاصد شریعہ میں ۔ یہی نہ زبانہ
 وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لیے فرض ہے ۔

وهذه منه ، كف تل نفسه ، بل ادلى فانت
 قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غيره . و
 قتل المؤمن اكبر عند الله من ترك الصدقة
 وقد قال في الدر ، من قتل نفسه ، ولو عمداً
 يعسل ويصل عليه ، به يفتي ، وان
 كان اعظم وسرماً من قتل غيره ، قال في

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خود کشی کرنے والا ۔
 بلکہ بظہر قتل ادنیٰ کیونکہ خود کشی کرنا دوسرے مؤمن کو
 قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مؤمن کو قتل
 کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے ۔ اور در مختار
 میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کرے ، خواہ جان بوجھ
 ہی ، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی

مراد المختار، بدیہتی، لائق فاسق غیر صالح
فی الامراض بالفساد، وان کان باعیا علی نفسه،
کسائر فاسق المسلمین - نزیلعی
پہلے سے الائنیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان - نزیلعی - (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما و فضلاء باقاعدہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدینہ و فی
قابل نفسہ بمرض زہر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جہاد میں کوئی عرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصدا
کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الا ان
استثنیٰ ولیس هذا عنہم (مگر مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے - ت) نماز پڑھنا اس پر
فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار
میں ہے،

فی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعۃ،
بعدۃ، و قطع طریقہ ادا قتلوا فی الحرب،
و مکابرتی مصولیلا، و حاق خنق غیہ مرۃ
نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مر جائے۔
سوائے چار آدمیوں کے باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں
مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کر نیوالا
اور لٹکا گھونٹنے والا جس نے کوئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔
اسی طرح غسل دینا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا امانت اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، اللہ سونے رحیم
امین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین - امین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۲ھ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۸۹۵ء

جناب مولوی صاحب دہم اقبالکم - بعد سلام علیکم کے طمس ہوں کہ اکثر لوگ یہ لکھتے ہیں کہ جس نے نماز کو
چھوڑا اس میں اور شرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ
سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس پر ہرہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ
معلوم ہو۔ بینہ اترجروا۔

الجواب

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں ان کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقتہً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۳ھ از جو ناگزہ سرکل ہزار المہام مرسلہ تروی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برہنہ بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصد ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے نہ کیا، مستغنیٰ خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بڑا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کی بے وحید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت و اختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں برآئین ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصد ترک کرنا کب کبیرہ شدیدہ و جبرئیلہ عظیمہ ہے جس پر سنت حوناک جائزہ و عیدیں قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدتر ہے اور اس کے فتنہ و فتنی عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمدہ اتالی قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اس پر اگر عادیث میں حکم کفر ہے اس پر تو قرآن عظیم میں حکم خود فی النار ہے۔ و لیسوا ذی اللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمری بیان کیا اس کے قریب قریب دربارہً سود خوار اما دیشت مرفوعہ حضرت ابو ہریرہ و حضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت برادر بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و انار موقوفہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ و ابن ابی الدنیاء و ابن جریر و بیہقی و ابن منذر و ابونعیم و طبرانی و حاکم و ابن عساکر و بغوی و عبد الرزاق کے یہاں مروی و قد ذکرنا ہا بختیار شیعہ فی کتاب البیوع ص ۵۸ و ۵۹ (اس کو ہم نے تمام تحریکوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیسب کیا ہے۔ مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں البتہ ایک حدیث صحیحہ میں عظیم کعبہ کا ذکر ہے کہ خلفہ زمین کعبہ ہے نہ یقیناً، اس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام اسعد و طبرانی عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بسنہ صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

درہم یا یا صعدہ الرحل، وهو یعدہ، اشد
عبد اللہ من ستۃ وثلاثین مریۃ فی الخلیل

اور بار بار ترک نماز اگرچہ اس سے ممت تر نہ مت اور مت دہوئی یہاں تک کہ اس حدیث مرفوعہ حضرت جابر
بن عبد اللہ و حضرت بیدہ السملی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبد اللہ
بن عمرو و حضرت اسس بن مالک و حضرت عبد اللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ و حضرت
عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابو دردار و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ
عنہم میں احسود و سلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہروی و
بزار و ابو یعل و ابو جریر و ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبد البر و غیر ہم کے یہاں ترک نماز پر صراحت حکم کفر و جہنمی
مردی کا اعلان المسند دی فی التعویذ (جیسا کہ امام مندری نے ترقیب میں پوری تفصیل بیان
کی ہے۔ ت۔ مگر اس بارہ میں وہ الفاظ ذکر و اعطی نے ذکر کیے اصل نظر سے نہ گزرنے و اعطی سے سد مانگی جاے اگر
سنہ معتبر میں نہ کر سکے قریبہ ہوتے ہے و اما مل جامع میں اور رواہ و اش و العباد باللہ من رب العالمین واللہ بھکھ
و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۳۲ از غازی پور علمیاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محروم دفتر جمعی غازی پور

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرعاً متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی
فاسق کہہ جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصد آبا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و
مستحق جہنم ہے و العیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵۱ از سنی بحیث مرستہ الحدیث

محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

یہ کہنے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے زور و یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حق پرانی
نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہیے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

نماز پڑھوانی زیر دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے جیسا تو جروا۔

الجواب

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمائز جائز نہیں۔ لاکھ شیئ کان ولسخ کما بیہ الا مہ
ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہو گئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر
الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ گھر بہت بڑا اور سخت بچا ہے فاسب المصادمۃ
العالمیۃ تجوز عند الاکرام ائٹافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کیونکہ مالی جرمائز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زیر دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ تہذیب تہذیب کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔
۲۵۹۶ ملکہ از علی گڑھ کالج کرہ نمبر ۶ مسلسل محمد عبد الحمید خاں یوسف ذی مسر سید گورٹ ۲۹ صفر ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ
میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے نیکانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک
رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضریاے جاتے ہیں ان پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریک کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر
اور عشاء کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲ جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ
نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کر کے کما حقہ شرعاً جائز ہے اس کی نظر سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے
نماز کی طرف شاید بوجہ اثراتی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورتاً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا
کیا جانے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے
لا بائعہ مال فی المذہب للبحر۔
مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے بحر (د)
اُسی میں ہے ا

وفی المجتبیٰ انہ کان فی ابتداء الاسلام
ثم نسخ
اور مجتبائی میں ہے کہ ابتداء اسلام میں تھا، پھر
منسوخ کر دیا گیا۔ (ت)
رد المحتار میں بحر سے ہے ا

واحد في البزائية ، ان معنى التضرير
 باخذ المال ، على القول به ، اسالك شئ
 من ماله عنه مدة ليس بجزء ، ثم يعيده الحاكم
 اليه ، لان ياخذ الحاكم لنفسه اول بيت
 المال ، كما يتوهمه النظار ، اذ لا يجوز لاحد
 من المسلمين اخذ مال احد بغير موجب
 مشروع .

اور برازیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تضریر کا قول اگر
 اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے
 کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ ہمارے
 آجائے ، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے ،
 نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت اعلیٰ کے لیے
 جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں ، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر
 کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے روا نہیں ہے (دست

ہاں وہ طریقہ جو کو ذلیلہ دیا جاتا ہے اُن کے ذلیلہ سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ یس اخذ شئ من مملکھو
 بل امتنع تملیث شئ منهم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں
 جلتے سے روکنا ہے ۔ ت۔) یا جو طبلہ فیس نہیں دیتے جس کو زحمت

میں حاضر نہ ہوں دوسرے روزان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سب سے نہ دیا جائے
 اور جو ہمارے فیس دیتے ہیں اُس میں سے تو ان سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ، دوسرے مہینے کے شروع پر ان سے کہا جائے
 کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جہتیں کس کس ، نہ مہینے میں تم نے اتنی جہتیں کس کس ، وہی ہمارے قضا کے قدر زائد فیس
 نہ داخل کرو و لکن لان الاجارۃ تنعقد شیئاً متیاناً (اور یہ اس لیے کہ جارا بتدریج منعقد ہوتا ہے ۔ ت۔)
 یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنی یا
 کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اس قیمت کو جو اتنا ہی جبران قضا ہے جماعت کا ان کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم
 سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیچ کیا اور ان سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے
 جدا ایک وجہ احسانی تم سے کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا غرض بیع شرعی کوئی جماعت قضا کی تو سزاوارہ پر یہ
 زر تمہیں تمام و کمال تمہیں صاف کر دیں گے اس صورت میں بھی قضا ہے جماعت کی حالت میں وہ تمہیں کل یا بعض اُن
 سے وصول کر لینا جائز ہوگا۔

ولا ینزل فساد البیع بالشرط المعهود القائم
 مقدم المفقود ، تقدم التصویح بنفیہ ،
 و انہ یجوز یفوق الدلالة ، كما افاده الاحكام
 اور شرط معهود سے جو کہ مفقود کے قائم مقام ہو ، بیع
 کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا ، کیونکہ پہلے اس کی
 صراحت نفی ہو چکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل

قلعہ حان فی فتاواہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔ جیسا کہ امام قاضی غفرلہ نے اپنے فتاویٰ میں افادہ

کیا ہے۔ (دست)

مسئلہ ۲۵۶۷ از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۳۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے سیلوں دُور ہو اس پر نماز جائز ہے اور تاؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی تاؤ میں بھی فرض اور تراویح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دنیا کے بحرے کنارے کھاتے ہیں اور انہیں نہ کہ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکتا اپنی ذاتی معذوری ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی حاجت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھر سے یہی حکم ریل گاڑی پر چلتی ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں مگر فرض دو تریا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام حرکت کرنا زمین میں پڑے ہوئے دیکھتے مدت بہت ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھر سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶۸ از گوری ذاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ حیدر الجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پیکر شیار مسکوہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامدہ و عدم موجودگی بدلو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکر کمان تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاشی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں
(۳) نماز ظلم و رُبو خوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصی رُبو خوار و شراب خوار میں کس قدر فرق ہے و نماز جنہ رُبو خوار، شراب خوار و ظالم و منہین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں و

من شرب مسکرا ما کان له تقبل لمصلاة
 ۸ بر بھیں یومنا۔
 ۸ جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول

مگر وحیدات سب مقید مشیت ہیں و یقصر ما دون ذلك لمن يشاء (اس سے یعنی شرک سے)
 کم ترگہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحبت نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں رہا قبول عمل عدل میں اس کی شرط عظیم ہے
 انما يتقبل الله من المتقين (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن
 البعہ بمأثنت ولا حرج (سند کے جوہر کے ساتھ کہ بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے)
 ہے، یہاں رہ العزۃ نے حدیث مقرر فرمائی ہے حق تعالیٰ و اتقوا (یہاں تک کہ تم حساب نہ جو پکڑ
 کہ رہے ہر تہیہ حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو تہیہ سے عدم قبول پر جرم جمل و جرات علی اللہ ہے جیسے عمرو
 غیر شراب سے قبول پر اتقوا علی اللہ ما لا تعلمون کیا تم اللہ پر اقرار کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت)
 بان احمد فہم کہہ سکتے ہیں کہ شراب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، غاص زید
 پر حکم باطل ہی ہے جیسے لا لعنة الله على الظالمین (خوار و سرکشانوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا
 جائز کہ کی لم تعلمون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ یہ پرعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم، نماز شبہ ہوگی استماع شرائط و ارتکاب موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا نہایت
 ہے، جو کہ نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جمل و مکابرہ و تائید کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام
 کھنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم، قبول نماز کا جواب اول اور فرضیت نماز جواب سوم سے واضح رہا و شراب
 دنوں حرام گناہ کبیرہ میں خراگہم الخیانت ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو رہا میں حق العبد بھی ہے۔

علت یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م)

عند یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذیل میں منقول ہوا ہے۔ (م)

۱۔ المعجم الکبیر للطنطاوی ص ۶۶۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۳۴۷ھ

۲۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۸

۳۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۳

۴۔ القرآن، سورہ ہود ۱۱، آیت ۱۸

۵۔ القرآن، سورہ المدثر ۵، آیت ۲۷

۶۔ القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۲۸

لا تاكلوا اموالكم بينكم بايباط (باطل طریق سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ مت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام بریلی مسؤل مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۴۷ھ
 شخص ایک نماز از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے
 اور انیز کند قضا سے ہفتا و ہزار سال درد و زخم میماند اگرچہ بعد میں ادا کرے تو اس کو دوزخ میں اتار دینا پڑے گا
 این مسئلہ صحیح است یا نہ۔ کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا
 یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

تاخیر آنچنان کہ بلا عذر شرعی از وقت برآمد و قضا کند عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی
 بلا شبہ حرام و قسوی و کبیرہ است عذاب مغفر تش پڑے۔ بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس
 مغفر بمشیت است و پنج مسلمان بیش از عمر دنیا کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے
 کہ ہفت ہزار سال سست درد و زخم نماز، واللہ تعالیٰ اعلم اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار
 سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ (۲۶۱) حافظ نجم الدین صاحب گدہ ۷۰ شہرہ نس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو بگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مذہب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲) از فتح گدہ ملا سنگت ضلع فرخ آباد مسؤل شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنجاتی قویم بعد از کثیر عطا اپنے اپنے گروہ کے قہاد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں جیسی کسی سے کوئی امر خلافت پیش آئے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں اور بصورت جماعتی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تاؤ قیدیکہ بعد ادا انگلی

تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لیے قابل قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزرا نہ پر محور ہوگا پس جو نچا پتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شریعت شریف متعلق احکامات دینی یا انجمن صوم و صلوة بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو تکلیف و ادبار کا روح فساد و رعب ہے متاثر ہو کر (یہ امر مخائبہ اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض قدارتیں حسرتیں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قلعہ قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوة و نیز اور کچھ ہوسے نازیبا طرز سے جو سر اسر خلافت اسلام ہی نہیں بلکہ مضحک کا باعث ہیں۔ مثلاً شراب کواری و جو کو تاش اور وارھی منڈونا حسب تعلیم فرقان حمید و فرمودہ نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم درست کرنے کا مضطرب کن راجحان ہو تو ان کو یہ اعتبار نہ مرقومہ بالا قدیر کا استعمل جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نزاری کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے یا نہ! اور حکم تہدید ہی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیوی میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے ماریں اور اس کے عامل ہیں لیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پیدا کئے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتخاب کریں جو امور تادیبی اور نہ کر ہوئے سبھا کر ہیں، مگر مالی جہان لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدید صرف اتنا ہے کہ علماء و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوائیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اسے بے نماز دفن کریں یہ جائز نہیں۔ ایسا کریں گے تو جہنم کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہر ل خواہ جاہل اللہ نہیں کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اس کا بدن سلامت رہن مظلون ہو و اللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۶۳ھ محمد رضا خانی محلہ ریکی ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شریعت متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرض تیغ صلوة شہر سے باہر مواضع میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیالہ کی تکلیف اور ہذا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں جھوٹے پیکر بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے کہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لیے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کر رہے ہو اور شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

کرے وہ کیسا ہے۔

الجواب

پہلے لوگوں کے لیے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 لا یمیدی اللہ بک سر جلا حیدلک مما طلعت
 الشمس وعربت
 قویر تیرے لیے تمام روئے زمین کی سلطنت ملے گی

بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کے لیے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ،
 تکتب ما قد مواء انا سرھتھ۔ ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے لگے صحابہ و جزائشان پیچھے چھو گئے (م)
 اور جو غیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یوں ہی فرج راہ بھی ملے سکتا ہے مگر یہ
 کن کہ تم کیوں کہشش کرتے ہو شیطان قوی ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے فرض سے روکنا شیطان کا کام ہے۔
 بنی اسرائیل میں جنہوں نے محل کا شکار کیا تھو وہ بھی بند کر دئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا
 کہ لا تعطون قوم اللہ مھدکھم او معذبھم عذابا شدیداً (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں
 اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔ م) یہ بھی تباہی دینے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور
 یہ کہنا کہ اس میں رکھی ہی کیا ہے سب سے سخت لکھ ہے، اس کے واسطے کہ تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے
 اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ از بریلی محلہ ملک پور مسئلہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجن کار یا بس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز
 کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل الیمان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھ کر پڑے گا۔ یہ حکم شرعی
 سے ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حلفی کے جرماتہ میں تلوٹے یا تلوٹے سے تو بہت اچھا ہے اور ان
 روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرة بالمال منسوخ

لے جامع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۷۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۵۹/۵

لے القرآن سورہ یس ۳۶ آیت ۱۲

لے القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۴

والعمل بالمتصور حرام (کیونکہ مالی جبرائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶: سید عرفان علی صاحب رکن النجین خادم المساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب النجین کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آ رہے ہیں اور سبکے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تھری کریں گے پبلک ہاؤس کثیر التعداد ان کے جلوس میں جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نماز عصر و نماز مغرب و نماز شاکا دقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب النجین مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب داین ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ نایاب کی مجلس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئلہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف تفتے میاں صاحب

ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوش آمدانہ انداز میں بہت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی کہ لوگوں کو سب اس پر کاربند رہنا پابند ان سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشرہ کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جٹایا کرتا بعض آتے اور بعض جو شیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سوجاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب ان صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا۔ یہ مشاہدہ بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد و مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھا یا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر بادی بننے کو آتے ہو ہرگز وہ شخص بادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق و رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پر حویہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے ان سے انہوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من تروک الصلاۃ متعمدا فقد کفر کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نہ سبب ہے تم نماز کی تو جین کرتے ہو اللہ تمہاری نماز بخارہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کہ تارکِ صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارکِ صلاۃ اپنے داعی رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کافر نہیں تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سکاوت سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجر آگیا تو اس کئے والے پر کیا حکم ہو گا؟ اور اگر کوئی حنفی بزرگ امامِ برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عدا کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جلسہ تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنہوں نے زید کے اس قول پر یوں تفریضا ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے آج کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے، مینو آج جروا۔

الجواب

بلاشبہ صد ہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصدِ تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی معتقدِ صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآنِ کریم سے مستفاد، و اقیمو العتق و لا تکلونوا من المشرکین۔ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م) نہانہ سخن صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اس نہانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے اب نہانہ نہ سنایا قشہ۔ علامتِ کفر نہانہ نہانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہادان آیا وہ علامت ہو، جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا قرعیت نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہبِ سنیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حنفی کو ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خالی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نامنصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔

اور مفسرین کا کہن کہ تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صد ہا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضراتِ امام پر لگتا ہے۔ عدا تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔ معتز ضعیف اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صد ہا صحابہ و ائمہ ان کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ انہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق نہ رہتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

معرض مقرر نہیں پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوے صدر اصحابہ و ائمہ سے حدیں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سو خاتمہ سے فوت کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ جزا کے حرج نہیں، محل زجر میں ایسا استعمال بہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت ثابت ہے اور اگر استغناء تکفیر رکعت ہے تو اس سے باز آئے قول صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۸ھ از انجمن اسلمیہ قصبہ سانگو ریاست کوئٹہ راجو تانہ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعض علماء اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة فقد كفر بها من ا۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا (م)
جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی عیادت کو بے ناسبی، بے ہونگا اس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جائز واجب نہیں یہ نظر جہز اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں فقط فاسق فاجر مرکب کہا رہے تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء پیشوایان قوم اگر اودوں کی عبرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاوقات نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ ۲۶۹۱ مرسلہ حاجی الیہ ارخان صاحب ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو کہا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے قرآن اس وقت سے کیا مراد ہے اور پڑھ سے پڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟
بیّنہ اترہ و ا۔

الجواب

یہ سوال سے جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین مسئلے ہیں، دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا بعض غلط کہ نہ دینا اس سے بڑا رجحان بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں،
مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال میں تک نیت روزہ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟
اقول: فی الواقع روزہ ماہ مبارک و تذر معین و روزہ نفل جبکہ ادا ہو، قضا تو مذہب صیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضوۃ کبریٰ کہتے ہیں اس کے بعد بلکہ خاص ضوۃ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درغنا میں ہے،

یصح ادا الصوم من مضان والنذر المعین رمضان کے روزے، تذر معین کے روزے اور

والفعل بنیتہ من اللیل الی الصبحۃ الکبریٰ، نقلی روزے کی او صبح ہے اگر رات سے ضحوة کبریٰ
لا بعدھا ولا عندھا، اعتباراً من الاکثر الیوم۔ تک نیت کر لی جائے، ضحوة کبریٰ کے بعد یا اس کے

دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے

بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہ شرعی طلوع فجر صادق سے غروبِ مری کل قرصِ شمس تک ہے، رد المحتار میں ہے :
ایوم شرعی من طلوع الفجر الی الغروب لیلہ شرعی دن، طلوع فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)
یہ ہمیشہ نہارِ عرفی سے کہ طلوعِ مری کی نارتہ بالائی شمس سے غروبِ مری کی حریمِ شمس تک ہے بقدر امدتِ فجر
زیادہ ہوتا ہے یعنی جس بجگہ جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس یعنی مذکور تک جتنی مدت
ہوگی اُس دن کا نہارِ شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں
میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا
لہذا ہمیشہ نصف النہارِ شرعی نصف النہارِ عرفی حقیقی یعنی نصف النہارِ وارہ ہندیر سے بقدر نصف مقدارِ فجر
کے بیشتر ہوتا ہے، رد المحتار میں ہے :

اعلم، ان کل قطر نصف النهار قیس جان کہ ہر عدد فی نصف النہار، بقدر نصف حصہ
من والہ بنصف حصہ فجر۔ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ طوطہ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تخفیف میں جتنے
منٹ سکندراتے ٹھیک دو پہر یعنی کیلی کا سایہ و سوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اُتنے ہی
منٹ سکندراتے لیے وہی وقت حقیقی نصف النہارِ شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیتِ روزے کی ہو جانی چاہئے
اور پُر ظاہر کہ نہارِ عرفی دائماً ایک حالت پر ہے نہ مقدارِ فجر دوامائیکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے
ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل و تراید و تناقص میل تفاوتِ طالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعث اختلاف طالع یا مطالع ہے اور اس کا تراید و تناقص باعث اختلاف طالع فی المطالع
کما لا یخفی علی ذی درایت ۱۲ (جیسا کہ ذی لہم پر مخفی نہیں۔ ت) (م)

۱۳۶/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	کتاب الصوم	۱۳۶/۱
۸۰/۲	" " "	" " "	۸۰/۲
۸۵/۲	" " "	" " "	۸۵/۲

آفتی مانند دیگر چار سے بلا وجہ میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کی پریمی تھی
 و رہے افروز ہے کہ کما بیش عرض الیہ رکھتے ہیں بریل جس کا عرض الیہ ہے یہاں نہار نجومی کو اقی حقیقی پر جانب
 انطباق مرکز شمسی سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پوسنے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۲ گھنٹے ۸۴ منٹ تک
 پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا اس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے
 طلوع نجومی شمسی تک اور فجر جزا و اوائل سرطان میں پوسنے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیک
 اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے
 نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار کہہ کر ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس
 کی کمی بیشی سوا پر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہی یعنی سارے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ
 پانچاں پہرے بھی زائد ہوا کیا سارے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً صا۳۶ یعنی پوسنے بارہ گھنٹے کا چار پہرے
 بھی کم ہوا کہاں سارے چار پہر پوسنے بارہ اور سارے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پر کامل ہوا یا نہیں پہر ایسی شدید
 التواء چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مناسطہ صلیب ہوگا مثلاً جب غوام نے یہ اندازہ ہاں لیا
 کہ سارے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر جتنے میں نیت حرمانی چاہتے ہیں غواب آفتاب تک اس کے نصف
 سے زیادہ باقی ہوا اور اس کا نصف سوا اور ہری پوسے سات گھنٹے تو اس کو حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۱۲ گھنٹے سے
 کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۱۲ یا اس سے کہ جس تو بزرگ صحیح نہ ہو گی
 اب غلط کیے جب آفتاب قبول سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوبا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سادست پر
 تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۹ گھنٹے ۴۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو
 لازم کہ اُس دن دو پہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجہات باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے
 چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ ۱۱ بجے کہ ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب قبول جدی پر آیا اور
 سوا پانچاں سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۵ بجے کہ ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن سارے ۱۲ بجے بھی نیت جائز
 نہ ہو کہ اب شام تک ۱۱ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اُس دن ۱۱ بجے یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بجے کہ ۱۹ منٹ تک بھی
 نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہو گا پس ثابت ہوا کہ ۳۰ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعث غلطی اور بنا سے کار
 اسی حساب پر و بسبب جو ہم بیان کر آئے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

روما لفظ زوال کو عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری مگر اللہ تعالیٰ میں واقع عند تحقیق اُس سے دو پہر
 ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتد وہی
 روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جاتی ضرور ہے ہادیہ و قایہ و شرح و قایہ و عتاید و

جوابہ الاملا علی وشرح نقایہ برجندی وشرح علامہ سخیل و متن نور الایضاح میں اسی کو اجماع کہا اور شرح جامع صغیر للامام الشرحی و کافی شرح وافی وشرح کفر للزینی و متن اصلاح میں اسی کو جمیع بتایا اور نقایہ و کفر و طشقی و تنویر و ذکر و استنباط وغیرہ عامہ معتقدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ تو اسی پر عمل و فتویٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اس روایت کو غلط کہنا اگر کے ساتھ ملگو ہی صاحب کا سوا ادب ہے کہ تقدیری و جمیع و فتاویٰ فی نیر و فتاویٰ خلاصہ و شرح طحاوی و خزائنہ المفتین وغیرہ معتبرات میں کہ اجازت متون و شروع و فتاویٰ سے مذہب سے میں اسی پر جزم و اکتفا دیکھا۔

اما المجموع فمقل عنه فی رد المحتار و احب شرح الطحاوی فمزله فی خزائنہ المفتین، واما الاربعة البواقی فریت فیہا لعیفی۔

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،
 جیسا کہ شمس الامائر شرحی نے جامع صغیر کی شرح میں
 کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح
 میں، میں سے اس کی نقل دیکھی ہے
 کمال الوضیہ۔

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زیاں اور زوال سے زوال نہاد شرعی مراد سے کہ قصد ترفیق بھی خلاف تحقیق کہی مگر یہاں ابتداء خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اجماع و صحیح کھنک کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے،

قال فی المختصر (یعنی القعدوری) ما بینہ و بین الزوال، و فی الجامع الصغیر قبل نصف النہار و هو الاصلح۔
 شرح و قایہ میں ہے،

فی الجامع لصغیر بنیۃ قبل نصف النہار ی قبل نصف النہار المشوہ، و فی مختصر

القدوری فی الزوال، والاولیٰ احسن۔

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صبح ہے، لیکن پہلا
قول صبح ہے۔ (ت)

کافی للام نسفی میں ہے،

ذکر فی المختصر، وبینہ وبين الزوال، و فی
الجامع المصغیر، قبل نصف النهار، وهو
الصحيح۔

تبیین الحقائق میں ہے،

قال فی المختصر (یعنی الكنز) الی ما قبل
نصف النهار، وهو المذكور فی الجامع المصغیر،
و ذکر القدوری ما بینہ وبين الزوال، و
الصحيح الاولیٰ

برہندی میں ہے،

اشار القدوری، انه تجوز النية فی
الصبح والزوال، و فی الهدایة الاولیٰ
جوابہ للاخلاطی میں ہے،

اجزائه النية ما بینہ وبين الزوال اقبل
انتصاف النهار، وهو الاصح۔

اور نص قاطع وہ ہے کہ تا آرائیہ میں محیط سے نقل فرمایا،

یظہر شرة الاختلاف فیما اذا دعی عند

قدوری نے شاید یہ ہے کہ نیت صبح اور زوال کے
درمیان صبح ہے۔ اور ہر ایہ میں ہے کہ پہلا قول اس کے ہے۔

اس کے لیے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان
کرے، یا نصف نهار سے پہلے، اور یہ صبح ہے (ت)

اختلاف کا قیاس تب ظاہر ہو گا جب زوال کے قریب

۳۰۶/۱	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	کتاب الصوم	شرح الوقایہ
			کافی شرح وافی
۳۱۵/۱	المطبعة الکبریٰ الامیریہ مصر	کتاب الصوم	تبیین الحقائق
۲۱۱/۱	نور نشور لکھنؤ		شرح النقایہ للبرجندی
۴۸/۱	قلمی نسخہ غیر مطبوعہ		جوابہ للاخلاطی

قرب الزوال للہ۔ نیت کرے اور (ت)

اقول بلکہ بعد اس نیت کے بھی توفیق علیہ نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ و بین الزوال و قبل الزوال و قرب الزوال صادق مانا نہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحوة کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قدحنا عن الدرد وغیرہ (جس طرح ہم نے در و غیر سے پہلے نقل کیا ہے) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تعلیق مقبول نہ توفیق مقبول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا و باللہ التوفیق و افاضۃ التحقيق و اللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ : وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول تنگہ ہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بعد ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا تجروا۔

الجواب

زوال تو سورج و چاند کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ماضیت کا وقت حل گیا اور جزا کا آیا کما صرح بہ فی البحوث المحلیۃ (جیسا کہ بزرگوارانی میں جلیلہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ماضیت کو زوال کما صریح مسامحت ہے اور نیت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علماء کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی مراد ہے یعنی وہ چہ جس وقت مرکز آفتاب بالاسکے افق دائرۃ نصف النہار پر

عَلَمَ نعم لوادل بالمنتصف کان توفیقاً وان
ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ
کردی جاتی تو ان میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی
تسامح ہے۔ (ت)

علامہ اقترار ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چاروں یعنی ۱۵ اپریل، ۱۴ جون، ۱۳ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے بچے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخیر تقریباً پانچ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

پنچا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر اگر اس کے بعد جانب مشرق چلتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جائے
یہ قول انہما ودار الہر کی طرف منسوب یا نہا شرعی کا نصف مراد ہے جسے نحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے
کہ نہا عرفی طلوع گذرہ شمس سے غروب کل فرض شمس تک ہے۔

والمراد بالطلوع: المستفی علیہ احکام الشرع،
تجاوہ اول حاجب الشمس فی جهة الشرق
عن دائرة الافق المحسوس بالمعنی الاعم، المستفی
فی کلام البعض بالافق الترسى، بحركة الکمل، و
بالغروب تعاد زکل قرصہ فی جهة الغرب عن
الدائرة المذكورة بالحركة المزبورة، فوضہ
احتیاج النہار العرفی عن النہار النجوى، فانه
من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق
الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقہ علیہا
فی جهة المغرب، فان اتحد الاقطاب یكون
العرفی اکبر من النجوى، بقدر ما یطلم
نصف كرة الشمس ویغرب النصف، وان
انحط الترسى من الحقیقی، وہو الاکثر،

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے
کہ شرعی جانب جو دائرہ، فی حسی ہے — فی حسی
کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے افق ترسی کا نام
دیا ہے — اس دائرے سے پورے سورج کی حرکت
کے ساتھ سورج کا پہلا گذرہ گزر جائے۔ اور غروب سے
مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری ٹکیہ اسی دائرے سے
اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔
اس سے نہا عرفی اور نہا نجوی کا اتنا زبھی واضح
ہوگا، کیونکہ نہا نجوی شروع اس وقت ہوتی ہے
جب شرعی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی
ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افق حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے، اب اگر دونوں افق (حقیقی

(بقیہ ما شیدہ صفحہ فرشتہ)

اصل تعدیل الايام ہندی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت
در اس کو اختلاف طول سے یہ دن قبل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت در اس سے ۳ منٹ ۹ سکند
زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیسی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تارینوں پر ہوگا ۳ و ۲۵ مئی
و ۱۱ ستمبر و ۱۸ ستمبر ۱۲ منہ — یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جو ۱۹۰۵ء سے در اس ٹائم غسوخ اور وسط
ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی یہاں طول ۸۷ درجے ہے جس کے ۵۔ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے
بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے، ۸ اکتوبر اور ۲ نومبر، اور کی کی مقدار یعنی جیسی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف نہار
حقیقی کا پہلے جو نصف ۳ منٹ ہو گئی، اور زیادہ یعنی جیسی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر ہو کر جو ۶۔ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منہ ام)

لایمیا من حبة دقائق الانكسار الافق ،
 فزیادة العرق انزید . نعم ، انت وقع
 فوقه بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق
 الانكسار لیستوی المسار ان ، و انزید من ذلك
 فیعضل النجوم ، كما لا یخفی . و هذه فائدة
 سنحتاج للقلوبین التحریر فاجبت ايرادها .
 سورج کے نصف قطر بتناہر ہو اور انکسار کے وقتے بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی ۔ اور
 اگر سورج کے نصف قطر کے مقدار سے زیادہ اوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی ، جیسا کہ مخفی نہیں ہے ۔ — یہ فائدہ
 لکھتے وقت قلم کے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا ۔ (ت)

اور نہار شرقی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے
 ہوگا ، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بج کر ۵ منٹ
 پر ہوگا اور ۶ بج کر ۴ منٹ پر ڈوبا بج کر ۴ منٹ پر رہے ہوئی تو اس دن نہار شرقی ۱۳ بج گئے ۱۲ منٹ کا ہے جس کا آدھا
 ۶ بج گئے ۶ منٹ ہو اسے ۴ منٹ پر ڈوبا بج کر ۴ منٹ پر رہے ہوئے ۱۲ بج گئے ۱۳ منٹ کا وقت ہے ، نصف نہار شرقی وقت استوا
 حقیقی سے ۴ منٹ پیشتر ہو الا تسع و عشرين كما يتوهم فافهم واعرف ان كنت تظنهم (۱) کہ انیس منٹ
 جیسا کہ وضع کیا جاتا ہے ، اس کو بھرا اور جانو ، اگر بھر رکھتے ہو ۔ ت ، اسی کو ضوہ کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت کے نے
 تک کہ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے ، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف نہار حسری
 یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا ، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز
 و منوع اور پُرغائبہ ہرگز یہ مقدار اختلاف موسم سے کتنی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ غوازم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام
 رکن الدین جہانمی نے اسی پر قوی دیا ، رد المحتار میں ہے ۔

عزانی القہستان فی القول بان السراة انتصاف
 النهار العربی ای ائمة ماوراء النہر و بیان المراد
 انتصاف النهار الشرعی وهو الصحوة المکملی
 ای السوال الی ائمة نحو اس زمرہ

وقت فی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف
 منسوب کیا ہے کہ مراد عرفی نہار کا نصف ہوتا ہے
 اور اس قول کو آئمہ غوازم کی طرف منسوب کیا ہے کہ
 مراد شرقی نہار کا نصف ہوتا ہے یعنی ضوہ کبریٰ زوال تک (ت)

اسی میں ہے :

وفي القبية ، واختلف في وقت الكراهة عند
الزوال ، ف قيل من نصف النهار الى الزوال .
لرواية ابي سعيد رضي الله تعالى عنه عن النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم انه نهى عن الصلاة
نصف النهار حتى تزول الشمس ، قال دكت
الدين الصباغى ، وما احسن هذا ، لان النهى
عن الصلاة فيه يعتمد تصور هاهنا ما في
الشافى ، وهذا كما ترى من الفاذا لافاء .

اقول وثبته ما في الشافى عن

الطحاوى عن ابي السعد عن الحسن
عن البرجندى عن المنقط ، ف ياسب
الكسوف ، انها اذا انكسفت بعد العصر ونصف
النهار دعوا ولم يصلوا ، اى كراهة النفل
في الوقتين ، ووجه التأييد ظاهر ليس
بمخاف .

اور قبیہ میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار
میں اختلاف ہے ۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے
زوال تک ہے ، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار
سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے رکن الدین
صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ
اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی
پڑ سکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس
میں نماز پڑھی جاسکے ، شامی کی عبارت تم ہوئی ۔ درجیہ
کہ تم دیکھ رہے ہو یہ افتاء کے الفاظ ہیں ۔ (د ت)

اقول میں کہتا ہوں ، اسی کا مؤید ہے
وہ جو شامی میں ہے ۔ شامی نے طحاوی سے ، اس
نے ابوالسود سے ، اس نے قوی سے ، اس نے
برجندی سے ، اس نے منقط سے باب الکسوف
میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا
نصف النہار کے وقت کے تو لوگ دعا کریں اور نماز
نہیں پڑھیں گے ، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں
میں نفل پڑھنا مکروہ ہے ، تاہم یہی وجہ ظاہر ہے ۔
مغنی نہیں ۔ (د ت)

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اس کے خلاف ترجیح منقول
نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے ۔

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے اقول
(میں کتابوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق و تحریر کا محتاج
ہے اور جبہ ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں منقرض
ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم،
جو کہ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ
سبحنہ اعلم بالصواب۔ (ت)

حتیٰ یتبین حلالہ اقول والمسلک بعد
تحتاج الی ما یأید تحقیق و تحریر، ولا یبعد
الضعیف ہذا بحاث منور دھا ان شاء
اللہ تعالیٰ فی غیر ہذا التحریر، واللہ تعالیٰ
اعلم۔ انتهى ما کتبت فی الجواب۔ و اللہ
سبحنہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ثالثہ: بڑے بڑے وقت کس قدر ہے؟

اقول گنگہ ہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمال یہ ہے کہ ہمارے
ہاں میں ابتدا و بصریہ وقت ۴۰ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صبحی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک
دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہوتا ہے اور تحویل محل و میزانی یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۹ منٹ
کے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑے باقی ایام میں انہیں کے بچے یہ دورہ کرتا ہے و تفصیل ذیل
یطولسودا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں
ظل ثانی خط مواز پر پورا، بلکہ برقی ہا، عرض دائرہ نصف شمالی ہے اسی کو استوائی حقیقی کہتے اس وقت
آفتاب پنج آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک
نماز مکروہ ہے اس کے برپہر وقت حاضرت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر
پہلے گیارہ بجے تا نصف النہار کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً
اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ لھو ام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے
کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کا خطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب
پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہ بجشیم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دھیر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرآی العین
میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا و لہذا تحویل موت کا شمس کہ بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار
افتی ہمارے شہر میں ۵ بج کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بج کر ۳۹ منٹ
پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مرکز بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۳۷ منٹ پر چمکن چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے ۱۱ منٹ

عہ اس گویا اور کیے اور کیے کی وجہ عالم سیات پر غنی نہیں اور یہ بھی وہاں ہو سکتا ہے کہ یہ وقت ہوتا
حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہو گا ۱۲ منہ (م)

بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر عہدہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عہدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائی حقیقی تک۔ ہم منٹ کا فاسدہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں ردِ اجماعی مدِ راسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوع شمس محل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجماعی تخمینہ جواب اور تفصیل و تحقیق منفی تطویل و اطباب۔

و فیہ ذکما کفایۃ لا ولی الا للہ اب و صلب اللہ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ غلطیوں کے لیے کافی ہے اور
تعالیٰ علیٰ المونی الاواب ستیدنا محمد و درود بھیجے اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا
اولیٰ والا صحابہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد پر اور ان کی آلہ اصحاب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(ت)

مسئلہ ۲۴۲ از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دیر لویا مدرسہ مسیحیہ مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڑھی

۱۳۱۶ھ جمادی الاخریٰ

حضرت مولانا العلامة والہام العظام حامی السنۃ جامع البدعہ بقیۃ السلف تاج الخلف مولانا الحاج المولوی محمد رضا
خان صاحب مدظلہ العالی بعد سہ ماہیہ دیر لویا مدرسہ مسیحیہ مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڑھی کے علماء
بلکہ چار پانچ علماء نے ہندو شل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان
صاحب مرد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڑھی وغیرہم نے مشلین سوی الزوال کا فتویٰ دیا بعد
مولوی عبدالحق صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ تفسیر نے سب علماء کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ
امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مشلین سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب اتنا س ہے کہ آپ اس
مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادمہ الطیبہ محمد عبدالحق

الجواب

مولانا اسلم علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قول سنیۃ الامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی مشلین بعد فی الزوال ہے
اور وہی انوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماعہ اطباء سنیہ متون وہی حق و مرضی جمہور معتقین
شراحین اسی پر افتاء اکثر کبار اسے ائمہ معتقین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں و جماع متون مذہب
موصوفہ نقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خارجہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کتب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے
مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح بہ فی المحرر والخیرۃ و سر السحر کیونکہ بحر، بحر، اور رد المحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

وَعَيْنُهَا انْ كُلَّ مَا خَرَجَ عَنْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ
فَهُوَ مَرْجُوعٌ عِنْدَهُ هَذَا وَلِكُلِّ وَجْهٍ مَوْلَاهَا
فَاسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ - وَهَقَّتْ لَكَ تَعَالَى لَهَا
قَلْبُهَا مِنَّا يَا نَكْرَمُ وَاللَّهُ مَبِخُنْهُ وَقَدَّاسُ اعْلَمُ
وَعَلَيْهِ جَلَّ عَجْدَهُ اَتَمُّ وَاحْكُمُ -

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع
کیا جا چکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے
جس کی جانب وہ مڑتا ہے تو نیکیوں میں سبقت
لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی
توفیق دے اور اپنے کرم سے انھیں قبول فرمائے۔
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم، وظل محل مجد قائم و احکم۔ (د ت)

۱۲۳۳ھ از گلکندہ فوجداری بارخانہ نمبر ۳۹ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علامتہ دین اس مسئلہ میں کہ یہاں گلکندہ میں آج کل آفتاب $۶\frac{1}{4}$ بجے طلوع ہوتا ہے اور
پونے چھ بجے غروب آد نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت یہ سوائے سایہ حاصل کے
وہ مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوتی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت
میں شریک ہونا چاہئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف عجز چاہتا ہوں مجھے وائیل کی ضرورت نہیں،
بیوا تو جبروا۔

الجواب

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصل کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے
وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ
تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی وغیرہ کرکے و در مختار میں قول صاحبین کو مرجع بتایا مگر قول امام ہی
احوط و اصح اور از روئے دلیل اذنیج ہے، علو یا متون مذہب قول امام پر جزم کیے ہیں اور عامۃ اجلہ شافعیین
نے اسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور مشوایان مذہب نے اُسی کی تصریح کی، امام ملک العلما
ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا، هو الصحیح (یہی صحیح ہے)۔ امام اہل قاضیخان
نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اہل حرم حیث الدرایۃ اور اہل حرم حیث الروایۃ ہو گئے

لے رد المحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی ملتہ مطبوعہ معیظۃ البانی مصر ۵۰/۱

سۃ القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۳۸

سۃ البحر الرانی بحوالہ بدائع کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۲۳۵/۱

سۃ فتاویٰ قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نوکلشور مکتبہ انڈیا ۲/۱

فصل علیہ فی خطبۃ الخنیا (جیسا کہ حاشیہ کے تحت میں یہ بات صریحاً ذکر ہے۔ ت) اور
 وہی قول معتد بہ تھا ہے کما فی الطحاوی و الشامی (جیسا کہ شامی اور طحاوی میں ہے۔ ت) یونہی
 امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل برہان الدین صاحب چایہ نے ہایہ اور امام احسن
 ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زہبی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجع رکھی، امام اجل مہربانی نے اسی کو اختیار
 کیا۔ امام صدر الشریعہ نے اسی پر احتیاط کیا وہ چند متاخرین احسن معصنین برہان و فیض و در مختار ان اکابر میں ایک
 کی بھی جلالت میں ان کو نہیں پہنچتے۔ فتاویٰ غیاثیہ و جو اسر اخلاطی میں فرمایا: اھو المحتار (یہی مختار ہے)
 علامہ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تائید کی، امام سمعی نے خزائن المفتیین میں اسی پر اقتدار فرمایا، قول خلافت کا نام
 بھی زیادہ امام محمود مینی نے اسی کی تائید فرمائی، مفتی ابوبکر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اربع ہو
 کما ذکر فی حلیہ (جیسا کہ اس کے خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار الفتاویٰ ہوتا ہے کما فی شرح جامع
 الانسار (جیسا کہ اس کی شرح جامع الانسار میں ہے۔ ت) مراۃ الخلاق میں ہے ھو الصبیح و علیہ جبل المشایخ
 و المتوفی (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگی مشایخ و متون مذہب میں) طحاوی علی المراتبی میں ہے صحیحہ جمہور
 اھل المذہب (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) فتاویٰ میں روایت خلافت کی تفسیر فرمائی شرح الجمع
 للصنف میں ہے انھ الذہب واحد من اصحاب الصلوٰۃ و امرہ و دست بر حوث (مذہب یہی ہے اور
 اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینایع و ملکیہ میں ہے ھذا تصحیح
 (یہی صحیح ہے) جامع الروایہ میں اسی کو مفتی بہ بتایا السراج المنیر میں ہے علی قولہ الفتاویٰ (امام ہی کے قول پر
 فتویٰ ہے) بکر لائق پھر رد المحتار میں سے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اسس مذہب مذہب پر دلیل جلیل
 صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان لمسافر میں ہے کہ ابودر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک مسافر میں نہیں ملے

- ۱/۴ مجمع الانسار شرح مفتی ابوبکر خطبہ کتاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۱/۹۲ مراۃ الخلاق مع حاشیۃ الطحاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تہذیب کتب کراچی
 ۱/۲۲۵ سکنہ البحر الرائق بحوالہ شرح الجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 ۱/۵۱ شہ الفتاویٰ الہدیۃ الباب الاول فی المراقبہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پٹور
 ۱/۸۴ شہ صحیح البخاری باب الاذان لمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذان ظہر دینی چاہی، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا، ابورد (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتیٰ سادى الظل الشلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا، اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا، گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پر صورت مشابہہ شہادہ اور قواعد علم ہیأت گوہ اور خود انکے مشافیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ جوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اعلیم ثانی میں جس میں حریم طہیین اور ان کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا، نیچے زمین پر نصب کی ہوئی اشیا کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد ان کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اثر وقت گزر جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہو گا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو غار توفیقین اور بھی بعد ہوئی تو بلا مشبہہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو مراد جمع بین المصلحتین پر عمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابورکاب انہما فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے محض ہیں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں داکر جائے۔ حضور یہاں حکم عام ارشاد فرمایا، بیدار نہ رہو نہ سوت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو محض ملا کر پڑھو۔ یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریلؑ میں کے محدوسے پر برہان و درنہار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت میں ہر کسی تک وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اس میں فرض ہوتی اور اسی کے دن میں وقت ظہر کو اگر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لیے امامت کی توجہ حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور انس کی ناسخ ہے اور قول دوم مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے مروج ہیں امام محمد نے کتاب الاصل میں بسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام مکیا نیا یہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایۃ ہے عایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے۔ جمیع میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ یہ نیا یہ میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح تلخیص میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی المحض (یہ سب بحر میں ہے۔ مثلاً تو بعض نقول ظاہر مروجہ کی بنا پر نظم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مروجہ عند ہے کہ فی البحر والخیبر

وغیرہما (جیسا کہ تجراہ وغیرہ وغیرہ میں ہے - متہ) تو یہ مذہب مذہب جو وہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مزج ہوا۔

اولاً جیسا کہ مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب عیب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر عامہ شروع ہیں بعد شروع فتویٰ پر مقدم۔

سراپہا ابوالکبراۃ تصحیح و فتویٰ مثل امام قاضی خاں و ایام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جمالت مشائخ صاحبین باعث ترجیح ہے خواہ مساجد و مشائخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور علل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔

سادسٹ اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذکر سے ساقط نہ ہوا پڑھی ہے پڑھی برابر ہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ہوا ہوتی۔

سابعاً رہی حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص میں خلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حالانکہ یہ بہ نہ سننا، حدیث وہ نوں جا نہ ہو وہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعویٰ ہو پیش کرے اور ہاداد و روح پر فرق حضرت سیدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے! ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالفت نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کے معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ اس کے معارض میں احادیث مذہب صاحبین کو غسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کہ قضا قط ہر گاہ اور پھر وہی مذہب امام ہر گاہ ثبوت پاسے گا کہ جب پورے تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب غارت ہو گا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہو گا واللہ رب العالمین۔ بالاجملہ عند التخصیص مثل ثانی میں عصر اور اسی نہ ہوگی بلکہ فرض ذکر پر باقی رہے گا ورنہ علی التمثیل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی طرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگر یہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاہرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرکے سے ساقط نہ ہوگا اور خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام و ہاں قضا ادا میں خلاف تھا اور مستند اجماعی اور عصر

نفسِ صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہتِ زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتب، نمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے شل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت یا طلبہ یا کم از کم مکروہ کراہتِ شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقتِ اجتماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیمہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیلِ صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لیے شل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

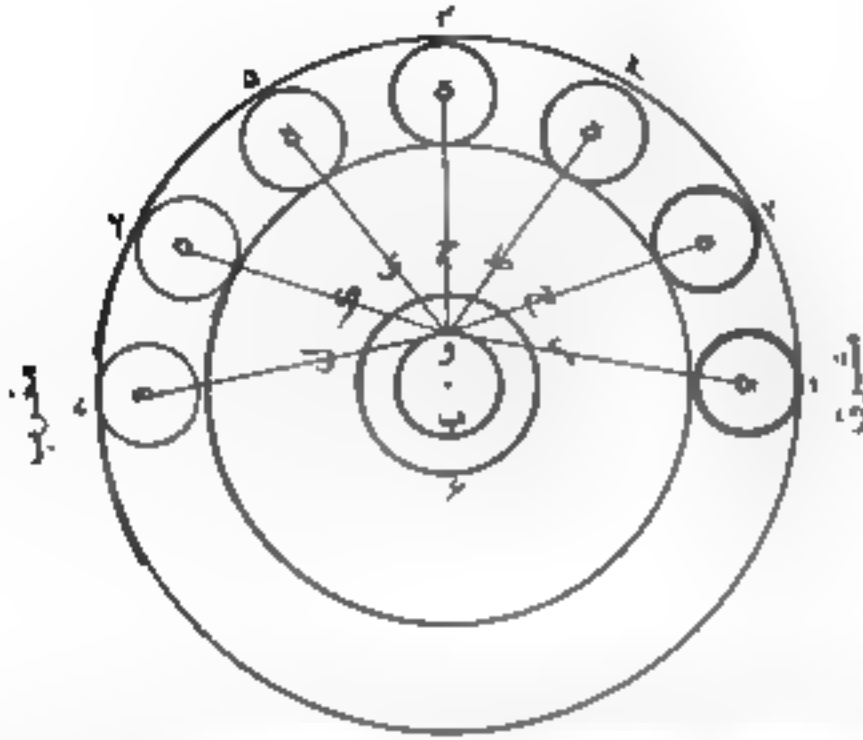
شہادۃ ۱۳۳۱ھ

۲۰۳۱ھ

کی فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہئے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لا یعاقصو (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دار قطنی نے زیادہ بن عبد اللہ بخفی سے روایت کی کہ ہم امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مودن نے ہرگز عرض کیا یا امیر المؤمنین! تم! امیر المؤمنین سے دایا بیٹھو۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے سرس کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ہذا الکلب یعلس المسنة (یہ کتا جہیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے وہ جثونا لدو یک لتزول الشمس للعرض و بقراھا (جو زانوؤں پر کھڑے ہو کر سوچ کر دیکھنے لگے کہ وہ مغرب کے لیے نیچے اتر گیا تھا۔ یعنی دیو ایں اُس زمانے میں نیچے نیچے ہوتی آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیو اس کے نیچے اتر چکا تھا جثونوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا۔ مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اُس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا برقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوسرے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جتنی ہے اسکا اعتبار میں بکرم صاف شفاف مطلع میں اس قدر قی و اعلیٰ حیلات کرنا کہ بھار کے سبب کہ اُفتی کے قرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حصہ ملے کر پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و مغرب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جتنی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کراہتِ بغا کا خلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں یہ وہ ظاہر ہوتی ہیں اور نگاہ جتنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے اب کراہتِ زمین ہے و موضع



۱۔ طرے یعنی سطح زمین
 ۲۔ کہ وہ جگہ جہاں دیکھنے
 ۳۔ وہ شخص کھڑا ہے
 ۴۔ ۶۰ زمین کے سب
 ۵۔ طرف کے بخار سب
 ۶۔ جسے عالم نسیم و عالم
 ۷۔ لیل و نہار بھی کہتے
 ۸۔ ہیں اور یہ ہر طرف
 ۹۔ سطح زمین سے ۵ میل
 ۱۰۔ یا قول اول پر ۲۰ میل
 ۱۱۔ اونچا ہے اس کی ہوا
 ۱۲۔ اوپر کی ہوا سے کیفیت

ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا تہ و نہ تنہ حاصل ہوگا۔ آفتاب کی سطح سے لے کر نگاہ زیادہ ٹھہرے گا۔ مرکز شمس سے
 ۱۔ کہ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناموس سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے نمبر پر
 ۲۔ نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا تھا ہرے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ۱ کا حصہ
 ۳۔ اس کو بخار میں گزرا اور دوسرے پر روح تیسرے پر و ط چوتھے پر روح اور اقلیدہ سے ثابت ہے کہ ان میں اس
 ۴۔ سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ۱۰ و ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ
 ۵۔ نصف النہار پر خط ۱۰ سب سے پھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات بند سید میں ثابت کیا ہے کہ خط ۱۰
 ۶۔ یعنی دوسرے کے وقت کا خط پانسو اٹھ نوٹے میل سے بھی زیادہ ہے پھر جب آفتاب اٹھتا ہے وہ خط اسی نسبت
 ۷۔ پر بڑے ہوتے جاتے ہیں لی برابر و ط کے پڑتا ہے اور خط برابر ۱۰ کے اور ولی برابر اس کے ہے
 ۸۔ یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی
 ۹۔ قیر پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع وسیع ہوتی
 ۱۰۔ ہے یہاں تک کہ شرق و مغرب میں ایک حد کے قریب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے
 ۱۱۔ آفتاب نکل کر اونچی نہ ہو جائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے
 ۱۲۔ اندر آجائے اس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا و

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً سیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے میں منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور اگر جب غروب کو سیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منسوخ ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا ٹیلا ہونا، یہ ہرگز صحیح نہیں، جہاں سے کہ موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے متوالی ہی ویر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت نظر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور یہی طور پر دھوپ میں زروی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آٹھ سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابراہیم السواد علی الحکماء و علی علیہ السلام ہے،

المراد ان یذہب الضوء فلا یحصل للبصر
بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لا تغیر
الضوء یحصل بعد الزوال
یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے (ت)

بالجملہ غنی تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و کبر الراقی وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہا، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیین وقت کے لیے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۱۱ مارچ تحویل محل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر خفی سے آفتاب کے غروب شرمی تک ایسے میں ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹہ ۱۱ منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ایسے بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-۲۵ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ دسمبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو حصے برابر بلکہ اس سے

بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت حصہ ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت حصہ ہر اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصل کراہت نہیں، ہاں اتنی تعمیل کہ وہ مثل پڑے ہوئے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و غم نہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصل کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کامل ہے یہ فرض قطعاً باطل ہے جب شرع مطہر اس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاسد کامل کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ زری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا سب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو، درمختار میں ہے،

لو شرع فیہ قبل التعیر فمدہ الیہ لایکون
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸۶۵۲۴۵
شوال ۱۳۶۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی ان مسائل میں،

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولی وقت کیسا ہے؟

(۲) اصال وقت صلاۃ حید الفطر انتہا درجہ تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی

نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سنت قبلہ میں اولی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کیے اور سنت بعدہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر اگر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن جنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنت قبلہ و بعدہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقہ مستنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں جو ہم گمنا تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعمیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کو کے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کیا نص

عليه في البحر المتوفى و غيره والله تعالى اعلم -

(۲) مذہب اصح پراس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علی اس کی نظر فرماتے ہیں ہمارے علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس لیے تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ زوال ہوا تھا۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ از سندیدہ مسئلہ بعض علماء توسط مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتنی .

دوم ربیع الاول شریفین ۱۳۱۹ھ

کیا قرأتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیما ہی نمودار ہوتے ہی معاً جو جاتا ہے یا جب سیما ہی بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیما ہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا تو حروا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق (اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افق شرقی سے سیما ہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیما ہی کی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیما ہی غرق ہوتی ہے اب بات بدستور ہے آفتاب رتیب ہو جاتا ہے اس وقت تک سورہ درجہ رہتا ہے اس پر حیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایسے احباب کا لعینیتہ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت تنگلی میں ماکر جہاں سے دھواں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کر کے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا الحمد للہ عجائب مسترآن فتنی نہیں۔

کہا فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام) عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقصی عجائبہ۔

جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائب کا کہیں ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ (تو رات کروں

لے الجامع لصغیر مع فیض القدر حدیث ۵۷۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۵۷/۵
لے جامع الترمذی ۱ ج ۱ فی فضل القرآن مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۱۳/۲
لے المستدرک ان الحکیم ۲۷/۳

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ (ت) کے مطالعہ فریقہ سے اس مطلب کی شعا میں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز وجلانہ دن میں داخل فرماتا ہے بنور دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبیہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تسبی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل و نهار یعنی رات و دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی یعنی مرادینا ضروری ہے۔ لہذا اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی کی جا لیل و نهار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا کس بھی ممکن ہے، یعنی نهار سے مراد سورج کی شعا میں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہو گا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کا ذب کے وقت ہوتا ہے اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہو گا کہ مغربی افق میں شفق اُھرور ابھرنے کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

دان ایلاج شوقی شمر یقتضی وجودہا، لایست یعدم احدہما فی عقبہ الآخر، واللیل والنہار بمعنی الملبون متبدا ان لایجتمعان، فلا بد من التجوز۔ ومن اقرب وجوہ ما ذکرہ البعد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقى انہما علی حقیقتہ و یظہر الایلاج من دون کلفة، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجة۔ و یمکن العکس ایضا، بان یحمل النہار علی الاشعة الشمسیة، واللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارة الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقي واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان اسرید اللیل العرفی فایظہر واكمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربي من الشفقین الاحمر والابيض۔ ان کان الامام المحرر الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ لایرضی ان یحصل تلك الاقوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطل الکلام فیہ فی سورة الانعام، تحت قوله عز وجل فانی الاحیاء ولیس الا مرکم ظن، واغتر بقوله العلامة النمر قافی فظن ان

ہمہما وغربت الشمس فقد افطر الصائم ^۱
اور سورج پورا ڈوب چلے تو روزہ دار کا روزہ پورا
ہو چکا۔ (ت)

فیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود صبح خان الاقبال من ہما والا دار من ہما انما یکون
لہما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی اور صبح سے آتی ہیں اور اُدھر جاتی ہیں۔ ت) قیصر میں ہے،
اذا اقبل اللیل، یعنی ظلمت، وادبر النہار، جب کمرات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن
ای مضبوط ہے۔ واپس جاسے، یعنی اس کی روشنی۔ ت

عالم باکان و ماسیکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرماتے ہیں ترتیب
سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی، شمس ہے اُس وقت تک اگر اُنکی صاف ادبنا رو بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی
رہتی بلکہ قیل جبال و عالی انصاف شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر صبح قرص چھپنے پر آفتاب کٹھن ابخرہ افقہ و کثرت بعد عن
الابصار طول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل مقبوب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدر سے قدر ص
بالائے افق مرنے شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار دنا آتا ہے اس صاف و نفیس و
بہ تکلف معنی پر کھانا تعالیٰ انتظام کلام اُسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی شان رفیع بلاغت ہے مثلاً استیاء و کاست کی ت علامتیں ان نفیس معنی کے ایسا ہے خالی نہ ہے
امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،

ای وقد یقبل اللیل ولا تكون غریب حقیقۃ، یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃ غروب نہیں
ہوا ہوتا، اسی لیے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)
فلابد من حقیقۃ الغروب۔
حقنی علی الجامع الصغیر میں ہے،

قوله، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبلہ
عن ذلك، اشارۃ الی انه قد یوجد اقبل
الظلمۃ وادبار النور ولم یوجد غروب الشمس۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور سورج ڈوب جائے
آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا
نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی
ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا،

لہ جامع الترمذی باب ما جاء اذا اقبل اللیل مطبوعہ میں کمپنی دہلی ۸۸/۱
لہ التیسر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت، مکتبہ مام شافعی ریاض معودہ۔ ۷۶/۱
لہ مرقات المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم غسل اول۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۷۵۲/۴
لہ لخص علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعة الاندلسیہ مصر ۹۷/۱

اور اگر حدیث میں لیل و سہار معنی حقیقی پر رکھتے تو اگرچہ آیت فرد ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہو گا۔

لما علمت ان اساء الاقبال والاوباس من ههنا
و ههنا ليس اليها على الحقيقة۔
یوں کہ تم جہاں پہنچے ہو کہ اوجرت اوجرت کی نسبت
لیل و سہار کی طرف حقیقت نہیں ہے۔ (د ت)

مگر اب تین الفاظ ذکر کر کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہو گا شک نہیں کہ اس معنی پر امور مشابہہ متنازعہ ہیں اور ایک
کا ذکر باقی سے معنی،

وهذا قاله الامام السويدي المصباح، قال
العبء، كل واحد من هذه الثلاثة يتخصص
الاخرين ويلازمهم۔
یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے شہاد میں لکھی ہے۔
عبارت نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو
کو یا تو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔
اس کی اہم توجیہ یہ ہے کہ علامہ طبری نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ

انما قال وغربت الشمس، مع الاستعداد عنه
لبیان كمثل العرب، كيلا يظن انه اذا غربت
بعض الشمس جاز الاقطار۔
آپ نے فرمایا اور سورج ڈوب جائے حالانکہ بظاہر
اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان
ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ

غروب نہ ہو سکا اور جاز ہو جاتا ہے۔ (د ت)
مگر سنا دی وغیرہ سے بھی ان کی جمعیت کی۔ تفسیر شرح جامع صغیر میں ہے،

وسواء (وغربت الشمس) مع ان حاقبله كافت
اشارة الى اشتراط تحقق كمال الغروب۔
آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے
ان کا کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کمال غروب کا
پایا جانا شرط ہے۔ (د ت)

اقول یہ توجیہ وجہ صراحت ہمارے مدعا سے مذکور کی طرف ناظر ہے نظریات میں بروجہ علی اور قلت تدبر
میں میں طرف تھی یعنی اگرچہ لیل و سہار حقیقی مراد ہو لے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ راستہ بھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر
سواء و ضیا پر ان کا تعلق عید نہیں خصوصاً یکذا قبالی مع ہهنا و ادبار من ههنا اُس پر قرینہ ظاہر ہیں تو اگر اس قدر
پر قناعت فرمائی جاتی احتیال تھا کہ بجز اقبالی سواء و ادبار صیغہ پر وقت اظہار کچھ لیا جاتا حالانکہ اقبالی لیل در کنار ہونے

۱۔ شرح مسلم سنووی صحیح مسلم زیر حدیث اذا قبل اللیل الا
۲۔ شرح الطیسی باب فی مسائل متفرقة الفصل اول
۳۔ التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۱/۱
ادارۃ القرآن کراچی ۱۵۱/۲
مکتبہ امام شافعی ریاض سعویہ ۵۶/۱

بعض قمر غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہو جاتی ہے لہذا وہ منی بت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔ بت۔
زخم فرمایا کہ کوئی غروب بعض قمر کو کافی نہ سمجھ لے پُر غلاب کہ اگر یہ اقبال وادبار اُسی وقت ہوتے جب پُورا قمر ڈوب لیتا
تو اس احتمال و ظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغناء بہ طور باقی رہتا اور جواب بعض محل جاتا تو صاف قہر بت ہو
کر یہاں ہی اٹھنا اور شہا ج چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے غلام علی قاری نے بھی اس کلام طیب علیہ کو تحقیق بتایا
اور جس قبول سے طلوع فرمایا،

اللہ تعالیٰ علیہما وعلى سائر العلماء الکرام۔ چیز (یعنی غروب) کو اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی، پھر علی قاری نے کہا ہے کہ اگر کاربات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق قطبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ترجمان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمسائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کر دیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً خلیستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفتی نظروں سے دور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی غرب جہند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جلد اس سے بھی پہلے غروب ہو چکا ہے کلات علماء مثل قول امام ابو زکریا،

قال بعد ما نقف سابقا، وانما جميع بينها
لانه قد يكون في واد ونحوه بحيث لا يشهد
غروب الشمس فيعتد اقبال الظلام وادها
الصباح۔
ابو زکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں،
کہا ہے کہ اقبال بل اور غروب کی جمع اس لیے کی گئی ہے
کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں
غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے پر
مذہبی کے جانے پر اعتقاد کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضي عياض في شرح صحيح مسلم،
قد لا يتحقق مشاهدة عين الغروب وليتأكد
هجوم الظلمة حتى يتيقن الغروب بذلك،
فيحصل الاقبال لليلة۔
وقول امام عيني في عمدة،

ثم بين ما يعتد به من لم يتمكن من رؤية
جور الشمس، وهو اقبال الظلمة
من المشرق، فاما لا تقبل منه
پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے
جس کے لیے سورج کی ٹیکہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی شرق
کا جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے

الاقسط القرص۔

جب سورج کی نگہ غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الزمر :

ای وقت غیبۃ جرم الشمس کلہ اذا اظهر الغروب
والاقالی وقت اقبال الظلۃ من المشرق، کما فی
التحفة۔

یعنی اظہار اس وقت کہ جب سورج کی پوری نگہ غائب
ہو جائے، اگر غروب اس کے لیے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق
کی جانب تیار کی آجائے (تو غطار کو لے) جیسا کہ تحفہ
میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلک کہ صراط انھیں بر، ضلع سے متعلق ہیں جہاں آتی ظاہر اور رؤیت مقدمہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمل ورنہ
جب باجماع امت اور خود انھیں علماء اور ائمہ کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب تبیین جرم شمس ہے اور
اصل آتی سے ارتفاع سواد بشادت مشابہہ قبل غروب ماحصل تو محمداً اقبال پر ادارت حکم کی نگر معقول اور حدیث کو ظاہر،
مانک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمن
انہ صرحت بخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ
تبارک عنہما کما نالیصلیان المغرب حین ينظر
الی النیل الاسود قبل ان یفطر ثم یعصر
بعد الصلوة وذلك فی رمضان۔
تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی خلستان اور ملک کو ہستانی، پھر امامین جلیلین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شرین احتیاط خود بہدیت حدیث متذکرہ کہ حین ينظر ان الی النیل الاسود مجدد ذکر میں
یعنی سوا پر قناعت نہ کی بلکہ تاکید صفت اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اس وقت
نماز پڑھتے، حدیث صحیحین اذا راۃ النیل قد اقبل من ہہنا فقد اظہر الصباۃ (جب تم رات کو
دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کرے۔ ت) میں اقبال میل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتضا ہے کہ کثرت
محمود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا عابت الشمس من ہہنا فقد اظہر الصباۃ

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والافطار مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۱/۲۳
۲۔ جامع الرموز للفتاویٰ کتاب الصلوة مکتبہ اسلامیہ گنبد قافوس ایران ۱/۱۳
۳۔ مؤلف الامام مالک ما جاز فی تعجیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸
۴۔ الصحیح لمسلم باب بیان وقت انتصار الصوم مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۱
۵۔

(جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ههنا و جاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم (جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے کتاہب فی صحیحہ و مسلمہ وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد از وہ بطل حقیقی اصلہ مفید تو ہم نہ رہتی اور علی التشریل یہ بھی نہ سہی تو انھیں مواضع سے متعلق بھی جاتی بالجملہ خلاف پر اصلہ کوئی نفع دیا بھی نہیں جسے ہر یک مفسر کہتے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات و حیات کو باطل کر دیکھے کہ ان کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع سے تعلق کتاب و روایت معجزات آخرہ و رابعہ عامہ سمع و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ اس مطلب پر برہان بند ہی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادہ تائید و تشبیہ کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اس سے مقدار چند سیاحی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُنس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب نیز کیلادات معلوم و اصطلاحات کی طرف رجوع کر سہ و باللہ التوفیق واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰۸ شہر کُندہ مسئولہ خیلا دہائی ۲۹ دین الافر شریف

تنگ وقت نماز ادا کر لے والے کو اللہ تعالیٰ وکیل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں وہیں کہیں نہ فرمایا ساہونہ کے لیے ویل آیا ہے جو وقت کھڑک نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابوالعلی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن عاتق اور ابو طبرانی اور ابی مردویہ تفسیر اور بہیقی سنن و علی السنہ بغوی معانم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ۱

قال سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
عن قول الله تعالى الذين هم عن صلواتهم
ساہون ، قال هم الذين يؤخرون الصلوة
عن وقتها۔
میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ
کوئی لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے
”خرا بی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر
ہیں“ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بخاری کی روایت یوں ہے :

عن مصعب بن سعد عن أبيه عن رضي الله تعالى عنه
عنهما انه قال سئل عن رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم عن الميت هل في صلواتهم
ساعات ، قال : اضاءة الوقت .

مصحب ہی سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
ٹری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ
فرمایا ، اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔
(ت)

کھونا ہے ۔ بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابی ندر سے
بطریق ملک بن دینار امام حسن نصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے روایت اخیر یوں ہے کہ ابو نعیم نے کہا
ساہون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دوڑھیں یا تین ۔ اس پر امام حسن نے فرمایا ، هو الذي يسهو عن
حياتها حتى تنفوت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے ۔ م) فقیر کے
یہاں بکہ اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے ، غوام بچار سے اپنی ناقصی سے غلط سمجھتے
ہیں ، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاثول کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقت کراہت
د آنے پہلے اور بعد عصر ہی اُس وقت آتا ہے جب آداب پرستہ حنفی سہا دتیں لگے اور فجر سے شابت کہ
یہیں منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گر کر نصف آخر میں ہو
وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت
مستحب یہ ہے کہ پانچ ٹکا کر پچاس منٹ سے چھ ٹکا کر پچاس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدمی
رات کے بعد ہے یہ حالتیں بکہ اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے یا بندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام
کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہ امام کی راقطنی سنیں اور حاکم مسیح مستدرک میں بطریق عباس بن فریح ، زیاد
بن عبد اللہ غفنی سے راوی ۔

قال كان جلوسا مع علي رضي الله تعالى عنه
في المسجد الا عظم فجااء الموقف فقال ،
يا امير المؤمنين ا فقال ، اجلس ، فجلس
ثم عاد فقال له ذلك ، فقال رضي الله تعالى
عنهما
ہم کہ وہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
کے پاس بیٹھے تھے ، موزن آیا اور عرض کیا ، امیر المؤمنین
(یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلیے) میرے مومنین نے
فرمایا ، بیٹھ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور

عنه ، هـد الکلب یعلنا السنة ، فقام علی
فصلی بنا العصر ، ثم اقصونا ، فرجعنا الی
المکان الی کنامیه جلوسا ، فحشونا للکلب
لنزل الشمس للغروب فقرأها۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان شریاد العیرو دعتہ غیر العباسیہ ،
قالہ الدارقطنی ، فاقول : عباس ثقة ، و
غایتہ جہالۃ عین ، فلا یعمدنا ، لا سیما
فی اکابر تابعین ۔ قال فی المسلم ، لا یجرح
بان لہ راوی معتد و هو مجهول العین باصطلاح۔
قال فی الفوتوح ، وقیل لا یتقرب عند السعدی ،
و هو متحکم۔

وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا۔
یہ گناہیں سنت سکھاتا ہے۔ بعد نماز علی کھڑے ہوتے
اور یہیں عصر پڑھاتی پھر حج نماز کا سہم پھر کر مسجد میں
جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھنٹوں کے بل کھڑے
ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لیے کہ وہ ڈوبنے کو آگیا تھا۔

وہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباسی کے کسی نے
روایت نہیں کی ، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے تو میں کہتا
ہوں ، جیسا کہ ثقفی ہے ، زیادہ سے زیادہ اس میں
”جہالت عین“ پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر
نہیں ہے ، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلم میں ہے کہ یہ
کوئی جرح نہیں ہے کہ غلو سے ایک ہی راوی ہے
اور وہ ، اصطلاحی طور پر ”مجهول العین“ ہے ، فواجح میں
ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے ، لیکن
یہ بہ دلیل بات ہے ۔ (ت)

اگر یہ مولیٰ علی کا موقف اپنا فعل ہو تا جب بھی حجت شرعی تھا کہ وہ اسے ہر شے سفت بتا رہے اور نوذہر
جو جلدی کا تھا خاکر تا تھا ایسا محمد یہ غضب فرما رہے ہیں اسی کی مثل امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نماز صبح
میں مردی امام علی وی بطریق داود بن یزید لادوی عن ایہ روایت فرماتے ہیں۔

قال کان علی ابنت ابی طالب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصلی بیا العجرون ونحن

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں نماز صبح پڑھا کرتے
اور ہم سورج کی طرف منہ دیکھا کرتے تھے اس

سنة سنن الدارقطنی باب ذکر بیان الراقیۃ ۱/ مطبوعہ نشر السنة طان ۲۵۱/۱

سنة مسلم الثبوت مع شرح فواجح از موت مسئلہ مجهول الحال ۱/ مطبوعہ منشورات الرضی قم ، ایران ۱۴۹/۲
سنة فواجح از موت مع شرح مسلم الثبوت مسئلہ مجهول الحال ۱/ " " " " ۱۴۹/۲

نترای الشمس مخافة ان تکون قد طلعت۔ خوف سے کہ گیس طلوع نہ کر گیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ الامام حافظ الدینی اکر دہری میں ہے،
 ذکر الامام الدیلمی عن زہد بن یسکانت
 قال صلیت مع الربیع فی العصر ثم
 اطلقت مسجد الامام ما خیر العصر حتی جفت
 فوات الوقت ثم اطلقت الی مسجد سعید
 فادھر لربیع العصر فقلت ما جردت
 اب حنیفۃ ما خیر ما مثل اخر سفین
 یعنی امام دہلی نے زہد بن یسکانت سے روایت کی کہ میں
 دہاتی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ
 مجھے خوف ہوا کہ وقت جا تا رہے گا پھر میں مسجد
 امام سعید توری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا
 دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں ملنے

کہا اللہ ابرہہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔
 فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذ اب عصر جوتی ہے اور گھنٹا عکرون رہے نماز جوتی ہے اور پون گھنٹا
 دن رہے سے پہلے جوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱ از ریاست رام پور متصل تائب کنڈا محلہ میاں گجائاں مکان بناب سید غلام حسی صاحب
 مسئلہ جناب مولانا مولوی محمد نجفی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق شرع و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد
 غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشا کا آجاتا ہے یا نہیں؟ جینا تو تقرر دے۔

الجواب

عشاء متفق علیہا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جہلاً
 لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و نادان قضاہوں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور،
 شہر آجھان پور، مراد آباد، بختیور، بلند شہر، پٹی جھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہ
 بلاد شمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و آودھ و پنجاب و کشمیر و وسط ہند و راجستھان و غرض
 معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور علیہ صدق و صواب سے عاری و غافل ہے ہمارے بلاد اور
 ان کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹہ انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

۱۳۳/۱ سے شرع معافی آثار باب الوقت الذی یصل فیہ الفجر ای وقت جو مطبوعہ عریح یم سید کچی کراچی

۱۵۲/۱ منقہ مناقب امام اعظم ابرہہ لکھنؤ دہری الفصل الثانی فی اصول بنی عیہ شہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی

ماہی یک سال کے دو تہائی تھے اس لیے کبرا و اذباب سب کے روزے تدریجاً پہ حساب اور ان کی سوری کے ختم تک
 کبھی شروع سے بھی پہلے جلہ صبح صادق ہے چاہے نسأل اللہ العفو والعافیة ولا حول ولا قوة الا باللہ
 العلیٰ العظیم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم

مسئلہ (۲۸۰) از اردو لیضیع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبد الکریم صاحب مدرسہ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے
 خصوصاً مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟

الجواب

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سراسایہ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دوش ہو جائے
 بعد عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب
 تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ لگے جب بغیر کسی عارضہ بخار یا بخار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر
 پہنچنے لگی وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے
 ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبتے تک ہے یعنی چارویں سپیدی کے بعد آفتاب چل سوتی اور بعد سرخی غائب ہونے
 کے تاویل باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا کی حد از سپیدی کے صبح کا ذب کی طرح شرقاً غرباً
 ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت اسی شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر
 مارچ و آخر ستمبر میں اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ
 ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں
 آسمان دیر کرتی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکر وہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور
 وقت مستحب آدمی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلد کے اختلاف سے
 مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے ایک وقت معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو مسائل نے بالخصوص دریافت کیا کہ
 اُس کے لیے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گرائس ہو ایسی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے بجائے شروع ہوتا ہے اور کے بجائے تک رہتا ہے؟

الجواب

بحکم حدیث وقفہ ایام گرام میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

کیے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں گے۔ افاذہ فی البحر الزاائق عن الکلاسہ وغیرہ (جیسا کہ
محررات میں امر لکھ دیا ہے) اور صیغہ یعنی ایام گرام سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ
بحر وغیرہ میں ہے،

الشتاد ما اشتد فیہ البعد علی الدوام ، شتار اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل درشتی درازی
و الصیف ما اشتد فیہ الحر علی الدوام ، رستہ اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت
گنت گرمی رہے (ت)

اور یہ باخلاف بلاد مختلف ہوتا ہے ظہری کی تقسیم کے تحت جو محل سے آخر جزائیک رجب، آخر سنبلہ تک
صیف، آخر قوس تک خریف، آخر حوت تک شتا ہے ان کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک
بڑے پستے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل بدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر
نومبر یقیناً اشتد اور سرد کا وقت ہے، آنحضرت و رختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے
ہمارا شروع ہو جاتی ہے اور چیک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرم کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم
فصول یوں ہے حوت قبل ثور بہار، جزائسرائطان استدرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس بدی
دو جاڑا، قوس استہاب، یزیر ۲۲ مئی سے ۲۲ گشت تک بے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز
بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات گردنا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ
اس سے ایام ہاجن کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت اخادات کے لیے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ
اگرچہ مئی جون گزرتے بولائی آگست باقی ہیں صبح گھڑی سے متبادل کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت
اس میں کیل کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیسی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خازن شروع وقت عصر میں ہم نے
لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی و جہر پر صبح ہوگی و درند شام کے چار بجے جو حد اس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سورہ
کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں و درندیل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں
عمیارہ منٹہ تک کی غلط مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صد بار پاتی ہے ہم اس نقشہ میں دیوے کا وقت
دیں گے اور انما کچھ یہ تقریب سا لہا سال تک کام دے سکندوں کی تہ قی نہ کریں گے رانی کھیت کے لیے جس کا
عرض شمالی ۲۹ درجے ۲۷ دقیقہ اور طول شرقی ۹۹ درجے ۲۸ دقیقہ ہے۔

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

آریخ شمسی		تحويل برج	طلوع شمس		مشرق وقت طهر		وقت صبح ابتداء		شروع وقت عصر		غروب شمس	
			گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ اپریل	ثور	۵	۴۱	۱۴	۱۱	۲	۳۱	۳	۵۱	۶	۴۳	
۲۲ مئی	جوزا	۵	۱۹	۱۴	۰۸	۴	۲۴	۳	۵۹	۷	۱	
۲۳ جون	سرطان	۵	۱۴	۱۲	۰۱۳	۴	۲۰	۵	۷	۷	۱۵	
۲۴ جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۴	۲۴	۵	۹	۷	۱۱	
۲۵ اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۳	۰۱۴	۴	۲۴	۳	۵۴	۶	۴۵	

[illegible]

مسئلہ از شہر سنہری مسجد مسئلہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و
جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبعین مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲۰ پر باجماعت
ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۲۴ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرہانہ میں تنگ کچے جائیں گے یا کچھ کی بیشی
ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہوئی چاہئے ان دو وقتوں میں اول
کی پابندی کی جائے یا ثانی کی بدوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کسی جماعت
کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور
اذان ہوئی چاہئے یا نہیں اور بازار کی مسجد میں ہر جماعت اولی کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لیے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب کو مبرا کے
آخر اور صبح کے ابتدائی تارخوں میں ہوتا ہے جب یہ طوسے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت
کا وقت غروب سے صرف میں منٹ پہلے ہے تو چار بجے کر پچیس منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر تنگ
سارے چار بجے شروع ہوئی تو مائیت دیر دس منٹ یا دو منٹ یا تین منٹ ہو جائے گی جب بھی وقت کراہت سے
تقریباً پانچ منٹ پہلے ہو چکے گی، ان اذانوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں غلط ہے کہ اگر جماعت منٹ
میں اذان اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین منٹ بھی دیر ہوگی تو سلام سے پہلے وقت کراہت
آجائے گا اتنی تاخیر نہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور کھینچ سماعت جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے
جبکہ وقت کراہت سے پہلے ختم ہو جائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی
ہو جاتی ہے اور گھڑی بھی چند منٹ شمس ہو جاتی ہے ومن مارتع حول الحمی اوشک ان یقعہ
جیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہو سکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہذا ان ایام میں حمام
کو عصر سوپا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرہانہ میں سارے چار بجے شروع نماز میں
اصطلاح نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہل بازار کے لیے نبی اسی طرح نماز اور اسٹیشن کی
مسجد اور مسجد جامع کی سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب
جماعت اولی ہوں گے اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں ۱۰۰۰
تعلانی اعلم۔

مسئلہ از موضع سرنایاں خلع بریلی مستولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعظمیت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھوکھ پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پڑھتے ہیں، مسئلہ نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ اور نماز بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دور دور تک سیر کئے ہیں جتنی تہذیب و تمدن شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں وگرنہ بیات میں مولوی جمعہ کی نماز جب نہ کرتے ہیں اور اعظمیت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں غیر ان کا کھنا مناسب نہ ہو حضور کو کچھ تحریر فرمادیں جواب دیا جائے گا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلَ لِكُلِّ فِتْنَةٍ مُّجِبًّا وَالشَّيْطَانُ الْيَاسُورُ
الْحَسْبُ يَوْمَئِذٍ لِّلْعَصَاةِ اِلٰى بَعْضِ سِحْرِ الْقَوْلِ
عَصَاوَرُ ۝

یونہی جو نے برائی کے دشمن کو دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جوئی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ اور قرآن کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے بقایاں کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جاسے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے مالا نقول کو ان کریوں کے ترکہ سے مستعدے، اللہ عزوجل فرماتا ہے : وَاَعْرَضَ عَنْ الْخَافِلِينَ (جاہلوں سے منہ پھیر لو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو : وَنَبْتَغِي الْخَافِلِينَ (جاہلوں کے منہ گناہم نہیں چاہتے) ترکہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مضتری بے حجاب بھی اور معاند قصب قاصب بھی، ایسوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ نڈھم فی طیفانہم

تم

سہ القرآن سورہ الانعام ۶ آیت ۱۱۳

سہ القرآن سورہ الاعراف، آیت ۱۹۹

سہ القرآن سورہ القصص ۲۸ آیت ۵۵

یہ سہولت اہل علم نہیں چھوڑیں گے کہ اپنی سرکشی میں بیٹھتے رہیں۔ ان تمام مسائل کے روشنی بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاذ کو علم دینا ہے سود اور کذب و افترا کا علاج مفتوحہ، مسائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں ان کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ مسائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

۱۳ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین
دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶) از بریل ملاقا دکن یکم دجیب ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیترا تو جزدوا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الصلاة على المؤمنين كتبا موقوتا، وأمرهم أن يحافظوا عليها
في حفظها أسكنا وشروط ووقوتا، مخرج البحرین يلتقيان، بينهما برزخ لا يبحرین، وأفضل
الصوت، وأكمل التحيت على من عين الأوقات وبين الصلوات، وحرم على امتها الصلوة
الصوت، وعلى أله الكرام، ومحبيه العظام، ومحتبدي شرعه الغر المحجلين، لا سيما

الاعمام الاقدم، والاعمام لا اعظم، امام الانمة، مالك الانمة، كاشف العمة، سراج الامة،
نازل عدم الشدة الحصى من وج الثريا، ما شرع له الدين الحنيفي فتراجيب، نصر الله اتباعه
وروى اتباعه متبوعا تابعي، وعليه منهم، يا اسرحم الراحمين، الى يوم الدين.

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت
بدا کا نہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت۔ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، تھمیں عرفہ و عشا میں عز و قدر کے
سوا دونوں کا قصد ایک وقت میں ہی کرنا سفر، حضر، سرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحیحہ
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی مخالفت پر شاہد عدلی ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والی و العباد
موافق ارستہ بالوحی و کتاب امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرة المبشرة
و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابة البررة و حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق
و حضرت سیدنا ائمہ المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق اعظم صحابہ کرام و خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز و
امام سالم بن عبد اللہ بن عمرو امام طبرستان قیس و امام اسود بن یزید غمی و امام حسن بصری و امام ابن کثیر و امام براہیم بن
وامام مکی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اہل البصرة اجلاء ائمہ
تابعین و امام صفین ثوری و ائمہ بیت کساء امام حاکمی اللہ و لہو الیوسف و امام ابو عبد اللہ محمد
اشعسان و امام زکریا البزلی و امام حسن بن زیاد و امام دار الحجة عالم المدینہ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم
اکابر تبع تابعین و امام جہد الزعم بن قاسم عقیقی قلیہ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابو جعفر احمد بن سہلم
مصری و غیرم ائمہ وین کا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ عقیق بن الصدیق یعنی دو نمازیں طوا کر پڑھنا دو قسم ہے۔

جمع فعلی جسے جمع ضروری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع نگرا دیں بل جائیں جیسے
ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت صحر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئی تو دونوں
اپنے اپنے وقت اور فضا و صورت مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اس وقت
پڑھی اور صحر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی و شاد کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی ایسا طاعتاً بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ
جائز ہے۔ ہمارے علماء نے کراہی دینی اللہ تعالیٰ عنہم ہی اس کی رحمت دیتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے،

لمسافر والمریض تأخیر المضرب للجمع
بیسوا و بین انعت، فعلاً، كما فی الحلیۃ
و غیرہ، ای ان تصلی فی آخر وقتہ
مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کر سکتے ہیں تاکہ اس کے
اور عشاء کو فعلی اکٹھا کر لیں، جیسا کہ علیہ وغیرہ میں
ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

و لعشاء فی اول وقتہا ۔

اور عشاء اول وقت میں ۔ (ت)

11

اقول تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں ہے خصوصاً وہ بہ فی البحر الرائق و حقیقۃہ فیہا علقتہا علی مٹا المختار (جیسا کہ بحر الرائق میں تصریح ہے اور رد المحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے ۔ ت) بخلاف مغرب کہ اس کی اتنی تاخیر بے عذر و معذرتہ شدید ہے کما فی البحر والدری وغیرہما ، و نطقہا بکراہۃ ذلک احادیث (جیسا کہ بحر اودر وغیرہ میں ہے) اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناظر ہیں ۔ ت) پھر جزئیہ ظہر میں بھی کتاب الحج میں نعر فقیر سے گزر اس کتاب جلی المصنوع علی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام حاکم حرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن طینہ سید الانام اعظم ابو حنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عینی بن ابان طینہ امام محمد ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں ،

امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا ، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں ، یکساں ہے ۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کر کے پڑھے اور عصر یا عشاء کو اسی کو اول وقت میں پڑھے ۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں ، یعنی شفق غائب ہو جائے تو نماز پیلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کر کے اس کو اول میں پڑھے ۔ یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی ، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا ۔ (ت)

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی جمع الجمع
بین الصلواتین فی السفر فی الظہر والعصر
والمغرب والعشاء سواء ۱؎ یؤخر الظہر
الی آخر وقتہا ثم یصلی ویعجد عصر
فی اول وقتہا فیصلی فی اول وقتہا ، وكذلك
المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی آخر
وقتہا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلك
آخر وقتہا ، ویصلی العشاء فی اول وقتہا
حين یغیب الشفق ، فهذا الجمع بینہما ۔
اسی میں ہے ،

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش ،

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ، من اراد

۲۴۱/۱ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر

۲۴۲/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۶۱/۱ مجتبیٰ دہلی

۱۴۲/۱ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

۱؎ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ

۲؎ البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ

۳؎ الدر المختار

۴؎ کتاب الحج باب جمع الصلوة فی السفر

طہر

11

11

۱. یجمع بین الصلواتین بمطرد مسر
او غیرہ ، فلیؤخر الادائی صلیھا حتی تسکون
فی آخر وقتھا ، ویعصر الثانیۃ حتی یصلیہا
فی اول وقتہ فیجمع بینہما ، فتکون حکم
واحدۃ منہما فی وقتہ ۱۲

مسافر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہیے
تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کر دے
اور دوسری میں جلدی کر کے اول وقت میں ادا کرے
اس طرح دونوں کو جمع کر لے ، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے
وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نفی امام کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ظاہر ہوا کہ جو جمع صوری صرف مرض و سفر
پر مقصور نہیں بضرورت شدت یا ریش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت میں نہ برستا ہو تو انتظار کر کے آخر وقت
حاضر مسجد ہوں جماعت ٹھہرا کر میں اور وقت عصر پر تہن ہوئے ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید شدت مطربڑ جائے
اور حضور مسجد سے مانع آئے ، مگر شدید میں تنہا گھر پر رہنے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں
نمازوں کے لیے جماعت و مسجد کی کما غفلت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اقوال یعنی بعض مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع
اُن کا مذہب ہے وہ حقیقتہً اسی صورت میں سے جمع ہے اسے اصل معنی یہ دونوں ملکہ حقیقی ہے کما یکنی ، اور اسی عدا
سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں وہ حقیقتہً فرضی یا ظاہری ہے نہ اصل میں نہ بل محال تو جب میں جمع صورت
میں گئے اور معنی جدا فہم فامہ نفیس جدا (اس کو گہر کر کے یہ بہت نفیس ہے۔ ت) اس جمع کے یہ معنی
ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں :

جمع لغتیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً جو فصل پہلے وقت کی
نماز مثلاً عصر یا عشاء پیش کی پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً
اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت عمل جائے گا پہلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ
منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے ، یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و
مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عا، ازین کہ وہ مسافر ہوں یا خاص سبب کی بنا پر
منی و غیرہ جہاں واقع قریب کہ وہ دیر نسک ہے نہ جو سفر اور بحالت اضطرار و عدم قدرت سفر حضریا ظہر عصر
وغیرہ کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جماد یا شدت مرض یا غشی وغیرہ کے سبب قدرت نہ ملے
تا چار سبب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و صلیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوہ خندق میں عصر و عصر و عشاء کے وقت پڑھیں
ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت میں جمع وقتی کی اصلہ اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا تاخیر

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گی دسے پر ہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا لہذا نماز قضا کرے و لا ٹھہرے گا لگچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مذہب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطقہ و کتبت صلوٰۃ کا مستند متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانتہ قضا کر دینا بلا شہد حرام تو جس طرح صحیح یا عشا قصد آن پڑھنی کر ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمدہ نہ پڑھنی کر عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرم ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرم و رکنا نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدمی رات سے صبح کی نماز یا پھر دن چڑھنے سے ظہر پڑھ رکے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا نہ پڑھے اس کا بھی نہ ہوتا واجب، احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلمہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحت وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وار د نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس سے پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند تحقیق جب احادیث خزوہ کو جمع کے نظر انصاف کی جلتے فوراً حق ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی وجوہاً یا مکاناً اُسی جمع صوری کی ضرورت ہے جس میں فرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی تہذیب اور سرب شریعت، صحیح حدیثیں اُس کے نفع پر حجت ہیں، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہذا یہ مختصر کلمہ پار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات محمل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال محمل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف و اضعاف البينات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات،

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام و مذہبان جتہد نامہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ طرز نوی جتہد از اردوی میان ندیر جسی صاحب دہلوی و ہاء اللہ الی الصراط السوی نے کتاب حجب العباب میں الحق کے آخر میں اپنی چلتی حدیث کا کلام مشیع کیا بہت مستحکم میں اچھے پچھے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا ان پانی و الجہا سنبلی جیسا کلام خفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کچھ غلط احادیث صحاح کو رد فرمائے روایہ صحیح کو مردود بنائے بخاری و مسلم کی صد حدیثوں کو دہشتا بنائے محدثی کا بھرم نقل یا حدیث کا دھرم دن و دھڑے دھڑکی کر کے لٹنے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی بیکار افکار کو جلوہ دیا تو یہی قدیر اُس تحریر عظیم التوریر عاتز ہر غٹ و یا بس و نفیر و قطیر کے رو میں تمام مسامحی نو و کہن کا جواب اور طالبی کے ادعا سے باطل عمل یا حدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے رو سے نہانی سے کشف حجاب

الفقہاء المتعاضدین حامی السنن المستیقامی الفتن الذیہ بقیہ السلف المصلحین حجۃ الخلف المقلین آیۃ من آیات
رب العالمین متجربۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھمین ذوی التصنیفات الرائقہ
والتحقیقات النافذۃ والذیہ قیامت الشانۃ تاج المحققین سراج اللہ قیامی اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا
الامام عبد اللہ الامام المہدی الامام الایوب مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب تحریر سنی حسنی قادری برکاتی بریلوی
قدس اللہ سو و عظم برہ و عظم نورہ و اعظم احوہ و اکرم نزلہ و انعم منزلہ و لاحر مناسعہ و لم یقتنا بعدہ سے واللہ مددہ و ہر الدائم
بات باں یہ ادنیٰ خاکبوس مستان رفیع غلام شیخ بندہ گمان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقا سے نعمت و ریشہ رحمت
اموت العرفاء اکرام مرغیہ الادبیہ العظیم السحاب الہام فیضی القادر والباب الزاخر بالفصل الہام
ذو القرب الزاہر والعلو الظاہر والقب الہام ہر ملکی الا صغر بالجلۃ الکاہرۃ من البرکات مخزن السنات
من آل محمد سید الکائنات علیہم افضل الصلوات و آثر النجات من حمزۃ الخمرات القمر المستبین
باتور المبین من شمس الدین ابی الفضل العظیم و اشرف الکریم سیدنا و مریدنا و ملجائنا و ماوانا شیشی و مرشدی
کثری و ذری یومی و غنی اعظم حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاضل حسینی قادری برکاتی
و اسلی مجرانی مارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابرل و اعظم قرینہ و اشرف علینا من نورہ التام و افاض علینا من بحرہ العلم
و جعلنا من خدمہ فی دار السوء بفضل رحمۃ علیہ علی آمانہ و اکرمہ و الحمد للہ لا یدین سہ

حمد باسب تیری دستان بست خدا سے

ماہم بندہ و این قوم حسند اوندانند

رخا خہ شیریں و بنوں کے لبوں سے ہمارا حمد بانہ دیا ہے ، ہم سب بندے

ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ (ت)

نیر کہنایہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت پاسے گا ورنہ ایک آہو بحث کہ بحث رکافی
طے کر دی گئی اس سے تعرض اطباب سمجھا جائے گا کہ مقصود انکار احتیاق ہے نہ انکار اوراق۔ ان چار فصل ہیں
تہجی کے ادعائی بول یکسر عکس میں نہایت بحث سے سب قائل یکس میں جا بجا ثابت کو ثابت ثابت کو ثابت
ساکت کو مطلق ناقل کو ساکت حقیقت کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو ترجیح کو ترجیح کو تحریف مودل کو مفسر مفسر کو
مودل محفل کو صریح صریح کو محفل کما املی تا آخر کوئی دقیقہ حکم و مکابرہ و تعصب مذہب کا نامری نہ رہا بیان بعونہ تعالیٰ
عزیزہ ہر فصل میں قول فصل و حق اصل بلا لائل قاسمہ و بیانات بارہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم و صاف

عہد لایہا دکان فنی و ترقیہ لہون و صفت تعلیم (۴) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعظمت کی اپنی عبارت

گزشتہ صفحہ ۱۶ کی طرف اشارہ ہے، فقیر فقیر نفلہ المولیٰ القدر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثران کے ماورائیں بھی

حتیٰ الوسیع پہنچے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے، المختص (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مخالفت منکر مدعی ٹھہر کر بھی معترف و مقرر ٹھہرے

وما ذلک علی اللہ بعزیز ، ان ذلک علی اللہ اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ، یہ اللہ پر آسان
یسیر ، ان اللہ علی کل شیء قدير۔ ہے ، اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معمار کجیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے وادانصاف دیجئے

فی طلعة الشمس ما یغنیك عن خبر

رسوئے طلوع سورج نہ تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں طاجی نے اپنے موافق کہیں چڑھ کر کہاں پڑا رہا صحابیوں سے روایات ۴۲ بیان کیا
اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کی طرف پٹے اور چار سے زیادہ نیا ہر نہ کر سکے ان میں بھی عند انصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے
تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات مسلسل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا۔ طاجی صرف
چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھائے جن میں حقیقت کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو ان کی طرف نام بھی
نہیں ، میں بکول اللہ تعالیٰ ان سے دوئی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا ، میں یہ بھی روشنی کر دوں گا
کہ تنفیذ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پورچ و لچر ہے بنیاد ہوتی ہے ، میں یہ بھی بتاؤں گا کہ ان صاحبوں کے
عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے میں یہ بھی دکھاؤں گا کہ تہذیب و آداب کے لئے ہر عصر اور تمام طائفہ کے
استاد مانے گئے ہیں ان کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گوسے درجہ کی ہے کل ذلک بعون المملک
العزیز القریب المحیب وما توفیق الا باللہ علیہ توکل والیہ انیب وهذا ان الشروع
فی المقصود متوکلا علی و اھب الفیض والجود والحمد لله العلی الودود والتمسلا د
السلام علی احمد محمود محمد و آلہ الکرام السعد امین۔

فصل اول طلوع فجر نوری بر اثبات جمع صوری

حضور پرنور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی
مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح حلیل و صمیم احادیث ہدیٰ مگر طاجی تو انکار آفتاب کے عادی
بکمال شوخ پشٹی بے نقط سننادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت جمع صوری سفر میں
کیا کرتے تھے بہت اچھا ذرا نگاہ رو پرؤ ۔

عصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دینی آلہ و صحبہ و بارک و کریم ۱۲ منہ (م)
لحد معیار الحق مسئلہ عجم جمع ہیں الصلوۃ مکتبہ تدریسیہ لاہور ص ۱۰۱

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث مستندنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابیہ نے کتاب الحج علی اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی لا تارادہ ذیل سے روایت اور اسمعیل نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا،

بخاری، اسمعیل اور ذہبی نے لیث ابن سعد کے طریقے سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شہیل کے ذریعہ سے کتبوا بن قارونہ سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے تیبہ سے، طحاوی نے ابوداؤد مرقدی سے اور فقیر سمرقانی میں یہ تینوں عطا سے روایت کرتے ہیں۔ و ابوداؤد نے فضیل ابن عروہ سے اور عبد اللہ ابن عذر سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسیٰ بن نسائی سے روایت کی ہے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (یحییٰ، ولید، بشر، جابر) سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطا، فضیل، عبد اللہ، جابر و اسامہ تابع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبد اللہ ابن و، قد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمعیل بن عبد الرحمن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، تابع، عبد اللہ ابن و، قد) اسمعیل، عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (متاثر ہیں)۔

فقیر عفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں حج و غنیمت طرق کی اکمال الحمد و البیاض الحمد کے لیے اُن کے اکثر خصوص

الغافل بھی یاد رکھ دیا اللہ التوفیق، سنن ابوداؤد میں بندہ صبح ہے،

یعنی تابع و عبد اللہ ابن و، قد دونوں تلافی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا اتقا کیا، فرمایا چیل

عالبخاری والاسمعیلی و لذہبی من طریق
الیث بن سعد عن یونس عن الزہری، والنسائی
من طریق یزید بن زریع و النضر بن شہیل
عن کثیر بن قارونہ کلاهما عن سالم و
النسائی عن تیبہ و الطحاوی عن ابی عاصم
العقدی و الفقیہ فی الحج جع ثلثہم عن
عطا، و ابوداؤد عن فضیل بن عروہ و
عن عبد اللہ بن العلاء، و ایضاً
عیسیٰ و النسائی عن الولید و الطحاوی عن بشر
بن بکر، و ثکلا و الثلثہ عن جابر
و الطحاوی عن اسامہ بن زید، و خمسہم
اعنی عطا و فضیل و ابی العلاء و
جابر و اسامہ عن تابع۔ و ابوداؤد
عن عبد اللہ بن و، قد۔ و الطحاوی عن
اسمعیل بن عبد الرحمن۔ و اربعہم
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

حدثنا محمد بن عبید المحارب نا محمد
بن فضیل عن ابیہ عن نافع و
عبد اللہ بن و، قدان مؤذن ابن عمر

قال، الصلاة، قال، صر، حتى اذا كانت
قبل غروب الشفق نزل۔ فصلی المغرب،
ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلی العشاء،
ثم قال، ان رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع
مثل الذي صنعت۔ فصار في ذلك اليوم
والليلة صيرة ثلثه
الوداود لے فرمایا،

رواه ابن جابر عن نافع وهو هذا اسناد
حدثننا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى
ابن جابر بهذا المعنى ورواه جسد الله بن
العلاء عن نافع، قال، حتى اذا كانت
عند غاب الشفق نزل فجلس بيني وبينه
لسماعی کا روایت پسند صحیح یوں ہے،
اخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا
ابن جابر شفي نافع قال، خرجت مع عبد الله
بن عمر في سفر، يريدان ضياله، فأتاه

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پر بھی
پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت
عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب کوئی جلدی ہوگی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے
کیا۔ ابن عمر نے اس دن راستہ میں تین رات
وہ کی راہ قطع کی (م)

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے
حدیث بیان کی کم سے کم بزرگم ابن موسی رازی نے اس نے کہا
کہ بخبری میں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اوردہ کیا،
اسکو عبد اللہ ابن عطاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا، جب
شفق دہسے وہ کہانی نے دو دو نوں نمازیں جمع کیں۔ (ن)

یعنی نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو
تشریف لے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ
عصیر بنت ابی عبیدہ اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عصیر، مشہور منکر کذاب کی بہن تھیں۔ ان کے والد
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے،
امیر المؤمنین کی خلافت کے دوران شہید ہو گئے تھے۔
(باقی پر صفحہ آئندہ)

عصیر ہی احتیاج سے انکے اب المشہور و ابوها
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابة،
استشهد في خلافة امير المؤمنين، احسا

ایت فقال ، ان هفیفۃ بنت ابی عبید
لما بہا ، فامطرات تد رکھا ۔ فخرج مسرعاً
ومعه رجل من قریش یسایرہ ، وغایت
الشمس فلم یصل الصلوة ، وكان عہدی
بہ وهو یحافظ علی الصلوة ، فلما انطأ
قلت ، الصلوة ، یوحید اللہ ، فالتفت الی و
مصری ، حتی اذا کان فی آخر الشفق نزل مصلی
المغرب ، ثم قام البعث ، وقد قواری الشفق
فصلی بناء ثم اقبل علینا ، فقال ، ایت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان
الاعمال بہ السیر منہ ہکذا ۱۰

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سنی کہ برسرعت چلے اور ان کے ساتھ
ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور
میں نے ہمیشہ ان کی عادت ہی پائی تھی کہ نماز کی حفاظت
فرماتے تھے جب دیر لگاتی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم
فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے
جب شفق کا غیر ہفتہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی
مجید اس سال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی "سبقت عشا
پڑھی پھر باری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا
ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہی ، فی حدیث القاری ، اورکت النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سمعتہ عنہ ۔ اور فی ارشاد النوری
لنصابیۃ لتقیۃ تحت المختار ، وكانت من
العیادات ۔ اور یکن قل الحافظی التقریب ،
قیل لہا اوراک ، وانکرہ الدارقطنی ، وقال
العصی ، ثلثۃ فہی من الثنیۃ ۔ اور حق
فی الاصابۃ نفی السماع واثبات الادرک ظہر ،
فراجعہ ۔ وقد حدث عن ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیہن وسلم ۱۲ ص ۱۲ (م)

حنیفہ کے بارے میں حدیث القاری میں لکھا ہے کہ نبی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پایا تھا۔ اور ارشاد اساری میں ہے
کہ یہ بھی یقین سے تعلق رکھے والی صحابہ تھیں اور مختار کی
بسی تھیں اجاوت گزاروات میں سے تھیں۔ لیکن حافظ
نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صحیفہ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار
کیا ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس مانوسے طبقہ
شانیز میں سے ہوں گی (یعنی تابعیات سے)۔ اصحاب میں
ثابت کیا ہے کہ صحیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو
نہیں سنا البتہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصحاب کی طرف رجوع کرو۔ حنفیہ نے ازواج مطہرات سے احادیث
بیان کی ہیں۔ (د)

سے سنن نسائی الوقت الذی یجب فیہ السفر
مطبوعہ نور محمد کاغذات تجارت کتب کراچی ۱۹۱/۱

اسی طرح امام محمدی نے روایت کی فقال حدثنا سبيع المذنب ثنا بشير بن بكر شي ابن جابر
ثني مافع ذكره نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتيبة بن سعيد حدثنا العطاء اور ابو جعفر
نے بطریق حدثنا يزيد بن سنان ثنا ابو عامر العقدي ثنا لطف بن خالد المحزومي قال اخبرنا
امام فقيه نے حج میں بلا واسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاء بن خالد المحزومي السديني قال اخبرنا
مافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مكة، حتى اذا كان ببعض الطريق استصرخ علي وجهه
فقد له ايها في الصوت، فاسرع السير، وكان اذا مودي بالمغرب نزل مكانه فجلس، فلما كان
تلك ليلة فودي بالمغرب فاسرحتي اميتا فظننا انه نسي، فقلنا: الصلاة، فاسرحتي
اذا كان الشفق قرب ان يغيب نزل فجلس المغرب، وغاب الشفق فجلس العشاء، ثم اقبل علينا
فقال: هكذا كنتم نصنع مع رسول الله صلى الله تعالى عليهما وسلم اذا جد بنا السير
(يعني امام تابع فرماتے ہیں راوی محمد بن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اگر کہ مغرب پڑھی
اور شفق ڈوب گئی اب بشار پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی
کیا کرتے تھے جب پہلے میں کو ششش ہوتی تھی، امام عیسیٰ بن ابان نے اس سے روایت کر کے فرمایا: وهكذا قال
ابو حنيفة في الجملة بين الصلاتين ريعس الاول منهما في طروقتها، والاخرى في
اول وقتها، كما فعل عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، ورواه عن النبي صلى الله
تعالى عليه و سلم (يعني دوننا في جميع كنه في يه طريقتهم امام ابو حنيفة رضي الله تعالى عنہ کا مذہب ہے کہ
پہلے کو اس کے آخر وقت اور پھل کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام محمدی نے اور طریق سے یوں
روایت کی: حدثنا محمد بن الحسن بن عبد الله بن المبارك عن اسامة بن زيد اخبرني
نافع، وفيه حتى اذا كان بعد غيبوبة الشفق فجمع بينهما وقال رأيت رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم يصنع هكذا اذا جد به السير (يعني جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی
اگر کہ دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين اتح ایام سید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

سنن النسائي الوقت الذي جمع فيه السفر بين المغرب والعشاء كنية سلفية لاہور ۴۰/۱

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين الخ ایام سید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

کتاب الحج باب الجمع الصلوة في السفر دار المعارف نعاثہ لاہور ۱۴۵، ۱۴۴/۱

شرح معانی الآثار باب الجمع بين الصلوتين الخ ایام سید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

ابی مریح ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظہر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء۔ (مسند احمد)۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے۔

حدیث ۳۴ : ابو داؤد اپنی سنن باب منی تیمم المسافر اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جتہ متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔ (یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی رضی اللہ عنہ وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔) یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی رضی اللہ عنہ وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تقرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ وبقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصوم۔

حدیث ۳۵ : طحاوی طریق ابی غنیمہ عن عائشہ عن اہل بیت عن ابی عثمان راوی قال وعدت انا وسعد بن مالک ونعمان بن عبدالمجید، فکنا نجتمع بین الظہر والعصر، فقدم من هذه ونؤخر من هذه، ونجتمع بین المغرب والعشاء، فقدم من هذه ونؤخر من هذه، حتی قد منّا مکتة (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کی مجلس میں کہ معتزلہ تک ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو پڑھ کر سنے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر وعشاء جلد)۔

حدیث ۳۶ : نیز امام محمد رحمہ اللہ عن عبد الرحمن بن یزید سے راوی صحبت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجہ مکان یؤخر الظہر ویجعل العصر، ویؤخر المغرب ویجعل العشاء، ویسفر بعد الصلاة (یعنی حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

۱۳/	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	اب الجلیع بین صلاتین	اب الجلیع بین صلاتین
۱۷۳/۱	مطبوعہ مجتہدانی لاہور پاکستان	باب منی تیمم المسافر	باب منی تیمم المسافر
۱۱۲/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	اب الجلیع بین صلاتین	اب الجلیع بین صلاتین
"	"	"	"
"	"	"	"

اور عصر میں تعیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے) امام محدوح ان احادیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں،

و جمیع ما دھنا الیہ من کیفیۃ الجمیع بین
الصلاۃین قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و
محمد بن اسمعہم اللہ تعالیٰ علیہم
نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار
فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام
محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م)

الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و عبد اللہ بن مسعود
و سعید بن مالک و عبد اللہ بن عمر و غیر جمعی پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشنی و جہ پر شایستہ ہو اور امام لا مذہبیان
کا وہ جہر و قیادہ کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع
صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واجبات اور مردود اور شاؤ اور مناکیر ہیں اور شدت حیا پر خاص محمد
افزاکہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اپنی سزا کے کڑا
کو پہنچا آپ ایضاً مرام و ازاحت اور امام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۃ اولیٰ لا مذہب الا کوہب کہ نہایت صوری میں چاند پر خاک اڑانی تھی اور احادیث مذکورہ
صراح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کا رکیا تھا لہذا بایں پیرائہ سالی حضرت کے قصہ جن
ملاحظہ ہوں !

لطیفہ ۱ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مردی حسن ابن داؤد کو
محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اقوالاً : یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔
ثانیاً امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے
لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں) کہا، امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ
نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلہ کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔
ثالثاً : یہ بکثرت چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برخص ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں
جہارت تقریب رضی بالتشیع ملا جی کو بایں ساغوردی و دعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات حدیث

۱۱۴/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۹۶۶ مکتبہ تدریس لائبریری
۱۱۴/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۹۶۶ مکتبہ تدریس لائبریری

اصطلاح محمدیہ میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے زبان متاخرین میں شیعہ ورافضی کو کہتے ہیں خدا ہم اللہ تعالیٰ
 جمیعاً بلکہ آج کل تک یہود و مہند میں روافضی کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب
 سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے
 کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسنِ عقیدت
 رکھتا اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جہد اکبریم کو ان میں افضل جانتا شیعہ کہا جاتا بلکہ جو صرف
 امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعہ کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت
 کا تھا اسی بنا پر متعہ دائرہ کو ذکرِ شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی بعض علماء محبتِ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو
 شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی
 نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا ولبس۔

حدیث قدی ، محمد بن فضیل بن غزوان ،
 المحدث الحافظ ، کان من حلب ، ہذا
 الشان ، وثقہ یحییٰ بن معین ، و قال
 احمد ، حسن الحدیث ، شیعہ ۔ قلت ،
 کان متولیا فقط ۔
 چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد بن غزوان جو کہ محدث
 اور حافظ ہے ، حدیث کے علماء میں سے تھا ۔
 یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد
 نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ
 ہے ۔ میں نے کہا ” صرف اہل بیت سے محبت
 رکھتا تھا “ (ت)

رابعاً ، ذرا روایتِ صحیحہیں دیکھ کر شیعہ کو رافضی بنا کر تضعیف کی برقی ، کیا بخاری و مسلم سے بھی

عندک صرحوا بہ و قد دل علیہم محاوراتہم ،
 منها ما فی السیاق فی ترجمة الحاکم
 بعد ما حک القول برفضہ ، اللہ یحب
 الانصاف ، ما الرحیل برا مضی بل شیعہ
 فقط اھ ۲ ، منہ (م)
 جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اودان کے محاورات
 سے بھی واضح ہے ۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات
 میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا ۔
 اس کے بعد کہا ہے ” ائمۃ الانصاف کو پسند
 کرتا ہے ، یہ آدمی رافضی نہیں ہے ، صرف
 شیعہ ہے “ (ت)

ہاتھ دھونا ہے ان کے روضۃ میں تینس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع دیکھا جاتا
 یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسئلہ صلاۃ من الشیعۃ (مسلم کی کتاب شیعوں سے
 بھری جوتی ہے۔ ت، دور کیوں جیسے خود ہی ابن فضیل کو واقع کے شیعہ صرف یعنی حب اہل بیت کرام اور آپ
 کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

فحاصلہ اُنس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں و روایات عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابو داؤد نے
 ذکر دیں اور سنن نسائی و غیر میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدارک و بدلہ و لکن الجہلۃ لا یعلمون (لیکن
 جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تدریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا
 بلا جی سے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو رہی تھی۔

لطیفہ ۲: طرفہ ماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق
 ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کے کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھے کہ ابو داؤد نے رواہ ابن جابر عن تافع
 کہہ کر اُسے یوں ہی مطلق چھوڑ دیا یا یہی حدیثنا ابرہیم بن موسیٰ الرازی انا عیسیٰ عن ابن جابر قسما کہ
 موصول کر رہا ہے و لکن المنحدۃ لا یصلون۔

لطیفہ ۳: امام غزالی کی حدیث بطریق ابن جابر عن جامع پر بشیون بکر سے طعن کیا کہ وہ تدریب الحدیث ہے

عنه مثلاً ابن بن تعلق، اسمعیل بن ابان قزاق، اسمعیل بن سکریا، اسمعیل بن عبد الرحمن شہدی صدوق
 مهم، بکیر بن عبد اللہ، جریج بن عبد الحمید، جعفر بن سلیمان، حسن بن صالح، خالد بن مخلد
 قزوینی، سراج بن انس صدوق لہ اوہام، تراذان کندی، سفید بن فیروز، سفید بن عمرو و حمدا فی
 جہاد بن یعقوب مرواحی، عباد بن عوام کلابی، عبد اللہ بن عمر مشکدا، عبد اللہ بن عیسیٰ کسوفی،
 عبد الرحمن بن صاحب مہوتف، عبد اللہ بن اعین، عبید اللہ بن موسیٰ، عدی بن ثابت، عسلی
 بن الجعد، علی بن ہاشم بن الیبرید، فضل بن ذکین ابو نعیم، فضیل بن مروق، عطر بن خدیج، عاتک
 بن اسمعیل نهدی، محمد بن اسحق صاحب معانی، محمد بن جعادہ اور یحییٰ محمد بن فضیل، ہشام بن سعد
 یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۱۲۷۷ھ سنن اللہ تعالیٰ عنہ (ص)

لے تدریب الراوی شرح تدریب الراوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۳۲۵/۱

سنن ابو داؤد باب الحجج بین المسلمین مطبوعہ مکتب عالم پرپس لاہور ۱/۱۷۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قادر الجاف فی التقرب .

اقول اولاً : ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشری بجز رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کر سکتے تھے تو اب بخاری بھی بالائے طاقت ہے ۔

ثانیاً : اس ہر کا خیانت کو دیکھتے کہ تقرب میں صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے ۔
ثالثاً : محدث جی ! تقرب میں ثقہ بغیر ث ہے ، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یزید اور فلاں یزید الحدیث میں کتنا فرق ہے ۔

رابعاً : اعراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف ، محدث جی ! یزید و منکر کا منسرق کسی طالب علم سے پڑھو ۔

خامساً : ہا وہ صفت ثقہ ہونے کے مجرور اعراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے ، یہ اپنی مبلغ علم تقرب ہی دیکھتے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں ۔

سادساً : ذرا میزان تو دیکھتے کہ اما بشروین بکہ التثنی فی فضلہ وقی ثقہ لا طعن فیہ (یعنی بشر بن بکر تنیسوی خوب راست گو ثقہ ہیں جی ہیں اصل کسی درجہ سے طعن نہیں ، کیوں شواہد تو نہ ہونگے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو ہکا بکا کر دیتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں عذر شرم ہادت از حسد و از رسول

مثلاً ابو نعیم بن طہان ، بشر بن خالد ، ابو نعیم بن سوید بن حبان ، بشر بن سلمان ، حسن بن احمد بن ابی شیبہ ، محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرہم کہ سب ثقہ یزید ہیں ۔ احمد بن حنبل ، حکام بن مسلمہ وغیرہما ثقہ لہ غرائب معصومہا انہما بن جلیل ، خالد بن عیسیٰ ، ابو نعیم بن اسحاق وغیرہم کہ صدوق یعرب یہ تینوں بشری بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ مندرجہ فی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ تقرب التہذیب ترجمہ بشری بکر التیمی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲
۲۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ بشری بکر ۱۱۸۶ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳۱۳/۱

لطیفہ ۴ : طریق آں جابر سے سنی نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے روکیا کہ روایت میں اُس کے خطا ہوئی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطئ ۔

12
12

اقول اولاً : مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا مافع الحدیث ۔ طاجی کو پالا کی کا مرقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قد رے مشکل قیہ ہے چنانکہ اپنے دل سے ولید بن قاسم تراشیں یا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم دائرۃ ثقات حفاظ اعلام سے اس کی تقریب میں اسی کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تالیس کرتے ہیں مگر مجدد اُس کا احتمال یہاں مفقود کر ۔ صراحۃً حد ثنا ابن جابر قال حدثنی مافع فرما رہے ہیں ۔ میزان میں ہے ۔

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی ،
احد الاعلام وعالم اهل الشام ۔
مصنفات حنفیہ ، قال احمد ، صاحب ایت
فی الشامیین اعقل منہ ۔ قال ابن الصدیق
عندہ علم کثیر ۔ قال ابو مسعود الولید
مدلس ، قلت ، اذا قال الولید ، حدث
ابن جریرم او عن الادنی ، فلیس بمعتمد
لانہ یدلس عن کذاہیں ، فاذا قال ، حدثنی
فہو حجة اہل منہ ۔

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی ۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے
ایک ، تمام کا عالم ، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں ۔
احمد نے کہا : ہم کہ جس نے شعیبوں میں سے زیادہ
عقل مند آدمی نہیں دیکھا ۔ اسی مدنی نے کہا کہ اس کے
پاس بہت علم ہے ابو مسعود نے کہا ہے کہ ولید
مدلس ہے ۔ میں نے کہا ، جب ولید عن ابن جریر
یا عن الادنی کے قائل اعتماد نہیں ہے لیکن
جب حد ثنا کے مستند ہے اح طحنا ۔

(ت)

طاجی ! سے

در بساط نکتہ دانان خود فروشی شرط نیست

یا سخن دانستہ گویا مرد غافل یا غموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے لہ مرد غافل !

یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش ۔)

لہ سنن نسائی الوقت الذی یحب فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کا رواد تجارت کتب کراچی ۹۹/۱
لہ میزان الاعتدالی فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۵-۹۳ ۔ دار المعرفۃ بیروت ۳۴۷/۲ - ۳۴۸

یہ دہائی بلکہ اس سے زائد کا ہے کیا قسم کھائے بیٹے ہو گئیں گا ندی کر دے!

۱۔ رابعاً صحیح بخاری میں حسان بن حساق بصری سے روایت کی تقریب میں انھیں حدود یغلیٰ پر حسان بن حسان واسطی کی نسبت نکاح خطہ اجماع مدۃ بالذی قبلہ فوہم ، وھذا ضعیف ہے (ابن مندہ نے اسے پسے کے ساتھ ملا دیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے ۔ ت) دیکھو صاف بتا دیا کہ مجھے حدود یغلیٰ کہا وہ ضعیف نہیں ، تو جی اپنی جہالت سے مردود روایات گارہے ہیں ۔

لطیفہ ۵ : سریت صبح نسائی و طہادی و عیسیٰ بن ایان بطریق عطا فہن نافع کرمات سے معقول کیا
کر وہ دیکھی ہے کہا تقریب میں صدوقہ ہضم ۔

أقول أولاً: عطف كرامتہ و امام ابن مہدیؑ نے فقہ کا دکنفی بہما قدوة میزان میں اس کی نسبت کو قیصر مفسر منقول نہیں۔

شامانیہ، کسی سے چھوکے دی اور جھوٹے ہیں۔ میں کتنا فرق ہے۔

مثلاً لڑکا : عیسٰی سے عزادت کہاں تک بڑے گی تقریباً ۱۵ خطا ہو کر آپ کے وہم کے ایسے دیکھنا
میں کس قدر ہیں۔

راپعاً؛ بالفرض یہ سب رواۃ مطہرین ہی تھے مگر جب با یقین ان میں کوئی بھی درجہ سقوط میں نہیں
تو ائمہ دین طرق سے پھر حدیث حجت تامر ہے لیکن الوہابیہ قوم ریجھلون (سیکھ و چانی
جہاں لوگ ہیں۔ ت)

سایا، مشترک کو جبراً فاعلین کر دیا، جہاں کہ نہیں پڑا تھا نسبت شیعین کا ادعا کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو مذکور دینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر زد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہذا یہ چال چلنے کے واسطے زور بزبان و زور بہتان اپنے موافق بنائیئے اس لیے حدیث مذکور باب ہی یو ذی الوعیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادا نے غافل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کو کس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غالب ہو جاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہو جاتا ہے۔

اولاً: میل کا کوئس بنایا کہ کچھ دیر پڑھے دو میل کا تو سوا ہی کوئس جوا، اور تین ہی ایسے ببب بھی دو کوئس پورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً **اقول** : غریب عوام کو چالاک یہ کہ کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کو کسی مسافت چلیں نکل دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کو کسی چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھٹا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی صاف ت میں تھے ہم نے حدیث ابو داؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن کس منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت عشاء نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کا یہ پڑھ کر دیکھ کر حاکم اور اس کے نو لی میں جن کا عرض مابین کا آگٹ ہے غروب شمس سے انحراف آگٹ تک ہر موسم میں ایک ساعت تکلیف سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھے وقت بڑھتا ہے گا کمالا یحییٰ علی العارف بالہیاء (جیسا کہ علم حیات چلنے والے پر ظاہر ہے۔ ہم تو غروب سے گئے بھر یہ بھی نماز مغرب وقت میں ملے، آپ کے نزدیک جبکہ دو میل چلنے میں عشاء آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت ہو نا واجب ہو، اور امام مالکؒ نے عشاء میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور موضع ظل میں عصر کے لیے آتے تھے مالک بن عمر و بن یحییٰ الماسری عن ابن عمر
انی سلیط ان عشاء بن عفاء صلی الجمعة
بالمدینة وحسب العصر یصلون۔
مالک، عمرو بن ابی المازنی سے، وہ ابن سلیط سے روای
کہ عثمان ابن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصر
ظل میں۔ (د ت)

۱۸
 محلِ مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے کما فی النہایۃ (جیسا کہ نہایت میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھارہ میل

نے کہا، لیس بحجة (یونس قابل اجتماع نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا، سببی الحفظ (یونس کا حافظہ بڑا ہے۔ یونس ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا، کلی ذلك في المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت۔) تنقیہ ۵ یہ ہم نے آپ کا علم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا اور نہ ہمارے نزدیک نہ تعین مطلقاً مردود نہ یونس سا قطعاً نہ وہم و خطاب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحتاً ہمارے متوید و بالله التوفیق چند اہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہوئیں۔ اسے ضعیف کر دیتا ہے ذرا کسی کی حدیث کو مردود نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاکہ صافت عزر گئے ہیں۔ یہ ہیں تمام محدثین کے امام احمد سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں مین سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن بدین میں نہ اگر وہ زہری سے روایت میں ثابت رکون ہے، علی نے کہا سفین بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطائیں کی خطاؤں سے کم ہے قریب مین حدیثوں کے ہیں جن میں سفین نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور ان سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر میں نے خیال کیا تو سفین نے مین سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے ذکر فی المیزان (اسے نیز ای میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت۔) ہائینہ امام سفین کے فقہ ثبوت حجت ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹، حاجی کہ یہ ساری کارگر یاں چار یاں حدیث صحیحہ نہ بن کر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ہمیں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذی بخاری و مسلم کے رو کو پھر وہی معمولی شکل و چہرہ کہ ایک راوی اس کا میفر بن زیاد موصول ہے اور یہ بخاری و مسلم کے رو کو ہی تھا قالہ الحافظی تقریب۔

اقول اولاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہی زاکتہ کہ نہ ادھام کو وہی کہنا کجا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق کہہ

عہ صدوق یہم و صدوق سربما وہم کی بھڑت مثالیں اور گزر چکیں مگر بات باج لفظ خاص امثلہ سنئے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن مزید بن زیاد، (باقی بر صفحہ آئندہ)

اوہام (سچا ہے اس کے ادہام میں ت) کہا ہے۔

والبعاء: مفرد حال سنن اربعہ سے ہے امام ابن عیینہ و امام نسائی دونوں صاحبوں نے ہاں تشدد شدید فرمایا، لیس بہ یاس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) نہ ادا یحییٰ لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ ابو داؤد نے صالح ابن عدی نے عندی کا ہاں نہ (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ت) کہا تو اس کی حدیث جس پر نے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُسی درجے کا قوی نہیں ہے۔ ت) ابو احمد حاکم نے لیس بالمستین عند ہشام (اس درجے کا مستین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ ت) کہا لا انا لیس بالقوی لیس بمستین و شاذ صلیف العیارتیں (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور مستین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید میں صد ہا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تراش کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال الخضر عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن ابي طالب عن ابيه عن جده ابي عليا كان اذا سافر المحدث

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولا علی نے حج صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ سفر گزشتہ)

مرتباً بن ابی صہر و بن سہیم بن انس ورمی بالتشیع، سہیم بن یحییٰ، سہیم بن عثمان، شکر بن یحییٰ بن صہر، سہیم بن زید بن مرہم، سعید بن عبد الرحمن حبشی، شعبان بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صہاح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حمیر، ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اگر کسب صدوق لہ اوہام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ متہ دسی اللہ تعالیٰ عہد دہ

طہ و سکے میزان الاعتدال ترجمہ غیرہ بن زیاد موصی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۰/۴
سکے سنن ابی داؤد باب یتیم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۳/۱

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ عبد جحدہ دونوں ضعیف عبد اللہ کی طرف تھیں حضرت نے بنو زبایہ ایک ضعیف عبد اللہ دوسری
 محمد کی طرف کر دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔
 اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے طاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل جہت نہیں قطع نظر
 اس سے کہ مرسل ہمارے اور جہور عبد کے نزدیک جہت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھائیوں سے صحیح و ثابت
 حدیثوں کو رد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل
 بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنیٰ جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی باقی تھی عبد بات بھی مدلل ہوئی کہ ضعیف اقرب کی
 طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابو طالب اور جحدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہے ہوتے کہ عبد اللہ
 نے روایت کی ابو طالب کے باپ حضرت عبد المطلب سے اور عبد المطلب نے اپنے دادا عبد مناف سے کہ
مولیٰ علی نے حجج صوری کی آپ ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولیٰ علی کے پر پوتے مولیٰ علی کے دادا سے روایت کریں
 اور حدیث مراد موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبد المطلب و عبد مناف اور کہاں مولیٰ علی سے روایت حدیث مفید اخوان
 و ملاول و لا قرة الا باللہ الصلی العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھو یہ عمل، حدیث کا ٹھونڈا دھوی کر دے دے سب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں
 تو ایسی ایسی بد دیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح حدیث کو بھی پس پشت ڈال کر ایک بانگ لگاتے
 ہیں کہ سب روایات اور مراد ہیں اننا للہ وانا الیہ راجعون۔

افادہ ثانیہ: احادیث طرق پر نظر انصاف فرمائیے قرار دادہ جمع صوری پر متحد و قرآنی پائیے مثلاً
 (۱) یہ کہ احادیث جمع بنی الصلواتین کے راویوں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کسکا
 سیاق فی الحدیث التاسعہ من الافادۃ الراویۃ (جیسا کہ افادہ راوی کی نویں حدیث میں آرہا ہے) یہ
 حالانکہ یہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور
 مستبصر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیاق تحقیقہ فی الفصل الرابع
 ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی تفسیر اسی شاء اللہ تعالیٰ چوتھی فصل میں آئے گی۔ ت) تو ضرور ہے کہ روایت
 جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) اقول خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا صوری ٹھہرا حالانکہ ان کا مذہب معلوم
 کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) اقول ملا جی نے اُن پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعویٰ کیا کہ انہوں نے جمع بنی الصلواتین

حضرت پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یزید کا لاکھ اُن کا بھی مذہب وہی متبع جمع ہے ان دونوں صحابی میں اثنان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی رحمہ اللہ جلیل القدر امام ابو العزیز یوسف بن رافع اسدی جلیل شہیر بابین شداد متوفی ۹۳۱ھ نے کتاب دلائل الای حکام میں ذکر فرمایا،

کما فی عمدۃ القادی للامام ابی عبد اللہ الصلیفی
عن التلوید شرح لجام مع العوید للامام
علاء الدین المغلف فی عن دلائل الای حکام لابن
شداد۔
جیسے کہ امام عبد الدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام
علاء الدین المغلف کی کتاب الجامع الصغیر کی شرح ہے
اور انہوں نے ابن شداد کی کتاب (دلائل الاحکام
سے نقل کیا ہے۔ دت)

گوراد وہی صحیح صوری ہوگی جیسا کہ خود ہی کے نقل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث النور (جیسا کہ
حدیث ۳ میں گزرا۔ ت)

(۴) اقول بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے جاتے ہیں وہی بی
بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ (عنقریب حدیث
اول کے تحت ان سے بعض روایات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)
حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و شام میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا
کما سیاق فی اخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آ رہا ہے ان شاء اللہ
تعالیٰ۔ ت) تاہم ہرے کوئے بار جزا کو دماغ کی شب مزدلفہ تھی تو حضور وہی صحیح صوری منظر جیسا کہ اُن کی روایات صحیحہ
نے واضح کر دیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا۔

(۵) اقول نطف یہ کہ ان عبد اللہ بن عمر سے قصہ منیہ بہت ابی عیینہ میں عثمان بن عامر کے جامع جو مروی ہوا اُس کے
جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے
صراحت فرما چکے کہ حضرت عبد اللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات
ساتھ ہونا وہی حدیث بخاری سے ظاہر ہو چکا قلت لہ، الصلاة، قال، سنن۔ الحدیث (میں نے اُن سے
نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا، سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے
لاجم روایات مفسر نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج
کافی ہوگا۔

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث، اللہ اعلم
(جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے۔ ت) اور ان کی حدیث ابن شہار اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری
نماز کا وقت آتے سے پہلے فوت ہو جاتی ہے۔

(۷) یوں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یأتی فی الحدیث الغامس (جیسا کہ
پانچویں حدیث میں آئے گا۔ ت) اور ان کی حدیث بھی پیشیۃ اللہ تعالیٰ آغدا ل ہے کہ نماز میں تغریظ یہ ہے کہ
دوسری کا وقت آئے تک پہلے کی تاخیر کرے افادہ ہذین الامام الطحاوی فی شرح معانی
الآثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی آثار میں بیان کئے۔ ت)

افادہ ثالثہ : اب کہ ملا جی نے پیش بھر کر زبرد محاورث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی

فرماتے ہیں، ف

جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی وہی ہے کہ جمع رحمت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور
اول جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن ہو پائے عوام۔

اقول ملا جی یہاں سے عوامت ایام سے مقام شیران حنفیہ میں آ پھنکے وہ چوڑی بٹولے ہیں کہ اپنی
اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابو حنیفہ و شافعی کی تعلیم حرم بدعت شرک یا اب جا بجا ایک ایک
مقلد بالکل شافعی کے طے مقلد بنے ہیں رطب یا بس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کامل ہوتا ہے اگرچہ کیسا ہی پرچ
اوہ ضعیف بہر اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر دیکھتے بے سمجھے بوجے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض
بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ کی تعلیم ہمارے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ پشی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح
اُس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گنٹا ایک بہر کر لیا اور پھر اسی زد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا
بہادر ی تو جب تھی کہ اُن قاہر و ابوں کے جواب دیتے پھر وہی تباہی جو چاہتے فرما لیتے خیر اب بعض جوابات
مع تارہ افاضات لیجئے و باللہ التوفیق۔

اولاً اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُن کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور
اُن کے لیے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام حکم نشان بنائے کہ اُن کا اور اک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے
ہمارے دین میں کوئی تشنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔
یوید اللہ بکھ الیسو وکلا یوید بکھ العسو (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ

تم پر آسانی چاہتا ہے نکل نہیں چاہتا۔ تہ تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچانا خواص و عوام سب کو آسان
 خصوصاً سفر میں جہاں اُفتی سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر ،
 ہاں فعل مشترک حقیقی کہ آپ واحد و جزرہ لا تجزی ہے اُس کا علم بے طرق خصوصاً انبیاء و اولیاء عامۃ بشر کی
 طاقت سے دور ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچانا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر یا لا جماع
 مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے ہر حال کی تکلیف دی کہ لا یكلف اللہ نفساً الا وسعها (اللہ تعالیٰ
 کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ تہ) فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق عام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں : وقت اول پر
 یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، یقینات میں ظن ظنی یقین ہے اور یقین
 شک سے زائل نہیں ہوتا تو یہی اوقفتین مکن بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسہر و مسئلہ الطہر فی آخر الوقت
 وغیرہا میں تصریحات علامہ دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آتی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث میرزا حسین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داؤد دیکھیے
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر شمار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو ہر طرف ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق
 میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر مشا پر بھی یا میں الصلواتین کما ناطحہ فرمایا اور طلع الہی یہ کہ تمام احادیث
 جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ
 بیسے ضرورت ہو ایسا ہی کر لے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت
 کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جمل کا خود رخصت حلفا فرمانے والے روفت رحیم
 نبیر علیہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لی ذکر کیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ
 مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اترنے چڑھنے وضو نماز کا تجدید سامان کرنے سے یہ بہت
 آسان ہے کہ ایک بار اتر کر دفعہ دونوں نمازوں سے فارغ ہوئے اول قریب آخر پڑھے اور ایک طبعیت
 انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکارہ ہے ہاں یہ کہنے کے وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو
 اور آسانی ہے۔

اقول دی ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی !

خامساً احمد بن حنبل رحمہ اللہ ابو داؤد و ترمذی و غیر جم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

و هذا لفظ مسلم ، قال ، حدثني مع النسبي
عن الله تعالى عليه وسلم ثمانية جميعا
وسبع جميعا ، قلت ، يا ابا الشعثاء اظنه
اخرا نظهر وتعمل العصر ، واخر المضرب
وعجل العشاء ، قال ، وانا ظن ذلك

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں ، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا اسے ابو الشعثاء ! میرا خیال ہے کہ انہوں نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہو گا۔ ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ (ت)
الحمد للہ مسلم ابو داؤد ترمذی و غیر جم اسی جناب سے بطریق ششٹی والی الفاظ مسندیدہ راوی :

وهذا حديث مسلم بطريق من هيرفنا
ابو الزبير عن سعيد بن جبيرة عن
ابن عباس قال صلى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم الظهر والعصر جميعا
بالمدينة في ظمير خوف ولا سفر ، قال ابو الزبير
فأنت سعيد الم فعل ذلك ؟ فقال ،
سألت ابن عباس كما سألتك ،
فقال ، اراد ان لا يحرجه احد
من أمة

اور یہ حدیث مسلم کی واسطہ ابو الزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی عذرت اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں ، ابو الزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا ؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

وفي اخرى له وللمتزمذي بطريق جيب
ابن ابی ثابت عن سعيد بن جبیر عن
ابن عباس قال ، جمع رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين
المغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف
ولا مطر .

وسطحاً وى عن صالح مولى التوامه
عن ابن عباس ، ف غير مسلم
ولا مطر .

وفي لفظ للنسائي اخبرنا قتيبة ثنا
سفيان عن حماد عن جابر بن زيد عن
ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال ،
صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم بالمدينة ، ثابها جميعاً ، سبعا
جميعاً ، اخر الظهر وعجل العصر ، و
اخر المغرب وعجل العشاء .

وفي لفظ له عن عمرو بن هرم
عن جابر بن زيد عن ابن عباس
انه صلى بالعصر ، الاولي والعصر ،
ليس بينهما شئ ، والمغرب والعشاء ،
ليس بينهما شئ ، فعل ذلك من شغل .

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ
جعیب ابن ابی ثابت ، سعید بن جبیر سے روایت کی ہے
کہ ابن عباس نے فرمایا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے عیدہ میں
ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا ۔
(ت)

اور کھادی نے صدیق سولی التوامہ کے واسطے سے
ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں بغیر سفر اور
بارش کے ۔ (ت)

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں ، خبر دی ہیں قتیبة
نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے عمرو سے اس
نے بارے میں کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں
اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی ،
آپ نے ظہر کو توڑ کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی اسی طرح
مغرب کو توڑ کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی ۔ (ت)

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو بن ہرم
جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ
میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا ، ان کے درمیان کوئی
شے حائل نہ تھی ، اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا
ان کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی ۔ اس طرح

۲۶/۱ مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی
۱۱/۱ لکھ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین
۶۹/۱ لکھ سنن النسائي كتاب المواقيت مطبوعہ مکتبہ مسلفیہ لاہور

ومن عم ابن عباس انه صلى مع رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة سنة
الاولى والعصر، ثلث سجدة ليس
بينهما شيء

والمسلم بطريق الزبير بن العتيق
عن عبد الله بن شقيق ان النخعي
كان لا جمل خطبة خطبها

وله بطريق هسان بن حماد عن
عبد الله المذكور عن ابن عباس، قال
لعمري، قال، كنا بحمص بين الصلاتين
على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم

والطحاوي من هذا الوجه قد
كان النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم
مر بجمعة بينهما بالصديفة

اسوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔ اس عہد
نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ساتھ بھی ظہر و عصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں
تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔

مسلم نے زبیر بن عتیق کے واسطے سے عبد اللہ
ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاثیر ایک خطبہ دینے
کی وجہ سے ہوئی تھی۔

اور مسلم نے بطریق عز بن ابی حدیر، عبد اللہ بن
شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکور
واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔

ادق، اسی اس مسند سے نقل ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار دو نمازوں کو مدینہ
میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ان روایات صحیح سے واضح کہ حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا
نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر صریح یہ نہ طبع میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جماعت میں فرمائیں سفر و مطرو
مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر طبی کی نفی ساق بیان سے صاف مستفاد معہذ جب
نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مرض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا اسی بنا پر صرف طوں خطبہ کے سبب تاخیر عرب و استناد بلکہ ذکر انشغاف اعداد پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لیے

- ۱/۶۹ کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلیمانہ و ہور
۱/۶۴ صحیح مسلم جوار الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۱۱۱ شرح منافی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین
۱/۱۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

شکوہ کافی نے اس ارادہ کے اور چند مزید بات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم مائل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملا حکم کر لیجئے یا بلکہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بظہر من الشمس و آسانی امت کی تھی، مگر جی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

مساد و سنا: عجب تریہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعث مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کھا افاد اکامہ الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زلیعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول علامہ جی ترقیہ جامد کا جامد پینے بیٹھے ہیں اسس تنافض میں بھی تقلید کر گئے حدیث خبر فی مفید جمع صوری کہ منقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں ان کی بوستے ہیں کہ اس میں کیسیت اس جمع کی ہے جو عانت قیام میں بلا عذر آنحضرتؐ نے جمع کی تھی جیہ کہ۔۔۔ ایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حالت قیام میں بدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ علامہ جی! ذرا انکے مذاکر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔

سابعاً حدیث عند بنت حش رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوری احمد و ابو داؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنا کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے علامہ جی! وہاں بھی یہی عند مومنی پیش کیا کہ وہ عظیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔

اقول علامہ جی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صوبہ دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلم میدانوں میں، اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔

ثامناً عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی،

قال قال عبد الله: جمع لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مقيم غير مسافر، بين الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال من اجل لاي عمر، انه تروى النسبى عن رسول الله تعالى عليه وسلم فعل ذلك؛

اس نے کہا کہ عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے، یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟

عنه وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم (م)

عنه یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میرے ۱۲۷۷ھ میں رسول اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)، فہ معیار الحق ص ۳۰، ف ۲۲ معیار الحق ص ۳۸

وقت ہے

وقت میں۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا درجہ ان شاء اللہ العزیز آئندہ غرض شاہد ہے تمہارے جگہ سے کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ معاملہ جاہلین و مکارہ عالمین و تقلید و تقلیدین کا اٹھانہ رکھو اور پھر عل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے گا
چوں و نحوئے محکم بنی بنی تمسینہ

افادۃ رابعہ : الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر خیر و زماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا عصر و عشاء سے ملائے کہ ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذلک کسی میں مخالفت کے لیے اصل حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمال ہوائی سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بہ عروسی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق تافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما : کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جدد بہ السیتر . و فی لفظ مسلم والنسائی عن طریق سالم ، سأت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا تلعبہ السیر فی السفر یوحہر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہما و بین صلاۃ العشاء .
اسی طرح رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین عید و مسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے ۔ اور مسلم کی ایک روایت اور نسائی کی بطریق سالم روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشاء کے ساتھ ملا لیتے تھے ۔ (د)

یہ معنی بھی بروایات سالم و تافع مستفیض ہیں۔

فرواہ البیہقی عن ابی الیمان ، والنسائی
چنانچہ بخاری ابوالیمان سے ، نسائی بقیہ اور

۱۰/۴۶ مجمع کبیر طبرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت
۱۱/۱ مکہ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ ایچ ایم سعید میڈیا کراچی
۱۲۵/۲۴۵ الصغیر مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

عثمان سے، یسب (ابوالیمان، بقیر، عثمان،
 شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم
 ابن یسب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور
 بخاری، علی ابن یحییٰ سے۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ،
 قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شعیبہ اور طبرانی
 سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی،
 محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حاکمی سے۔ یہ آٹھوں
 (یعنی علی، یحییٰ، قتیبہ، ابوجبر، طبرانی، ابن یوسف،
 ابن منصور، حاکمی) سیاق بن یحییٰ سے روایت کرتے
 ہیں۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی، یعنی
 شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے
 سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ سے۔ اور
 نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی ابن وہب سے۔ یہ
 تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی،
 بطریق عبد الرزاق، وہ معمر سے، وہ یونس ابن عقبہ سے
 روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی لیث سے روایت
 کرتے ہیں۔ اور سیقی غلافیات میں بطریق یزید ابن
 ہارون، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ یہ
 چاروں (آخری راوی یعنی مالک، یونس، لیث، یحییٰ) ناقل
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

حدیث مستن بخاری

یہی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصول
 ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
 چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع
 کر لیتے تھے۔ اسی طرح مغرب و عشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

عن ثقیف وعثمان، کلہم عن شعیب بن
 ابی حمزہ۔ و مسلم عن ابن وہب عن
 یونس۔ والبیہقی عن علی بن المدینی۔
 و مسلم عن یحییٰ بن یحییٰ و قتیبہ بن
 سعید و ابی بکر بن ابی شیبہ و عمر و انقاد
 و الدارمی عن محمد بن یوسف، و النسائی
 عن محمد بن منصور، و الطحاوی عن
 الحاکمی، ثمانیہ عن سفیان بن عیینہ،
 ثلثہم عن شعیب و یونس و سفیان عن
 الزہری عن سالم، و مسلم عن یحییٰ
 بن یحییٰ، و النسائی عن قتیبہ، و الطحاوی
 عن ابن وہب، کلہم عن مالک، و النسائی
 بطریق عبد الرزاق، و معمر عن یونس
 بن عقبہ، و الطحاوی عن لیث، و المہدی
 فی الخلاصات عن طریق یزید بن ہارون
 عن یحییٰ بن سعید، و اسبعثہم عن ناظم،
 کلاہما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما۔

چاروں (آخری راوی یعنی مالک، یونس، لیث، یحییٰ) ناقل
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

ووصلہ الیہقی عن ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما، کان من سول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین صلاۃ
 الظہر والعصر إذا کان علی ظہر سیر،

و یجمع بین المغرب والعشاء۔ وهو عند مسلم و آخرین بذکر غزوة تبوک، و لا یس ما جئة من طریق ابرهیم بن اسمعیل عن عبد الکریب عن مجاهد و سعید بن جبیر و عطاء بن ابی س یاح و عطاء بن اخیبر و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه اخبرہم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یحملہ شیء ولا یطہرہ حد و ولا یخاف شیئاً۔ قلت: ابرہیم هذا، هو ابن اسمعیل بن مجمع الا نصاری، ضعیف۔ و عبد الکرم ان لم یکن ابن مالک الجزری، فابن ابی الخنساء، وهو اضعف و اضعف۔ و المعروف حدیثہ فی الجمع بالمدينة۔ مرآۃ الشیخان و جماعة، كما قدمناہ بصرقھا و الف ظہا عما قریب۔

و حدیث بنحوہ تعلیقاً و صلاً و طحاوی و صلاً

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین ہاتین المصلاتین فی السفر یعنی المغرب والعشاء۔

یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متفق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریق ابرہیم بن اسمعیل راوی ہیں کہ عبد الکرم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء بن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء جمع کر لیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو حلی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ قلت (میں نے کہا) یہ وہی ابن اسمعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبد الکرم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے تو ابن ابی الخنساء ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور سست ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ سفر میں) اس کو بخاری مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے جیسا کہ فقہ حنفی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اہل الفاظ بیان کر چکے ہیں۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

۱۴۹/۱	صحیح البخاری باب الجمع فی السفر من المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۶/۱	سنن ابن ماجہ باب الجمع بین المصلاتین مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۱۱/۱	شرح معانی الآثار ۱۱۱/۱

و حدیث مالک و شافعی و دارمی و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی مطبوعہ و منقحہ

عن عاصم بن وائل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : جتمع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء ، قال : فقلت ، ما حملته على ذلك ؟ قال : فقال ، امراد ان لا يحسب امرته

هذا العظماء في الصلاة ، ومثله ليطحاوي ، وعبد الترمذی صمدی فقط ، وهو احد لفظ الطحاوي ولما لك ومن طريقتي عند مسلم في الفضائل ، خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك فكان يجمع الصلاة ، فصل الظهر والعصر جميعا ، والمغرب والعشاء جميعا حتى اذا كان يوم اخر الصلاة ، ثم خرج فصل الظهر والعصر جميعا ، ثم دخل ثم خرج بعد ذلك ، فصل المغرب والعشاء جميعا ، الحديث بطوله ، وهو بهذا القدر من دون زيادة عند الباقيين .

و حدیث مالک و مسند و منقحہ

من طريق داود بن الحصين عن الاصبغ

سنة اربع مسم باب جواز الجمع بين الصلوتين في السفر مطبوع قديمي كتيب خانہ کراچی ۲۴۶/۱
سنة اربع مسم باب في مجزات النبي صلى الله عليه وسلم من كتاب الفضائل مطبوع قديمي كتيب خانہ کراچی ۲۴۶/۲

یہ مسلم کے اصناف ہیں کتاب الصلوۃ میں ، اور طحاوی نے بھی روایت کی ہے ۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے ۔ مالک کے ہاں ، اور اسی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوة تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے ، چنانچہ آپ نے ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے نماز کو دو مرتبہ کیا پھر تشریف لے گئے تو ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا ۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر ملکہ افریقہ ہوئے اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا ۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو اس تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے ۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے ۔ اس سے زائد نہیں ہے ۔ (ت)

بطریق داؤد ابن حصین ، اخرج سے ۱۰۶ بوبرہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول
لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت یجمع
بین الظهر والعصر فی سفرہ الی تبوک۔^۱

ہکذا روی عن یحییٰ مستندا، وهو عند
محمد وجمہور رواۃ الموطا عن عبد الرحمن
بن ہریرۃ مرسلا۔ وعبد الرحمن، هو الآخر۔
وهو عبد البزار عن عطاء بن یسار
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی
السفر۔^۲

وحدیث ۱

حدیث ابن ابی شیبۃ بطریق جب ح ابن اسحاق،
مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن اسیہ عن
جدہ، وهو عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال، جمع رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع
الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق۔^۳
وحدیث تردی فی کتاب الملل

حدثنا ابوالسائب عن المجہیری عن ابی عثمان
عن اسامة بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے
تھے۔ (ت)

یہ حدیث صحیحی سے بھی اسی طرح مستند امر وی ہے،
مگر محمد اور یحییٰ کے اکثر راوی اس کے بعد عبد الرحمن ابن ہریر
سے مرسل روایت کرتے ہیں، اور عبد الرحمن، وہی آخری ہے۔
اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابو ہریرہ سے
روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔
(ت)

احمد اور ابن ابی شیبہ مطہرۃ ج ۱، ابن اسحاق، مختلف
فیہ، عمرو بن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے،
وہ اس کے دادا سے، یعنی عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی مصطلق میں دو
نمازوں کو جمع کیا۔ (ت)

حدیث بیان کہ ہم سے ابو السائب عن المجہیری سے،
اس نے ابو عثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۱۔ موطا امام مالک المجمع میں الصلوۃین الو
مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۵-۱۲۴
۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار باب المجمع میں الصلوۃین
مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۳۰
۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ
مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۵۸

وسلم اذا جدد به السيد جمع بين الظهر و
العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی
سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا
الحديث، فقال، الصحيح، هو موقوف
عن اسامة بن زید۔

وحدیث،

احمد بطریق اس لطیفة عن ابن النضر قال
سألت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، هل
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم بین المغرب والعشاء؟ قال، نعم،
عاصم بن زید المصطلقؒ

وحدیث ابن ابی شیبہ وابو جعفر طحاوی

اما الاول فبطریق ابن ابی لیس عن عبد یل و
اما الاخر فعن ابی قیس الاودی عن عبد یل
بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جمع، ولفظ الاخر کانت یجمع، بیت
الصلوات فی السفر۔

وللطبرانی فی معجمہ الکبیر و

الاوسط عنہ مرصی اللہ تعالیٰ عنہ قال،
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم کو جب چلنے میں ملے ہی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب
عشاء کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمدؐ
یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر
موقوف ہے۔ (ت)

احمد بطریق ابن لیس، ابو الزہیر سے راوی ہیں کہ میں نے
جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں
نے جواب دیا، ہاں، جس سال ہم غزوہ بنی مصطلق
کے لیے گئے تھے۔ (ت)

پیش لکھی ان ابی شیبہ، بطریق ابن ابی سیل، بدیل
سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی، ابی قیس اودی سے)
وہ بدیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے سفر کے دوران جمع کیا۔ طحاوی کے نقل میں
میں، جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران۔ (ت)

اور طبرانی نے اپنی دونوں مجموعوں یعنی کبیر اور وسط
میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر

۱۴۸/۴ مطبوعہ دارالطباعة المنيرة بیروت

نوٹ ایسا اگرچہ ترمذی کا کتاب التعلیل میں نہیں لی سکا اور بڑی کوشش سے ملے۔ طحاوی سے ملا ہے۔ نیز احمد سعیدی

۳۴۸/۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۲۵۸/۲ مطبوعہ دارالقرآن کراچی

۱۴۸/۴ مطبوعہ دارالطباعة المنيرة بیروت

نوٹ ایسا اگرچہ ترمذی کا کتاب التعلیل میں نہیں لی سکا اور بڑی کوشش سے ملے۔ طحاوی سے ملا ہے۔ نیز احمد سعیدی

۳۴۸/۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۲۵۸/۲ مطبوعہ دارالقرآن کراچی

بین الظهر والعصر، والمغرب والعشاء،
فقیل له فی ذلک، فقال، صنت ذلک لشدائ
متخرج أصح.

وحدیث

عن ابی ہریرۃ فی الجمع الاوسط عن عطاء عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع
بین الصلاتین فی السفر.

وحدیث مرسل وبلغ مالک

انہ یجمع عن علی بن حسین، هو ابن علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ کان یقول، کان
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا اراد ان یشیر یومہ، جمع بین ظہر
والعصر، واداراد ان یشیر لیلہ، جمع
بین المغرب والعشاء.

اور مغرب و عشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں
پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح
اس لیے کیا ہے تاکہ میری امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

طبرانی معجم اوسط میں بالخصوص سے، وہ ابو سعید خدری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع
کیا کرتے تھے۔ (ت)

مالک کو علی ابن حسین، ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات
پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر و عصر
کو جمع کر لیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے
تو مغرب و عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

والہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلف شریفین میں حدیث پنجم روایت کر کے فرماتے ہیں:

بہذا، ناخذ، والجمع بین الصلاتین امت
تؤخر الاولى منہما فتصل فی آخر وقتہا،
وتعجل الثانية فتصل فی اول وقتہا.

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تو کہ میں ظہر و عصر جمع فرماتے ہم

۲۶۹/۱۰	مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	۱۰۵۲۵ حدیث	۱۰۵۲۵ حدیث
۲۶۳/۱۱	مکتب المعارف ریاض	۵۵۵۹	۵۵۵۹
ص ۱۲۶	میر محمد کتب خانہ کراچی	جمع بین الصلاتین	جمع بین الصلاتین
ص ۱۳۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والطر	باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والطر

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع ضروری ہیں۔ حاجی تو ایک ہر مشیہ راہی احادیث اور ان کے اشل کو محمل دے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور ان کے حوام کے لیے یوں گول درپردہ کہنے کہ جمع میں الصلا تین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر نہ تو صحابہ کرام کے اسلئے طبع گنا کر خود ہی گنا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع ضروری ہے اسی لیے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم ان حدیثوں محل الکلیفہ کو بھی انھیں احادیث مبیہہ الکلیفہ پر محمول نہیں وہ طعنا۔

اقول بالعرض اگر جمع ضروری ثابت نہ ہوتی تاہم محمل تھی اور احتمال قاطع اسلئے فل نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع ضروری کا احادیث صحیح سے ثبوت ظاہر قواب راہ تبلیغیں پندرہ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور یا با حوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سننا کیا مقتضائے ظاہریت ہے اب تو حاجی کی تحریر خود ان پر بازگشتی تیر ہوتی کہ جب احادیث صحیحہ سے جمع ضروری ثابت تو منصفین با فہم ان حدیثوں محل الکلیفہ کو بھی انھیں احادیث مبیہہ الکلیفہ پر محمول سمجھیں، رسبہ وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زلم میں صریح سمجھ کر لائے اور ان میں مفسرنا قابل تاویل کئے تاہم قاطع دکان خوف رلائے وہ صرف جاریں دو جمع تعظیم دو جمع تاخیر میں، ان روایات کا حال بھی عنقریب ان اشاراتہ القریب الجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہو گا کہ دعویٰ کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے ہیں ہاتھ پیراتا ہے وندہ انجہ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تعظیم

واضح ہو کہ جمع تعظیم غایت درجہ ضعیف و مستقرط میں ہے حتیٰ کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باپ میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر ناہنجی اپنی ظاہریت کے بھروسے بیڑاٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے یہ

چہ تو ہے وہ بہت سی حق شب و عہد

اگر چاہ درو کے بیاض یاد آئے

جمع تعظیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعویٰ ہیں، ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں

جہ ذکر احادیث فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جو انہیں پرچہ میں کسی طرح غدر اور تاویل اور برج اور قدر کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا، انھوں قاطعہ تکوین۔ اس سے اوپر کچھ، احادیث صحاح جو کہ ہیں الصلواتین پر قطعاً اور یقیناً ولایت کرتی ہیں۔ بہت چاہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل سے

بہت شورشیں تھے پہلو میں دل کا
جو پیرا تو اک قلعہ تھو نہ نکلا

حضرت بکمان عرقریزی دوحہ شیش کا کش کر کے لائے وہ بھی ثمرۃ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید باندہ۔
حدیث اول بعض طرق حدیث سینا مساذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جناب سے روایت صحیحہ مرفوعہ مشہورہ مرویہ کیا کہ تروہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جاہیراً نہ حفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

اس حدیث کو ابو الزبیر سے، اس نے ابو الطفیل سے،
اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت
نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن
خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔
سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔
قرۃ ابن خالد سے خالد ابن عمارت نے جو روایت کی ہے
وہ مسلم میں ہے، اور جو عبد الرحمن ابن مہدی نے لکھا
وہ حماد بن عمار میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے
لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وہب نے
لی ہے وہ حماد بن عمار کے ہاں ہے۔ جو ابو القاسم نے
لی ہے وہ حماد بن عمار کے ہاں ہے اور داری سے مسلم نے اپنی تصحیح

مروہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ
جماعة من الحفاظ، منهم سفیان الثوری
وقرة بن خالد، ومالك بن انس وأخرون،
أما سفیان فعند ابن ماجه، وأما قرۃ فعند
خالد بن عمار، حماد بن مسلم، وعبد الرحمن
بن مہدی عن الطحاوی، وأما مالک
فعنه الشافعی فی مسنده، وأما وہب
عند الطحاوی، وأبو القاسم عن عبد النبی،
وأبو علی الحنفی عند الدارمی، وعند
الداری مسند فی صحیحہ۔

لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور داری سے مسلم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک حدیث غریبہ شاوہ بطریق لیث بن سعد بن یزید بن ابی حنیفہ
عن ابی الطفیل یقول آتی ان العی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی غرۃ تبولک، اذا امرت تحمل
قبل ان تزیر الشمس اخر الطهر حتی یجمعها الی العصر فیصلیہما جمیعاً، واذا امرت تحمل
بعد تزیر الشمس یصلی الطهر والعصر جمیعاً ثم صاس، وكان اذا امرت تحمل بعد المغرب
ثلاث معید الرحمن ص ۸۴ م ۲۸۸ ایضاً ص ۲۱۸ ف ایضاً ص ۲۰۳

محمد بن النعمان، فصلاً من المعربین۔ مرواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبیب و الحاکم و
 الدارقطنی و البیہقی۔ مراد الترمذی۔ بعد قوله، اذا استحل بعد نزول الشمس، مجمل
 العصور الى الظهر و عصر الظہر و العصر جمعاً۔ الحديث۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 غزوہ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوپچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملائے تو دونوں
 کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوپچ فرماتے تو عصر میں تعجل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب
 مغرب سے پہلے کوپچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوپچ فرماتے
 تو عشاء میں تعجل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہؓ
 حیث قال، حدیث البیہقی عن یزید بن ابی جیب۔ چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وہ حدیث بولیت نے یزید بن
 عن ابی الطفیل عن معاذ، حدیث غریب، ابی جیب سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے
 و المعروف عند اهل العلم حدیث معاذ من معاذ سے روایت کی ہے، وہ غریب ہے اور
 حدیث ابی ہریرہؓ عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع فی غزوة
 تبوک بین الظہر و العصر و بین المغرب و العشاء۔ مرواة قرۃ بنت خالد و سہبہ بن
 الشوری و مالک و غیر واحد عن ابی الزبیر المسکینی۔
 پھر انہر شان مثل ابو داؤد و ترمذی و ابو سعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سواقیبہ بن سعید کے کسی نے
 روایت دیکھا یہاں تک کہ بعض انہر نے اُسے پر غلط ہونے کا حکم فرمایا کہ انعتہ الامامہ البدیع لعدۃ
 و الشوکانی الظاہری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جب کہ امام بدر نے عمدۃ
 میں اور شوکانی الظاہری نے شرح مفتی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا۔ ت۔ امام ابو داؤد نے

۱/۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۱/۴۲ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۱/۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۳/۲۴۲ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

منکر کما کہ فی البدن المتبرع عنہ فی الذنوب (جیسا کہ جہنم میں آ رہے ہیں) نقل کیا ہے) بلکہ نہیں ان فتویٰ
 امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث سے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی مکرک
 بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکرمہ جیلر شیعہ پر
 اُن کی ناشنید روایتیں داخل کر دیتا جو حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں
 محل سے حنفیہ مثل امام زکیلی شارح کنز و امام بدرعینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابوبکر علی شاری قیہ کے سوا شافعیہ و
 مالکیہ و ظاہریہ قاضی جمیع بین الصلوٰتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا
 و ماہب و شوکانی ظاہری شارح حنفی و غیر جم نے امام ابن یونس و امام ابو داؤد و ابو عبد اللہ حاکم و امام الحدیث
 بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں سے اور ان کے غیر مثل صاحب بدیع و غیرہ نے امام ابو داؤد سے حکم مطلق نقل کیا
 کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابل استناد نہیں کہا میں فی راہ شرف و اللہ
 تعالیٰ (جیسا کہ ان شارحین نے آئینہ کائنات) تو باوصف تصریحات ائمہ سنان خصوصاً بخاری کے پھر
 ملایا کہ اس روایت کی تصحیح میں عرق دینا ہی ہے حاصل اور توثیق لیث و قتیبہ و غیرہ جاراۃ و قبول نقد و ثقت کے
 اثبات میں تطویل لا محال کرنا کسی حالت فاحشہ سے کہیں نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی صیب یا معاذ اللہ
 حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سقیم ہیں، خارجی بایں پیارہ سالی و دعو سے گدلی ابھی حدیث معقول ہی کو
 نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعف راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف و ثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قاصرہ
 ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابو داؤد و غیرہا سے ناقدین پہناتے ہیں بخاری و ابو سعید و
 حاکم نے بھی توثیق پر جرح کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انھیں دھوکا دیا گیا غلطی میں پڑ گئے پھر اس سے عدالت قتیبہ کو کیا
 نقصان پہنچا ثاقت قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا ۱۰ ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقتدلانہ سبب کو سنا ہے
 جس حدیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابو الطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذ اللہ
 مقدمہ و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقتد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقتدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے
 رد پر آتے ہیں خوب خدو شرم و نیا سبب بلا سے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے
 صحیح بخاری شریف کی صحیح متصل حدیث کو برعم تعلیق رکھا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شریع
 صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ حیدہ کو رد کرنے کے لیے
 آپ نے کیے ہیں،

کما تقدّم، ومن يشبه اباده فما ظلم
 شتم اقول، وتحسين الترمذی يرجع
 فی حدیث معاذ، لقوله، حدیث معاذ
 حدیث حسن غریب۔ واذا اتى عن هذه
 الرواية لم يحسنه، انما قال، و حدیث
 الثیث عن یزید غریب۔ واذا دانه خلاف
 المعروف، فقال، والمعروف عند اهل
 التصحیح حدیث معاذ، الخ واما ابن حبان فلا
 نعلم له فضلا على ابی سعید بن یوسف،
 فانه ايضا ثقة، ثبت، حافظ، اصاح
 من ائمة الثن، كذا هو من الاقران، من
 بلا مذلة الامام الفی ابی حید الرحمن۔ و
 ابن یونس، لنزاهته من نفس فلتس،
 احب الى الناس من ابن حبان۔ وقد
 قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات
 اث هجیة، مر بها غلط، فخط الما حش
 فی تصرفیته، كما نقله الذهبی فی تذکرة
 الحفاظ۔ فانی یدانی ابدا وود، فضلا ان
 یوانزیه، فضلا ان یبایریه۔ فضلا عن
 ذاك الجبل الجلیل محمد بن اسمعیل۔
 وقد عرف بالتساهل فی باب التصحیح،
 مل والتحصین، هو والترمذی، كما نص

جیسا کہ گذرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے
 اس کا کوئی قصور نہیں۔ بشر اقول پھر میں کہتا ہوں
 کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے
 کیونکہ ترمذی نے کہہ ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے
 اور جب اس روایت کا ذکر کیلئے حسن میں کہا صرف یہ
 کہ حدیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے ترمذی
 نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔
 چنانچہ ترمذی نے کہہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف
 معاذ کی حدیث ہے الخ راہن جان تو اسکی سعید بن یونس
 پر کوئی برتری ہلکے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے
 ثبت ہے من نظم ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک
 امام ہے یونس بن زمر بن ابی امام ابو عبد الرحمن نسائی
 کے شاگردوں میں سے ہیں تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک
 برے کی روح سے دور کے ہاں ابن حبان سے زیادہ
 پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات شافعیہ
 میں کہا ہے کہ ابن حبان کو کثرت حدیث کے دوران
 بسا اوقات شدید غلطی تھی، جیسا کہ وہی نے
 تذکرة الحفاظ میں بیان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابوداؤد
 کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چر جائیکہ اس کا
 ہمسرہ ہو، چر جائیکہ اس کے مقابل ہو۔ اور مسلم کے
 خلیفہ پیر محمد بن اسمعیل بخاری، کا مقام تو پھر بہت
 ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو جمع کر دینے
 میں متاہل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ ترمذی

سہ جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین
 تذکرة الحفاظ فی ترجمہ ابن حبان

مطبوعہ محمدیاتی لاہور ۴۲/۱
 مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۲۶/۳

متبادل ہیں۔ جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "دارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء احادیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وہ صرف راویوں کا لفظ ہونا نہ نظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی غیبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

بسیہ الاثنتہ وحققہ فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث علی ان اخرج مقدمہ مثلاً لتمام، فان من اثبت فان نظر الی ثقتہ الرواق، ولم یضہ علی ما اطمع علیہ تیرہ من العتہ، ومن یعلم قاضی علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل اعلم۔

نقد اقوال اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام عطا طویل ہے مگر فقیر غفرلہ تعالیٰ کہتا ہے نظر تحقیق کو رغبت تدقیق و بحجۃ تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبرک میں ظہر عصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کو چاہتا تو راہ میں اتر کر روزہ منزل ہی پہلی صورت میں جمع مدسیر سوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا غلط کیا ہوا حدیث کا کوئی سا مدنی تفسیر نہیں رہا ہے اور اس کا حاصل بعد از یہ الشمس میں غراہی خواہی بعیدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا اصولی شمس سار ہے بلکہ الفاظ اخوان الظہر و العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر و عصر کے پڑھی عصر جملہ پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم قیاد ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عموماً شروع وقت میں نہ رہا کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں نہ لہذا علمائے کرام مثل امام اجل طوسی و ابوالفتح ابن سبیتہ اناس وغیرہا بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاجیر و تجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح حقیقی میں کہا،

بن وجرات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب و عشاء کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل فرمائی تیرہ ابن عباس

مایدل علی تعین حمل حدیث الی باب علی الجمع لعموم، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس، بلفظ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعاً، والمغرب والعشاء جمیعاً، اخر الظہر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل العشاء۔ فہذا البتہ عباس،

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صمدی ہے۔ (ت)

مرادی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواه من الجمع المذكور هو الجمع الصمدی۔

اُسی میں ہے،

جین صمدی پر عمل کرنے کی نویدت میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار سے پاس، سر شریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو علدی، اس طرح دونوں کو بجا پڑھ جیتے تھے۔ اسی کو جمیع صمدی کہتے ہیں۔ (ت)

ومن المؤیدات لذلك على الجمع الصمدی ایضا، ما أخرجه ابن جریر عن ابن عمر، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما، وهذا هو الجمع الصمدی۔

معہ ظہر مغرب کا جب وقت کموینا تھا تو عصر و عشاء میں جلدی کا ہے کی۔ اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ جاتیں، اس میں صمدی کا عمل تھا۔ لیکن احادیث میں اس وقت مانظر بالجلد مشک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث محلۃ الکلیفۃ سے ہے جسے ملاجی نے نواسی کو، ہی جمع حقیقی میں نص مفسرنا قابل قبول مان لیا الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ میں ظاہر ہوا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں،

(ظہر و عصر کو جمع کیا یعنی قیام گاہ میں، طہسرد کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعیل کر کے اول وقت میں پڑا۔ (ت)

(جمع بین الظہر والعصر) ای فی المنزل، بان احرا الظہر الی آخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔

بمحر فرمایا،

(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے لکھا۔ (ت)

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق۔

حدیث دوم اذ تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمیع صلاتیں سے احمد علاقہ نہیں جس میں اثبات میں کام ہیں، نشان ہیں، بر نہیں۔ گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے سنی نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شرح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر چکے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے تا جی چار طرف ثلث میں تھے ہی تعلیقہ جامد شافعیہ کی، ٹی پڑے انہیں بد کیے پیچھے فیہ دلیل پر اتم پڑا، بلکہ کل ساقطہ لا قسطہ (برجری برقی چیر کو کوئی ٹھانے والا ہو گئے تھے) جھٹ خوشوش ٹھانے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، خرج
علینا السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالہاجرة الی السطحا ، فتوحاً فصیل
لنا الظہر والعصر۔ ولفظ البخاری ، خرج
عیننا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بالہاجرة ، فصیل بالسطحا الظہر
من کھتین والعصر من کھتین

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بعل
میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا وہ
بہیں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ
یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے
وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بعل
میں دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھیں

پتہ تو ہے بخاری کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمیع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل سکہ
صاف صریح نامہ کے تاویل بتانا کہ کھل آئندوں کا کام ہے سبحان اللہ حدیث کا مفاد صرف۔ نہ حضور لا صلحتہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے دوپہر کو یا ظہر کے ادا دل و لب یا عصر سے یہ وغیرہ افسوس سے یہ آمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر دونوں
اُسی موضع میں رہیں، اور ہمیں اس میں تو مطلق میں بھی۔ بلکہ نہ جمیع حقیقی میں بھی ہو، تاہی تو آپ جانتیں ایسا
برہنہ، میں خود کچھ حدیث مطلب سے محض بے علاوہ ہے نہ ایہ نامہ مدلل و محکم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی محلی
ادریوں اپنی خود دانی کے پردے کھولے کہ باجہرہ خروج و وضو صلاۃ مسب کی طرف سے اور فی ترتیب بے حدت
کے لیے و مقتضائے قاصد یہ ٹوسے کہ یہ سب کام باجہرہ ہی میں سو لیے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول
بے مانت قطعی مار دیا، علاوہ یہی عصر ظہر پر معطوف اور صلاۃ تو حاشا سے بے صلتہ مربوط تو معطوف معہوں کو جدا
کر لیا کیونکہ ہاں، حلیہ صمدیہ ترجما۔ اس پر بہت وجہ سے رد ہیں، مثلاً،

طاہری وہی فاس ہے وہی ترتیب وہی عظمت وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معانے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ و مرثیہ سائنہ ہے کہ اصل مفید و عمل صلاوات نہیں ہوتا وہی ادنیٰ فضلیہ البیان (پرتشخص دعویٰ کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت)

شامین کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم و صل سے صبر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کیا یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیت مانے ضروری حاشا عجیب چل ہے کہ اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحت سے اس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو سکتا کہ لانا سہل ہے عمل و مقام و مقصد کلام کا کھانا صیب اعدا۔

عاشم آپ جو اپنی نصرت خیالات کو بحدیث صحیحہ میں جا بجا تاویلات دیکھ بارہ کرتے ہیں ان کے جواز کا فتویٰ کہاں سے پیا۔ مجتہدات میں قاطع کہاں۔ مثلاً وقت ظہر ایک مثل مانے کو جو حدیث صحیحہ صریح بخاری حقیقی و فی افضل التناول کے معنی بکار لے رہے ہیں کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ عقیدت سے اسے اس کا اندر کیا معقول اور شاد ہوتا ہے۔ عاشم تاویلات کا یہی ہے کہ حدیث صحیحہ میں یہ لازم ہوتا ہے کہ یہ ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس صحابین لا وہ یہ تاویلیں جتنی کی گئیں۔ اب خدا جانے بے قطعیت مانے یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفت ہی ہر کے باعث سلسلہ کیوں نہ ہو گئیں۔

حادی عشر طرد راکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالفت کو دخل نہیں دے کر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گزے کہ صرف ظاہر سے ملے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی نصریات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی وجہیں بھیجے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فاس سے یہ فی سالی مگر یہی حدیث انھیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ تم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دہلنے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نظریۃ شیعہ عن الحکمۃ قال صحیحہ
ابو حنیفہ، قال، خروج رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہف جبرۃ
فی المظاہر، فتوصلاً، ثم صلی اللہ علیہ وسلم

ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور
ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور
ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور
ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور

منہ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر کی مکلفہ مذکور یہ لاہور ص ۲۵۴

قرآنی! اب مزاج کا حال بتائیے مگر

حفظت شیئا وغایت عنك اشياء

(تو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں بھل گئیں۔)

المحدث السنن فصل کے بھی اصل کلام نے وصل تمام پر وجہ حسن پایا۔ اب حسب فعل اول چند افاضات لیجئے۔

افاضہ اولیٰ ہمارے اجلہ المحدثین میں ایک شافعیہ اور قاضی کے امام طاہر یہ سب باندہ اتفاق اپنی کتب

میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابو داؤد صاحب سنن نے فرمایا۔

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضی۔ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (د۔ت)

امام زلیخا فرماتے ہیں۔

قال ابو داؤد، ولیس فی تقدیم الوقت حدیث۔ ابو داؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ (د۔ت)

امام بدر محمد عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قلت، حک عن ابی داؤد انه انکر هذا الحدیث، میں نے کہا، ابو داؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے

و حک عنہ ایضا، انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث کو منکر کیا۔ ان سے یہ بھی منقول ہے

الحدیث حدیث قاضی۔ کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (د۔ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری کی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

حک عن ابی داؤد انه قال، لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم۔ ابو داؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔

یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل

قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (د۔ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد ساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں، قد قال ابو داؤد

۲۹۲/۱

شرح الرزق فی علی الموطأ المجید بین الصلوات مطبوعہ مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر

۸۹/۱

تہتیں، الحقائق اوقات الصلوة مطبوعہ المطبعة النکیرانی الامیرہ بلاق مصر

۱۵۱/۲

عمدة القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر مطبوعہ ادارة الطباعة لمیریہ دمشق

۲۲۵/۳

مرقاة شرح مشکوٰۃ باب صلوة السفر مطبوعہ مکتبہ المدینہ لبنان

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضی نے (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے) بلکہ اسی طرح علامہ رشتائی ہاتھی سے شرع موطن کے امام مالک و غیرہ شرح مواہب لدیہ و مجمع محمدیہ میں مسدایا شو کافی غیر مستند کیل الاطاریع میں ہے۔ قد ابودود: ہذا حدیث منکر و لیس فی جمیع التقدیم حدیث قاضی نے علامہ ابوداؤد سامعہ علیہ السلام یہ تصریح فرمائی جسے علامہ نے ملاحظہ حتی کہ قائلان جمع بھی بلا تیر و انکار نظر فرماتے تھے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا۔ اب بخاری میں پائیں کہ میں یہ حدیث صحیحین سے ثابت کر دوں یہ کیونکر ممکن ہے؟ مست لطیفہ درہم کھسائی ادایہ ہے کہ مجھ کوئی نفروں سے مل کر فرمایا، کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول فرمایا ہے۔ یعنی فتوح ثقات عدول حسن مردود و نامقبول جب تک کہ اس میں کوئی کتاب میں تصریح نہ کرے اس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول بخاری، اس مجتہد ہٹوں میں حق بجانب تھا کہ اسے بے قیامی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلائے کے قابل نہ تھے یہ حنفی لوگ جہت نہیں چھوڑ کر کھلائے دیتے ہیں بھلا اولاً اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت اندر جرح و تعدیل و تصحیح تصنیف و تخریج ایسے گزرے ہیں کہ کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہوئے گا کیا درجہ ہوگا۔

ثانیاً اب جرائنی مبلغ علم تقریب کے محروم سے روئے ہیں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چہیں کسی کو چنان کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے ان کی کارنامہ نہ دیکھا، صد سال بعد پیدا ہونے انھیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کام ہوگا، اب یہی دیکھنے والوں سے نقل سواموضع عدیدہ کے ثبوت تو دیکھئے کہ ناظرین بصری نے اپنی کس کتاب میں ان کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں فتوح سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متفرقین کے اتفاق پر نقل کر لائے اور ان سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھاتے ہو تو نشان دہی کر دو کہ وہ باتیں منقول ہم سے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یہ جواز للوہابی صلاً لا یجوز للعیبرہ (دو بانی کے لیے وہ کچھ جائز ہے جو وہ سڑک کینے جائز ہیں)۔

افضہ ثانیہ: یہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و عبد الرزاق و ترمذی،

و ہذا حدیث احمد اذ یقول حدیثنا محمد بن الزرقی
اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبد اللہ
عن عسید اللہ بن عباس عن عکرمۃ و
ابو ریحہ احمد بن حدیث ہے، حدیث بیان کی ہم سے

عبد الرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی
حسین بن عبد اللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور
باب یفرغ النظر الی العصر مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۳۰۶/۲
الاب النجین من الصلوٰۃ مطبوعہ مطبعۃ ابیانی مصر ۳۳۳/۲

کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: الا اخبرکم عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في السفر؟ قلنا: بلى۔ قال: كان اذا شاعت الشمس في منزله جهم بين الظهر والعصر، قبل ان يركب، وانما لم يركب له في منزله ماس، حتى اذا كانت العصر نزل فجمع بين الظهر والعصر۔ و اشار اليه ابو داود تعقيفاً، فقال: مرداه هشام بن عروة عن حسين بن عبد الله عن كريب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولو يذكركم لفظه۔

کریب، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا کیا میں تمہیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر کے بارے میں نہ بتاؤں، ہم نے کہا: کہوں نہیں (مردود بتائیں) انہوں نے کہا کہ اگر چاہئے قیام پر رول ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جاسے قیام پر زود میں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابو داؤد نے تعقیفاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو بشام ابن عروہ نے حسین ابن عبدہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ابو داؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)

خود قائلان ہیں اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کہ روایت مجھ کر تاجی بھی اس کا ذکر زبان پر نہ لے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اس کے راوی حسین بن عروہ اور ان کے نشان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یحییٰ نے فرمایا: ضعیف۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا: ضعیف، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے اسناد نقل نہ کیا جائے۔ ت، التوزید وغیرہ نے کہا: ایسے بقوع (قوی نہیں ہے۔ ت، جوزہانی نے کہا: لا یشغل بہ (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ ت، ابن حبان نے کہا: یقلب الا سائید و یرفق المر اسید (اسنادوں کو لیٹ دیتا تھا اور مر اسید کو مرفوع

۳۲۷/۱	مطبعة دار الفکر بیروت	سنة امام احمد بن حنبل	زم سنة عبد الله بن عباس
۱۷۱/۱	مطبعة مطبع مجتہبی لاہور	سنة سنی ابی داؤد	باب الجمع من الصلاتین
۵۴۸/۲	مطبعة المکتب الاسلامی بیروت	مصنف، ابی یحییٰ عروہ بن ہمام	جمع بین الصلاتین
۳۰۲/۱	دار المکتب العربیہ بیروت	سنة ارشاد الساری	باب یرحہ الخیرل حصہ ۱
۵۳۷/۱	دار معارف بیروت	سنة میزان الاعتدال	ترجمہ حسین بن عبد الله ۲۰۱۲
۲۴۳/۲	مطبعة ابیانی مصر	سنة بل الادوار شرعی قسطنطنیہ	بخار ابرہ بن محمد بن الصمدین

بنادرت تھی۔ محمد بن سعد نے کہا، کان کثیر الحدیث، ولہم ارحم یحتجون بحديثہ (حدیثیں بہت
میں کرتا تھا، علی، اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت، یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروک
احادیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مرینی نے کہا، توکت حدیثہ (میں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے) لہجہ
حافظ نے تقریب میں کہا، ضعیف۔ اس حدیث کی تصنیف شرح بخاری قسطلانی، شافعی و شریعت مولیٰ رستمی
مالکی و شریعت شوقانی طبری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن لہ شاهد من طریق حماد عن ایوب عن
ابی قلابہ عن ابیہ جہاس، لا اعلیہ الا
مرفوعا، انه کان اذا انزل من زلا فی السفر
و یجہ اقامہ فیہ، حتی یجمع بین الطہور
العصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتہیا لہ
المحل مد فی لیس فیما من حتی ینزل، فیجمع
بین نظرہ والعصر۔ خروجه البیہقی، و
مرجالیہ ثقات، الا نہ مستور فی دفعہ،
والمحموطانہ موقوف۔ وقد اخرجہ من
وجه، حر، مجر و ما بوقعہ علی ابیہ
جہاس، ولفظہ اذا کسفر ما نری، قد ذکر
نحوہ۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے۔
حماد ایوب سے، وہ بر قلابہ سے، وہ ابن عباس
سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ، میرے خیال
میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران
کسی محل پر اترتے تھے اور وہ جگہ پسند آجاتی تھی تو
وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک طہر و عصر کو کی پڑتے تھے
پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی سر زمین
میں مروتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی محل
اُن کو طہر و عصر کو کی کر لیتے تھے۔ اس کو بہتر ہے نہایت
کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن، اس کا مرفوع
ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت
موقوف ہے۔ بہیقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو
روایت کیا ہے جس کے معانی اس کا، ان میں اس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ

اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (قریوں کیا کرو کہ (۱) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (۲) ت
شرح مولیٰ میں اسے ذکر کر کے فرمایا، وقد قال ابو حاتم و دلیس فی تعظیم لوقت حدیث قاضی
(ابوداؤد نے فرمایا، تعظیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت،

اقول وہ ضعیف اور اس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ ان کا

۱۔ فیہ فی الاطوار شرح مفتی الانصار ابواب الحج میں الصلاۃ مطبوعہ مکتبۃ البابی مصر ۳/۲۲۲
۲۔ ارشاد و الساری شرح بخاری باب یروى الخبر الى العصور و التحمل مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۳
۳۔ شرح اربع فی علی المول امام مالک، الجمع میں المصنوعین و لخصہ و السفر مطبوعہ مکتبۃ النبیۃ الکبریٰ بیروت ۱/۲۰۲

حاصل تو یہ کہ جو منبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر میں جو جانا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش اور وقت پر ٹھہرنا کہاں نکلا بیحدہ اسی بیان سے شاہد کا سار جستی یہ کہ یہ جملہ صحیح حقیقی پر اصول ثابت نہیں اور کانت العصر کا جواب ہونہ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے وہ اللہ التوفیق اگر کیے روایت شافعی یوں ہے ،

اخبرنی ابن ابی یحیی عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، فذكر الحديث ، وفيه جمعة بين الظهر والعصر في الزوال .
خبردی مجھے ابن ابی یحیی نے حسین بن عبد اللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مندرجہ بالا روایت یہ کہ وہ ہے اور اس میں ہے یہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے ۔ (۱)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحیی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے امام اہل نجی بن سعید بن قطان و امام اہل یحیی بن معین و امام اہل علی بن بدیع و امام یزید بن ہارون و امام ابو داؤد و غیر ہم اکابر نے فرمایا ، کذاب تھا ۔ امام احمد نے فرمایا ، ساری بلائیں اُس میں تھیں ۔ امام مالک نے فرمایا ، وہ حدیث میں ثقہ ہے نزدین میں ۔ امام بخاری نے فرمایا ، ائمہ محدثین کے نزدیک مرکب ہے ۔ میزان الاعتدال میں ہے ،

ابو یحیی بن ابی یحیی ، احد الثقات ، انصحا ، قال یحیی بن سعید ، سألت عما مکاحنہ ، اکان ثقة فی الحدیث ، قال ، لا ، ولا ف دینہ ۔ وقال یحیی بن معین ، سمعت نقطان یقولی ، ابو یحیی کذاب ۔ وروی ابو یحیی عن احمد بن محمد ، قال ، ترکوا حدیثہ ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لها اصل ۔ وقال البخاری ، ترکہ بن المبارک و الناس ۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن اسید ، قال ، قدری ، حمی ،

ابو یحیی بن ابی یحیی ، احد الثقات ، انصحا ، قال یحیی بن سعید ، سألت عما مکاحنہ ، اکان ثقة فی الحدیث ، قال ، لا ، ولا ف دینہ ۔ وقال یحیی بن معین ، سمعت نقطان یقولی ، ابو یحیی کذاب ۔ وروی ابو یحیی عن احمد بن محمد ، قال ، ترکوا حدیثہ ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لها اصل ۔ وقال البخاری ، ترکہ بن المبارک و الناس ۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن اسید ، قال ، قدری ، حمی ،

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ عبد اللہ بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں مداخون نے کہا، قدری ہے، جہی ہے، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے۔ عباس، اسی معین سے نقل ہے کہ وہ کذاب ہے، راضی ہے۔ محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو گتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ لسانی، دارقطنی اور

کل ملاوید، تروک الناس حدیثہ، ودوع عباس عن بن معین، کذاب، سراغسی۔ وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، سمعت علیا یقول، ابراہیم بن ابی یحییٰ کذاب۔ وقال السنائی والد دارقطنی و غیرہا، متروک ابن ابی شیبہ نے کہا ہے: میں نے علی کو گتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے۔ (ت) اسی میں ہے،

ابن جان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (ت) اسی میں ہے،
ابن محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ (ت)

قال ابن جان، کان یکذب فی الحدیث۔ اسی میں ہے،
قال ابو محمد الدارمی، سمعت یزید بن ہارون، یکذب ابراہیم بن ابی یحییٰ۔
تدہیب التہذیب میں ہے

زہری اور صالح مولی التوامہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا، معتزلی تھا، جہی تھا، ہر بلا اس میں موجود تھی۔ ابوطالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں بکھیرتا تھا۔ یحییٰ قطان نے کہا: جھوٹا ہے۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا: میں نے

عن الزہری و صالح مولی التوامہ و عنہ انش عن و آخرون، قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ، کان قدسریا، معتزلیا، جہیا، کل ملاوید فیہ۔ قال ابوطالب بن احمد بن حنبل، تروک الناس حدیثہ، وکامن یاخذ احادیث الناس فیضعھا فی کتبہ۔ وقال یحییٰ القطان، کذاب۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم، قلت لی یحییٰ بن

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۵۴ - ۵۸

۱/ ۶۰ " " "

" " "

لہ میزان الاعتدالی ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹

" " " " "

" " " " "

لکنہ شیبی (قلت) : بل لعل فی موضع اخر
من المیزان ، فیہ وی ابن خراش ، انت
فیہما مضافا و بدعة . (۱) وقد تکلم فیہ
الدارقطنی و حمزة السهمی و غیرہما . و
شیخہ المتوفی بن محمد بن المنذر ، لیس
بالقوی ایضا قالہ الدارقطنی البصا . و
ابو وجده یحتاج الی معرفتهما .

میں سے سے لیکن شیبی ہے . میں نے کہا ، ملکہ میران کے
ایک اور مقام میں اس کے اور اس خراس کے متعلق
ملک ہے کہ ان میں رخص اور برکت مانی جاتی ہے
خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر حرج
کی ہے ، اور اس کا استناد منذر ابن محمد بن منذر
بھی زیادہ قوی میں ہے . یہ بات بھی دارقطنی نے
کہی ہے . اور منذر کا باپ اور دادوں غیر معروف ہیں .

اقول : وہ صحیح ہی سہی تو انصافا صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اس کا صریح مفاد یہ کہ شہر
ڈھلتے ہی کوچ ہوتا تو ظہر میں فرماتے پڑھا ہرگز زوال ہونے ہی کو چاہیے اور جمع تقدیم کا جمع محال کیا پیش از زوال طرد
عصر پڑھتے لاجرم وہی جمع مراد اس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے ، یہی جمع صوری ہے
کا لائق .

افاضۃ رابعہ : حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تا خیر میں آتی ہے اس میں
معروف و محفوظ و مروی جا میر و مدوں خاری و شیخ مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و
مصنف علی وی و غیرہ عامۃ و اوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پر نور صلاۃ اللہ تعالیٰ و سلام علیہ
اگر دوپہر ڈھلتے سے پہلے کوٹا فرماتے طہر میں عصر تک تاخیر کر کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر گھبرل ہی بدست ظہر
آجاتا صلی الظہر شمس کبک ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے یکم مقابلہ و سکوت فی مہر من الیہا و صلی ظہر
کہ سہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ پڑھتے و لہذا نا فیان جمع تقدیم نے اس سے تمسک کیا کہ فی حدیث بغدادی
و ارشاد البصری و غیرہما مگر بعض روایات غیر میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے رہا
نے اربعین میں بطریق

ابو العباس محمد بن یعقوب نے محمد بن اسحق صا . فی
اس نے حسان ابن عبد اللہ سے ، اس نے
مصعب بن فضالہ سے ، اس نے فضیل سے اس نے

بنی لبحاس محمد بن یعقوب عن محمد بن
اصحٰق البصا عن بنی حسان بن عبد اللہ
عن المصعب بن فضالہ عن عقیل عن

لہ عمدۃ تباری باب الجمع فی السفر من معرۃ العشاء مطبوعہ المطبوعۃ دمشقیہ ۱۴۹ / ۷
نہ صحیح بخاری باب ۱۱۵۱ راجل بعد ما راعت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۰ / ۱

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روایت کی کہ ان مراغت الشمس قبل ان یرتحل
صلی الظهر والعصر ثم رکب^۱
ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ اگر روٹگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو
ظہر و عصر پڑھ کر سوار ہوا کرتے تھے۔ (د ت)

جعفر قریابی نے بتفرع و لاحق بن راسب سے روایت کی،

عن شہاب بن سوار عن الیث عن عقیل
عن الرہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
قد کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا کان فی سفر فزال الشمس صلی الظهر
والعصر جمیعاً ثم یرتحل^۲
عن شہاب بن سوار عن الیث عن عقیل
عن الرہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
قد کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا کان فی سفر فزال الشمس صلی الظهر
والعصر جمیعاً ثم یرتحل^۲
اوسط طبرانی میں ہے،

حدثنا محمد بن برہیم بن نصیر بن شعیب
الاصبہانی قال شاہارون بن عید اللہ احمدا
ثنا یعقوب بن محمد الرہری ثنا محمد بن
سعد ان ثنا ابن مجلاں عن عید اللہ بن
الفضل عن انس بن ماری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کان اذا کان فی سفر فزال الشمس
قبل ان یرتحل صلی الظهر والعصر جمیعاً^۳
حدیث بیان کی جم سے محمد بن ابراہیم ان نصیر بن سندی
اصبہانی نے ہارون ابن عید اللہ سے، اس
سے یعقوب بن محمد رہری سے، اس نے محمد بن سنان
سے، اس نے ابن مجلاں سے، اس نے عید اللہ بن
الفضل سے، اس نے انس بن ماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے
تو اگر روٹگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر و
عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (د ت)

روایت اسحق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا بحکم عمل نے اُسے معلول بتایا کما فی العدة و غیرہ۔

اقول: الاصل ما سخر من صلی
اللہ تعالیٰ عنہ، لا حکام فی جلالہ قصرہ
وعظمتہ تحریرہ، لکن نص الامام ابوداؤد انہ
میں کتابہ پر امام اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
قد راوڑ نسب افتخار میں ہوئی سب میں سے سن
امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وحالت سے

لہ اربعین للماکم

میزن الاعتدال بحوالہ جعفر قریابی ترجمہ ۷۳۳۱ دار الفکر بیروت ۸۳/۱

معجم، وسط حدیث ۷۵۴۸ مکتبہ المعارف رباض ۸/۲۷۹-۲۷۲

کون تعذر قبل موته یا شهر، قال، وسمعت
 منه فی تلك الايام من حديث به - كما في
 التذهيب - ودر الحافظ المنزی حدیثہ
 الذی تراد فیہ علی، صحیح سقین، فقال،
 استحق احتياط في امر عمره - كما في الميزان -
 ولا شك انه رحمه الله تعالى كان كثير التحدث
 عن شهر نفسه، اولى المستدكله من حفظه
 كما في التذهيب، قال، قال احمد بن
 اسحق النضبي، سمعت ابراهيم بن ابي طالب
 يقول، هذا كره - فلا خروان يعتريه خطو
 في حديث، وحدثين ومن المعصوم
 عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرته،
 بن أبي طالب كرم الله وجهه، سمعت ابراهيم بن ابي طالب
 يقول، هذا كره - فلا خروان يعتريه خطو
 في حديث، وحدثين ومن المعصوم
 عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرته،

چندہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آگیا تھا۔ ابو داؤد
 نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا
 اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تہذیب
 میں ہے۔ اور حاطب مزنی نے اُس کی وہ حدیث ذکر
 کرنے کے بعد جس میں اس نے اصحابِ تنعین کے
 الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحق کے بارے
 میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو احتیاط ہو گیا تھا
 جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں
 کہ اسکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) بیشتر حدیثیں محض یاد کے
 سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے
 نور السنہ اپنی یاد سے اظہار کیا تھا، جیسا کہ تہذیب
 میں ہے کہ احمد بن ابی حصبی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم
 بن ابی طالب کو یہ بات کہنے سنا ہے، اور تمام اسحق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گلا۔

لا حرج، ہام دہی ست قعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور تمام اسحق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گلا۔
 حدیث قال، وکذا حدیث رواہ جعفر العریانی
 ثم صحق بن سراج ورویہ ثمانیة عن
 الیث عن عقیل عن ابن شهاب عن انس
 مرصی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزال
 جہا پھر اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جیسے روایت
 کیا ہے فریابی نے اسکی ابن ربیع سے، اس نے
 شہار سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے،
 اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ
 عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سفر میں

۱۸۳/۱ لے میرا الاعتدال کوال ابو داؤد ترجمہ کنجی بن راویہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۱۹/۱ سے نور السنہ تہذیب التذیب الکمال ترجمہ کنجی بن راویہ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ بیروت

کہتی ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ ت۔ اُسی میں ہے،

قال ابو بکر الاثر عن احمد بن حنبل، کان يدعو الى الاصر جاء، وحكى عنه قول اخيه من هذه الاقاويل، قال، اذا قال فقد عمل بجار حقه - وهذا قول خبيث، ما سمعت احدا يقوله۔

ابو بکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحق عقیقہ اربار کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اسی نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سنا۔ (ت۔)

اُسی میں ہے،

قال ابو بکر محمد بن ابی الشیخ، حدیث ابو یوسف بن سعید المدائنی، حدیثی من اجل معرووف من اهل المدائن، قال، من آیت فی السام رجلان طیف اسوا حس حسا فقال فی، من این است، قلت، من اهل المدائن، قال، من اهل الجانف الذی فیہ شبابة، قلت، نعم، قال فانی دعوا الله، فاصب عن دعائی، اللهم انک ان شابا یغضض اهل نیک فاضربه الساعة بفالج۔ قال، فانتبهت، وجئت الف المدائن وقت الظهر، واذا الناس فی هرج، فقلت، ما لئاس؟ قالوا، فلی شبابة فی السحر، ومات الساعة۔

ابو بکر محمد بن ابی الشیخ نے کہا کہ مجھے ابو یوسف بن سعید مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے رہتے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبایہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور آمین کہوں۔ (اس نے یوں دعا کی، اے اللہ اگر شبایہ تیرے ہی کے اہل سے بعض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کر دے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ رہیں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن کے اُس حصے میں جہاں شبایہ رہتا تھا، گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبایہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مر گیا ہے۔ (ت۔)

جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون ﴿۱﴾ (اور تو بہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب اسے اہل ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان تو بہ کریں حکم تو بہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر منیٰ تو بہ کریں۔

مثلاً اجتماع فی الوقت کہ بریۃ فریبت اجتماع فی الکلم مفاد ہو یا خود اس کے لیے بھی وضع ماننا اس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جمیع اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اس کے وقت سے، قول جرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتنا کہ نماز وقوع و قیامت فی الصلوٰۃ ہو گا وہ دو نماز فرض میں ناگہان اور اتصال بروہ تعقیب اس معنی جمیع کا فرد میں بلکہ صریح مباین، الا جرم پھر اسی معنی واضح و روشن و اقل قیض یعنی اجتماع فی الکلم کی طرف رجوع لازم کہ صحت حقیقت میں نہ کی طرف نصیرنا مجاز موصوفہ مستدل کہ

مثلاً لاشاً تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوتی ہے جمیعہ یوں بھی صادق اور ادعا سے تقدیر باطل و سابق ہکذا ایضاً فی التحقيق والله ولی التوفيق بحمد الله آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بوجہ بھی نہیں، ظاہری کا قطعی و مضمر کہ دینا خدا پائے کس نشہ کی ترجمہ تھی، سبحن الله ایسی ن جہوں پر وقت سے بعد اس قرآن و فہم و پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجتماع اُمت ترک کر دئے جائیں گے اور خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات انٹ پٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل یا حدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ و عوی بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم و حسنی اللہ تعالیٰ عن سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملائی ہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جس کے الفاظ مستندہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افافہہ ثلثہ ہیں جس کے بعض طرق و احادیث حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو لے لے القرآن ۳۱/۳۲ ﴿۱﴾ انوار التنزیل علیٰ ما مش القرآن الکریم منصف الیابی مصر ۱۸

لاحی جمع حقیقی میں نفع صریح کچھ کر لائے اور بزمِ غم خود بہت چمک چمک کر دھوے فرمائے اور ہر کے تمکین نے اکثر افادات
 علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانحِ حدیدہ سے اُن کے قولوں میں کلامِ طویل کیے، فقیر غفرلہ المول القسید کا
 یہ مختصر جواب نقل اقول وجمع ما قال وقیس کے لیے نہیں لہذا العونہ تعالیٰ وہ افادات تازہ سننے کے فیض مولائے اجل
 سے قلبِ عبدِ ذل پر فائز ہوئے اہل نظر اگر مقابلہ کریں حلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ ینتخب
 برحمتہ من یشاء واللہ ذو العصل العظیم (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جیسے چاہے نصوصِ خرامے
 اور اللہ تعالیٰ علم و فضل والا ہے۔ تا)

فأقول وبحول اللہ اصول حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس
 وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مکی جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے امدادیت جلد میں اشارہ
 کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ روایات بخاری و
 ابوداؤد و ترمذی و دیگر جم سے اوپر مذکور ہوئے، اُن بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروبِ شفق جمع
 کرنا نہ کرنا میں بھی بعض بعض موقوف مثل روایت موطائے امام محمد،

الخبرنا ما لث من نافع و اجبت عصر رضى الله
 تعالیٰ عنہما جین جمع ہیں عصر۔ د۔ ع
 ما رحتی عاب الشفق

اور بعض میں رفع سے تو بالفاظِ اجمال یعنی حضور واصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریح اسی قدر متفقوں کے
 جمع فرمائی قدر مروج میں غیبتِ شفق پر تخصیص نہیں مثل روایت بخاری،

حدثنا سعيد بن ابی مریم أخبرنا محمد
 بن جعفر قال أخبرني سعيد، هو ابن
 اسلم، عن أبيه، قال، كنت مع عبد الله
 بن عمر رضي الله تعالى عنهما بطريق
 مكة، فبلغه عن صفية بنت ابی عبيد
 شدة وجع، فسرع السير، حتى إذا كان
 بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلی المغرب
 حدیث بیان کی ہم سے سعید بن ابی مریم نے، اس کو
 خبر دی محمد بن جعفر نے اس کو زید بن اسلم نے
 اپنے والد سے کہ میں کوہ کے راستے میں جمعہ اللہ ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا قرآنِ مصحفِ ہنست
 ابی عبیدہ کے پاس میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں
 ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک
 کہ شفق غروب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ ترسے اور

البرہ غیر تعیین کی بعض روایات میں فعل کی تک کی طرف اشارہ کر کے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد،

حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک بن شعیب سے، اس نے ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ رسول نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ بن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہو گئی تو ہم نے کہا "نارہ" مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی اور تارے نمایاں ہو گئے، اس وقت آپ اترے اور دونوں تاریں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز

حدثنا عبد الملك بن شعيب بن نايف وهيب عن الليث قال قال سميرة يعني كتب اليه حدثني عبد الله بن دينار ، و غابت الشمس ، وانا عند عبد الله بن عمر ، فقرأ آيتنا قد اصبح ، قنا ، انصلاة ، فاسحق غاب الشفق و تعويت النجوم ، ثم انه نزل فوصل صلاتين جميع ، ثم قال ، رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جدي به السير صلى ملاقى هذه . يقول يجمع بينهما بعد ليل .

پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھی پڑھتے تھے۔ (دست)

روایت ترمذی،

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبد سے، اس نے عبد اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پنے اہل عاز میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا غور کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے ابو حنیفہ نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (دست)

حدثنا هناد بن عابد عن عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ، انه استقيث على بعض اهل له فجد به السير . و آخر المغرب حتى غاب الشفق ، ثم نزل فجمع بينهما ، ثم اخبرهم ، ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يفعل ذلك اذا جد به السير . قال ابو عيسى : هذا حديث حسن صحيح .

سہ سہی ابی داؤد باب الحجج بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتہدانی لاہور ۱۴۲/۱

مکہ جامع الترمذی باب ما جاء في الحجج بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کینی دہلی ۴۲/۱

روایت نسائی،

اخبرنا اسحق بن ابرہیم ثنا سفین عن ابن ابی نجیم عن اسمعیل بن عبد الرحمن عن شیخ من قریش، قال، صحبت بن عمر الی العصر، فلما غربت الشمس، هبت انت اقول له، الصلاة، فصار حق ذهب بياض، لافق وفحمة العشاء، ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات، ثم صلی رکعتین علی اثرهما، قال، اھکذا السأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل۔

خبر دی ہیں اسکی ابن ابراہیم نے سفین سے، اس نے ابو نجیم سے، اس نے اسمعیل ابن عبد الرحمن سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہمت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں شک کا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفّ کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر متصلاً (عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں کہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔) انت ۱

بظاہر زیادہ مستحبی جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر یوں اعلیٰ القدر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریبات صافیہ و وافیہ بیان کرے کہ یہ ماقول او ان کے سوا ابھی کچھ ہو تو سب کو بھول اللہ تعالیٰ کفایت کریں۔

فاقول وبالله التوفیق وبالعروج علی ادع الخلق۔

جواب اول اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقہ ہم نے ذکر کیے صاف دو اشکاف باذانہ تصدیقات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروب شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اُن روایات صحاح و حسان و جلیلہ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحب زادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات مرویہ صحیح بخاری و سنن نسائی و صحیح اسمعیل و غیرہ میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ظہر کر عشاء۔ عبد اللہ بن واقد شاکر و حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر غروب شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی، ظفریہ کہ وہی امام تاج تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ غروب شفق

والی سات روایتوں میں چار اہیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنسنی ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہ میں یوں ہی واضح و بلیغ فرمادے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمایا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام مسلم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، اللہ انصاف، ان صاف الفاظ مفسرہ خصوص میں کہیں بھی گنہائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصہ صغیرہ زوجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بات تھا بلکہ اہیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عرض ہوئی صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سر میں انہیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سنسنی ابی داؤد میں بطریق امام ایوب صحیفائی مذکور،

انہ لم یر بن حمر حصہ بینہما قط، الا تلبک
اللیلہ، یصغی لیلۃ استصرخ علی صغیۃ آہ
اما ما قال، وروی من حدیث مکحول عن
نافع، ایہ سرائی بابت عصر فعل ذلک صرۃ
او صرتیں، اھ فاقول، فیہ شت و سبت
لا یعارض الیہ جبر۔

کہ اس نے ابی عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھی
مگر اس رات۔ یعنی صغیرہ کی بیماری کی اطلاع والی
رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ محول کی حدیث میں
نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابی عمر کو ایک بار جمع
کرتے دیکھا بھایا دو بار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں
شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نسائی و طحاوی میں انہیں امام نافع سے گزارشہ کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محفط
فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انہیں نافع سے تھا کہ ابی عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترے اس بار دہر نکالی،
روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا بھی گمان برا کہ اس وقت نماز انہیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قولی نافع کے
مزید ہیں معتدلاً شک نہیں کہ اصل عدم تہہ و سہہ توجہ تک مراۃ قصہ و ثابت نہ ہوتا انہیں کے ادعا کی طرف راہ
نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفن تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دینا کہ خود قصہ صغیرہ
میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فقط ما انتجا ایہ بعض المتأخرین، من
العناد و المخالفین فی المسأله، ظنا منه
اسے یہ دس و بے اعتبار مضب، و حاکم

وہ توجہ سب قطع ہو گئی جس کو س منط کے مخالف
علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار
کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس

بے درنگی سے یہ ۔
توجہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود تلامذہ کو بھی، سنا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصہ صفیہ میں حدیث مسلم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طریق کثیرین قارونہ مروی کسنن نسائی پر براہ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ ٹھکے تو اسے مخالفت حدیث یحییٰ بن یحییٰ شہر اکروہ کر دیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتیں پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ منعم افادہ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سن چکے اسی میں قصہ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصہ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصہ صفیہ کو مخالفت روایت یحییٰ بن یحییٰ کہ چہ معنی ہائیکہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیروں میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی ان روایات میں یہ کہ شفق ڈوبنے پر پڑھی اور وہ دونوں جانب طریقی صحاح و حسان ہیں جن کے رد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اب یہ دیکھنا واجب ہوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابل تاویل ہے جسے چار و ناچار ممتد رکھیں اور کون سا متکمل کر اسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عقل بانٹا ہے کہ ہماری طرف کے نص میں اصفا احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طراح ہر کہے کہ جب شفق ڈوب گئی اس وقت پڑھی مذہب کہ جب اس کے ساتھ یہ تصریحات حلیہ میں کہ بعد مغرب پڑھا کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد پڑھا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم بخون بن عرب بہشتی پڑھنے پر نکل نہ سکتا، ہاں پڑھنے پاگل میں کلام نہیں مگر ادھر کے نص میں کہ پہلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا قبل کی یا بعد غروب شفق، ترک جمیع کی یہ اچھے خاصے متکمل مصالح تاویل ہیں جن کا ان نص میں صریح مفسر سے موافق و مطابق ہو جانا بہت آسان ہے۔ عربی قاری اور وہ سب کا محاورہ عامہ مثلاً مشورہ واضح ہے کہ قرب وقت کو اسی وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ غصہ کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہو گئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اول وقت آنے کا وعدہ محاورہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اسے اٹھانے میں کہیں گے سورج نکل آیا۔ شروع پاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مگر نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کیجیے گا اب دو پہر ڈھلے کر بیٹھے۔ ان کی صد ہا مثالیں ہیں کہ خود تلامذہ اور ان کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن ان کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالیٰ،

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن و انسکوهن

بمعرف و انسکوهن بمعرف و ان

تو اب انہیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روکن لو یعنی رحمت کر لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

کہ بے قصد مراجعت عتد بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو، و قال تعالیٰ:

فَادْبُلْغْ مِنْ أَجْلِهِمْ فَاذْكُرُوا يَوْمَهُمْ وَأَنْتُمْ كَاثِرُونَ ۝
فَاسْأَلُوا عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ سَبْعَ عَشْرَ ۝
سبب طلاق والیاں اپنی حدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے
ساتھ روک لویا بھلائی کے ساتھ جُدا کر دو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عتد کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا
اختیار، تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عتد کے قریب پہنچے اُس وقت تک نہیں رجعت
ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ سب آیات قرآن سے جو ہیں جہیں امام عطاءوی وغیرہ علامہ مسئلہ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ
میں افادہ فرمایا ہے۔ فقیر غفرلہ المولی القدر احارث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ
کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فأقول** و بالذات التوفیقی،

حدیث اجری امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقات نماز میں کرنے اور ان کا
اوں آخر بتانے کے لیے، دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک
پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی،

اوقت صابیت ہذیب الموقتین۔ وقت ان دونوں وقتوں کے نیچے میں ہے۔ (ت)
اس حدیث میں ابو داؤد، ترمذی، وحشی و علی وی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صلى في العصر حين كان ظله مشددا فلما كانت
العدوى في الظهور حين كان ظله مشدداً
میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے
برابر تھا، جب دوسرا دن ہوا کہ ظہر کی نماز اس وقت
پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یوں ہیں،

صلى العصر امانية، الظهور، حين كان
ظل كل شيء مشدداً، لوقت العصر بالامس
دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ
اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر
پڑھی تھی۔ (ت)

سہ القرآن ۲/۶۵

سہ و سہ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہدانی لاہور ۵۶/۱
سہ جامع الترمذی باب ما جاء في مواقيت الصلوٰۃ ۶۱/۱
۶۱/۱

شافعی کے نظریہ ہیں،

ثم صلی العصر الاخری، الظهر، حیث کان کل شیء قد نطه، قدر العصر یا لا صلی.

پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جبکہ ہر چیز اپنے
سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت
عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲۲ نسائی و ترمذی و حاکم و بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا،

هذا جبریل، جاءكم يعلمكم دينكم، وقيل،
ثم صلی العصر حين رأي الظل مثله، ثم
جاء العبد، ثم صلی به الظهر حیث کان
الظل مثله.

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہاری باتیں سکھانے آئے ہیں۔ اس
روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ
سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ
سایہ اسی کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے نسخوں میں،

جاءني، فصل في العصر حیث کان فیئ مشی
ثم جاءني من الفد، فصل في الظهر حیث
کان فیئ مثلی.

تم میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی
جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن
آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے
برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۲۳ نیز نسائی و امام احمد و اسلمی بن راہویہ و ابن جابر و حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے راوی،

ان جبریل اتي نسى صلی، الله تعالیٰ علیه
وسم، حیث کان ظل الرجل مثل شخصه
فصل العصر، ثم اتاه في اليوم الثاني حیث

جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ
ہر شخص کا سایہ اس کے قدر تھا ہوتا ہے اور عصر کی
نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

له الاثم للشافعی جماع مراقبت الصلوة
سہ سنن النسائی آخر وقت الظہر
سہ کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای صلی
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
المکتبة السلفية، لاہور
موسسة الرسالة بیروت لبنان

۱/۵۱

۱/۵۹

۱/۱۰۰

کان ظل اسرجیل مثل شخصه فصلی، نظہر اس کے قدم ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)
حدیث ۴ امام اسحق بن راہویہ اپنی سند میں حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق
 حدثنا بشر بن عمرو والنهرانی ثنی مسلمة بن بلال ثنا یحییٰ بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو
 بن حزم عن ابی مسعود الانصاری اور سہتی کتاب المعرقۃ میں بطریق ابوبکر بن عقیقہ ثنا ابوبکر
 بن عمرو بن حزم عن عمرو بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ایسہ راوی اور یہ لفظ حدیث
 اسق ہیں،

قال، جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال، قم، فصل ! و ذلك
 لدلوك شمس حين مالت، فقام رسول الله
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی الظهر
 اربعاً، ثم أتاه حين كان طله مثله، فقال،
 قم، فصل ! فقام فصلی العصر اربعاً ثم
 أتاه من الغد حين كان طله مثله، فقال
 له، قم، فصل ! فقام فقط الظهر اربعاً
 کہا، جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور
 کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے! اور یہ سورج
 ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا۔
 تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی
 چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب ان کا سایہ
 ان کے بارے میں دکھائی دیا اٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ
 نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن
 آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا اٹھئے
 اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ سند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن
 عبد الله بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ایسہ عن جندہ عن عمر بن حزم عن رسول اللہ تعالیٰ عنہ
 سے راوی،

قال، جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم، و فصلی النبی صلی اللہ
 عنہ سنن النسائی آخر وقت العصر
 کہا، جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز
 پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گوں کو نماز
 مطہرہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۶۰/۱

سند ابن اسحاق

سند کتاب المعرقۃ

سند ابن اسحق

شہ المصنف عبد الرزاق باب المواقیت مطہرہ المکتبہ اسلامیہ بیروت ۵۳۴/۱

تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، حین مر الت الشمس،
الظهر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ،
قال، ثم جاء جبریل من الغد، فصلى الظهر
بالسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وصلى
للنبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، الظهر،
حین کان ظلہ مثلہ ۱۰

پڑھائی جب سورج کا زوال ہو گیا تھا، پھر عصر پڑھی جب
ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا، پھر
دوسرے دن جبریل آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز
پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر
ہو گیا تھا۔ (د)

حدیث ۹ دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کہ اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق ایوب بن عقیقہ عن
ابی بکر بن حزم عن عمرو بن النخعی عن حفرت ابو مسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود و نوں صحابی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی،

ان جبریل جاء الى النبي صلی، اللہ تعالیٰ
عہ وسلم حین ولکت الشمس، فقال،
يا محمد اصل الظهر، فصلى ثم جاء
حین کان ظلہ مثلہ شیء مثلہ، فقال،
يا محمد اصل العصر، فصلى، ثم جاء والغد
حین کان ظلہ کل شیء مثلہ، فقال، اصل
الظهر۔ الحدیث ۱۰

جبریل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب
سورج ڈھل چکا تھا اور کہا، یا محمد! ظہر کی
نماز پڑھئے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے
جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا،
یا محمد! عصر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے عصر پڑھی۔
پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے
برابر تھا اور کہا، ظہر پڑھئے! الحدیث۔ (د)

والکل مختصر ای سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی
اور بعد یہی نقطہ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ
آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور برتری نہ کا، دل و آنروقت میں
جدا جدا بنانا ہے لا جرم امام ابو جعفر وغیرہ نے ظہر امروہ میں ان لفظوں کے یہی معنی لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے
قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا،

احتمل ان يكون ذلك على قربة ان يصير ظل كل احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ قانع یا درکھنے کا ہے۔
 شام یا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہو گیا تھا یا کہا شام ہو گئی، یہ
 بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل
 الرجل كطوله حاله يحصر العصر۔
 ظہر کا وقت اس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور
 سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک
 عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

صلی الظهر وفي ظل شئ مشد۔
 اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے
 برابر ہو گیا۔

جی کے نزدیک ایک ش کے بعد وقت طہر میں رہتا ان حدیثوں میں ایک ش ہونے کو ایک ش کے قریب
 پہنچنے پر ظل کہتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور
 عروہ بن زبیر کا اگر حدیث امامت جبریل سننا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی اس میں طہرائی کی روایت یوں ہے،
 هذا المؤذن للصلاة العصر ما صلی عصر بہت مروی نے نماز عصر کے لیے بلویا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز
 عبد العزیز قتل ان یصلیہا۔
 نے شام کر دی اور ابھی نماز عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی غروب شام کر دی اور بروز نماز عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی اور شاہ الساری شرح صحیح بخاری و
 علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح غوطا میں فرماتے ہیں،

محمول علی انه قاصب السماء حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

- ۱۔ صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۱/۱
 ۲۔ شرح معانی الآثار باب مواقیط الصلوة = ایک ایم سعید پبلی کراچی ۱۰۲/۱
 ۳۔ المعجم الكبير للطبرانی مسند ابوسعید خدری حدیث ۷۶۹ مطبوعہ المكتبة الخيرية بیروت ۲۵۹/۱۸

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص آور انھیں بزور زبان بخاری و مسلم سب پاٹے طاق رکھ کر مردود و اہیات بتائیے یا ان محملات کے معارضی ہا کر شاد و مردود ٹھہرائیے یہ کیا مقصداے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدث کی شان نزاکت ہے۔ اب تو کھدائے سب جعل کھل گیا، حق و باطل میزانِ نظر میں ٹل گیا۔ اقدواً صبح ہوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی، انھیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر انھیں مثالیں برہنیں و بائدہ شریفی۔

جواب دوم جانے دو ان میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھ پھر نہیں کیا مصر اور قمیہ کی مفیدہ۔ شفقین دو ہیں: احمد و ابیض۔ اُن روایات قبل میں سپیدی مراد ہے اُن روایات بعد میں سرخ۔ یوں بھی تو رض منہ طبع اور سب طرق مجتہد ہو گئے۔ حاصل یہ سکہ رشفق احمد دینے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی مش پڑھی۔ یہ بعینہ ہمارا مذہب و مذہب اور سارے امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب ہنگامہ ادب میں ذہن فقیر میں آیا حق پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہ نے یہی افادہ فرمایا۔

ترجمہ روایت ہفتم سار حقی دھب۔ ص، دنی و دھمتہ صحت لازم چلتے رہے یہاں تک کہ حق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی تم ہو گئی۔ (ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول و باللہ استعین اقول یہ بھی کب رہی دس میں بھی وہی تقرر جاری جیسے مذاب الشفق بعضے کا وہ ان یغیب یوں ہی ذہب البیاض بعضے کا دان ید ذہب۔

مثانیا حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کذا و شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اُٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں حقی یقین مکر الخیط الابيض من الخیط الاسود من الفجر (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھماگے سے سفید دھماگے سے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیط اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فجر عشا سرشار کا دھند لگا ہے کہ کوئٹہ گراماں تیزی دور سمس کے سبب بعد غروب نظر کو خاسر ہوتا ہے جب تار سے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں اگر کچھ دیر غمت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، نہ ہر الرئی میں ہے، فہمۃ من سنن نسائی الوقت اندی یحییٰ فیہ المسافر من المغرب والعشاء مہجوعہ کا رخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱

عشاء، ہی اقبال السیل و اول سوادہ (فجر العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ تشریح جامع الاصول للمصنف میں ہے،

ہی شدة سواد الليل في اوله، حتى اذا سكن قمره، قلت بظهور النجوم ولبط يومها۔
ولان العين اذا نظرت الى الظلمة ابتداءً - لا تكاد تری شيئاً۔
وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہونا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیوں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاض شفق اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فجر عشاء کا ذکر بہت لغو نہ ہو گا۔

ثالثاً یہی حدیث اسی طریق ذکر سفین سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی،

حدثنا فهد ثنا العجماني ثنا ابن مسعود عن ابن ابي بيجع عن اصمصيل بن ابي ذؤيب قال، كنت مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، فلما غربت الشمس، هبنا ان نقول، الصلاة، فصار حق ذهب فحمة العشاء ومن أيننا بياض، لا حق، فنزل فصل ثلثا المغرب، واثنین العشاء، وقال، هكذا أمر آیت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يفعل۔
حدیث بیان کی کہ سے تھمد سے آتی ہے، اس نے ابن مسعود سے، اس نے ابن ابی بئیج سے، اس نے اصمعیل بن ابی ذؤیب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی حیثیت کی وجہ سے ہم انہیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اگر کہ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرشام کا دھند لگا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی

سے زبر الربی من سنن الترمذی بنی السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کا رخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱
سے جامع الاصول للمصنف

سے شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ۱۱۱/۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

راہِ یحییٰ آجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال نا حق مرد و راویہ بنا سنے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنا لی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثی پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا ہزاروں الی گنج پر سب وہ دس تھا اور یہاں روایت میں غلط کیا اور غصہ نہ دس جہورِ محدثی کے مذہب مختار و متقدم میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغِ علمِ تقریب میں ہے۔

عبد اللہ بن ابی نحبہ، یاسر الکلبی، ابو یاسر، جہاد بن ابی یحییٰ، یاسر بن ابی یاسر، یحییٰ ثقیف کا الشقی، مولانا، ثقہ، سرحدی، یاسر، و آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدی ہونے سے متم ہے، بسا اوقات تمس کرنا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدرب میں ہے،

الصحیح، الثقیف، فہار واء، بلعظ، محتمل، صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی دس کی وہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سناٹا کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سناٹا کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور بغیر سناٹا سے، اور جس میں سناٹا کی صراحت ہو جیسے سمعت، و شہدھا، فقہیوں یحتج بہ۔

حدیث، انجمن اور ان جیسے لفظ تو وہ نہیں ہے در قدی، مستند ہے۔ (ت)

وہ مرسل کی نسبت آپ خود فرما چکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نہ ایک جماعت فقہاء و جہورِ محدثین کے یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے اعلیٰ ارسال پر تو یہ جو کس و فردش اور پتے ارسال میں یوں جھٹک و خاموش، یہ کیا مقصد اے حیاء دینا نہت ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصل کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض غارِ معرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد سفر وقت حقیقتہً قصاکر کے دوسری ماہ کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عسمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفقِ آخر تک ہے

الدامر قطنی عن ابن عمر، مرسل، و الصحیح، و اقلنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن وقعہ، افادہ البیہقی و النووی، انہ قال، صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ پہلی اور نوی نے

سے تقریب التہذیب ترجمہ عبد اللہ ابن یحییٰ مطبوعہ مطبعہ فاروقی دہلی ص ۱۲۲

سے تدریب الراوی شرح تقریب الراوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹
ف : معیار الحق ص ۱۰۱

افادہ کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ شفق سحرؓ کی کو
کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابھی تک ہے۔ هو الصبح سورۃ الرحیم درایۃ وقضیۃ الدلیل
فعلیہ التعلیل (یہی روایت صحیح ہے، اسی کو روایت ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد
ہے۔ ت) ہمارا مذہب اختلافے میں پشیل افضل الخلق بعد الرسل صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ المؤمنین صلی علیہم وعلیٰ
معاذینہم اجمعین وسمیۃ الخضر ابوہریرہ وجمہ اللہ بن مریم وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم واکابر تابعین
مثل امام اجل محمد باقر و امیر المؤمنین علی بن عبد العزیز و ائمہ سے تبع تابعین مثل امام الشام و اذہبی و امام الفقہاء و
المحدثین و الصالحین علیہم السلام و زکریا البیہدلی و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و خزاز و بعض کبرائے شافعیہ مثل
ابو سلیمان نخعی و امام مزنی قلید صاحب امام شافعی و غیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول کہ فی عمدۃ القراء
وعیۃ المستفی و غیرہ۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مراد ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب
ابھی مغرب پر بھی تو صاف محفل کہ انہوں نے کسی سفر میں سینۃ الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد شفق احر شفق
ابھی میں مغرب اور اُس کے بعد شفق پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور و اہل اصحاب اللہ تعالیٰ
وسلمہ علیہم نے وقت قصار کے جمع قرانی اب حاسے اس طے سے ثابت فرمائے کہ انہوں نے پھر راست گئے بلکہ
آدھی رات ڈھلے مغرب پر بھی یہاں کے اپنے مذہب پر یہی ہو کہ سب وقت قصار ہوئی تو گھر میں اور پھر سب یکساں
مغرب پر وقت رہے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے صحیح نقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر مجھ اللہ
تعالیٰ و فی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و مشہدات کی داغ و بانی ہے اگر محبت سے تو کوئی حدیث صحیح صریح
ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقتہً شفق ابھی میں رکھ کر وقت
اجتماعی قضا میں مغرب پڑھی یا اس طور پر پڑھے کہ مکمل فرمایا مگر بول اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دیکھ سکے
بلکہ حدیث صحیح صریح جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمع فرمایا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صریح ہمارے
موافقی اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی انتہائی باتوں مذہب خیالوں پر عمل
کریں اور اُن کے سبب غاروں کی تعمیر و تخصیص اوقات کہ نصوص قطعہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے
چھوڑ دیں۔ ہکذا یصح للتحقیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی بطریق عقیل بن حارث عن ابن شہاب عن انس
جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت جمع تک تاخیر فرماتے،
الشیخان والیہود او د والنسائی، حدیثا قتیبة، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

نراد ابو داؤد وابن مہیب المعنی، قال لا تسأ
المفضل ح والبخاری وحده، حدثنا حسان
الواسطی، وهذا لفظه، ثنا المفضل بن
فضالة عن عقيل بن ابن شهاب عن انس
بن مالك، قال، كان رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم، اذا امر تحل قبل ان تنزيم
الشمس، اخرنا لظہر الی وقت العصر، ثم یجمع
بینہما، واداسر اعت الشمس قد ان یرتحل
صلی، لظہر ثم یرکب۔

بیان کی ہم سے قتیبہ نے۔ ابو داؤد نے اضافہ کیا ہے
”اور ابن مہیب المعنی نے“ دونوں مفضل سے روایت
کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی
تہا بھی کی ہے۔ اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں حدیث
بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب
سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہو جائے
تھے تو ظہر کو صحر تک ٹوٹ کر ٹپتے تھے۔ پھر دونوں اکٹھا
پڑھ لیتے تھے۔ قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں ”پھر
اُترتے تھے اور دونوں اکٹھا پڑھتے تھے۔“ اور اگر زوال ہو جاتا تھا۔ قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں ”اور اگر
روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تھا۔“ تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (د ت)

دوسرے لفظ میں ہے ظہر کو ٹوٹ کر فرماتے یہاں تک کہ صحر کا اول وقت داخل ہوتا پھر چلے کرتے۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی عمر بن سائد ناہی الی۔ سائد
لعمدانی ناہی یب سعد بن عقیل، ذکرہ،
ومیہ، اخرنا لظہر حتی یدحل اول وقت العصر
ثم یجمع بینہما۔
حدیث بیان کی مجھ سے ابو الطاہر اور عمرو بن سواد نے
ابن مہیب سے، انس نے جابر سے، اس نے عقیل
سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو ٹوٹ کر کرتے تھے یہاں تک
پھر دونوں کو جمع کر لیتے۔ (د ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ رائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کہلاتے

یا انھیں چلنے فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی ابو الطاہر عمر بن سائد
قال ناہی ابن مہیب جابر بن اسمعیل عن
عقیل، ومیہ، یؤخر المغرب حتی یجمع
حدیث بیان کی مجھ سے ابو الطاہر اور عمرو بن سواد نے
ابن مہیب سے، انس نے جابر سے، اس نے عقیل
سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو ٹوٹ کر کرتے تھے یہاں تک

بينهما وبين العشاء حين يغيب الشفق . ورواه
النسائي ، قال ، اخبرني عمرو بن سواد
بن الاسود بن عمرو ، و ابو داود ومحمدا ،
قال ، حدثنا سليمان بن داود النميري
كلاهما عن ابن وهب ، به ، ورواه
الطحاوي حدثنا يونس ، قال ، انا ابن
وهب ، وفيه ، حق يغيب الشفق .

کر اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے جب شفق غائب
ہوتی تھی ۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ
عمرو ابن سواد ابن اسود ابن عمرو ، اور ابو داود نے
بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود النمیری بیان
کیا ہے (عمرو اور سلیمان ، دونوں نے یہ روایت
ابن وهب سے لی ہے ۔ اور طحاوی نے اس کو
بواسطہ یونس ، ابن وهب سے پایا ہے ۔ اس میں
یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی : (ت)

غیبت شفق کے جوابات شافعیہ تو کمراندہ اور پرگز سے طحاوی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر
تک مؤخر کرنا جمع کرتے اس پر حتی کے معنی میں لاط کی نحویت گھما کر فرماتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی
اس حد تک کرتے کہ عقیقی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہو تا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے
کسی کو انکار نہیں مگر محققین منصوص کو اول وقت عصر کا عقیقی تاخیر کا ہے نہ غاۓ ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم کیجیہ ہیشہ کے
چکر سے نہیں بنتے کہ بعد ہو چکے ظہر کے اول وقت عصر تک ہو چکے کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا احکاماً منہذا۔

ان لن نزیروں کا جواب بہت واضح ہے عصر یا اول وقت عصر یا اول وقت عصر تک
ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہو ایرضی یہ بھی منظور کہ ظہر میں
اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے تم ہوتے ہی وقت عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری
شریف میں فرمایا : باب تاخیر الظہر الی العصر . امام حنفی شافعی نے فقہ ابہاری پیر قسطلانی شافعی نے
ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی :

باب تاخیر الظہر الی اول وقت العصر ، بحیث
انہ اذا فرغ منہا یدخل وقت تالیہا ، کلا انہ
یجمع بینہما فی وقت واحد .
باب ، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب
ظہر سے فارغ ہو ، عصر کا وقت داخل ہو جائے ، نیز
کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے ۔ (ت)

۱/ ۲۴۵ مطبوعہ مستدعی کتب خانہ کراچی

سختن ابی داؤد ۱/ ۱۴۶ شرح معانی الآثار ۱/ ۱۱۲

۱/ ۹۹ سنن نسائی الوقت الذی یجب فیہ اساذ فی العرب والعشاء مطبوعہ فور عماد کا خانہ تجارت کتب کراچی

۱/ ۷۰ صحیح ابن خری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱/ ۲۹۱ متہ ارشاد الساری دار الکتاب العربیہ بیروت

۳۷۷ ، ۳۷۸

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں۔

المصداقہ حد مراحہ صہاد خمس وقت مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل
 (العصر) کما سیاقی من ابی الشعثاء؟ ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آ رہا ہے۔ وقت

اور اس سے فارغ ہوتے ہی عصر اپنے شروع وقت میں پڑی جلتے پڑھتے دونوں نمازیں جمع ہو جائیں گی تو
 اس میں کوئی تعریف یا نکتہ جیسا کہ مخالف کہنا صرف کلمات ہے۔

اقول وبانہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یونخر الظہر میں ظہر سے صلاۃ عصر مراد ہونا تو یہی نماز ہی
 قابل تاخیر و تجیل سے نہ وقت میں کی تاخیر و تجیل متعذر است جہاں میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقتہً تکبیر تحریر سے سلام
 تک مجموعہ اعمال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزو نماز ہے اور ایسے حقائق میں جڑے شے نہیں جو اسم
 کسی مرکب محوٹ، جزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موصوع ہو بشرط حقیقت اس کا صدق جزو آخر کے ساتھ
 ہو گا نہ اس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموعہ صلاۃ وسقف وغیرہ کا نام ہے تو جب یہ بھری گئی یا پہلی اینٹ
 چمائی کی رکھی گئی مکان رکھیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرعاً مکمل نماز گئے اور معتبر کے تحقق نہیں تو
 بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز میں وقت فراغ پر سے دو وقت تکبیر کہ بنو زناہ دم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے
 الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ہے وقت عصر یہ ہے کہ اس کی ابتدا فرما کر پڑھتی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے
 فراغ وقت ظہر کے جزو اخیر میں ہوا یہی بعینہ ہمارا مقصود ہے اگر مے وہ بے باقیں جو طاعتی بتاتے ہیں کہ اول وقت
 عصر میں نماز نہ شروع کی تو تاخیر نماز اول وقت عصر پر مبنی رہتی کہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث
 ہے تو جیہ حقیقت شریعہ معنی حدیث وہی میں جنہیں ملائی تعریف نصوص بتا رہے ہیں ہاں نماز آغاز نماز پر بھی
 اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور طاعتی کے مسمی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بجز انہ اس بیان
 بل البرہان سے واضح ہو گیا کہ طاعتی کا غما سے تاخیر و غما سے نماز ظہر میں تفرق پر حکم کرنا جہالت تھا طاعتی نے اتنا
 سچ کہا کہ متے تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے بویہ حاشیہ چڑھا یا کہ معنی ابھی تک ظہر پڑھتے کہ وقت عصر آج
 تراوے جے دلیل ہے طرفہ دیگر خود بھی حضرت نے انہیں لفظوں سے تعبیر کی جس میں دونوں معنی ممکن مگر محتمل و
 واجبیت تو باجماع ائمہ طریقی نقیض پر ہیں و اللہ اعلم۔

ثم اقول وبحول اللہ اصول (پھر میں کتابوں ارشاد کی طاعت عزت کہ پہلی ظہر کی وقت عصر تک تاخیر
 درکنار اگر صاف یہ لفظ آئے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعا سے مخالفت میں نص نہ تھی ظہر ہی وحشائیں میں

آخر وقت اول واول وقت آخر ان واحد فصل مشترک میں الزام نہیں ہے اور صلاۃ بخیر ابتداء صلاۃ اور قرائت عن الصلوۃ دونوں مستقل تو حکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فرائض پر اس کا وقت ختم ہو جائے اسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے بعد۔ اخیر میں تمام ہوتی روشنی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جو۔ اول میں اس سے فرائض ہو اور حکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان غفلتوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فرائض عن الصلاۃ تھا اور فرائض عن الصلاۃ آخر وقت میں ہو اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا سابقوں احادیث مذکورہ امامت جبریل و سوار سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند التردد و حدیث سائل عندانی داود میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی غرض امام شافعی و مجہور علی سے کہ ہم رحمہ اللہ تمہاری نے ان میں صلاۃ عصر ویروزہ کو ابتداء نماز اور صلاۃ ظہر ویروزہ کو فرائض نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یوں تصویر فرمایا گیا کہ ظہر ویروزہ عصر ویروزہ کے وقت میں پڑھی امام اعلیٰ ابو ذر کیا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرع صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظہر فامہ وقت الح ان یا عصر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو حضرت تک سارا وقت ظہری کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں،

احتجہ الشافعی والاکثر من بظاہر الحدیث	امام شافعی اور اکثر علما نے اسی حدیث کے ظاہر سے
الذی یحییہ، والحدیث عن حدیث حدیث	استدل کہ اس سے جس نے گفتگو کر رہے ہیں اور حمل
عید السلام، بان معناه، فرغ من الظہر	علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے وہ
حین صلاہ کل شیء مثله، وشریع فی	جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا تو اس وقت
العصر فی اليوم الاول حین صلاہ کل شیء مثله	ظہر کی نماز سے غار شا ہو گئے تھے اور دوسرے دن
شیء مثله فلا اشتراک بیدہ	جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا تھا تو اس وقت
عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)	

حرفات شرح مشکوٰۃ میں ہے،

فی روایۃ، حین کان ظل کل شیء مثله، کو وقت	ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے
العصر بالامس۔ ای فرغ من الظہر ح،	برابر ہو گیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے
کما شرع فی العصر فی اليوم الاول ح حیث	وقت تھا۔ یعنی آج اسی وقت ظہر سے غار شا ہو گئے تھے
قال الشافعی، وبعید عنہم اشتراک ہما فی	جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے شراک
کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (د)

ثُمَّ اقُولُ ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود ملاجی اپنے ہی نکلے کہ نہ روئیں اقر، اکت، ہک، کفی، بنفسہ
اليوم عليك شهيداً (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت، مسئلہ وقت ظہر میں
جو ایک مثل کا ثبات پیش نظر تھا پاؤں تے کی سوچی آگاہ بچا بچے سوچے کجے صاف صاف انہیں معنی کا اقرار رکھئے
یہ کیا خبر تھی کہ دو قدر عمل کر یہ اقرار مان لا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نبی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نقل کر کے فرماتے ہیں، معنی اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سب ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر
سے ایک مثل پڑھا رہا ہوئے یہ معنی ہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر
پڑھی تھی اور مطلقاً۔ کیوں ملاجی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر ظہر کے معنی کفر فراغ
عن الظہر لیا کیوں تعریف نفوس ہو گیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی سب اپنے لیے تعریف
تبدیل انکار تکمیر ہے جو چاہو علال کرو۔ ہرگز یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل
عن ابی جاسس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چور کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف
نقل کیا کہ ظہر امر دوزہ عصر دوزہ کے وقت میں پڑھی اور نکال نکال کش عالمی اسے بھی نکال دیا کہ معنی اس کے بھی وہی
ہیں جو حدیث نبی کے بیان کیے گئے یہی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پڑا دوسرے دن فراغ ہوئے ظہر سے
ایک مثل پڑا۔ ملاجی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنی لے رہے ہو
کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو آپ کس منہ سے یہ حدیث اثبات
جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہوں میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث
ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہوں کے بدرجہ اولیٰ نہیں لگے اور اول تا آخر تیسرے سب دعوے

عنه قتياس وماسب المقام ههنا الشهادة
لا المحاب ۱۲ منه (م)
قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب
یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حبیباً کی
جگہ شہیداً لایا گیا ہے) (د)

لہ مقدمات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیت مکتبہ المدیریہ طاب
سے تقریباً ۱۴/۱۳ فی معیار الحق مشہور چارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ مدیریہ لاہور ص ۳۱۵ ط ایضاً ص ۳۱۶

قلی موقوفہ بغیر خط کہ نہیں گئے انصاف ہو تو ایک ہی حرف تھا ہی ساری عزت کو پہلی منزل پہنچانے کے لیے بس سب سے دیر
 ، لحد یہ کلام تو ملائی کی جہاتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الرب
 اسی طرح صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخل عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی دیکھیں مثالیں آیات و احادیث سے گزریں خصوصاً حدیث
 ہشتم میں ہم نے روایت صحیح صحیح مسلم و نسائی ابی داؤد و سنن نسائی سے دو وثیق ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر
 درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھے کو کما یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے
 وقت میں پڑھی

الحمد للہ الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ، حدیث قال ، قد یحتمل ان یکون
 قولہ ، الی اول وقت العصر ، الی قسرب اول وقت العصر
 اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انہوں نے
 کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر
 کا قریب ہوتا ہے۔

جواب ثانی ، اقول وقت ظہر و مثل مجہود خواہ ایک اُس کی حقیقت و اقیسکا ادر اک طاقت بشری سے
 خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی صوار تا سر پائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہرگز
 غایت تخمین مقدار تک بھی مانع نہیں مادیات آسمان و ارضہ ہدیہ ہے وہ بھی تنقیف امر بر کر نہیں جتا سکتا۔
 اولاً درے کی سمت شمس کا ، سطح اسطی و دائرة الافق سے اُس کی پوری موازات مقبالتس کا سطح دائرة
 نصف النهار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل و محرک کے نقاط ماہجیزہ کی صحیح تعیین قوتس معصومہ کی ٹھیکہ تنقیف
 شمس ظل کا خط ماہجیزہ پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلیں کی جے کی جیٹی زیادت ان
 میں سے کسی پر جزو متیسرے ہیں۔

ثانیاً لغرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر مبنی بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النهار کا سطح غیر نصف
 النهار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ جس وجہ تعاطی معدل و منقطعہ اپنی سیر خاص سے طہر بحر
 بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منقطعہ ، بین المدخل و المخرج ہمیشہ خط نصف النهار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ
 دائرة الزوال پر مرکز تیر کا انطباق اور احد انقلابین میں حلول آبن واحد میں ہو اور وہ سایہ تیر نا دور ہے
ثالثاً اسناد کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول ارضہ جانتے

کے طرق و زیادت میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کو کب کی تقدیر حقیقی معلوم کرنا حساب کا کام ہے نہ ارباب دکا ،
 بعد اول حیوب ، خلال و تیرل و اوسط و تعاویل مراکز و تراصیح ادبیات و تفاوت یام حقیقیہ و وسیطہ و عقلیہ ماہین
 المرکزی و غیرہ و اطوال بل و درج و اجزائے استوائیہ و طوابع و مطالع طبعیہ و غیرہ امور کہ اسس اور ان کے فواید
 ہیں سب فی انفسا محض تخمین ہیں اور اسس پر اثبات زیادت برفع و اسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین پاک ہے
 جس سے بہر تقدیر و تعلیم میں بحر و جبل بشر کو طہر کر دینا ذرۃ عالم سے اپنے کمال و قدرت کو جلوہ دینا ۔

مبہنک لا عدولنا لام حقیقت انک فت العظیم
 کو پاک ہے ہیں علم نہیں گھڑتے کی تو نے تعلیم دی ہے
 الحکیم ۔
 تو ہی علیم حکیم ہے ۔ دت ۔

وہذا ملحق و قیقین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک حادثہ صلی کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت میں اوقیتیں
 کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کہیں حالت شک میں رہتی ہے کسی بقائے وقت اول کسی دحل وقت آخر گمان کرتی ہے اور
 واقع وہ ہے جو رب العزۃ جل و علا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصاً عالم علوم الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم جبکہ مہادی العظیم الخبیر (ؑ) گاہ کیا ہے مجھے علم واسلے اور خبر واسلے ۔ (ت) میں وقت حقیقی پر مطلع ہو کر
 ہمارے اسیہ امیر وقت میں ادارہ سلسلہ پر سے ہی حادثہ وقت معلوم ہوا اے حقیقی جو خاص علم الہی میں تھی
 شروع ہو جاتے اور دیگر ناظرین کو وحی سے بہرہ نہیں دیکھتے براہ استنباط اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاً محل تعجب
 نہیں نہ معاد اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسر نشان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ مہادی سماجیت میں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ الموسیٰ القدر انادیت
 کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی لطیفی پستیں کر سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے وقت غازیں
 پڑھیں یا سحری تناول فرمائے کہ ناظرین کو بقا سے وقت میں شک یا غروب وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ صدیقی صحابہ
 کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوتے علم محمدی قرطیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، مثلاً ؛

حدیث ۱ حدیث ۱ کہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و ترمذی و ابی یوسف
 و مصنف طحاوی میں ہیں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس میں ظہر و درود کی نسبت مسلم و نسائی
 کی روایت یوں ہے ؛

اقامہ بانظہر حیث تراءت الشمس ، والفقائل
 سترجہ دہلتے ہی ظہر کی اقامت کن اسس حال میں کہ
 یقول : قد اتممت الہمار ، وھو کانت
 کچھ والا کچھ ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

طلوع الصبح العامة ، وقد ظهر له صلى الله
تعالى عليه وسلم طوعه ، انا يا نوح اد
بغية .
طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پر نور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم
ہو گیا۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبد الرحمن بن زید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی نسبت ہے ،

ثم صلى العجرجين طلع العجرج ، قائل
يقول ، طلع العجرج ، وقائل يقول ، لم
يطلع العجرج ، واوله ، قال ، خرجنا مع
عبدالله الى مكة ، ثم قدمنا جميعا الحديث .
یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
مکہ کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے
نہاڑ فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کتا فجر ہو گئی ہے
کوئی کتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابو جعفر طحاوی انہیں عبد الرحمن نخعی سے راوی ،

قال صلى عبد الله باصحابه صلاة المغرب فقام
اصحابه يترأون الشمس ، فقال ، ما تطربون ؟
قالوا ، نظرا ، ما بت شمس . فقال عبد الله ،
هد ، و الله الذي لا اله الا هو ، وقت هذه
لصلاة الحديث .
یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب کو
ماز مغرب پڑھائی ان کے اصحاب اٹھ کر سورج دیکھنے
لگے ، عرض کیا دیکھتے ہو ، عرض کی اے دیکھتے ہیں
کہ سورج ڈوبا یا نہیں افرایا قسم اللہ کی جس کے
سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس کی رکعت ہے۔

تاریخ فارغ ہو کر بھی ان کے اصحاب کو شبہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صسبی
حقیقة فی لفعل دون الامسادة والفاء للتعقيب (کیونکہ صسبی کا حقیقی معنی نار پڑنا ہے نہ کہ رادہ کرنا اور
نار تعقیب کے لیے ہے۔ ت۔

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ علی بن ابی الدرداء انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید
بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ،

قال ، انصرفنا مع رسول الله صلى الله
ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

۲۰/۱	مطبوعہ دارۃ الطباعة المنيرية بيروت	باب صلاة الفجر بالزوالفة	لغة عمدة القاری شرح بخاری
۲۲۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب منی لصلی الفجر کبج	لغة صحیح البخاری
۱۰۰/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب بواقی الصلاة	لغة شرح معانی الآثار

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الى الصلاة، قلت،
 كم كان قدس ما بينهما؟ قال، خمسين
 آية۔
 سحری کھائی پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں نے
 پوچھا سحری میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں
 پڑھنے کا۔

حدیث ۶۔ بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
 ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و
 من یدبث ثابت تسحروا، فلما قرعنا من سجودهما
 قد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى
 الصلاة فخط، قلت لانی، كم كان بين
 قرعتهما من سجودهما و دخولهما في
 الصلاة؟ قال، قدر ما يقرأ الرحمن
 خمسين آية۔
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے
 فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نماز صبح کے لیے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور
 نماز میں داخل ہونے میں کتنا فاصلہ ہوا، کہا اس قدر
 کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طور شہیدی حنفی پیر علامہ طبریزی شافعی پیر علامہ علی قاری شریع مشکوٰۃ میں، اس حدیث کے نیچے
 فرماتے ہیں،

هذا تقدير لا يجوز لعموم المؤمنين الاخذ
 به، وانما اخذ رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم لا اطلاع الله تعالى اياه، وكان
 صلى الله تعالى عليه وسلم معصوما عن
 الخطأ في الدين۔
 براۓ ذہن ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں
 سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے
 اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزت جل و علا نے حضور
 کو وقت حقیقی پر اطلاع فسخہ کی تھی اور حضور
 پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے
 معصوم تھے۔

حدیث ۷۔ نسائی و طحاوی بر بن جمیش سے راوی،
 قال، قلت لعذیقة، ای ساعة تسحرت مع
 ہم نے تیرے ہمراہ نبی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

۱/۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب وقت الفجر
 ۱/۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی باب وقت الفجر
 ۱۳۳/۲ مطبوعہ مکتبہ اہل البیت علیہ السلام الفصل الاول من باب تعیلی الصلوات

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال،
 هو انہما، الا ان الشمس لم تطلع
 تمام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے :

قلت، بعد الصبح، قال، بعد الصبح،
 غیر ان الشمس لم تطلع
 میں نے کہا بعد صبح کے کہا یاں بعد صبح کے مگر آفتاب
 نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عہد عمل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت
 کے مطابق حقیقی زمانے میں پھر ہی سول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 گمانی ہو کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور، قسری جو شخص سحری کا بچہ نہ لکھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے
 وہ سو اس کے کیا گمان کر سکتا ہے۔

حدیث ۸ ابو داؤد نے اپنی کتب میں باب وضع کیا، باب المسافر وحویشک فی الوقت۔ اور
 اس میں انہیں اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس کی حدیث میں ہم یہاں کلام کر رہے ہیں روایت کی :

قال، کنا اداکنا مع رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر، قلت، ان
 الشمس اذ لم تزل، صلی الظهر ثم استحل
 جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے ہمراہ رکاب سے ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا
 ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اس وقت نماز ظہر پڑھ کر گریہ فرمادیتے۔

حدیث ۹ ابو داؤد اسی باب میں اور نیز نسائی و طحاوی انہیں اس رضی اللہ عنہ سے راوی،
 کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا
 نزلا من لا یمیرت حل حتی یصلی الظهر،
 فقال له من اجل، وان کان نصف النهار، قال،
 وان کان نصف النهار
 یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں
 اترتے بے ظہر پڑھے کو پانہ فرماتے۔ کسی نے کہا
 اگرچہ دوپہر کو، فسر، یا، اگرچہ
 دوپہر کو۔

۳۰۳/۱	سنن النسائی	الحث علی السجود ذکر الاختلاف الخ	مطبوعہ دار محمد کتب خانہ کراچی
۳۰۴/۱	شرح صفاتی الآثار	کتاب الصیام	مطبوعہ دار اہم سعید کینی کراچی
۱۰۰/۱	سنن ابی داؤد	باب المسافر یصلی الخ	مجتبائی لاہور
۱۰۰/۱	کے دہ	" " " " " " " "	" " " " " " " "

نسائی کے نظریوں میں،

فقال من جلد وانكاست ينصت النقاد قال د یعنی کسی نے پرجا اگرچہ وہ نماز و پھر میں ہوتی فرما اگرچہ انکاست ينصت النقاد۔ دوپہر میں ہوتی۔

طبیقہ اقول ملا جی کو دیر منظور ہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول آئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ کہ وقت عصر کا آغاز ہوتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصل گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علامہ نے حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم سے استدلال کیا کہ ابو درینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک سفر میں ہم حاضر کباب سعادت سلطان رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے مڑوں نے ظہر کی اذان دینی چاہی مسدود یا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا پھر فرمایا دفت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر ارادہ کیا فرمایا ٹھنڈا کر، حق ساری العدل استوں (یہاں تک کہ نیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ان شدة الحر من فیہ جحیم) گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے، قرآن میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر صومناحہ گرم میں کہ وہی زمانہ ارادہ ہے نیلوں کا سایہ اصلا سہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اہل اوردنیا کوئی شافعی شریعہ مسلم شریعت میں فرماتے ہیں، استول منبطحة غیر منتصبہ ولا یجیرہ فی فی لعدۃ الا بعد نزول الشمس بکثیرۃ۔ ٹیپے میں پہلے سونے ہیں نہ بلند عادتہ ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔

امام ابن اثیر جزیری شافعی سایہ میں فرماتے ہیں، علی منبطحة لا یظہر لہ ظل، الا اذا ذهب اکثر وقت ظہر۔ ٹیپے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر عجب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود اثر نہ فیہ کی شہادت سے ثابت اور میر مناجہ و عقل و قواعد ظلم ظل شاہد کہ نیلوں کے ساتھ کی اعتبار و ال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ نیلوں کے برابر اس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

مسئلہ النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ السلیبیہ لاہور ۵۸/۱
صحیح البخاری باب الارادہ بالظہر فی السنۃ دار العرفۃ قادی کتب غازی ۵۵/۱
شرح الصغیر فی مسلم باب استجاب الارادہ بالظہر " " " ۲۲۴/۱
معجم باری شرح البخاری باب الارادہ بالظہر فی السنۃ ۱۶/۲

نوٹ، یہ تو رسمی بیسار کے باوجود نہایت سے نہیں مل سکا اس لیے فقہ انباری سے نقل کیا ہے۔ تیسرا سید

حکم فرمایا اور اس کے بعد توحید کو اجازت ادا ہوئی تو بلاشبہ دوسرے مثل میں وقت نظر باقی رہنا ثابت ہوا
 جیسا کہ چارہم نامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ روئل سے علیحدہ اللہ تعالیٰ کا جواب بھی یہاں توحید حالت اضطراب
 میں فرمائی کہ مساوی کہتا ہوں میں سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ نیوں کو ظاہر ہے کہ ٹھیکتا اور تقریباً ہے نہ
 یا سطر کہ گزر رکھ کر پائے۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گزر رکھ کر نہ پایا تھا تو یہی ٹھیکتا مساوات
 بتا دی مگر اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر رکھ کر پائے لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا آخر درجہ وقت حضور نبی تو معلوم ہو گا کہ
 سایہ اس مقدار کو پہنچنے اُس کا علم ہے پائے کہیں کہ جو، بلکہ یہاں تو قابضہ دونوں کی ضرورت ہے یکساں وقت
 نصف النہار کہ سایہ اصلی کی مقدار میں دوسرا اس وقت کہ سایہ بعد طلوع اصلی مقدار مطلوب کو پہنچا یا نہیں، حسب
 احوال نے ایک ناپ نہ کی ہو سکی تھی فرمادہ انھوں نے وہ ناپ میں کاسے کو کی ہو گی، یہی ٹھیکتا فرمادہ ہو گا کہ عصر کا اول
 وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں اتنا مل چکا پائے ہیں کہ واقع میں مساوی رہا ہو گا اور نظر ایک مثل کے اندر ہوئی
 یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر ہے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا جادواری و مکاری ہے کہ
 باسی جہاں میں خود اعتبار کرتے جاؤ دوسرا کہ سے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصیر منہا اس حکم کی کوئی حد ہے

طیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے گا یہاں تک کہ ہمیں ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں طہر کی دو رکعتیں پڑھی ہیں
 اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سنت فی حاشی غلطی نہ پڑے۔ نہ کہ طرف بے دلیل نسبت کر دیا جس سے اتنا
 شور اٹھتا، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہو کہ سایہ طول کی انداز اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا
 سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ہر بے گڑبہ کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی پہنچے گا
 کہ اگر چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزرے گا کہ اول تو جس طرح ظہر طلوع میں تفاوت شدید ہے
 کہ تہ دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے تو بھی زیادت غلطی میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر
 غلطی دیر میں جتنا بڑے گا ٹیوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کہ بڑے گا کھلا یخلفی علی العاصف بقوا عند
 الصبح (جیسا کہ وہ دفعی کے جائزہ والے پر غلطی ہیں۔ مت) تو لا جرم جس وقت ٹیوں کا سایہ پیدا ہوا اور بندیوں
 کا سایہ سارا علی کے سوا نصف مثل سے زیادہ تھا اب کو دیر کے بعد بندیوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف
 مثل سے زیادہ تھا اب کچھ دیر کے بعد بندیوں کا سایہ نصف مثل سے کم ہو کر ایک مثل غلطی اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیوں
 کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہو گا اور اس نقطہ نسبت تفاوت کو نہ بھی ماننے تو حیرت کم از نصف ہی ہائے پھر ہر حال
 اس سے اتنی دیر اور بڑا کیجئے جس میں اداں کا حکم ہو اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر
 اُس وقت ٹیوں کا سایہ کوئی چارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمادہ بنا کہ سایہ برابر ہو گیا تھا
 کس قدر بعد و قابل قبول ہے۔ کیا اچھا انصاف ہے کہ باوجود ٹھیک میں اتنی غلطی یا مسووع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھی ہیں

یا اپنے دائرہ کو یہ بجائی غلطی متیوں کر میر میں پسری کا دھوکا۔ بھرا نہ قتالی اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہاں تجلیں سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا

لطیفہ ۳۔ اقول دہاں ایک ستم غرض ادا کی یہ کہ ہے کہ وہ تھینا برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی تک کر کے دھندلا یعنی من لہ ادا کی عقل (اور یہ ادنیٰ ہی عقل رکھنے والے پر بھی غلطی نہیں رہ سکتی) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد کا نئے سایہ اصلی کے تھینا آدمی مثل ہو گا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوئی کہ بگڑی فارغ ہوئے ہوں گے۔ طبعی اذرا کچھ دنوں مثل کی ہو اٹھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھ کر آنکھوں کے چور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر تک چلتے مگر یہی ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بتا رہے ہیں اور وہ بھی متوڑا رہے بہت آدمی مثل بھی تو کہتے ہیں کہ وہ اپنی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے۔

لطیفہ ۴۔ اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں عروہ نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی چھ سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت سے اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ طبعی اپنی ہی اپنی سے مساوی وقت ٹھنڈا دیا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ دوسری گز ہوں یہ تو برابر اسے بھی اتنے سے کیوں تعریف نفوس کہنے کا کہہ کر تو مطلب کی کھڑت ہے۔ ایسا نقب تو اس میں بھارے حقیقہ کا حکمت ہے۔ طبعی! اگر کوئی کہے کہ میں طبعی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی رائے میں مانس برابر ہوئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ طبعی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے مانس موجود تھا اور طبعی کی دائرہ معدوم جب دواں کچھ چمکا چمکتے ہی مانس برابر ہو گیا کہ اب مانس بھی موجود ہوا بھی موجود تھا

مرنگ از بیضہ ہوں آید و دار طلبہ

(مرغ جب اٹھے سے باہر آتا ہے تو دار طلبہ کرتا ہے)

لطیفہ ۵۔ اقول یہ بکن چراغی و تحریف مرید قابل ملاحظہ کہ خود ہی حقیقہ و شافیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافیہ سے حجت لائے کو فتح اباری امام قسطلانی سے یہ جہاد نقل کی کہ

یہتمل ان یواد بعدہ المساواة ظهور الظلم
محجب التل بعد ان لم یکن ظاہر اللہ
ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ بٹنے کے پہلو میں
سایہ ظاہر ہو گیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

سلف فتح اباری شرح البحاری باب الإبراد بالظہر فی السفر
قل معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۲۵۴ ق معیار الحق ص ۲۵۴
۱۶/۲

جس میں شیوں کے لیے سایہ اصل ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایہ اصل آدمی
مثل کے قریب ہوتا ہے۔ جرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح ابزاری
کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح ابزاری میں یہ احتمال ان پر ادا تھا جی! و حرم سے کہنا یہ تعریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶۔ اقول فتح ابزاری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ
، مسافرانہ قرار فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ مساوی ہونے کے ہرگز یہ سمجھنے نہیں سکتا آپ اپنی خبر
چیجے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو طور و وجود میں برابری سے شام تک
دی بھر ہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا مئے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر
ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں یہ آپ کی نرمی من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی، انطور،
تفزیل کی مساوات فی الوجود، اور مغرب علیہ وجود مشرقی، کیا جب تک وجود مغربی شمالی مساوات فی الوجود
نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷۔ اقول قاجی! جب آپ کے و حرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا
تو زوال ہوتے ہی قطعی معاشرقی ہوا تو مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر سبدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد
ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادہ اذین کیا ہر بار کمرہ ابرادہ تا حیرت میں ملک سایہ مساوی ہو گیا یہ ارادہ ہائے
اذن و حکم ہائے ارادہ سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پردن چڑھے ظہر کا وقت جو بانا ہو گا، ملا جی! تعریف
نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھاتی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸۔ اقول جب کہ یہی تو ارسے درجے یہ قیسری زاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی
کہ یہ تاجیر اکھبریت سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرتؐ نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس
سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ ملا جی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابرادہ ظہر کے ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا
یا تقویت ظہر کے وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جو شش جنم سے ہے
تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ ملا جی! اس حدیث کی شرح میں خود
علامہ شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابرادہ میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے
ارشاد انصاری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابرادہ بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے ،

(قال : كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم في سفر ، فبده هتبا بالسفر ، واخلفه
في السابقة ، مشيرا بذلك الى امت تلك
الرواية المطلقة محمولة على هذه المقيدة ،
لان المراد من الايراد التمهيل و
دفع المشقة ، فلا تفاوت بين السفر
والحضر)

اسی میں ہے ،

(فقال له : ابرء ، حتى مرأيا في التناول)
وعاية الايراد حتى يصير النظم ذمرا على بعد
طلب الزوال ، او رجع قائمة او ثلثها او
نصفها ، وقيل غير ذلك - ويحذف باحلاف
الاوقات ، لكن يشترط ان لا يستد الي آخر
الوقت)

دکھا ، ہم ہی سہی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر
میں ، یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سب بقہ
روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ
مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے
کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دور کرنا ہے
اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق
نہیں ۔ (ت)

اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر ، یہاں تک کہ ہم نے ٹیوں کا
سایہ دیکھ لیا ، ابراؤ کی انتہا یہ ہے کہ سایہ
ایک گز ہو جائے ، زوال کے سائے کے بغیر یا قد
کا چڑھائی یا تھائی یا نصف ہو جائے ، اس کے
علاوہ بھی اقوال ہیں ۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ
ابراؤ میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط
یہ ہے کہ ابراؤ اتنا زیادہ رہے کہ وقت آخر ہو جائے ۔ (ت)

ف ہاں خوب یاد آ رہا ہے شافعیہ کی کیوں نیچے آپ اپنے ہی کلمے کو نہ دیکھیے مسئلہ وقت مستحب ظہر
میں فرما گئے اگر ابراؤ اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراؤ نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب جائے
حد میں ابراؤ کی علیہ میں اختلاف ہے مگر یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراؤ اس حد تک نہ کرے کہ ظہر کے آخر
وقت کو پہنچ جائے کہا فتح ابیاری میں اختلاف العلماء فی عایة الابراؤ ، لكن يشترط ان لا يستد الي
آخر الوقت فمضوا ابراؤ کی انتہاء میں علاوہ اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے ۔ (ت)
جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراؤ ہے تو حکم ابراؤ کا خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

عذر ہر دو ہے، مآجی ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے حراۃ نفس شرع کی تکریم حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض نفس طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب مقرر ہو چکے علامہ ذرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں،

قد اجاب لی فقامت حجة، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعین، وهي عشرة، بما يطول ذكره، مع انه لا كبير فائدة فيه، اذ لمذهب تقررت، انما هو تشعيبي اذهانت۔
ابن جر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس سیوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لے کر آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریریں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے پھیلے اتر رہے ہیں۔ ع

شرم یاد ت از حسنہ ادا رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹۔ اقول مآجی خود جانتے تھے یہنا ویس، میں تم سے پوچھتوں سے بھیجے جئے حدیث کو ذکر نہا ہے لہذا عذر مدتر از غناء کے لیے ارشاد ہوتا ہے غشائادویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں کس جہا بین الدولہ یہ تاویلیں حق کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حق کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گئے کہ جھوٹ کر رہے ہو حاکم حقہ تھیں کہ ایک دم میں سٹلف ہو گئیں مگر اس دھشتی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بیکہ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دوبارہ غیبت شیعہ میں باد صفت اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح و احب الالزام۔

لطیفہ ۱۰۔ اقول جمع تقدیم کی تاخذ مل جواحت بھرنے کو حدیث ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ نثر زبانیں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مائع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں لاتھ دعوہ کر جیسے پڑے شیر بکر اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ جمع بین الادلہ کے لیے ایسی رکیک و پوچھ و لچر تاویلات بکسر و ایں تریہ صاف و لطیف و شائع و لطیف معانی و عمل کر ہم نے جماع بین الادلہ

احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کیے گئے ہیں اپنی چوٹی و چراگی گئی آپ نے خود بند کر لی ، و لہ
الحمد ، ع

حدود سبب غیر مگر خدا خواہد

طرفیر کہ آپ مستند ہیں اور ہم نعم جب آپ کو ایسے چریت نفع دیں گے ہیں یہ واضح بات بدرجہ اولیٰ نافع اور آپ کے
تمام چواہس و وسوسوں کے قاطع ہوں گے ۔

فائدہ عائدہ : سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے
کلام فریقین میں اس سے استناد آنچہ ، با اصل تعرض نہ دیکھا ، ظاہری بہت دور دور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی ملتی
پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی چھین کر لائے سنن کچھ دور زحمیں اس کے آس پاس گھومائے مگر اس سے دہنے بائیں کرتائے
اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر گر شاید اب کسی نے متوجہ نہ ہو کر حضرت سی کو تازہ وہم جاگے ہوا
اس کے تعرض کر دینا مناسب ہے

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح
نے اس نے کہا کہ خبر دی میں بھی ابن کعبہ جاری نے اور سنن نسائی
میں سب کہ خبر دی میں کوئی ابن ابی اس نے کہا حدیث
بیان کی کچھ سے یحییٰ ابن کعبہ جاری نے ۔ اور مصنف علی وہی میں
ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبد الرحمن نے
اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے ۔ دونوں
نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبد العزیز ابن محمد نے (نعیم نے زور دیا
کا اضافہ کیا ہے ، تا کہ یحییٰ ابن ابی الزبیر سے ، اس طرح جابر رضی اللہ عنہ

فی سنن ابی داؤد ، حدیثنا احمد بن صالح حنا
یحییٰ بن محمد الجارثی ، و فی سنن النسائی ،
احمد بن المفضل بن اھاب ، و فی حدیث یحییٰ
بن محمد الجارثی ، و فی مصنف الطحاوی ،
حدیثنا علی بن عبد الرحمن ثنا نعیم بن
حماد قال ثنا عبد العزیز بن محمد (مراد نعیم)
الدر اوردی ، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ،
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عہ ای یحییٰ عند الاولین و نعیم عند الطحاوی و جابر
یحییٰ یحییٰ سے پہلے دو (ابوداؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم محمدی
کے ہاں ۱۲۱۱ (ت)

سنن ابی داؤد باب الحج بین الصلواتین مطبوعہ جمہوری لاہور ۱۴۱/۱
سنن النسائی الوقت الذی یجب فیہ المصافرا مطبوعہ مکتبہ سلیمان لاہور ۹۹/۱
شرح معانی الآثار باب الحج بین الصلواتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

غربت له الشمس بمكة ، فجمع بينهما
 بسوق (خدا نصیم) یعنی الصلاة - ولفظ
 المؤمل غابت الشمس ورسول الله صلى الله
 تعالیٰ علیه وسلم بمكة ، فجمع بين الصلاتين
 بسوق - قال ابو داود ، حدثنا محمد بن
 هشام جابر احمد بن حنبل ما جعفر بن
 یحیی عن هشام بن سعد ، قال : بينهما
 عشرة اعیال ، یعنی میں مکہ و صرف تھے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہو گیا
 چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سرف میں (نعم نے اضا ذکر کیا) یعنی
 نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظوں میں سورج غائب ہو گیا اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں
 کو سرف میں جمع کیا۔ ابو داؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے
 ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن یحییٰ نے ہشام ابن
 سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس میل کا فاصلہ
 ہے یعنی مکہ اور سرف کے درمیان دس میل

یعنی تصور سید عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ مکہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب و عشاء مرفیع سرف میں
 جمع فرمائیں ابو داؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملاجی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے
 تقریب میں کہا صدوق ، لہ و ہام ، و رعی بالمشیہ) نقل کی کہ مکہ و سرف میں دس میل کا فاصلہ ہے
 اقول وہاں الترفیق اصول حدیث و نیز اصول محدث ملاجی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصول حدیث
 پر اس کی سند ضعیف اور اصول مذکورہ ضعیف و بخت و ضعف کیا یہ کتنے ضعیفوں کی طومار اور نری مردود
 متروک ہے ۔

اولاً دو طریق پیش ہیں یکے بن محمد باری ہے تقریب میں کہا ، صدوق و یحیی (سپتا ہے مگر
 خطا کرتا ہے ۔ ت) امام بکری نے فرمایا : یتکلمون فیہ (انہ محدثین انس پر طعن کرتے ہیں ۔ ت) میزان
 میں یہ حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعیف میں زیر ترجمہ ضعیف ان کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں ۔ و اس
 کے ساتھ طریق دوم میں ترک بن ابی ہے تقریب میں کہا صدوق لہ و ہام (سپتا ہے ، اس کو اوہا ہا ہا ہا
 طریق ثانی میں نعیم باری ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں بھی سے بھی بدتر ہے تقریب میں
 کہا صدوق یحییٰ کثیرا (سپتا ہے مگر خطابست کرتا ہے ۔ ت) یہاں تک کہ ابو الفتح از دی نے کہا ، حدیثیں
 اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابو نعیم کے معاصر میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازات از دی سے ہو
 مگر ذہبی نے طبقات الخلفاء و میزان الاعتدال و دونوں میں اس کے حق میں قول امیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف آہستہ

شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ اصح ایام سعید کینی کراچی ۱۱۱/۱

سنن النسائي الوقت الذي يجمع الصلوتين مطبوع مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۱/۱

سنن ابی داود باب الجمع بین الصلوتين مطبوع مکتبائی لاہور ۱۴۱/۱

و ایضا میلون کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب ترقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم و الاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً حلاجی کے نزدیک تو یہ دس میں بنانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلون کا گنا ان حملہ و مدافہ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان عناصر و احوال میں اس طریقہ کا اصل نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا و لہذا شاہین اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے لمان اٹھائے دیتا ہے۔ خود المدینہ کو مکہ معظمہ کے راستے پر مدیر طبع کے قریب ایک مشہور معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافضی احمد شیعین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابو الحسن عبد الوہاب بن اسماعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُسی سے بھی پہلے امام ابو نصر عبد السید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدیر سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل، امام عینی نے فرمایا: چار میل، امام محمد الاسلام شافعی نے فرمایا: پچھو میل ہے۔ اسی طرح امام مجدد شافعی نے قافس میں کہا: امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بقول علمائے کما: سات میل امام جمال السنہ شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ جو مشاہد اس پر گروہ ہے۔ ارشاد اسلامی شرع صحیح بخاری میں ہے: بعده من المدينة ميل كما عند الرافض كنق السيط انها على سبعة اميال. و صححه في المجموع، وهو الذي قاله في العا موص. و قيل: سبعة. وفي المهمات انصواب، المعروف بالمشاهدة انها على ثلاثة اميال او تزيد قليلا. اُسی میں ہے: و قول من قال: كابن الصباغ في التاميل، و النوراني في البحر، انه على ميل من المدينة وهم، يرويه الحسن بن عرفة القزويني شرع صحیح بخاری میں ہے: من المدينة على اربعة اميال و من مكة على حاشية ميل. غير صحيح و قيل: بينهما و بين المدينة ميل او ميلان. و يكتفي اية معرفة مقام من كشارع من اُسے بل مدیر تک ہے میقات احرام مقرر فرمایا: ایسے اجلہ مدیر میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازو کے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک دو تین چار چھ سات میل تک احوال مختلف پھر نصیوں میں بھی دو تارون کا تفاوت، ایک فرسائے چھ میل صحیح ہے دوسری فرسائے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط شیعین ہے: عن يحيى بن سعيد انه قال لسالم بن عبد الله ما اشد حاسر آيت اياك احمر الضرب في السفر فقال سألوه

سنة ارشاد لساری شرح بخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۹۶/۳
 " " " " باب مهمل اهل کمرطج والعمرة " " " " ۹۹/۳
 سنة عمدة القاری شرح البخاری باب قول الله تعالى يا توکل رجالا مطبوعہ اداره المطابع النیریہ بیروت ۱۳/۹

مغربیت الشمس ونحن بذات الجحیش فصلی المغرب بالعقیقۃ یعنی یحییٰ بن سعید انصاری سے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاریخ زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجحیش میں بھی سورج ڈوبا اور مغرب حقیق میں پڑھی اب روادۃ موطا تلافیٰ امام مالک میں دن دونوں مقاموں کے فاصلے میں اختلاف پڑا یعنی کی روایت میں سب دو میل یا کچھ زیادہ، عبد اللہ بن وہب نے کہا پھر میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ النبیۃ امام مالک نے کہا سات میل، عبد الرحمن بن قاسم نے کہا دس میل، علامہ زرقلی نے جرم کیا کہ بارہ میل شرح موطا میں فرمایا، بینہما اثنا عشر میلًا، وقال ابن وضاح، سبعة امیال، وقال ابن وہب، ستة، وقال القعنبي، ذات الجحیش علی بریدیب من المدینة، وقال ابو یوسف فی رواية یحییٰ، و بینہما میلان او اقل ثقلیلًا، وفی رواية ابن القسیر عشرة امیال یا ثلث ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل۔

خامساً یہ واقعہ عین سبہ اور وقائع عین مسارع ہرگز احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں نہ اس سے زائد نامعلوم ہو این مسرر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسہر نہ کرنا اور گزرا ام، المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے :

اصحاب السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسئلونہ عن سیرہ رسولہ
سید مرتضیٰ بن قی سے نہاد علیہ السلام کو قتل میں صبح ہوئی
پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرست میں
تناول فرمایا۔

فصل اول میں گرچہ کاکل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر گوردینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم وہ سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل صرف کے نکالی لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکثر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عثمانک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جائے عجب ہے خصوصاً او آخر جزا و ادائی سسرطان میں کراں دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ اسے تو آزما دیکھیے کہ عدد گھوڑے تیرنا قے ڈیڑھ چور ایک ہی عہد اقول لیکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میلہ اللہ تمام (بقیہ بصفحہ آئندہ)

سے مولیٰ امام مالک قصر اصدۃ فی السفر
سے شرح الزرقانی علی الموطا
مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
الملکیتہ التجاریۃ الکبریٰ مصر
ص ۲۹
۲۹۷/۱

یا مخصوص صحیح بین اہل بیتین کی نفی ہے۔

قسم اول **نصوص عامہ** (الآیات) رب العزّة تبارک و تعالیٰ نے محافل و الترام اوقات کا حکم سات سو رتوں میں نازل فرمایا،

۱. نقرہ (۲) نثار (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومن (۶) صافات (۷) ماعون
آیت اقل بنا عز میں قائل،

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً ۵ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔
کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر ۱۱، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں
کلام علیائے کرام لافوں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود تاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقت طہر میں ایک مثل تک تعالیٰ
وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الصلوة کات علی المؤمنین کتباً موقوتاً یعنی ہر نماز کا
وقت عہدہ عہدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ: کتباً موقوتاً، یقینی کون، بوقت لکل صلوة وقت عہدہ
تو مقتضای آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ علی
مدعی لاکھ پر عبادی ہے گواہی تیری

اس میں میں راکوئی اختلاف میں ہے۔ ابو موسیٰ
اشعری اور بیش تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے
صحت ظہار کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے
کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ ابو موسیٰ سے صحت
مستقل نہیں ہے مگر ابو موسیٰ سے ۱۰ کے خلاف وہ
عہدہ کے کرائی قول صحیح طور پر بات ہے اس سے
سب کا متفق ہونا ہی درست قرار
پایا اہل حدیث القاری ۱۲ منہ (ت)

عن هذا، لا خلاف فيه بين العلماء الاثنى
مروى عن ابى موسى الاشعري وعن بعض
التابعين اجمع العلماء على خلافه، ولا وجه
لذكره ههنا لانه لا يصح عنهم، وصح عن
ابى موسى خلافه مما وافق الجماعة، فصار
اتفاق صحيحاً اذ عمدة القاری ۱۲ منہ (م)

لہ الاعتزائی ۱۰۳/۲

نہ معیار الحق مسئلہ پدم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

آیت ۲ قال مولانا جل وعلا ،

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطی ۵
 قومی اللہ قاتیں ۱
 محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے ، پنج وائی نماز نماز عصر ہے اس وقت اور کھڑے ہوا اللہ کے حضور ادب سے ۔

رگ باز اور غیر کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اس کی خاص تاکید فرمائی ۔
 بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے ،

حافظوا على الصلوات ، بالاداء لوقتها والمداومة علیہا ۱
 نمازوں کی محافظت کرو ، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو ۔ (ت)

دارالک شریف میں ہے ،

حافظوا على الصلوات ، داوموا علیہا لوقتها ۲
 ارشاد العقل سلیم میں ہے ،

حافظوا على الصلوات ای داوموا علی اداہا ۳
 لا وقتا من غیر اخلال شیء ۴
 نمازوں پر محافظت کرو ، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور اس میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو ۔ (ت)

آیت ۳ قال اصل اول تبارک وتعالیٰ ،

والذین هم على صلاتهم يخطون ۵
 اولئك هم الغاشون ۶
 الفريوس هم فيها خالدون ۷
 اور جو لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت ہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے ،

يخاطون ، ای یدادعون علی حفظہا ویراعون ۸
 محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

۱۔ القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

۲۔ انوار التنزیل المعروف بتفسیر بیضاوی تحت آیت حافظوا علی الصلوات ۱ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱

۳۔ تفسیر النسخی المعروف بتفسیر دارالک " " " " دارالکتب المعرفی بیروت ۱۲/۱

۴۔ ارشاد العقل سلیم " " " " احیاء التراث العربی " ۲۳۵/۱

۵۔ القرآن ۲۳/۹ و ۲۳/۱۰ و ۲۳/۱۱

اوقاتہا، کبر ذکر الصلوة ليقبيل المحافظة
عليها واجبة۔
اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ
واقع ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۳ قال المولى الا ابل عز وجل،

والذين هم على صلاتهم يحافظون ۵ اولئك
في جنت مكرمون۔
اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے
وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کے جائیں گے۔

جلالین شریف امام حلال اللہ والدین شافعی میں ہے، یہاں فطوں، یاد اٹھائی اوقاتہ (محافظت
کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت)
نسفی شریف میں ہے

المحافظة عليها ان لا تعيىر عن مواقيتها۔
آیت ۵ قال المولى قدس وتعالى،
اور جس آیت پر یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

والذين يؤمنون بالآخرة يؤمنون به وهم
على صلاتهم يحافظون ۵
اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں
اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر میں ہے
المراد بالمحافظة التمسك بشروطها من وقت
وطها مرة وغیرہا والقيام على امر كانها
اتمامها حتى يكون ذلك دأبه في كل وقت

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ
تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم
کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا
وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ (ت)

عبد ذکرہ تحت آية المؤمنون ۱۲ من (م)
یہاں بھی سورۃ المؤمنین ۲۳ کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۲ من

۳۳/۵ مطبوعہ مطبعة البابي مصر
۳۳/۵ و ۳۴/۵
۳۴ تفسیر جلالین آیت مذکورہ کے تحت مطبوعہ مقبباتی دہلی ۲۷۲/۲

۳۴ تفسیر النسفی " " " مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت ۲۹۲/۲
۳۴ القرآن ۹۲، ۹۳

۳۴ التفسیر الکبیر والذین ہم علی صلاتهم يحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعة الميمنية المصرية مصر ۸۱/۲۳

علی و خدیجہ و سہیل و سحر و دھرت و
ہو اذینہ علیہ السلام بحديث

حدیث ۳۴ : امام مالک و ابو داؤد و نسائی و ابن جہان اپنی صحاح میں عباد بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خمس صلوات استقرضہن اللہ تعالیٰ ، من
حسن و صورهن و صلاہن و وقتهن و
تسوس کوعہن و خشوعہن ، کان لہ من
اللہ عہد ان یغفر لہ ، و من لم یفعل
فیس لہ علی اللہ عہد ، ان شاء غفر لہ ،
وان شاء عد بئہ . ہذا لفظ ابی داؤد .

حدیث ۳۵ : ابو داؤد و طریق ابن الاثرانی میں حضرت قتادہ بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ،

ان فرضت علی امتک خمس صلوات ، و عہدتہ
میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

علی تمامہ ، و ہر مہر مصلحت و حیر البیت ان استطاع الیہ سبیلاً و اعطی الزکوۃ ، طیبۃ بہ نفسہ ، و
دی الامانۃ ، قالوا : یا ابا الدرداء ، ما اداء ؟ لامانۃ ؛ قال : الفصل من الجنایۃ ۱۲ منہ فی شریعتہ (۱۲)
(اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

عَلَّی و اوردہ السدری عنہ فرما دے ، و سجودہن .
بعد قولہ : و کوعہن ، و لیس فی ثلث من ثلث السن
التي عنہی ، و قد قال العلامة ابویہم الحنبلی فی
غنیۃ المستملی شرح حلیۃ النصیب ما نصہ ، اما
لفظ و سجودہن بعد رکوعہن فعیقبات ۱۲ منہ
یعنی نہ تھا و ۱۲

۱۲ سن ابی داؤد ، حدیث ۳۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۶/۱ و ۱۱۷
۱۱۵/۱ سن ابی داؤد حدیث ۳۲۵ دار احیاء السنۃ مصر

۱۲ الترغیب والترہیب فی الصلوات الخمس ۳۶۷ معنی ابی مصر ۱۲۲
۱۲ غنیۃ المستملی مقدمہ کتب
سید اکیڈمی لاہور ص ۱۲

عبدی عہد، اہ من جاء بها حفظ علیہا
لوقتہن ادخلتہ الجنة، ومن لم یحفظ
عینہن فلا عہد لہ عبدی۔

حدیث ۵: داری حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
ربہ جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے،

من صلی الصلوة لوقتہا فاقم حدھا کان
لہ علی عہد ادخلہ الجنة ومن لم یصل
الصلوة لوقتہا ولم یقم حدھا لم یکن لہ
عندی عہد ان شئت ادخلتہ النار وان
شئت ادخلتہ الجنة۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دی حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے، عرض کی، خدا و
رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا، جانتے ہو تمہارا رب کیا دیا، ہے، عرض کی، نہ، رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا،
جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے، عرض کی، خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا، تمہارا رب حل و حل فرماتا ہے،
و عرق و جہد لی لا یصلیہا عبد لوقتہا الا ادخلتہ
الجنة ومن صلاھا لغير وقتہا انت شئت
مرحمتہ وان شئت عذبتہ۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں،

من صلی الصلوة لوقتہا واسیم لہا وضوہا
وانت لہا قیامہا وخشوعہا و رکوعہا و

جلہ سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ دار احیاء السنن النبویہ مصر ۱۱۷/۱

جلہ سنن الذہبی باب استجاب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنن لمطان ۲۲۳/۱

جلہ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۸/۱۰

حدیث ۱۱ : طرانی بحرم اوسط میں آنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
ثَلَاثٌ مِنْ حِفْظِهِمْ فَهُوَ وَلِي حَقٍّ وَ مِنْ ضَمِيمِهِمْ
فَهُوَ عَدُوٌّ حَقٍّ، الصَّلَاةُ وَالصَّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔
تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے
اور جو انھیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے
اور غسل جنابت۔

حدیث ۱۲ : امام مالک غزالی میں ناکح سے راوی،

ان حبرین المخطاب من حق الله تعالى عنه كتب
الى قتالة ان اهم امركم عندى الصلاة فمن
حفظها وحفظ عيها حفظ دينه ومن ضيعها
فهدى سائر اهل الصميم الحديث۔
امیر المؤمنین طرفی روفی، عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے
عالموں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے تمام کاموں میں سب سے
زیادہ غار نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت
کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے
اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جُزْءِ اَوْقَاتٍ مَعْلُومَاتٍ

حدیث ۱۳ : بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام اسحاق ابی داؤد اور ابوالکشمہ رحمۃ اللہ واری مسند میں حضرت
ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل علیہ السلام نے اوقات عرس علی، بھذا امرت (اسی کا حضور
کو حکم دیا گیا ہے) ان ابی داؤد کے لفظوں میں، عن ابن شہاب انہ سمعہ عروۃ بن الزبیر یحدث عن
بن عبد الصریر عن ابی مسعود الانصاری ان العروۃ بن شعیبہ حرا الصلوة فدخل علیہ ابو مسعود
فقال انب جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوصلی ووصلی ووصلی ووصلی
ثم وصلی ثم وصلی ثم وصلی ثم وصلی ثم قال هكذا امرت (یعنی جبریل علیہ السلام نے دونوں روز امامت
سے تعیین اوقات) کے عرض کی، ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن زبیر میں مطول و مفصل ہے فی الخمرہ
ثم قال جبریل، ایمن ہدیت وقت صلوٰۃ (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)
حدیث ۱۴ : دارقطنی و طرانی و ابوالکشمہ رحمۃ اللہ و ابی مسعود و بشیر بن ابی مسعود و دون صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کہ بحرم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتبہ المعارف ریاض ۳۳۵/۹

۵ ص ۵۵ بوطا امام مالک وقت الصلوة مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

۴۵/۱ ۵۵ ص ۵۵ کتاب مواقیح الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۵/۱ ۱۵ ص ۱۵ شرح الررغانی علی الموطا باب وقت الصلوة مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر

۲۲۳ ۱ ۲۲۳ ص ۲۲۳ نصب الراية کتوالہ شهابی راسموتیہ باب المواقیح مکتبہ اسلامہ ریاض الشیخ

راوی جبریلؑ نے عرض کی، عابینِ ہذین وقت یعنی اس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵: ابو داؤد و ترمذی شافعی و طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریلؑ نے گزارش کی، الوقت ما بین ہذین الوقتین (وقت وہ سے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶: نسائی و طحاوی و حاکم و رار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ بن عبد اللہ بن ابی اسلم نے فرمایا جبریلؑ نے عرض کی، الصلاة ما بین صلاتہ اس و صلاتہ الیوم (نماز دو روزہ و ہر روزہ کے پہلے میں نماز ہے) بڑے کے یہاں ہے ثم قال ما بین ہذین وقتین (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی و احمد و اسحق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریلؑ نے گزارش کی، عابین ہاتین الصلاتین وقت (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ بن عبد اللہ بن ابی اسلم نے فرمایا جبریلؑ نے گزارش کی، الصلاة فیما بین ہذین الوقتین (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(نوع آخر) حدیث سائل سے حضورؐ فرمایا اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امانتیں فرما کر ہر نماز کا دل و سفر وقت بتایا

حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حمزہ بن عبد اللہ بن ابی اسلم نے فرمایا، وقت صلات کہ عین ما را ایستہ (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا، مسلم کے دوسرے طریق میں ہے، ما بین ما را بیت وقت (اسے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

۳۰۵/	دارالکتاب بیروت	۱۰۰	فت	۱۰۰	۳۰۵/
۲/	مطبعة رشیدیہ انجمن کبیر دہلی	باب	۱۰۰	۱۰۰	۲/
۵۹/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب	۱۰۰	۱۰۰	۵۹/۱
۱۸۴/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	باب	۱۰۰	۱۰۰	۱۸۴/۱
۶۱/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب	۱۰۰	۱۰۰	۶۱/۱
۱۰۲/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	باب	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۲/۱
۲۲۳/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	باب	۱۰۰	۱۰۰	۲۲۳/۱
۲۲۳/۱	مطبعة مکتبہ سلفیہ لاہور	باب	۱۰۰	۱۰۰	۲۲۳/۱

قال صل الصلاة لوقتها الحديث

کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں
فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴ : احمد ابو داؤد ابن ماجہ بسند صحیح عباد بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور قدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

میرے بعد تم پر کچھ حکم ہوں گے کہ اُن کے کام وقت پر
انہیں غماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا
تو وقت پر نماز پڑھنا۔
میں نے عرض کیا کہ اگر وہ اس وقت تک کہ وقت نکل جائے گا
تو وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵ : ابو داؤد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے
کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھ
پر حکم دیتے ہیں فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے
ساتھ فضل کی نیت سے شریک ہو جا۔

قال قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
كيف تكون اذا انت عليك امراء يصلون الصلاة
غير وقتها قلت هما تامرونني اذا امرتني ذلك
يا رسول الله قال يصل الصلاة لوقتها
واجعلون الصلاة لك معهم سبحة

(فروع آخر) ارشاد صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آباد و سری کا وقت عانا رہا قضا ہوگی اور اس کی
حائضت نہ تہمت۔

حدیث ۲۶ : مسلم و ابو داؤد و مسائی و یحییٰ بن ابان حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

وقت ظہر مالم یحضر العصر وقت المغرب
مالم یسقط ثور الشفق یحییٰ حد بحضور
ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور
مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

۲۳۱/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، صبح النور کراچی
۹۰/۱ مطبوعہ عریضہ، ایم سعید کمپنی کراچی
۹۲/۱ مطبوعہ، محبتانی دہلی
۲۲۳/۱ قدیمی کتب خانہ، کراچی

حدیث ۲۷ : ترمذی و تلمذی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان للصلاة اولا و آخر و ان اول وقت صلاة
الظہر حیث تزول الشمس و آخر وقتها حیث
یدخل وقت العصر و فیہ ان اول وقت المغرب
حیث تغرب الشمس و ان آخر وقتها حیث
یفیض الشفق

بیشک نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک نماز
وقت ظہر کا سورج ڈھلنے سے اور ختم وقت ظہر کا
وقت عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی
سورج چھپنے سے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی
شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸ : مسلم و الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و تلمذی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس فی النوم تغریط انما التغریط فی ایقظة
ان تؤخر صلاة حق یدخل وقت صلاة
نحوی بلہ

سوئے میں کچھ تغیر میں تغیر ہو جاتے ہیں ہے کہ
تو ایک نماز کو اتنا پیچھے بنائے کہ دوسری نماز کا وقت
آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور نے سنائی مدنی سید و سلم نے رشتہ دار فرمائی تھی جہاں فاتحہ قسم
صلاة العصر لیلة التقریب وهو عند ابی داؤد و ابن ماجہ من دون قوله ان تؤخر (جب
لیلۃ التقریب کی صبح کو تکبیر کی نماز قصر ہوگی تھی۔ یہ روایت ابو داؤد و ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں ان تؤخر کا لفظ نہیں ہے۔)
یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تغیر و گناہ ہے۔

حدیث ۲۹ : بخاری و السنن بنوی حضرت محمد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عن قول اللہ عزوجل الذین ہم عنہم
صلواتهم ساہون قال ہم الذین یؤخرون
الصلاة عن وقتها

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے پوچھا وہ کون رک ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن مجید
میں فرماتا ہے غراہی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی
نماز سے بے خبر ہیں ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو
وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

سلف جامع ترمذی باب ما جاء فی مواقیط الصلاة
سلف سنن ابی داؤد باب فی من نام ۱۶
سلف کشف الاستار عن زوائد نزار باب فی البدایہ و الخروص خصوصاً عن وقتها
۲۲ / ۱ مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی
۲۳ / ۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۶۸ مطبوعہ مرسۃ الرسال بیروت

ایک مثل پر فارغ ہونے پر معنی نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دو قوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مزاج باعث اختیار کرنے معنی قول کی یہ ہے کہ روایت کی ہے سلم نے عبد اللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وقت الظهر الى ان يحضر العصر اور کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً یعنی برآمد زکا وقت عرصہ عرصہ ہے اسی واسطہ فرمایا انکفرت عن اتھا التضریط علی من لم یحصل حق یحیی وقت الصلوة الاخری مراد مسلسلہ وغیرہ تو مقتضاً احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز داخل نہیں ہو سکتی پھر اگر حدیث جابر میں بھی وہ نہ کریں جو ہم نے کیے ہیں نہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل سولی تو تعارض ہو گا درمیان ان احادیث کے جن سے اختیار اوقات ہر نماز کی معلوم ہوئی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کر لی چاہئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں اھ مخلصاً۔

الحمد للہ یہ تو ایہ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت تلاجمی کی شہادت ہے مرقعی نقاد و آیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری داخل نہیں ہو سکتی مگر یہاں تلاجمی کا ظلم ظاہر کرنا ہے فاقول بانہ الترفیق اولاً حدیث جبریل و حدیث نسائی یہ نہ مذہبی سے تائید کی میسر نہ ہو سکتی کہ جابری نے ہرگز نہیں جتے حدیث جبریل پر روایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے ۱

ان جبریل فی نسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان الفیل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاه فی الیوم الثانی حین کان فیل الرجل مثل شخصہ فصلی الظهر۔

دوسری روایت میں ہے ۱ ثم حکث حقاً اداکان فی الرجل مثله جاء العصر فقال قم یا محمد فصلی العصر ثم جاء من الفیل حین کان فی الرجل مثله فقال قم یا محمد فصلی العصر۔

عصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

۱۔ میا راجی، مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ تدریسیہ لاہور ص ۲۱۶ تا ۲۲۱
۲۔ واضح رہے کہ اولاً کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۲۷۸ کی طرف رجوع کریں۔ دالم
۳۔ نسائی کتاب لواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۹۰/۱
۴۔ نسائی " " " " اول وقت العشاء " " " " ۹۲/۱

مسند سخن میں بن مسعود پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے، آتا ہے حین کان ظلمہ مثله فقال قم فصل فقام
فصل العصر من بعد حین کان ظلمہ مثله فقال له قم فصل فقام فصلی الظہر من بعد
رقتی وظهر فی وہو عمر کے یہاں روایت حقیقہ بن عمرو ویشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے، جاءہ حین کان
ظلم کل شیء مثله فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظلم کل شیء مثله فقال
صل الظہر فصلی۔

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امیں علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کے لیے حاضر اس وقت ہوئے
جب سایہ ایک مثل کو پہنچ سکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی
اس کے یہ معنی کیونکہ ممکن کہ جہم مثل تک نماز سے فارغ ہو لیے تھے۔ حدیث سائل روایت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں ابوہریرہ کے یہاں یوں ہے، امر بلا لا فقام العصر حین نشوۃ اذی قولہ فاقم الظہر
فی وقت العصر الہدیٰ کان قبلہ۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر حال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی
تجکیر کی تو مثل تک فراغ کیا۔

ثانیاً آیہ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث تحریر و سائل خاص اور آپ کے اصحاب میں عام
خاص متعارض نہیں بلکہ عام اس سے نفس روحانی لا ولد و اولاد بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ
آیت و حدیث میں پھر ان حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی
تخصیص حرام ہوتی ہے۔

ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلوٰۃ الاخریٰ سے اس کا
وقت خاص مراد لیئے یعنی نماز قضا صلب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقت خاص آجائے جب تک وقت مشترک
باقی ہے قضا نہ ہوئی اور حدیث عبد اللہ بن عمر میں ظہر خواہ عصر و دنوں سے جس میں چاہئے وقت خاص لے لیجئے
اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت کیا طہر کا خاص وقت
نہ ہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد طہر کا وقت خاص خواہ

۱۔ مصابیر النہج بحوالہ سند اسحق بن راہویہ باب المواقیات مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۲۳

۲۔ دارقطنی

۳۔ سنن ابوداؤد اول کتاب الصلوٰۃ باب المواقیات مطبوعہ تحقیقاتی دہلی

۴۔ ترمذی باب المواقیات مطبوعہ رشیدیہ دہلی

۲۵/۱

مشترک اصل میں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک کو دفع کر سکیں، ملاجی مدعی
بہر آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عددوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح علم و نا انصافی کو دیکھ کر مسئلہ وقت ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر
وہ ایمان کہ نہ آیت صراح تخصیص نہ یہ حدیثیں ذاتی تاویل زمان کے مقابل صراح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ
کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز
تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے وقت سے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پٹ جائے اب آیت
احادیث واجب التخصیص، اور ان کے مقابل زنی احتمالی چند روایات واجب الامتداد و قطعی التخصیص، اور ان کے یہ
آیات و احادیث کے مطابق صاف و نقیض محال مراد و باطل بغیر شریعت اپنے گھر کی ہے، احتیاج دیکھ کر ٹھہری
دوہرے در کی ہے۔ دیانت کا ٹوڑا نوں باگوں کستا ہے۔ پورب کی سڑک میں کچم کا رستہ ہے مگر

گر میں گیا ادھر سے اُدھر سے نکل گیا

فہم لہیفہ حدیث بست و ششم مروی یک مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا۔

اقول یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا حد رہتا میر کر سے۔ اس کے حق میں جو مسافر ہو یہ وہی
دعویٰ باحد تخصیص ہے تخصیص ب

ثانیاً سبب حدیث خود عمار سفر کا سوتے ہیں قصا ہو جانا ہے کہ ضرور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اُس وقت سفر میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً صدر بہ ترا نگاہ سنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہر گز
تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی اعث اور قریر اس کی قیمت یا تخصیص پر ہیں ہوتی۔

اقول ملاجی، کسی پر سے بکے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ ہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی
بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمار سفر کا قصا ہونا سبب ارشاد ہوا تو جو سبب نفس حکم نفس سے کیونکر خدا ہے گا کیا ظلم ہے
کہ نفس کا حامی جس مرد میں درود دہی خارج و نامقصود، اور نفس اس کے مبایں پر مقصور و محدود۔

عہ اقول ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قابل جمع کو اصل واقع نہیں جیسے تقدیم سے قرآن سے جس میں نہیں اور
جمع تاخیر بھی اس کے قابل کے نزدیک صرف آمار و انداز سے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص ہیں معذرت جب وقت
مشرک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک
نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے گا لایخفی ۱۲ مندرجہ فی اللہ تعالیٰ عہ (م)
فہم معیار اثنی عشر مسئلہ جمع میں الصلوٰۃ عہ ۱۴ فہم معیار اثنی عشر عہ ۱۵

رابعاً قیامت در بار اکت تو یہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو داخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت نے وقت نماز فجر کے اور وقت ہو جائے عشاء فجر کے خیر میں فرمایا تھا پس حکم سفر غریب کا مان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ عصر و عشاء سفر کی کا۔

اقول یعنی یہ تو غریب کی کیا، ہاں ثانی حدیث میں کتبے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا و نماز میں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سوچ نکلے پھر دن چڑھے ٹھیک دوپہر پر جب تک نماز فجر اٹھا رکھے کچھ تقصیر نہیں برب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی واللہ و اللہ را جہوں ۵ ثانی اہل بیت میں تو اپنے اپنے حکم سن گئے ہیں، لکھنے چلے گئے تو پسند و ناپسند کی باتیں و کمال ہوتی، نماز میں پانچ میں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر نہ سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تظہیر یہ کہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۲۰۳۱ میں اقول حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے گزارش کرنا کہ خاص فجر کا حکم ان دونوں سے ارشاد ہو کہ جب تک عصر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامساً اقول ثانی اعتبار عدم غلط کا ہے، خصوصاً جب کا تو فرائض عصر و مغرب و عشاء کے کیا معنی، یہ کیا ستر جماعت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اکتفا علی المورد پیش کر دیں یا وہ سب کی کہ حرم ۴۰ دے رہا اسکا یا یہ تو اس پر کسی پر انقطاع کسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادساً اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہل نماز کے وقت کے اندر اندر کر سکے جس سے ارادہ نہ کیا اس کی جتن درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو یہ مسافر ضرور وہ محل حدیث کا ہوگا۔

اقول یہ ایسا دیس آتم کہ ہے جو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے و ایسے کی کہیں بوجہ نہیں کہ اپنی ہوا سے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعاً اقول خود مسافر کو شامل کہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو جہرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت نہ کرے کہ یہ نماز وقت گزار جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں گنلا کھلا حصیوں کا نہ سب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد حرائی ضرور تہیں بلکہ تباہی کو ڈاگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا ہی ہے پھر اُسے

علاوہ کسی منہ سے کہہ رہے ہو، ملاجی! کبھی کسی کو تسہ سے پالانہ پڑا جو گا کر غل یا حدیث کا دعویٰ ٹھلا دیتا، سُبْحٰنَ اللہ
تحریف احادیث اور اس کا نام غل یا حدیث اسم طیب و عمل خبیث، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العزیز العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی
و مختلف قویٰ کی یہ طرق عبیدہ و اثق و مجملہ و متصلہ مختلفہ و مطوڑہ مروی و ہذا لفظ الحدیثی حدیثاً عامہ
یہ حصہ بن عبیدہ ثقب بن ثمالا عیشی ثقی عسارۃ عن عبد الرحمن عن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال سارایت السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لعیبہ میتق تھا الاصلاتین
جمع بین المغرب والعشاء و صلی العجیر قبل میتق تھا و لمسلم حدیثاً یحییٰ بن یحییٰ
و ابویکرب ابی شیبہ و ابوکریب حمید عن ابی معویہ قال یحییٰ اخبرنا ابو معویہ عن الاعمش
عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سارایت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لعیب تھا الاصلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمعہ
و صلی العجیر بمنذ قبل میتق تھا و حدیثاً عثمن بن ابی شیبہ و اسحق بن ابراہیم حمید عن
جمہر عن الاعمش بهذا الاسناد قال قبل و کیف یسوی لیس حدیث و غیر سفر و غیر و صاحب و
لازم ملوت و ملوت سیدہ بشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین و امین
فی الاسلام و ملازمین خاص مسودہ سیدہ امام علیہ الفصل الصلاۃ و السلام سے تھے ہر جو کمال قرب بارگاہ الہیہ رسالت

علیہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابویکرب شمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

قال قدمت اماماً، علی من الیس فکشفاً حیدم
مانوی الا ان عبد اللہ بن مسعود رجن من اہلبیت
لسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سیدہ نری من دخولہ
و دخولہ، قد علی الیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم۔ ۱۷

فرمایا، میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک
ہم بھی گئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں انھیں اور ان کی ماں
کو جو بکثرت کا شانہ رسالت میں آتے جاتے
دیکھتے تھے۔ ۱۷ منہ

سنن صحیح بخاری باب من یصلی الغز بکیم مطبوعہ مطبعہ اشرفیہ میرٹھ ۲۲۸/۱
سنن صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التخلیس بصلوۃ الصبح مطبوعہ مطبعہ المطابع کراچی ۴۱۶/۱
سنن ابی داؤد صحیح بخاری متن عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

التقریب۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: سلیمان بن ابی یحییٰ حجازی روایت عن
ابی ہریرۃ و بٹ عمر، و عبد ابن مجلان و داؤد بن قیس و ابو مسعود و عبد الصمد بن سلیمان
قال ابو حاتم، ما یحدثہ یاس، و فکرہ ابن جبار فی الثقات، و روی لہ ابو داؤد و حدیثاً واحداً
فی الجمع بین المغرب والعشاء۔

فقہ اقول بعد از مت سندہ ش حدیث کا بروایت یوں عن تافع عن ابن عمر فقط لم یروا عن
جمع بیہما قط الا ثلث اللیلۃ (بن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے رت) مروی
ہوا کچھ صریح نہیں اگر کیاں، فقہ فیہ ابن عمر اور وہ ابن عمر فضل تسمیۃ البشر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافق
ہے خصوصاً مروی عن ابوبکر منسل سے اور منسل لاجبی کے نزدیک بعض مردود و منہل اور وہ بھی تصنیف مجہول کہ غالباً
مشیر ضعیف ہے تو ایسی تفسیق حدیث منہ متسل کے کتب معارف میں ہو سکتی ہے۔

حدیث ۳۵، عروا سے امام محمد میں ہے، قال محمد بن یحییٰ عن حماد بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ انہ کتب فی الافاق یناھم ان یجمعوا بین الصلوة و احبہم ان الجمع بین الصلواتین
فی وقت واحد کبیرۃ من الکساویر و ما ذلک الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول بنہ
(یعنی امیر المؤمنین امام القادلیں، علی بن ابی طالب و سواہ تسمیہ راون، ثم رسی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام امت ق
میں فرمان واجب، رذعان ماحد فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان میں رشا و فرما دیا
کہ ایک وقت میں دو نمازیں مانگا نہ کیڑ ہے،

امحمد امام عادل فاروق الحق و الباطل نے حق و باطل فرما دیا اور ان کے فرمان پر کہیں سے انکار نہ کرنے
نے گویا منسل کو درود اجماع تک مترقی کیا۔

اقول یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علامہ ابن الحارث تابعی صدوق حقیقہ رجال
صحیح مسلم و سنن ابی یوسف میں ہے۔

و اختلافہ لا یصور عبد ما صلیو ثبوت الاحد
بعده فقد ذکر المحقق علی الاطلاق
فی فتاویٰ فقہیہ کتاب الصلوة باب التہید
عروا کا منہل ہونا ہمارے نزدیک صریح نہیں ہے جب
تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاف
بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی

خبر احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن
سدة ثنا عطاء بن السائب ومعلومات
عطاء بن السائب من اختار فقال ارجوان
حماد بن سلمة من اخذ منه قبل المتغير
ثم ذكر لدليل عليه ثم قال وعنى لا يهاجر
لا يبرئ عن الحسن (اصحاح)

کتاب الصلوة باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے
جس کا ایک دوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء
ابن سائب کا مختص ہونا سب کو معلوم ہے، مگر
ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ
روایت عطاء کے اختصار میں نقل ہونے سے پہلے اس
سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان ل اور کہا کہ اگر
ابن ہمام کا یہ بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔

اور امام محمول ثقہ فقیہ حافظ طویل القدر بھی رجال مسلم واریہ سے ہیں۔

والسئل حجة عندنا وعده الجمهور اما ابهام
شيوخ محمد فتوشق البهيم مقبول عندنا
كما في المسلم وغيره لا سيما من مثل الامام
محمد ومع قطع النظر عنه طفا ان يقول
قد اخبرنا بالعدد في فتح المعيب في دسر
المعقوب مرويا في مشيخ البخاري كالبی احمد
بن عدي قال سمعت عدة مشايخ يحكون
وذكرها ومن طريق احمد بن عدي مرواها
المعيب في ترميحه وغيره ولا يصح جهالة
شيوخ ابن عدي فيها فانهم عدة يصح
به جب انهم

مرسل ہمارے اور جمهور کے نزدیک حجت ہے رہا حماد
کے اسناد کا مصمم ہونا، تو ہم کی توثیق جاکر نزدیک
نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً
عصب توثیق کرنے والی امام محمد عیسیٰ ہستی ہو، اور
اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں
سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حاکم دور ہوگی
ہے۔ فتح المعیث میں مقادیر کا ذکر کرتے ہوئے ہے
ہے کہ مشائخ بخاری میں احمد ابن عدی سے مروی
ہے یہ میں نے متروک مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے
سنائے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ حدیث
خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں رکھ کر ہے اور دیگر

علماء نے بھی اور ابن عدی کے اسناد کا مصمم ہونا متعین نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ
سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۴۴ : امام محمد بن احمد بن حنبلہ رحمہ اللہ نے روایت فرمائی ہے:
اخبرنا اسفیل بن ابرہیم المصري عن خالد الخداع عن حميد بن هلال عن قتادة

ابعدی قال سمعت قراءة كتاب عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ثلث من الكتب
الجميع بين الصلواتين والضرار من سرجف والمهمة (یعنی حضرت ابو قتادہ عدی کہ اجلہ اکابر
و ثقاة تابعین سے ہیں مکہ یعنی نے انھیں صغار میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفق و فرمان سنا کہ تین باتیں کہیں گے جن سے ہیں : دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں لڑ
کہ مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسماعیل بن ابرہیم ابن علیہ سے آخر تک کثرت
عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں و شراحہ۔

لطیفہ حدیث غلط کے جواب میں تو ملتا جی کو وہی ان کا عذر معمولی عارض ہوا کہ مس کرنا امر کا حالت قامت
میں بلا عذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تفصیل تراش لیے گا دروہہ کئے تو تمام احکام شریعہ سے بے قیدوں کو سہل چسپی
طے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم عام فلاح لوگوں کے لیے ہے۔ حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا :
اول انکار جمع اس سے بطور مقدم لکھا ہے اور خفیہ قائل مقدم نہیں اس جواب کی حکایت خود اس
کے زوہد میں حکایت ہے اس سے اگر طور مقدم آتی ہے رد، بعد لکھا کہ ماہر الہام سے نزدیک مسکوت عنہ ہے
انکار جمع تو اس کا صریح مطلق و مدلولی مطابق و مخصوص جبارۃ النفس ہے۔

اقول اولاً اس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا غلط مدعی
اجتہاد و عزمت تعلیہ ابو حنیفہ و شافعی کر کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم ذکر کرنے کے لیے ایسی برائی غلطی
میں ایک متاخر مقلد کی تعلیہ جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہو گا اب نہ اس میں
شانہ نصرانیت ہے نہ اتخدوا الحیاسم ہم و سرہبائہم اس باباً میں دونے اللہ (انہوں نے اپنے عالموں
اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت۔ کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا املاً تفعولوا) اللہ
کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت۔

ثانیاً بعض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلم کہ خفیہ اس کے قائل نہیں صرف جہاد شاریح غیر متعلقہ

باعتقبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ و من بعدہم عن العلما میں مفہوم مخالفت ہے خلاف مرعی و معتبر کما نص حدیث
فی تخریر الکامل والنہر العائق والدر المختار وغیرہا من الاسناد قد ذکرہ بصوابہ
مسائل القنوط الذیۃ لمن احسن الجماعۃ التامیۃ۔

دوم ایک رام پوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعودؓ نے مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین العہدین فی المسیرۃ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دونوں عہدیں جمع
کرتے تھے۔) تو موجب ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب
امام مالک کی طرف مود کر جائے گا۔

اولا ملا جی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلیٰ کو حلقہ تالش میں جس میں سب
اقسام کی حدیثیں صحیح تھیں معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبع کی کتاب کو کہتے
اس کتاب کی حدیثیں وہاں تصحیح کسی محدث کے یا پیش کر کے سند کے یوں کر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اس طبع کی ہے
جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور یقیناً حلقہ میں یہ کیا دھرم ہے کہ اردوں پر سر آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملا
کی تقلید سے حلال بناؤ اتنا دعا و اجاں رہا ہوا ہے۔

ثانیاً قول ملا جی اکس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں حدیثیں صحیح و متفق و محکم کا فرق سکھائے حدیث
صحیحین نگار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلیٰ حقیقی میں کا اصطلاح نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری
میں جبہ اللہ بن مسعود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری تیار ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محکم کو
را کر خدشہ محمل سے راہ فریق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ قول ملا جی کا اضطراب قابلِ تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع
ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ ساتے ہیں کہیں نا فی تک کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان ہیں گناے صاف صاف کہا
ہی مسعودی احدی الحدیثیں اب رام پوری ملا کی تقلید سے وہ احدی اور تین بھی گئی ابن مسعود غاصب
مشتبان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم جسے ملا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو
میں چمک رہے ہیں کہ اگر کو جس میں کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

کہ جمع بین انظر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو یا جو ذکر اس قول ابن مسعود کے سے تو ملتی جمع فی عرفات کی بھی معلوم ہوتی ہے پس جو ہم جواب رکھتے ہو اسی کو جاری طرہ سے سمجھ یعنی اگر کعبہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی عرفات کو بار شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ جو دو صحابی سو ابن مسعود کے اس کے ماقبل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استنباط کیا اور اب محل محل سے جمع بلا غدر ہوئی اور اگر کعبہ کہہ دیتی عرفات یا مہاجرہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مفسر سے وہاں بد اعتیاس جو جواب بھی اسے دے دیں ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملاجی نے گل سرسید ہا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کو تو امام بودی و سلام اور رمپور کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و ضبط اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا بلا تکرار بھی کلام امام بودی میں مذکور و رفع ہجری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت میں عرفات سے جو جواب امام محقق علی اراطوق محمد بن بن وغیرہ علامہ اعظم حمید کرام نے، فادہ فرمایا اس کا انھیں دلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں اوجھائے باطل شہرت جمع سفر کا آواز دے گا، اب فقیر غفرلہ اولیٰ التقیر سے تحقیق حق سنئے فاقول و بول رہی اصول اولیٰ ملاجی جواب ملا، گایہ مطلب کے کہ سیدہ ماہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں تو تین غائب غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب و صبح مردنہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر فرمایا جس پر آپ نے یہ کہے کی گنجائش کبھی کہ یونہی جمع سفر میں بوجہ شہرت کی کسی وجہ سے نہ ہو کہ حدیث سے ثابت ہے کہ انھیں چکا کہ شہرت و کتب انھیں ثبوت کے لئے پڑے ہیں نصرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام یہاں پھر آپ ہی دست پر دار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں ری بے ملا قدر تھیں، رہے دو، وہاں بطور تعالیٰ و وقاہر ہا ہر جواب پاسنے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر ما عرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن نس ہر میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پرورد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انھیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مردنہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت انھیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر انھیں دونوں کو جھلانیں کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تمام ایک کا نام یہاں صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا کلام صحیح میں مشائخ و قال مزوجل

و جعلکم سرا بین ققیکو الحشر (اور تمہارے لیے بائیں بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ت)
خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے، فرمایا لا لا بجمہ (نہ مگر مزدلفہ میں)، کہا قد ہب

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر غروب و مغرب فرد لفظ حقیقتہً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحو و مغرب مرد لفظ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر غروب و مغرب فرد لفظ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ نہ ہوں جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ بمعنی الحقیقتہً و المجاز ممکن خصوصاً عبادی کے نزدیک۔ تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو یا ہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و تبادرو ہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر اُن صلاتیں کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتیں سے وہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام دیا ہو کہ کمان اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بکہ اللہ یہ معنی ہیں جواب غلام کے جس سے عبادی کی فہم میں اور ناحق آنچہ مساں میکہ کی ہوس، ملاجی: اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کئے کہ جو جواب تھا رہے وہی ہمارا کیجیے خدا کی مشائے سے

ادگمان بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کے جیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نہیں فین فلاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکان ار لفظ ملک علماء بکر العدم قدس سرہ مطالعہ ہیں آں دیکھ تو عید ہی تھے وہ وہاں سے ہیں: محمد بن علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوہ تبوک میں معقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے، بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے، حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرے

و یسا، حبر البصم، لب یقوا فی غزوۃ تبوک، و کان فی تلك الغزوۃ الاف من الرجال، و کان کل صلوا حلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولم یحرم صلوۃ الا واحد او اثنان، ولم یشتر، ولم یرو غیرہ، بل بعضہما لما ضری انکروا ذلك، حتی قال ابن مسعود، ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغيره مطلقاً، لاصی صلوۃ جمع بین المغرب والعشاء بجمع، و صلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا، رواہ شیخان

وابوداؤد والضاٹی، یعنی ابن مسعود، الہدی
 قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
 تمسکوا بعھد ابن اُحجید، تقدیم صلاۃ
 عن الوقت وناحدرہ، واخر پامہ لہ یقعہ
 الا فی صلاتین، بین احدھما، وهو المغرب
 مجموع اخرھا فی وقت العشاء، ولہ یببین
 لاخر، وهو العصر یوم حرفة، بتقدیسہ
 فی وقت ظہر، لشہرتہ، ویعلو بالمقایسہ،
 واحبر حبرا اخر، وهو تقدیم الفجر عن الوقت
 المسنون، لاعتقاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وسلو۔ واذا کان حال صبر الحمد ما ذکرنا
 وحسب ما وہ او تاویلہ۔

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو
 نمازیں قرعہ میں مغرب و عشاء کو میں کیا۔ اور اس دن فجر کی
 نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔ بحوالہ بخاری، مسلم،
 ابوداؤد، نسائی۔ اس طرح ابن مسعود نے نماز کی پہلے
 وقت سے تقدیم و تاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ
 ایسا صرف دو نمازوں میں ہوتا تھا، جن میں سے ایک نماز
 کا تو انہوں نے ذکر کر دیا، یعنی عشاء کی مغرب، کہ اس کو
 عشاء تک نہ فرمایا تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا،
 یعنی عرفہ کی عصر کا، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم
 کر کے پڑھا تھا، عدم ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے،
 نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس

کی بجائے اسوں سے دوسرا واقعہ، نہ کر دیا کہ فرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معقول وقت
 سے پہلے پڑھا، تو بب جہ کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو نہ کر دیا جاسکے یا
 کوئی تاویل کی جائے۔ (ت)

اور اس کے معاملہ سے بعد اللہ تعالیٰ ایک اور توارہ میں معلوم ہوا، فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محمل کو ان نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ
 مردیہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بغیر یہی مسلک ملک العلماء نے، اختیار فرمایا، فرماتے ہیں:

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ
 قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان
 کی ہے وہ معسر ہے، تاویل کا، حتم نہیں رکھتی، اس
 لیے یا تو غروب شفق کی، قرب غروب سے تاویل کرنی
 پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے ورنہ

بل المراد بغروب الشفق، قرب غروبہ، کانت
 القصۃ واحده، وما ذکرنا من قبل
 محسلا یقید تاویل، فیأول بقرب غروب
 الشفق، او یقال: هذا من وہم بعض
 الرواة، واما ما ذکرنا اولاً، فهو مطابق

۱۵۸ منقرہ فی الشرح من تعیین الاوقات ۱۵۹
جو ہم نے روایت ذکر کی ہے وہ شریعت میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے
یعنی تعیین اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بھرا اللہ تعالیٰ تیسرا توارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت
میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کوئی ساروف حق حقیقی میں نہیں ہے البتہ یہی طریقہ مع شے
زائد ہوا، مگر قد کسی سر پہلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں،

ما جمعه استعیدیم فلم یروا الا فی الروایات ان الشفق
لا یعتد لہ بہا عند سقوط شمس العاطم۔ شعر
لیس فی روایۃ ابی داود عن معاذ ما یدل علی
تقدیم العصر عن وقتہا وانما فیہ۔ دار زعت
الشمس قبل ان یرتحل جمع بین العصر و
العصر، ویجوز ان یکون الجمع ما یؤخر
الظہر الی آخر وقتہ ویجعل العصر اول وقتہا۔
وان المراد بالجمع، الجمع فی نزول واحد
و یکاتبت فی وقتہا فی لہم۔ ہکذا یسعی
ان یجمع المقام۔

اگرچہ او اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو کہہ۔ اسی طرح اس مقام کو کہنا چاہئے۔ (ت)

اور واقعی بھرا اللہ تعالیٰ یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جو اہر غالیہ میں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانتے گئے علامہ مگر
قدس سرافا ضل جامع اجل وانع دقین النظر ایک بیان مسلسل محل مختصر میں انہیں افادہ فرمایا جائے ان کی شان
تدقین سے کیا مستند پھر بھی ایک رنگ، تھاران کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ہکذا ینبغی ان یجمع
المقام مگر فقیر فقیر قاصر فاقہ پران بدکل قد سیر زابرو اور ان کے ساتھ اور دقین وحقائق باہرہ مذکورہ
کیثرو واقفہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت و باب جواد بے بہت استحقاق و تقدیم استعداد ہے ذلک فضل اللہ
علیہ و علی الناس و ملک اکثر الناس لا یشکرون ہ ربی لک الحمد کما ینبغی للجلال و جہدک

وَكَمَالُ لَانِكَ وَوَفُودُ لِعَمَلِكَ حَمْدٌ وَسَلَامٌ بَارِكْ عَلَى أَكْسَمِ أَيْدِيَانِكَ مُحَمَّدٌ وَآلُهُ وَسَائِرُ أَصْفِيَانِكَ آمِينَ.
مولانا قدس سوان نفائس عزیزہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں :

انظر ما ادو نظر اثمتا حیث لا تغوت عنهم
دقیقہ یہ دیکھ تو ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی
دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگزاشت نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے آئمہ اور کیا جانا کیسے آئمہ ماسکان ازمدہ کا شعاع غم ایسے ہی دقیق النظر و
عالم مدارک و شاہین بزم و شیران معارک ہیں کہ مسائل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی حیلہ ن کے تو مستحق قنار
کہ گرد و پرہیز اور کیوں نہ ہو کہ آفرودہ وہی ہیں کہ اگر ایمانی و علم ثریا پر معلق ہوتا ہے آئے آج کل کے کوران بہ بصر
ان کے معارف علیہ سے بے خبر اگر آئینہ عالمیاب میں اپنا مسد ویکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے سہ
مرفشانہ نور و سنگ عروکشند

ہر کسے بر خلقت خود سے مستند

(چاند روشنی پھیلتا ہے اور کتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض ہدایا میں کانو نہ ہیں دیکھ بھئے مسند عی میں ملاتی کے دوسے حقے کہ وہ دلائل قطعیہ
سے ثابت ہے اور اس کا خلاف کی حدیث سے ثابت نہیں رہتا سوری پر مسد کوئی دلیل منغیہ کے پاس ہے
اس کمال وقت جب قدیر سب اہل اصناف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ ن ترانی کس پر تے پر تیا پانی و لا حول لا قوۃ
الا باللہ العلیٰ بعظیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر متبع کر غصت جلاں دیکھئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کر یہ جواب عل
محض تنزیلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمیع عرفات بھی ذکر فرما چکے ، یہی حدیث
مسنن مسانی کتاب النکاح باب الحج میں انظر والعصر لبرہ میں یوں ہے :

اختبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن	ہیں خردی اسمعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے
شعبة عن سليمان بن عمارة بن حمير عن	عمارہ بن حمیر سے عبد الرحمن بن یزید سے کہ عبد اللہ بن مسعود
عبد الرحمن بن یزید عن عبد الله بن مسعود	رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تعالى عنه قال : كان رسول الله صلى الله	و سلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر
تعالى عليه وسلم يصلي الصلوة لوقتها الا	مزدلفہ و عرفات میں

بجمعہ فی مزدلفہ و عرفات

سہ ارکان اربعہ لبحر العظم مسند فی الحج بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی لاہور ص ۱۴۸

سہ انسانی کتاب الحج بین انظر والعصر لبرہ مکتبہ سفیہ لاہور ۳۹/۲

مُطَاجِی اب کہئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! مُطَاجِی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی آئی ہے صحت جانی کے آسروں پر سانس ماتی ہو تو سر کا پیسے کہ عنقریب مکتہ کا پہاڑ ابوقیس آتا ہے۔ مُطَاجِی! دعوے اجتہاد پر ادھار کھانے پھر رہے ہو اور علم حدیث کی ہوائی اڈا حدیث مرویہ بالینے صحیحین وغیرہا صحاح و سنن مسانید و معاجم جو معراج و غیرہا میں دیکھتے صد ہا مثالیں اسس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو روادۃ بالینے کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے و ہذا اہم الشان ابوحاتم رسی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم حب تک حدیث کو ساتھ و جوسے نہ دیکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی غریخ حدیث اعشش بن عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ بن علی بن ابی شیبہ بعد حدیث مستش ہوئی ان سے شخص بن یثاثر و ابو موسیٰ و ابو حازم و عبد الوہاب بن زیاد و عریق و سفین و داؤد و شعبہ و غیرہم اہل نہ روایت کی یہ روایتیں الفاظ و اطوار و بسط و اختصار و ذکر و اقتضار میں طرق ترقی پائیں کسی میں مغرب و طر کا ذکر ہے طر عرفہ مذکور ہیں کہ روایت الضعیفین کسی میں طر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر و دلف و ثور نہیں کہ روایت الضافی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے طر و فجر و صیغہ ما روایت وغیرہ کو مسطور نہیں

کحدیث الضافی ایضاً فی المسائل . باب جمع	جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناکب ، باب جمع
الصلواتین بالصلوات . احسن الف سے من	الصلواتین بالصلوات . احسن الف سے من
ثم کمرہ ثانی مصعب بن الصفاۃ عن داود عن	ثم کمرہ ثانی مصعب بن الصفاۃ عن داود عن
الاعشش عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن	الاعشش عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن
یرید عن ابن مسعود ان السبی صلی اللہ تعالیٰ	یرید عن ابن مسعود ان السبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم جمع بین المغرب والعش وجمعة	علیہ وسلم جمع بین المغرب والعش وجمعة
	اس نے عبد الرحمن ابن یزید سے ، اس نے ابن مسعود
	رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	نے مغرب و عشاء کو ضرور جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے و ہوا بصر بن کل ما ذکرنا من روادۃ الاعشش ما حلا جریساً (سوسہ غریب کے اشمش کے بتے راوی ہم نے ذکر کیے ہیں اسی طریقے سے ان کی حدیث کسی میں لفظ بغلس مفید واقع و مخرج مرام کی تقریب ہے کہ مرسلہ میں حدیث الضعیف (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضعیف کی تشریح ہے) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہوں مائیں گ نہ ایک طریق دوسرے کا نافی و منافی ہو گا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیث تمام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف روادۃ اعشش کی روایت بالینے سے ناشے ہوا خواہ خود اعشش نے

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت پانے کی اور ہر راوی نے اپنی سمجھ پہنچائی چاہے یہ ترویج انکس نے خود کی چاہے عمارہ یا جبار انکس سے ہوئی اور وہ سب انکس نے سنی یا انکس کو پہنچی خواہ اصل غمناکے سند سیدنا جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقات حدیدہ میں حسب حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شب مزدلفہ راو مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب وغیرہ کا مستند ارشاد کرنے کے لیے صرف انہیں روکا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلوات میں کا مستند پیش ہو وہاں ذکر فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوائے ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشاء کے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں منت کیا ہے اسی وقت یہ پہلی حدیث منقراۓ وہ کی

ثم اقول لفظ یہ کہ یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے فرقہ مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسند علیہ و صحیح میں کے سب روایات و ائمہ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی،

اخبرنا سلاہ بن سلیم الحنفی عن ابی اسحق السبیعی عن عبد الرحمن بن الاسود عن حلقہ بن قیس الاسود بن یزید قال کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لا جمع بین الصلوات الا بعرفة الظهر والعصر۔	سلام بن سلیم الحنفی الواسطی سبیعی سے روایت فرمائی کہ اسود بن اسود بن قیس بن اسود بن یزید سے روایت فرمائی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منہ فرماتے تھے جمع بین الصلواتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔
--	---

کیوں ملے گی! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات و یکمی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض نہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتضائے یہاں منہ اس کے جمع میں ظہر و عصر کا ذکر ہو گا اس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا نایز و دلستہ و صلواتین معرفت بلام فرمایا جس میں اصل عدم ہے۔ بخاری! کتب حدیث آکھ کھول کر دیکھو روایات بالعی کے یہی اور آتے ہیں خصوصاً امام بخاری روایات حدیث اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بہت حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر و عشاء وقت عصر اور مغرب مردہ وقت عشاء، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تارک میں پڑھتا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب ہے پردہ و حجاب رات و نهار پر پہنچا، اب اس حدیث فساد کی بامع ذکر عرفہ و مردہ پڑھتی نے کہاں بکا رہ جو چٹیں کی میں اُن کی حدیث گزاری کیجئے اور ماہ ضیاء پناہ رسالہ کو باز نہ تھامے شب تمام کا ترودہ دیجئے واللہ المبین وہہ نستعین۔

لطیف مستد یارب من مہلین سے تیری پناہ، اُٹھ جی تو زور احادیث و جرح نہات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ غل باحدیث کے اوعاف رائج میں انھیں مکاروں کی دیواریں ٹپتی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مسیبت کا پناہ توڑے گی۔ حضرت کے غل سرسبد کو گل تہ گن سا چھڑے گی ہدایام جیہ سے تیغ رانساں اور حدیث صحاح میں بکس مصونہ لوبقا تنگد ہوں و ہر یقا نعتوں کی بوں سازاں حدیث سنان کی نامیوں اور مجرد اور متر وک سے پہلے وورادی اس کے مجرد ہیں ایک سیلین بن ارقم کو اُس کی نعت کسی سے نہیں کی ملہ ضعیف کہ اس کو تقریب میں سیلین بن ارقم ضعیف اور ایک عابد بن محمد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث ادا کا بہ تقریب میں نہ رہی ملہ مسند و قسیم و افراد۔

اقول اولاً وہی طہ جی کی قدیمی سہا پست نسبتیہ و رفص کے قرن سے جہالت۔

ثانیاً جمہور سے وہی پرائی عداوت عادی ملہ صرف نسائی بلکہ بنی و سکر و غیر ہا ملہ صحاح ستہ کے رہاں سے ہے اہم کاری کا خاص استناد اور مسلم و غیر کا استناد الاستاذ۔

ثالثاً لٹا تلا جی ائمہ سے تو علم حدیث کی الف ہے مگر نہ چٹیں اور ادعا ہے جہاد کیوں ہے وقت طہ جی ذر کسی پڑے لکے سے ضعیف و تشبیہ صاحب افراد اور متر وک الحمد للہ جس فرق سیکو، تشبیہ و صاحب احمد ادب و تفریق سبب ضعف ہیں، جمہور دیکھے ان کے رواج میں تھے تشبیہ موجود ہیں اور نہ افرادوں کی کیا گئی جبکہ ہر حاشی فصل دون میں بکثرت نہ اوہام بہم، سہما و ہم، یخلف، یخلف کشوا، کشیر لخط، کشیر لخط و غیرہ والے ذکر کر آئے، رہا صیف اُس میں اور متر وک میں بھی رہیں و آسمان کا بل ہے ضعیف و حدیث معتبر و مکتوب اور نہ نہات و تراجم میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متر وک اس معنی اور اس کے متعلقہ کی

علیہ متن ہا بن یزید، لخط، یزید بن ابی اسیتہ، عہد لرحمن بن عزوان و غیرہم ۱۲ھ (م)

علیہ جن میں تیس سے زیادہ حاشی فصلوں پر مدکور ہوئے ۱۳ھ (م) فہمیدار ملحق ۲۸ھ

تحقیقات جلیلہ فقیر غفرلہ تقدیر کے رسالہ **الہدایہ الکافی فی حکم الضعاف** میں مطالعہ کیجئے اور سرپرست نئی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجہ ثامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجہ ہاشمہ میں ہے خود بعض ضعیف رجال شیخین میں اگرچہ متعلقہ یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہونا واضح۔

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبد الکرم (۴) اشعث (۵) زمرہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبد الرحمن (۸) احمد (۹) اُبی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پایہ ضعیف ہیں، چنانچہ بھی حاصر قوی نہیں ہے، سب تو ان بھول ہے، آٹھویں کو اقوام نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعیف ہے۔

عبد الکرم کے لیے مری نے تہذیب میں "نعت" کی حدیث ۵۰۰ ہے۔ دیکھ رہے کہ "ج" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تصنیف کی ہے (میران میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تصنیف اور مسلم نے تہذیب روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی حدیث میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر تنبیہ کیا ہے کہ صحیح "ج" ہے ("حت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پچھلے ترجمہ نکرم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے مگر تعلق کے طور پر۔ اس لیے "ج" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہئے کیونکہ "ت" تعلق کی علامت ہے۔

(محمد ابن یزید، رفاعی کے بارے میں کہا ہے

۱۴۶/۲ (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ مثل اسید بن شریہ، اسباط ابو الیسم، عبد الکرم بن ابی المنذر، والاشعث بن سوار، زمرہ بن صہب، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبد الرحمن مولیٰ بنی مضر، احمد بن یزید الحضرمی، اُبی بن عبد بن وغیرہم، قال فی التقریب فی المحصۃ الاول، ضعیف، والسادس یس بالقدی، والسابم بجهول، والثامن ضعیف، ابو حاتم، والتاسع ضعیف، وحید الکرم، عدم لہ الصری فی التہذیب نعت، وسمعہ فی الصبران، فقال، اخرج لہ فی تعلیقہ، وہ متابعہ، وکذا تابعہ الحافظ فی موسر التقریب، ثم نبہ انت الصواب فی حدیث ذکر مالہ فی الجصاصہ الصحیح، ثم قال، ہذا موصول ولیس متعلقاً۔ وقال فی الرفاعی، ذکرہ ابن عدی فی شیوخ البخاری، وحررہ الخطیب بات الصحاح، مروی عن عمر، لکن قد قال بحمدی، رأیتہم مجتمعین علی صفحہ ۱۰ قلت، المثبت اثبت، فلذا

۱۴۶/۲ محمد بن یزید دارالکتب العلمیہ بیروت

(۷) کتاب قیام اللیل باب وقت رکعتی فجر اخبارنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث۔
(۸) کتاب الزکوۃ عقیۃ المرأة لغير اذن زوجها اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث الم۔

(۹) المزارعة اجماعیث انتهى عن كرى الارض بالثبوت والريح، اخبارنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الم۔

(۱۰) القسامة والقود باب عقل الاصابع اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث الم
التصريح النسائي

(۱۱) کتاب المحرمات احكام الجیم فی ثياب حسنة، اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث الم۔
(۱۲) قبیل کتاب المحرمات اذ قيل للرجل هل سیت اخبارنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قال حد ثنا خالد بن الحارث الم۔

(۱۳) کتاب النبی الماتم قبل شجر رمضان اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث۔
(۱۴) المزارعة من الاب ویرث الذکرة اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث۔

(۱۵) کتاب الاشرۃ الترغیص فی اتقاء البسرا اخبارنا اسمعیل بن مسعود حد ثنا خالد بن الحارث الم۔
کیوں ملایا یہ کیا دین دیتا ہے کہ شیخین درجہ کرے کہ یہ موت فترے بناؤ تو سچو تکان جزم کرتے ہوئے چک نہ چسکاؤ، وہ تو حد اسنے غیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا میں نے اسمعیل ہوتا تو ملایا کی کہتے کی لگا کر یہ حدیث تم، بل سنت کے روئے سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل ہوتی ہو جو

۲۰۶/۱	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب وقت رکعتی فجر	سنن النسائي
۲۸۹/۱	" " "	عقیۃ المرأة الم	" " "
۱۰۴/۶	" " "	الثالث من الشرط في المزارعة والتمات	سنن النسائي
۲۴۷/۲	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب عقل الاصابع	سنن النسائي
۳۳/	" " "	مضاجعة المحرمات	سنن النسائي
۱۶۰/۱	" " "	باب اذا قيل للرجل الم	" " "
۲۳۹/۱	" " "	التقدم قبل شجر رمضان	" " "
۱۴۶/۲	" " "	المزارعة من الامايرث مذکورة	" " "
۳۲۱/۲	مطبع سلفیہ لاہور	الترغیص فی اتقاء البسرا الم	" " "

ملا جی! معرفت ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی فراغت، علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جا بجا نہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ میں تو شکایت کیا ہے کہ اختلائے حق و طبع باطل و تبلیغ عامی و اغوائے جاہل، طوائف ضارہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، تاہم اگر وہ حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را حمد اور سولی سے جیا کیجئے، اپنے دین و دھرم پر دیا کیجئے یہ شر اور اجنبہ کی ہلک، یہ ریافت اور جہتدین پر ہلک، غم و خاک کے تو آنٹے دس برس کسی ذی علم مقلد کا کفش پرواری کیجئے، حدیث کے تنوع و شروح و اصول و رجال کی کتابیں بکھر کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ مٹے کہ بوٹے طوطوں کے پڑ سے پر لوگ ہنستے ہیں، جسے دو ہنستے ہی مٹھ رہتے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب جی شہادت، بشرط صحت، ایمان و محبت تبت و لله البہادی لقلب احبت۔

الحمد لله مہر حق تعالیٰ جو، اور آفتاب ہواب تعالیٰ، جن جن احادیث سے جمع میں اصدتیں کا ثبوت نہ سہل ثبوت حکم قطع ثبوت رحم کی گئی تھا وہ اصح ہو کر ان میں ایک حرف ثبوت متنازع نہیں، سبب منفی اثبات ضروری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا، روشن ہو کر قرآن و حدیث اُسی کے موافق دلائل سائلہ اُسی پر ماضی میں رد و انکار کی، صفا حال ہیں، اور ہونہ قتالی بطنیں مسئلہ وہ تازہ مجدد کتب مشغلہ اقامتہ علل بالحدیث کا اُشفا اُسس کا بہرہ بھی من مانا کھلا کہ ہمارے عرض ہو کس سے کام اور اتباع حدیث کا نام نہ نام، پڑانے پڑنے حد کے سیانے جب اپنی نئی پردہ پر آئیں قیچوں ٹوں و مرد و تانیہ نہ مرد و مومن نہ ہیں، کای و مسلم پس پشت ڈالیں، ان کے رواد و اسانید میں شاحسانے سائیں، ہزار چھل کریں سو ہزار چھلے بنے صحیح حدیثیں سج، امام، کاتب و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب خفیہ کے مقابل دم پر بنے قلم چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گارحمی چھنے، اب ایک ایک شمشیر مائی کو ملک ملک کر سلوم، جس کے پاؤں پڑا اُس کا دامن تمام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، ان میں جس کا کلام کہیں ہاتھ ملک گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتابی غلطائیں غصہ مل گئے غصے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھل گئے شب کو مت سوخت کے جبار و سل گئے، وحی مل گئی ایمان سے آئے اُسی سے خفیہ پر جھٹ لائے، اب خبردار کوئی چپچپ نہ پڑو، آج اور ربیان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکار سے کی گڑھی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہوا اب تو کت ہے، مسلمان حضرات کے یہ انداز دیکھئے ہمارے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، قریب میں نہ آیا یہ زہر و درجہام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال برعالی بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے بے راہ ہدی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباع ائمہ راہ بُری ہے راہ بُری کا وہ الی خدا ہے، لله الحمد ولی الہدایۃ صہ الہدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام و حسن الختام الحمد لله عن اپنے ذر وہ اقصیٰ کو پہنچا اب غرض کلام و حاصل مزاج چنہ باتیں یاد رکھتے،

اولاً جمع صوری بدلتی ہوئی روئے ثبوت سے ہے پر وہ وجہ اب اور اُس کا انکار انکار آفتاب ۔
ثانیاً کسی حدیث صحیحہ میں جیسے تعظیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعا سے قطعی ثبوت محض
نفس العین کی ہے ۔

مثلاً شام میں تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح ہے کہ ادا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضماٹ و مناکیر
ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محض اور محکمات سے ہو ہی اثبات محل و محل ۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین یا قابل تاویل قائم نہ محکمات خصوصاً حدیث ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا کسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محض پر متعین ہے ۔ عکس کہ سراسر ٹکس ۔

خامساً عاز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت
اور اظہر ضروریات دین سے ہے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یہ ہیں اوقات خمسہ غایت شہرت و استغناء پر
بالغ حد تو تو ہیں اگر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ
ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقات مشہورہ معلوم معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی
اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت علیہ کے ساتھ اوقات خمسہ منقول ہوئے کسی طرح یہ نیا وقت بھی
نقل کیا جاتا آخر حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فعل کسی ملت میں نہ کیا بلکہ وہ نبوک میں ہزاروں صیہہ گرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہزاروں رکاب مساوت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے و رکھتے
رواقہ سے اسے بھی مشہور کر چھڑتے یہ کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی مسیریح
تبدیل ایسے عجیب کثیر کے سامنے واقع ہوا اور اُسے یہی وہ ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہی جمع صوری فرمائی
جس میں نہ وقت بدلانا کسی حکم میں تغیر نہ راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر وہ داعی متفرق ہوتے نظر انصاف صاف ہو
تو صرف ایک ہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف تو فرد داعی نقل آما ہے تو لاجرم
جمع صوری پر محمول کہ تو فراموش اور بالغرض کوئی روایت مفسرہ ناقابل تاویل سے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ اتحاد رہن
عقل سے دور ۔

سادساً نمازوں کے لیے تعین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کسی اُس کا خلاف مانے تو وہ بھی دیسا ہی قلع چاہیے جیسے
حضر عرقہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ و نہ یقینی کے مقابل قلعی مضحک ۔

سابعاً بالغرض اگر مثل منیع دلائل جمع بھی قابل سمجھ تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منیع کو ہے کہ جب حاضر و معین جمع
ہوں تو حاضر مقدم ہے ۔

برام غمد (میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) (رواہ ابیہم
سند صحیح)۔

لاحرم ہمارے، مگر کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک غفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ
جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقہت میں زائد ہیں، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے،
هو عند الشئنا افضل لصحابة بعد الخلفاء ہمارے ائمہ کے نزدیک بہترین مسعود خلفاء اربعہ کے بعد سب
الاصحاب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (دست)

عاشراً اگر بعض راہیں منع و اذیت میں کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح دے گی، اس میں
احتیاط زائد ہے اگر خداوند تعالیٰ درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالجماع گناہ نہیں مگر اتفاقاً اس
کا ترک ہی اصل ہے اور اگر خداوند تعالیٰ درست ہے تو جمیع تاخیر میں نماز دانستہ قصاکر فی ہوگی اور جمیع تعظیم میں سرسے سے
ادائی نہ ہوگی فرض گردن پر دے گا تو اسی، جس کا ایک پہلو خلافت ادنیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہر عامل
کا کام بھی ہے کہ اس سے احتراز کرے، یہاں جو طاعتی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکہ رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اس
صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب بدل بدل ہو اور صورت اختلاف کی ہر حال نہ سمجھتا جمیع مانتین
کا دعویٰ ہے دلیل ہے اور ناجائز اس کا وہ سبب اختلاف ہے جس میں رخصت و غسل بدل بدل کے قول ہے دلیل
شک و ڈال دیا کہ تو سیکڑوں اعمال باطل برعکس اور حق و باطل میں کچھ تفرق نہ رہے، ان جہتی بالا جانوں میں روئے
کی من ترانیوں کا کچھ چٹا بھور تھا سب کھل چکا مگر حیا کا بھڑا جو جس کے آسرے بیٹھے ہیں یوں تو آفتاب پر خاک
اڑا کر ابدھوں کو کھجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب ہے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم و اسوۃ
رسول کریم علیہ و علی آلوہ الصلوٰۃ والسلام کی ان عاجز دیلوں کو جیسے سنسن کر بگڑنا تک دھمک پہنچی ہوگی ہے، پس ٹھہرو
اور اپنے صبیحت و شہرت قول کو قطعی بغیر بدل نہ آؤ اور عمل ما بعدیث و دین دریافت کا نام پتے نہ نہ ماؤ تا عند
وانا الیہ ساجدون۔ ع

ادبیاں کم شدہ تک گرفت اجتہاد

فیہ غفرہ الولی القدر نے پرچہ اوراق کہ بنظر احقاق حق سے موی قنای عروہ میں اپنے کرم سے قبول فرمائی

یعنی نصوح منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کر کے یہ مقصود عقلی ہے۔ (م)

۳۷۲

لے المستدرک کتاب معرفة الصحابة و الرجال و العکبر بیروت

لے مرقاة شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع اصحاب الفضل لادل من جلد ۱۱ من عمر مطبوعہ ادبیہ طاب ۱۱/ ۲۰۹

دک معیار الحق ص ۳۱۵

شر شرکاء و شامیت ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہ ثبات واستقامت متعین کرام سنائے، یہ امید ترائی شارانہ
تعالیٰ بقرب الحبيب نقد وقت ہے مگر دشمنان حقیقت کو ہدایت ملنے عناد حقیقہ کی راہ نہ چننے کی طرف سے یاس
سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جس صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چرخی ہیں انھیں آئندہ ایسی اور ان سے
بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریف تعصب مکابریے تکمل کا کیا علاج ہے تو اس کے کہ
شر شرکاء سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور جو رسول روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے عرض
کروں رب انی اعوذ بک من ہمرات مشیطین واعوذ بک رب ان یحضر ون ۵ وصلى الله تعالى
على الهادي الامين الامامون محمد وآله وصحبه الكرام والذين هم بهمسد يومهم
يعتدون الحمد لله كبرياك رسال نفيس بجاہ پانزدہم ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۱۲ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ
والتیۃ کتمام اور بجاہ تاریخ حجاز المحدثین لواقی عن جمع الصلواتین نام ہو، مرتنا تقبل مث
انت انت السمیع العظیم وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين
امیں صبحہ نك اللهم ويحمدك اشهد ان لا اله الا انت استعظرك والقوب اليك و الله
صبحته وتعالى اعلم وعلمه جل مجدہ انتم واحكمو۔

۱۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

منہج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام باجیائے ربیع کی نماز پڑھتے وقت ایسی بڑی سورت
پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اس وقت سورج نہیں نکلتا تھی اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی یا
نہیں، بینا تو جردا۔

الجواب

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں انتہیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھے پایا کہ
سورج کی کرن چمک تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہو گئی مثلاً جب تک
پہلی بار فقط السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ
سورج نکلے میں کہا تو نماز صحیح ہو گئی کہ فقط السلام کہا تحریمہ نماز سے باہر کر دیتا ہے الامن علیہ سہو،
تشرط اب بآتی بالوجود درمخرج پس سہو ہو، بشرطیکہ سہو کرے۔ مثلاً اور اگر طلوع شمس دونوں اور کے
بیچ میں ہو ایسی قعدہ بعد تشهد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قصاصت پر رہی

فی الدس لصحتہ، ولو وجد الصافی ملاصفاہ درمخارج میں ہے، ایسا کہ فی نماز کہ جس میں نمازی کے

قبل القعود بطلت اتفاقاً، ولو بعد بطلت عنه،
 كطلوع الشمس في الفجر - ولا تتقلب الصلاة
 فضلاً إلا قِيماً، وأطلعت أدواءه ملتقطاً وقت
 شمس من استحق عن التجسس، الإمام إذا فرغ
 من صلاته، فلما قال، السلام، جاء من جيل
 واقترى به قسداً يقول، عليك، لا يصير
 داخل في صلاته، لأن هذا سلام، الا ترى
 أنه لو أراد أن يسلم على أحد في صلاته سألها
 فقال، السلام، ثم علم فسكت، نفسه
 صلاته.

ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آ جائے
 (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ دت۔

مقدمہ یوں کو چاہئے کہ اپنے اس ناخدا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر
 بھی اگر تعویذ سے مار نہ آئے اور یوں نہ نہ کہوئے تو آپ ہی راست سے عروہ کا مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲۸۸) سلمہ از جبل پر عقبہ کو قوالی مرسلہ مولیٰ محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۲۵ھ

حضور پر نور بعد سلام نیاز گزارش ضحوة کبرئے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پئے ارشاد ہوا تھا مگر
 غلام بھول گیا۔

الجواب

فوریۃ سعادت مولانا المکرم جلال المولیٰ تعالیٰ کا سلمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت
 مزاج جناب مولانا المکرم اگر ہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیکھتے اور یہ سب سبھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں
 تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف وحبنا المولیٰ المکرم اللطیف جس دن کا ضحوة کبرئ
 نکالنا منظور ہوا اس دن کے وقت صبح ووقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں یہ
 وقت ضحوة کبرئے ہو گا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک مار کر وہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پچیس منٹ بحساب قواعد بشرط رویت یک ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں :

۳	۲۷	۲۶	ختم سحری
۴	۱۶	۷	+ افطار
۱۰	۵۳	۴۴	
۵	۲۶	۲۶۲۵ = ۲	+ ۲
۱۱	۲۶	۲۶۲۵ = ۲	+ ۲
۳	۵۲	۵۷	ختم سحری
۴	۱۴	۲۹	+ افطار
۱۱	۶	۲۹	
۵	۳۳	۱۸	۲۶ = ۵
۱۱	۳۳	۱۸	۵

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲۲ یعنی تفاوت آیا

مثال دوم : ماہ مبارک کو

الحس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم

۷۸۹۱ھ از شہر ام مدرسہ عربیہ مدرسہ مولوی طحطاوی صاحب مدرس اول مدرسہ مذکور
۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

بمضورہ حضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلہم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ناگوار حضور والا کے قواعد فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکال کر تا تھا مگر اس دفعہ جب میں مداس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی استحضار سے حقائق ہوئی وہ برابر وقت مداس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سالنام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہنا کہ، پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائیے جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سکند اور طلوع ۵ بج کر ۳۳ منٹ ۱۹ سکند ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۳۳ اور طلوع ۵ بج کر ۳۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے حشاکا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر حق کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی استخراج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سو اسی کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں نے بوجہ موافقۃ الجہت ہونے کے عرض بلد اور میل سے تقریب کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے مل گیا ہے اور جگہ کے لیے میل کو عرض بلد سے کم

۱۰ نوٹ، الحس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مردہ عبارت اصل مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔

$$\sqrt{118} = 10.86$$

$$59 - 11 = 48$$

$$48 - 30 = 18$$

$$9/9229252$$

$$9/8695126$$

$$10/363369$$

$$10/112920$$

$$9/8695126$$

$$1948$$

$$808$$

$$9/8695126$$

$$10/363369$$

$$9/8695126$$

$$10/112920$$

$$4 - 49 - 0$$

$$4 - 49 - 4/139$$

$$4 - 13 - 55/823$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$4550$$

$$1036$$

$$31850$$

$$12950$$

$$35500$$

$$4183$$

صرف نصف دوم

$$9/8695126$$

$$553$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

نصف اول

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$9/8695126$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$8768$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

$$90 - 33 - 5441$$

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

بدستی قوی مطبق

$$\begin{array}{r} ۹۰ \overline{) ۴۸۹} \\ ۴۲۰ \\ \hline ۵۱۸ \\ ۴۸۰ \\ \hline ۳۸۳ \\ ۳۶۰ \\ \hline ۲۳ \end{array}$$

صورت نصف دوم

$$۲۸۱۰۰۱۶۲$$

$$۱۱۳۳$$

$$\hline ۹۲۸۱۰۱۳۰۵$$

$$۲۵۲۲۹$$

$$۳۲۹۳$$

$$\hline ۱۸۱۹۹$$

$$۴۰۹۴۱$$

$$۱۸۱۹۹$$

$$۴۵۳۹$$

$$۹۰ \overline{) ۹۴۹۶۲} \quad ۱۱۳۳$$

$$\hline ۹۰$$

$$۵۹$$

$$\hline ۹۰$$

$$۱۹۹$$

$$\hline ۱۸۰$$

$$۱۹۲$$

$$۱۶۰$$

$$\hline ۳۲$$

$$\text{نصف دوم} = ۴۵۲۲۹ - ۱۳ - ۴۰$$

$$\text{نصف اول} = ۹۲۸۱۰۱۳۰۵ - ۸۴$$

$$\text{نصف دوم} = ۹۲۸۱۰۱۳۰۵$$

$$\text{قاطع میل} = ۲۰۳۴۲۲۶۹$$

$$\text{عرض} = ۲۰۱۱۳۹۳۰$$

$$\text{لورج} = ۲۶۴۰۹۹۵$$

$$\text{لورج} = ۶۹۵۱۴$$

$$\hline ۱۱۸۱$$

$$\hline ۹۲۵۱۵۹$$

$$\text{در فصل} = ۱۰۲۱۰۸۱$$

$$\hline ۹۲۶۲۲۰$$

$$\text{تقریب} = ۴۲۲۰۸$$

$$\text{وقت لورج} = ۶ - ۲۶ - ۵۰$$

$$\text{خروج} = ۶ - ۲۶ - ۵۴۲۲۰۸$$

$$\text{طیوع} = ۵ - ۳۳ - ۵۲۶۹۲$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لورج} \\ ۶ - ۲۶ - ۵۰ \\ \hline ۱۰۲۱۰۸۱ \end{array} \right\} \text{در فصل}$$

ملک از شهر جامع مسجد مسلولوری محمد افضل صاحب بخاری طایب علم مطهر اسلام

شیخ در نماز غیر بود که ناگاه بشنید که گویند میگفت
که آفتاب برآمد همان یی کس در نماز است نماز را
بگذارد یا رد ایس اعاده کند یا سلام بدو بعد از طلوع
کونی آدمی فجر نماز پڑھد یا نماز چنانکس سنے سناکه کونی
کند یا سب سورت تکل آما سب ابیه دی جونی لیل
نماریس سب پی نماز پوری کرکه اس کا اعاده کر سب یا

آفتاب بخواند، جینا تو جروا۔

مسلم پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے ؟
جینا، تو جروا۔ (ت)

الجواب

نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل در یاد امانہ مایہ میں زلمن
بسیار سے ارموہم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع
بالک برآند کہ آفتاب برآمد حاشہ تعالیٰ اعظم۔

مسوال دوم : چه میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز
صبح زاین قدر تا غیر میکند کہ از برآمدن آفتاب پنج دقیقه
دو دقیقه میانہ کہ سلاک میبرد پس طرہ نماز بغیر کراہت ادا میشود
یا نہ، جینا تو جروا۔

نماز پوری کرے بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ سورج نکلے
وال بات درست تھی تو اعادہ کرے۔ آج کل اکثر لوگ
وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہوئے پر تسبیح
پھا دیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واقعہ تعالیٰ اعظم دہا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی
تاخیر سے پڑھتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع
ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا نماز
بغیر کراہت کے ادا ہو سکتی ہے یا
نہیں ؟ جینا تو جروا۔ (ت)

الجواب

در بحر الرائق دیر و تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت
ظہر اول تا آخر صبح کراہت ندارد یعنی بخلاف ماقبلا
کہ آخر آٹھ گروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی
دست گاہ کافی دارد و ای طرہ نماز او بلا شبہ بے کراہت
است کہ نوے اند کہ بہت دارد، واللہ تعالیٰ اعظم۔

الحرار فقی دیر میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے
اوقات میں اول سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے
بخلاف ماقبلا کہ کراہت آٹھ گروہ میں مکروہ ہو جاتے ہیں
اس لیے جو محقق وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر
اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے)۔
تو اس کی ماریعیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا
کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ از جرودہ صلی میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۰ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس گھر اُفتی صحاب نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے ؟
(۲) ظہر کا اول وقت کئے یکے بوا ہے اور ضلع میرٹھ میں کئے یکے سے کئے یکے تک رہتا ہے اور جماعت
کے یکے ہونا چاہیے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے، جماعت کے بکے ہونا چاہئے؟

(۴) جس جگہ اُفتی نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے؟

الجواب المفرد

(۱ و ۵) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ میں منٹ کی جمع ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۲۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فساد نماز ثابت ہو تو پھر صلوات سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے فضل ہے جب اُفتی صاف نظر آتا ہے اور نیچے میں درخت وغیرہ کچھ عامل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ کھپل کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف انوار سے اُچھٹتی ہی شرارت ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہو گا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہو گا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ قیول ایام و اختلافات طوں معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گری میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہر دو چاروں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل بیت نے یہ کی ہے کہ راس الحلقہ سے ختم جواز تک بہار اور راس السرطان سے ختم مسند تک گرہ اور راس الیزن سے ختم قوس تک خریف اور راس الجہدی سے ختم ٹوٹ تک سرما نگر یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بحر نے ریح کو گما سے طعی کیا ہے اور یہ بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ٹولٹ مارچ تک سردا بھسا چاہیے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ اربعہ میں چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اسی دیر اذان و اخطاء میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاسد

نہیں، مغرب کا وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۴) از مجموع سرائے ذکر حائضہ بشند در تقصیر ضلع جملہ مسئلہ حافظ سجاد شاہ ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیان مغفرت احمد رضا خان صاحب ادا م اللہ فرمیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
تعالیٰ کے بعد ہنر آداب التماس کہ ہم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ واما اعظم
اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مدد سے ذیل کی سخت ضرورت سے ہر باقی فرما کر تحقیق عین وقت میں مایطیق ارشاد
فرمادیں عند اللہ باجور ہوں گے ماسئلہ اولیٰ فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس میں
بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدعول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی
میں ہوتا آپ تحریر فرمائی کہ بارہ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں
حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ ہے پھر جب سایہ بڑھنے
میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہر نصف شمار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف شمار کو کھڑا ہوتا ہے پھر
بڑھنے لگتا ہے جب سایہ ٹھکانے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ اور سایہ اصل ظہر کے واسطے نکال دیتا ہے یا نہ شناخت
ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل رواں یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصل
بوقت وہ پہر بطرف شمال ہوتا ہے پس مہر کے واسطے مقیاس کی بنیاد سے سایہ اصل خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے
یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر درجہ کی جائے نرند سنیک جاتے سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصل
کو چھوڑ کر وہ چنڈ کیا جائے عہدت فرمائے سنیک کی یہ ہے۔

معرفة فی الزوال یفید حشیۃ مستویۃ فی
امرض مستویۃ قبل الزوال فانظر ینقص
عاد اوقاف لہو ینقص و لہ یزد فہو قیاسہ
الظہیرۃ فاذا اخذ فی الزیادۃ فقد نزلت
الشمس فخط علیہ اسب الزیادۃ خط فیکون
من اس الخط الی العود فی الزوال فاذا
صلی اس خط لہو مثلیہ او مثلیہ من اس
الخط من موضع غیر من العود خرج وقت
الظہر و دخل وقت العصر و فی الزوال یکون
الی شمال ینقص

اور زوال کا سایہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

سہ فرمائے سنیک

الجواب

حدیث میں سنت اقدس نبویؐ کے سب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ہمارے جلد پڑھ لیتے اور حاضر ہی میں دیر ملا نظر فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے
 یہاں تک کہ ایک بار ہمارے عشا میں قشرین آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر
 میرا المؤمنین عاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در اقدس پر عرض کی کہ غور میں اور بچے سو گئے، اس کے بعد
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براہ ہوئے اور فرمایا: "وہ کون ہے زمین پر تھا ہے سو کوئی نہیں جو اس نماز کا
 انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے
 اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا کہ میں طہنیں
 میں اب معلوم ہے قرآن میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۹۹۱ھ زمرہ آباد مرشد موری مدظلہ العالی سب، صفر ۱۴۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اس
 شہر کی سب مسجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ہاسٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیت
 منٹ قبل قصد ایسا کرے اور سنا دے ہی اس کے بعد دتورہ کو وہ حادثہ کرنا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سنا
 وقت میں داکر سے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر ڈال ہے۔

الجواب

اذان مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محول کیا جائے بلکہ
 پیر کے غرض یا لحاظ سے اُس خلاف سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ خواہ ریا اور مکاری پر
 دلیل نہیں بلکہ اس کے وجود ہونے سے تاخیر بھی ممکن اور مسلمان کا خلل حتیٰ الامکان محل صحت پر محمول کرنا و جب اور
 بدگمانی ریاست کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر کعبہ و سجود میں اتنی دیر لگتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو
 تو ضرور گناہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی
 دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع
 میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت ہے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں،
 مینا تو جردا۔

الجواب

ظہر کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بعد فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر کما عت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں دست ہے تو سنت قبلہ کا ترک گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰۶ از موضع بالکلی صلیح گورگانہ ڈاک خانہ دھندہ مستولہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف حشا سے ملے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں جعفر غفرلہ کے فقط۔

الجواب

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے ان کو چاہتے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھائیں، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۷ از جے پور بیرون اجیری دروازہ، کوٹلی ناہی جند قریب علی بن مستولہ حامد حسن قادری

۱۰ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحباب دُھوپ گھڑی قریب مساوات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو نماز جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟

جینا تو جردا۔

الجواب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا غلبہ ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اُسے قرآن مجید سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما ذلٰ علیہ حدیث ازل فاجد حلت واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ فاصلے باختلاف عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان بعد میں کم از کم ایک گھنٹہ اضافہ منٹ کا فاصلہ ہے سوا سات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سوا سات کے قریب غروب ہوتا ہے اذان مغرب وقت کا فاصلہ اور بھی بہت زیادہ ہو جاتا ہے مثلاً ان بعد میں ایک گھنٹہ چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہب صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نماز عشا از روئے مذہب حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۳ چو میفرایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرض داخل نماز در ہر مسئلہ فرضیت او یکسان است یا صرف در نماز فرض، بتیوا تو جروا۔
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو فرض نماز میں داخل ہیں ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرض نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا تو جروا۔ (مت)

الجواب

تجیر تحریر در ہر نماز مطلقاً حتی صلاة الجنائزہ در رکوع و سجود و قرائت و قعود و ہر نماز مطلقاً اگرچہ ناقصہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و سیر درست فروعی الاصح و غرض بصنع خود علی تحریک البرہوی بوقت اگر فی اینہم فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است آخر کس را بتجیر و قرائت و عرض نوی را بر رکوع و سجود تکلیف نہ ہند و سنی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح معلامۃ الشریعہ اللاحد باب اذ ابطلت حدیثہ المرکوع فی شیعہ بواسیہ المرکوع لانتہ عاجز صا ہوا علی اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے پس ہیں نہیں ہے اللہ تعالیٰ اعلم (مت)

تجیر تحریر، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرائت اور قعود (نماز جہارہ کے علاوہ) میں، خود علی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بروئی کی تحریک کے مطابق، اگر فی کا اس میں اختلاف تھا یہ سب فرض میں اور تعدیل ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ مگر تجیر و قرائت کا اور اشارہ کرنے والا مرہون رکوع و سجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کبرائے کچھ اپنی رکوع کی حد تک پہنچا ہوں

مسئلہ (۳۳) نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے، بیّناتوجروا۔

الجواب

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کنازہ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے

اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہوتے پر ختم ہوتی ہے تو نہار عرفی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ فنی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تعاقب کا اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلک برج کے ذیقرون میں سے چوتیس^{۲۴} ذیقرون کے برابر

ہوتا ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل محل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ بجے نکلا اور چھ بج کر چودہ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق پھلے تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۲) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ گھنٹے سینتیس منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۳:۳۰) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو فحۃ کبریٰ کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیانا ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روزہ تحویل محل یعنی بریس اکیس^{۲۵} در پر کہ تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس منٹ کا وقت استواء ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ تھا ہرگز یہ مقداریں اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیں گی۔ یہ قول ائمہ عوازم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا، رد المحتار میں ہے،

قسمتانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عرفی کا اشتغال ہے، ائمہ عوازم النہر کی طرف غسوب کیا ہے اور

واحتسرت بدلت عن الہام المنجومی عامہ
من انطباق مرکز الشمس علی ذرۃ الافق
من قبل المشرق الی انطباقہ علی ذرۃ
المغرب، فیکون العرفی اکبر من النجومی
ابدأ بقدرہ یظہر نصف کرۃ الشمس و
یغرب النصف کلا ینحرف، ویقدر ینقصیہ
الانکسار لافق فی الجہاتین، وهو قدر
اربعة وثلاثین دقیقه من دقائق فلک البروج
فی کل جانب۔

عزانی القہست فی، القول بامت المراء
انقص الہام العرفی، الف ائمة

ماوراء النهر، ویان المراد استقباح المنہاد
الشرمی، وھو الضحوة الكبرى الى الزوال
الى ائمة خواص ثم وھنا ابھام
سنور دھاں شاد اللہ تعالیٰ فی غیر ھذا
التحریر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ مافذ علی بخش ساکن قصبہ آئندہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفان ۲۵ شوال الموم ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) ۱۳ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بج کر ۱۴ منٹ پر اور بعد اس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۲۳ منٹ سے ضحوة کبریٰ شروع
ہو ۱۱ اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۱۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوة کبریٰ سے لے کر حقیقی نصف نیاں
تک کوئی نماز مثل عیدین، جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فردری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۲ بجتے ہیں
تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہوا کسی حساب سے ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ
باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے گا یا مدراسی ٹائم سے اوپر مدراسی ٹائم سے ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوة کبرے سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں ہاں
جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لانا و مہاک و جبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں ہر روز جمعہ بھی وقت استرا پر وہی حکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال
میں صبح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراسی وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی نا پائز
ہوئی زوال آنے پر پھر کسی بجے کسا ہو حکم کل اذان اذان قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے
مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول سارے بیاسی درجے یعنی سارے پانچ گھنٹے
کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نومنت زائد کر دی گئی ہیں اسس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہد میاض فی الاصل بخط الناسخ حقیقہ علی لفظ التی قبل لثانہ بالتحریر ۱۲ مسجد العقیر جامعہ صاخان خفر

میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے نواں ہے ، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آؤں میں ۱۲ بج کر ۲۹ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مستور عبد اللہ ڈکانہ (مقام درو ضلع قلعہ قبا مال روز سر شہید ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ :

(۱) صبح کا دپ اور صبح صادق کی جگہ قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بار بار میرے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر ہفتہ کی غلطی و غلطی میعاد لگادیجئے تاکہ تسکین ہو ۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے ۔ بیڑا تو جہر واد ۔

الجواب

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اجیروں میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھنٹہ جاتا ہے اخیر تکبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر زما ہے ۲۰ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۱۰ منٹ رہ جاتا ہے جڑ سے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھنٹہ شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انیس ۱۹ منٹ کے اندر دور کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ ۔

(۲) قضا کہ تہجد پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ مستور محمد یوسف از قلعہ قبا (مقام درو ضلع قلعہ قبا مال روز سر شہید ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آئیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے ، بیڑا تو جہر واد ۔

الجواب

عادۃ کرید حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں ۔ اول کہ وہ امام معین ہو ، دوم عالم دین ، سوم حاکم اسلام ، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنج سر پر آوردہ شرریجی کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۳۰۸۵۔ از مقام آجور ملک ماروار متصل آیر پتورا پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ
 نماز عصر کے بعد قرآن شریف پڑھا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں،
 بینوا تو جردا۔

الجواب

بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر جو خواہ یا دیر، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور
 وقت کراہت آئے اس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکار الہیہ کیے جائیں کہ آفتاب نکلے اور ڈوبے اور
 ٹھیک دوپہر کے وقت نماز نا جائز ہے اور تلاوت عکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۳۰۸۶۔ بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا
 نہیں؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ صہو یا تلاوت کا ہو
 اور سجدہ شکرۃ بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ، رد المحتار میں ہے،
 مکروہ تحریمی، دکل مالا یجوز مکروہ، صلاۃ
 مطلقاً، ولو قضاؤً لا واجبة او فلاحاً او علی
 جنازة و سجدة تلاوة و سہو، مع شروق
 واستواء و غروب۔
 مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی
 ہوتا ہے۔ نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب
 ہو، نفل ہو یا نماز جائزہ ہو۔ اور سجدہ تلاوت
 اور سجدہ سہو۔ وقت طلوع، استواء اور
 غروب۔ (نت)

رد المحتار میں ہے،

یکرہ نہ یسجد شکر بعد الصلاۃ، فی الوقت
 الہدی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ ۱۱
 نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے
 جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں اتنا
 واللہ تعالیٰ اعلم

- (۳۱) مسئلہ از سہادہ ضلع ایٹہ مستولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر لظفر ۱۳۳۲ھ
- (۱) زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟
- (۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟
- بیہذا تو جہودا۔

الجواب

- (۱) نماز فجر میں سہم سے پہلے اگر ایک ذرا سا کندہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔
- (۲) اگر ایک نقطہ بحر کنارہ شمس غروب کو باقی رہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریر کر لی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳۱) مسئلہ مستولہ غشی جہد الرحمن صاحب اعظمی اور ریاست جے پور محاش وڈ از ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ
- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز بواہب صاحب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہئے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر کتنے منٹ طلوع آفتاب کر مانی رہ جائیں، معطل درمیان فرمایا جائے، بیہذا تو جہودا۔

الجواب

- آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کما فی الجہار ارائی وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اس قدر و ابالفجر فاند، اعظم للاجتر (المرکز) ثوب روشن کر دیکر کما میں زیادہ اعر ہے۔ (ت) مرکز اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳۱۲) مسئلہ مستولہ ولی احمد علی گرائی کھیت صدر بارار ۱۸ ربیع الاول شریعت ۱۳۳۵ھ
- جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت چارے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراف کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

الجواب

بعد از ظهر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایہ اصل کے سوا دوسرے کو پہنچے جو دو ظہر و زوال کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جائزوں میں کم از کم ۳ بج کر پانچس منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے، منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً پینس منٹ پہلے وقت گزارا شدہ ہو جاتا ہے، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کو سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔
بیرواؤ جردا۔

الجواب

جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: ان الصلوة کما تھل علی المؤمنین کتباً موقوتاً (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح: وقت کو کر پڑھا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پرور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس فی النوم تصریط انما التصریط فی الیقظة
نہ تذکر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ
سوتے ہیں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جائے میں ہے کہ تو
ایک نماز کو اتنا مؤخر کر کہ کہ وہ دوسری نماز کا وقت
آجائے۔

یہ حدیث خود عاصم بن عمر بن زید سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی: رواہ صلی اللہ علیہ وسلم و احمد و ابو داؤد و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ ہر کام نبوت مآب دہا کرتے صاف صریح، انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لیے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے بویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر جمع نوی شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اس جتنا

ہے، قال ہاں ایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلیٰ صلاۃ لغير میتقاتہا الاصلاتین
جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میتقاتہا۔ وفي لفظ للنفی فی کان رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلاۃ لوقتہا الا بجمع وحرقات۔ سیدنا امام محمد بن شریف
بسنہ صحیح امیراموسین عرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، انہ کتب فی الافاق ینہ ہم ان یجمعوا
بین الصلاۃ ین وینہ ہم ان الجمع بین الصلاۃ ین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر (یعنی اس
جواب خلافت آداب ناطق بالحق والاصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا ہے کہ کوئی شخص نمازیں
جمع نہ کرے اور ان میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے۔
حقائق کے پاس جمع حقیقی پر قرنی و حدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں دیکھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع ضروری صریح سے یعنی
نہریا مغرب کو اس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت
آجائے پھر وقت ہوتے ہی عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر پڑھنی چاہیے نہ کہ کسی ایسی
جمع مرضی و مسافر کے لیے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے یا بعض محل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً
ہو نہیں یا صاف محال کہ احادیث میں صوری سے بہت اچھے طور پر تسبیح ہو سکتی ہے فرض کوئی حدیث صحیح و صریح مفسران
کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بھرتے قال اس کا ایت ثانی و ثانی ہیں نیز نے رسالہ عاجز ابصرین امواف
عن جمع الصلاۃ ین میں لکھا کہ اس سوال کے آئے پر تحریر کیا جیسے تحقیق حق منظر رہا اس کی طرف رجوع
کرے و باللہ التوفیق واللہ سبغہ و تعالیٰ اعلم۔

مستلمہ مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم
معسکہ بنگلہ

مرفعا مولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری و شخصی البرکاتی البریلوی اداہم برکاتکم و انکم
اسلام علیکم و علی من لیکم حضرت قاضی مفتی رضاعلی خاں صاحب جو وقت اغرای کے اس طور سے کہ پہلے ایک
تختہ اصطلاح اپنے سامنے رکھتے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کر کے اصطلاح پر شقوں پر اسے اور
دائرہ ہندیہ پر نظر کر کے ایسا ایک ہی کامل محنت کر کے یہ سالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ بدراس تیرہ

۱/۱۱۰ سلمہ صحیح مسلم باب استجاب زیادۃ التعلیل صلاۃ الصبح مطبوعہ جامعہ اسلامیہ کتب خانہ کراچی

۲/۲۹ سلمہ سنن النسائی الجمع بین الفجر والعشاء جوفہ - سلفیہ لاہور

۱۲۶ سلمہ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاۃ ین فی السفر والمطہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس مجتبیٰ لاہور

درجہ پر واقع ہے اور یہ ممکن ننگورو دو سو ستترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۵ لحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں دیوے حساب سے ہر اکس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریل شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شہر یہ چوڑا درجہ پر ہے،
بینہ اقول جردا۔

الجواب

استقام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزیں سات بجے ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جہ مذکور میں سات ہی بجے ہوگا با تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بھیں گے اور غربی میں بعد ہوں محلات عرض موجب تزیادہ و تناقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تبدیل انہما و مطالع لروج و قوس انہما و قوس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انخفاض و غیرہ امور جن پر اوقات حساب اوقات ہے تبدیل ہو جاتے ہیں ہر اکس بنگور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر مقررہ ۵۵ درجہ اس تیز ۵۵ درجہ ۵ دقیقہ پر ہے اور بنگور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول با ۵۵ درجہ ۵۵ دقیقہ و علی قول آخر ۱۲ درجہ ۵۵ دقیقہ پر ہے۔ یہ چھ یا دس دینچہ کا عادت چھداں میرا اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمایا ہے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۲۸ درجہ ۲۱ دقیقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیر سے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کچھ بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص چاہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوتی یا نہیں اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے، بینہ اقول جردا۔

الجواب

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو وہ نماز ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں بغلیں چاہتے ہیں صبح مدنی عامۃ کہتے ہیں (فتاویٰ عالمگیری میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث ہر یک معتبرہ و رد، ترمذی اور ابوداؤد و نسائی و رمی ابن جہان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اسفرو بالفجر فانه اعظم للاجور (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجور زیادہ ہے) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی، فكلما اسفرت بالفجر فانه اعظم للاجور۔ ولفظ ابن حبان: كلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم للاجور کہتے ہیں ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں ہوا تو کرو گے ثواب زیادہ پاؤ گے اور طبرانی و ابن حبان نے انہی صحابی سے روایت کیا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يا بلال! ما بد صلاة الصبح حتى يبصر
 فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو
 انقوم مواقعہ تبہم من الاسد ربک
 جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب
 روشنی کے۔

اور پُر طاہر کہ یہ بات اس وقت حاصل ہوگی جب صبح قرب روشن ہو جانے کی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی ترمذی اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی۔ ابن حبان اپنی صحیح اور امام حمادی شرح معانی الآثار میں پسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں،

ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے یہاں کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنزیرو
 التنزیروں

حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سنیۃ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقت مشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا، ان هاتين المصلاتين حولتا عن وقتيهما في هذا المكان (یعنی یہ دونوں

۶۱ ص	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب تعمیل الصلوة	۱۱۱
۲۲/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	ما جاء بالاسفار بالفجر	۱۱۲
۲۵۱/۴	المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	حدیث رافع بن خدیج	۱۱۳
۲۳/۴	مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ سانچول شیخ پورہ	حدیث ۱۴۰۴	۱۱۴
۲۱۶/۱	مطبوعہ دار الکتاب بیروت	باب وقت صلاة الصبح	۱۱۵
۱۲۹/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	شرح معانی الآثار باب الوقت الذي یصلی ای وقت هو	۱۱۶
۲۲۸/۱	مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الصلوة حتی یصلی بالفجر کتب	۱۱۷

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں) بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ اہل الفجر قبل وقتہ بغلے صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاہم کی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے۔ حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالفرد قبل از وقت معذور مقصود ہے۔ و ہوا المطلوب، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں مسافر میں ملازمت والا سے مشرعت رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لیے استیذان ممانعت تھا۔ حدیث کا ثابت ہوا حدیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت، قرآن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوائے دو نمازوں کے، اس مضمون کا منکر وہ وہ ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ مسافر میں تکثیر جماعت ہے جو شارب کو مطلوب و محبوب اور تنفیس میں تسہیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لیے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبر و ضعیف و مرض و جہنم کی فراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاک تھے، ارشاد ہوا،

یا معاذ! فت فات یا معاذ! افت انت، اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے تھے؟ ثلث آہ۔

ہر یہ بات آپ سفر میں دفع کن۔ (دعا)

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم و اقدس، آخر نہ دیکھا کہ تطویل قراءت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن میں قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ حدیث افانہ فجر کے بعد تا با شروق ذکر الہی میں مشاہیر مستحب ہے اور یہ امر مسافر میں آسان اور تنفیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ مسافر رک کیا ہے، مائع و سرخ و ہج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تنفیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حوائی و قاضی امام ابوعلی سنن وغیرہ عامۃ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت مشروع کرے کہ نماز بقراءت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعد نسیان حدیث پر متنبہ ہو تو وضو کر کے پھر اسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد و موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کہ موہوم کے لیے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالا جماع مکروہ،

فی غیۃ المستملی للعلامة المحلی
 شراعت البدائع ج ۱ (یعنی
 التعلیل) ما دام فی النصف الاول من
 الوقت - وفيها - من الفتاوی
 الحنفیة ، وحد التوسیر ما قال شمس
 لاشة الحوائی والقاضی الا ما مر ابو علی
 السفی ، انه یبدأ الصلوة بعد انقشاس
 البیاض فی وقت لوصول الفجر بقراءة
 مسنونة ما بین اربعین آیه الی ستین
 آیه ، ویرتل القسرة ، فاذا فرغ من
 الصلاة ، ثم طهر لیسجد سجدین ، یحکمہ
 انیتوصلاً ویعید الصلاة قبل طلوع الشمس .
 كما فعل بوبکر وعمر رضی اللہ عنہما
 وعلى هذا ، ما فی محیط من صلب الحديث و
 الخلاصة والکافی وغیرها ، انتهى قلت
 ومثله فی فتاوی قاضی خاں ، ونحوه ذیل الصادق
 اعلم التکبیرة عن التبیین - وقیل ، یؤخرها
 جدا ، لا ، نعم وهو مضموم یتروک المستحب

غیۃ المستملی میں عذر مہربانی نے پدایع سے یہ اثر نقل
 کیا ہے کہ اس کے مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ
 وقت فجر کے پہلے نصف تک - اسی میں مادی غایبہ
 سے منقول ہے کہ شمس الازکر ملوائی اور قاضی امام ابو علی
 نسفی کے بقول تنور کی مقدار یہ ہے کہ نماز سعید کہہ سکتے
 کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قرآن
 مسنونہ سے پڑھے ، یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں
 ترتیل کے ساتھ پڑھے ، اور جب نماز سے فارغ
 ہو تو یاد آئے کہ ہمارت میں سہو ہوگا عتقا تو (اتفاق
 باقی ہو کہ) وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز
 پڑھ سکے ، جیسا کہ ابو کر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔
 محیط رضی الدین ، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے
 مطابق ہے ، اس میں نے کہا اسی کے مطابق
 فتاوی قاضی خان میں بھی ہے اور ان لکیری میں بھی
 عین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز
 فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے
 بعد ہمارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس
 طرح) نماز کا فاسد ہونا محض فرضی صورت ہے

۱۔ استملی الجملی فی مینہ المصلی مع غیۃ المصلی شروع من الوقت مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ مدینہ منورہ ص ۲۰۶
 نوٹ ، اعلم حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فنی غیۃ المستملی فرما کر غیۃ المصلی کی شرح مکی کبیر کی طرف اشارہ
 کیا ہے ، فقیر نے مکی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے ، اس میں یہ عبارت نہیں مل سکتی ، ہو سکتا ہے کہ کاتب
 کی غلطی سے غیۃ المستملی لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ الجملی ہو کیونکہ تعلق الجملی جو منیۃ المصلی کی شرح پر ایک
 حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ الجملی کے حوالے سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ الجملی بھی اس وقت دستیاب نہیں
 آئی ہے التعلق الجملی سے حوالہ نقل کیا ہے (مذہب احمد سعید)

لاجله - وقيل ، هذه ان يرى مواضع البين .
ثم كما في محيط سرى الدين وعبد
لا يؤخرها ما حير ايقه ، شئت في
طوبى الشمس - انتهى ملخصا - وفي
المحرم المائق ، قالوا ، يسفر بها بحيث
لو طهر فساد مصلاته يمكنه ان يعيدها
في الوقت ، بقراءة مستحبة - و
قيل ، يؤخر هلجد ، لان الفساد موهوم فلا
يترك المستحب لاجله - وهو طهر اطلاق
الكتاب (يعني لغيره) ، حيث قال ، وندب تاجر
المحرم ، ولم يقيد بشئ ، لكن يؤخرها
بحيث يقع الشك في طوبى الشمس - وفي
المرج الوهاج ، هذا الاسرار ان يعلى في
النصف الثاني ، ولا يحل ان الحاج بمزدلفة
لا يؤخرها - وفي المستغنى ، بانفس المصححة
الافضل لمرة في الفجر والعصر ، وفي غيره
الاستف راي فراغ الرجال عن الجماعة - انتهى
ما في المحرم - وفي الدر المختار ، والمستحب
للرجل الابتداء في المحرم بالسفر والختم
به ، هو المختار ، بحيث يترك امره في اية
شريعة بطريق لو عهد ، وقيل ، يؤخره
لان الفساد موهوم ، الاحاج بمزدلفة

اس لیے اس کی وجہ سے مستحب (تخیر) کو نہیں
چھوڑا جاسکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تخیر ہونی
چاہیے کہ تیر گز کی جگہ نظر آ سکے۔ پھر۔ جیسا کہ
محیط وغیرہ میں ہے۔ یہ خیال رکھے اتنی تاخیر
نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک
ہونے لگے۔ انتہی ملخص۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ
علمائے کما ہے کہ اتنی تخیر کرے کہ اگر نماز کے
بعد نماز کے فاسد ہونے کا پتا چلے تو قرات مستحبہ کے
ساتھ اسی وقت میں پڑھا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ
بہت تاخیر کرے کیونکہ اس طرح نماز کا فی سبب ہونا
ایک عذر نہ ہے اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں
چھوڑنا چاہیے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر
ہوتا ہے۔ البتہ مراد گھڑ ہے، کیونکہ اس نے
کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے، اور کوئی قید نہیں
لگائی لیکن اتنی تاخیر ہر حال نہ کرے کہ سورج چڑھ
جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج اوجاع میں ہے
کہ تخیر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں
پڑھے، یعنی واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر
نہ کرے۔ اور جنتی میں ہے کہ عورت کے لیے صبح میں
تغییس بہتر ہے اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جنت
سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ اتنی تاخیر
اور در نماز میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح

الظھر، فقال، ابود، ابود، اوقال، انظر،
انظر، وقال، شدة الحر من فيح جهنم
فاداشتد الحر فابعدوا عن الصلاة - حق
سأین فی التذکرہ

دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا، انتظار کر،
انتظار کر۔ اور فرمایا، سختی کرنا جہنم کی وسعت نفس
سے ہے تو جب گرمی نہ ہو نماز ٹھنڈی کر دینا تاکہ
کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے :

کما صح السبحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر
فاما والیؤذی اب یؤذی الظھر فقال السبحی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابود ثم ساد اب یؤذی
فقال له ابود حتی ساریا فی التذکرہ، الحدیث۔

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے
مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضرت
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ٹھنڈا کر پھر
پاؤں کی اذان دے پھر فرمایا، ٹھنڈا کر، یہاں تک
کہ ہم نے ٹیلوں کے سامنے دیکھے۔

اور مسلم میں آبریم کے طریق میں شیعہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا ہی حکم فرماؤ، اور ہر اقامت و
مسد ثقتی فریادہ مقبولہ (میں نے کہا، سلم ٹھنڈا ہے اس لیے مس کا سر مقبول ہے۔ ت۔

اقول اب یہاں سے مواضع تاخیر کا اندازہ کرنا چاہئے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ
ارادہ کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر عاصد ضرورت تھا جس کو ابراہیم کہہ سکیں اور وہ وقت پر نسبت
پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو رہا گرم آئے کہ سیدہ ابلا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعبیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی
تو نماز تو اور بھی درمیں ہوئی جوگی۔ ظاہر فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پیچھے ہوتے ہیں کہ ان کا سایہ دوپہر
کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا، خلافت اشیائے مستطیلہ مانند منارہ دیوار وغیرہا، امام جام احمد بن محمد خطیب قسطنطنیہ
ارشاد اساری شرمایہ بخاری میں فرماتے ہیں، ٹیلوں کا سایہ ظہر نہیں ہوتا، مزجیب اگر وقت ظہر کا
جاتا ہے ابود وہ ولسانی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں قال،

کان قدر صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
عليه وسلم الظهري لصيف، ثلاثة اقدام
حرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی معتداتین حتم سے پانچ قدم

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پر نور نماز کو فرماتے اور معلوم ہے کہ زمین شریفین راہبہ اللہ تعالیٰ شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ ہایت ویر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایہ اصل اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زیادہ نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب بہت ارا اس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جزو بہست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۲۰ مئی اور ۲۴ جولائی

ابوداؤد و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجر کی میت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تیسہ ہوا ہو گیا، الحدیث، اور بخاری میں مسطور سے منقول ہے کہ جان لو رہاں کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، وحوالی کے سبب سے طویل دن میں نیکو اور بدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑتا ہوتا ہے، اھ

میں کتابوں، یوں لگتا ہے کہ صاحب ہبوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ تصور ہونا یا ہے، و بدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میل کل سے ایک درجہ و تینتیس دقیقہ راہبہ ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ ورنہ کا عرض کام "ہے جو میل اعظم سے ایک درجہ اور سینتیس دقیقہ کم ہے، اس لیے سب طویل دن میں

اخرج ابوداؤد و الترمذی عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اصغى جبريل عند البيت مرتين، فصلى في الظهر حين زالت الشمس وكانت قدس لشر لشمس الحديث. وفي البحر المرفق عن العسوط، واهل ان لكل شئ ظلا وقت الزوال الا مكة والمدينة في طول ايام السنة، لان الشمس فيها تاخذ المحيطان الاربعه اھ

اقول ولانہ رحمہ اللہ، اطلق لعدم و امراد انقلہ، والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضہا "الہ" نہ اند اعلى الميل كل بدرجۃ وثلث وثلثین دقیقه، فكيف ينعدم فيها الظل، ومكة عرضها "كام" اقل من الميل الا اعظم بدرجۃ و سبعہ واربعمین دقیقه، فلا ينعدم فيها الظل

فی اطلال الایام: بل یکون جنوبیا، واما ینتھدم ویاں سایہ مدوم نہیں ہوتا بلکہ جنوبی طرف ہوتا ہے۔
جیٹ ذکرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدوم ہونے کا وقت وہ ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں

(یعنی جب آفتاب سمت الراس پر گزرے)۔ (ت)
اور مدار و فعل شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا عادیث یثنا ابی ذر و یثنا ابی مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے ساتھ
میں مسجد تک چل آئے فی الدر المختار و تاجیر الصیغ یحیث یمشی فی الطل اور اسی طرح ایک حدیث میں
وارد ہوا اور بکر الراتی میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ ایک مثل کو پہنچے ادا کرے جیٹ قال و حدہ امنہ
یصلی قبل الشد شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں امام کے نزدیک دو مثل اور
صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کر سکتے ہیں کہ
ظہر میں ابراہیم کا حکم ہے اور حرمن شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین الشدہ اور عمری کا وقت ہوتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل فی اماکن الصلوٰۃ

مسئلہ ۳۱۴۱ از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اڈیپور مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۹ ربیع الاول شریف
بروز سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ وہ دُور ملک زمین تراور نا پاک
ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر نا پاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے
تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ درگوش سے۔ جیز اتوجروا۔

الجواب

شرعاً طہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع ہے (نہ پیشہ معجم
وقوع فرض کر کے سوال کیا و بال لانا ہے اور بھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دینا ہے، حدیث میں ہے ا
یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ضرورت
عن نفس المسائل

رد سوال کا جواب، وہ قرآنی مجید میں موجود ہے کہ

لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا أَوْ سَمْعًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔)

لے القرائی ۲۸۶/۲

چوترا پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو سہ جگہ کئی سال ہوئے جب سے چوترا بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے فی کر حید گاہ پختہ بنانا شروع کر دی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے،
بیّنہ اتوجروا۔

الجواب

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چوترا کئی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۳۲۰ از مدی پارہ کی علاقہ ریاست گزایا رگنا بادریلو سے ذک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب
محرر خشی محمد امین صاحب ٹھیکیداریلو سے مذکور سم رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد تامولی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام
علیک و اخیارائے شریف ہو کر بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز
فرمایا جاول، اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شرب ہے اس مکان پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ
جائے نماز پر کسی شخص کی چارپائی کے بچا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اُس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص
سوتا ہو یا بیٹھا۔ بیّنہ اتوجروا۔

الجواب

محکم الاسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں
شراب کی نجاست ہے نہ ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے
تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خورد پر ہلکے احادیث صحیحہ لعنت اللہ اُترتی ہے اور محلِ رولِ لعنت میں
نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جانے بلکہ میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں خدا
نازل ہوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا فلبہ واستیغنا ہر ہے اور محلِ غلبۃ شیطان میں نماز
نہ پڑھنی چاہئے اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ تعویس جب نماز فجر سوتے میں قضا
ہوتی تھی ہر کام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آجے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہو تھا
حالانکہ وہ فوت قصہ ہی نہ تھا سوتے سے آنکھ بھٹکتی الہی نہ کھلتی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوردی کا ہو کہ فتن
فجار اپنا یہ بھی ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ
مرجع و مآوا ہے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا مادی ہے

کھانہ سے دوا وغیرہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانا نہ بچ کر نماز پڑھے میں کوئی عرج نہیں، اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے نیچے پڑنے سے احتیاط مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے لے اور دوسرے اس کا نہ ہو جائے، دوسرے یہ کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجائے گا اور یہ شہ ہر المسائل فی سواد الصلوات میں عن الغنیۃ والوجہ الاولیٰ ص ۱۸۰ (یہ مسئلہ در مختار میں فقہ سے منقول ہے اور پہلی دیکھیں) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

(۳۲۱) مسئلہ از موضع مندظور تھانہ ڈاکخانہ میرٹھ ضلع بریلی مرسلہ عظام ربانی صاحب زمیسنڈار

یکم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بجر ملکیت غیر میں نماز پڑھے تو نماز ہو گی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب

دوسرے کی کھیت میں نماز پڑھنا موسع ہے، اس کی اجماعت صریح ہے شہکار ہو گا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز میں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے برآمد ٹکڑیاں باندھ کر اُن پر تخت رکھ لے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا تخت بنایا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ بجھے، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب کور

«ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ»

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُستوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندہ جو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، میواتوجرو۔

الجواب

اصل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اُس کا دنیا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر بہانہ کریں اس سے زائد نہ دے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہو گاڑی کا کھنڈ لایا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُستوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم علیٰ غنیہ میں فرماتے ہیں:

صاحبہ ان لا يتسفل بالتسفل ، فحينئذ
جائنا سجودہ علیہ
رواۃ البخاری میں ہے ۔

اس کا تاثر یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دے تو اس
پر سجدہ جائز ہے ۔ دت

تصیرہ ، ان الصاجد لوبالغ لا يتسفل رأسه
ابن من ذلک ، فصحو علی طنفسه وحصى
وحنطه وشعير وسریر وعلقة السمات علی
الارض علی

اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے
کرنا چاہے تو رک سکے ، اس لیے دبیز کپڑے پر ،
پٹھری پر ، گندم پر ، چوپر ، تخت پر اور گاڑی پر اگر
وہ زمین پر پڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے ۔ دت

نظر کیے تو یہ خاص مسئلہ کا جزو یہ ہے زبان عرب میں سر پر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لا یحق
عن من طالع الاحادیث لو . والله تعالی اعلم ۔

مسئلہ از غیر آباد ضلع سیپا پور محلیاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ خباب سیدہ فخر الحسن صاحب
نبیرہ مولوی نجی بخش صاحب مرحوم مفتی غیر آباد ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین و اندرین مسائل ،

(۱) حضرت شیخ محمد بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد
الاصحیۃ ۱۱۱ تحریر فرمایا ہے ،

اما مقبرہ ازہمت آنکہ غائب دروے قدرت و
انقطاع تربت اوست با نچہ جدا میگردد و از مرد با از نہایت
و اگر مکان عاہر و نطیف باشد پس بیج با کے نیست و
کراہتہ نہ و بعضی براسد کہ نماز در مقبرہ مکروہ است
ازہمت ظاہر ای حدیث است

قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں
گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی فردوں سے برآمد ہونے
والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور
سنتھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے
نہ اس میں کوئی کراہت ہے ۔ اور بعض کہ اس کے لیے
کوفتہ میں بیٹھ کر نماز پڑھیں گے اس حدیث کی بنا پر

اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے ۱
حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کر کے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور خفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قمر نازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر دابنے یا بائیں جانب ہو تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نازی کے نیچے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے درملا کا عمل اسی پر ہے۔ اور شافعیہ کے فقہانے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت شیخ محمد فی علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ اعلیٰ برہین معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل ملائے خفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جاسکے مگر شاہ صاحب ہر طرف کے قوس کی ذور و عبارات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرت ملائے خفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو ملائے خفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اس کی تائید میں فرماتے ہیں،

اگر مکان ظاہر و لطیف باشد پس میچ با کے نیست اگر جگہ پاک و مستطری ہو تو وہاں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بجا ان کتب فقہ خفیہ تحریر فرمایا جلتے کہ جس سے مناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو ارزو سے دلیل غلطی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتنا قیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے مدفون کر دئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبیر اتنا قیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چار مقامات مذکور بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل ہیں۔

(۳) کو جب فتویٰ جناب شاہ عبد العزیز صاحب اگر کیا و شمال و خلفا قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو حضور ہوا

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو عکاز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر آفاقہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قول اربع اور موافق عمل حضرت علمائے حق ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے مگر قبر پر پاؤں رکنا ہی جبائز نہیں،
عالمگیری میں ہے،

یا شتم بوط، القبر مکان سقط القبر حق المیت اھ وقد حققنا ف اھلالت الوھابیینؒ

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی محبت میت کا حق ہے اور اس کی تحقیق ہم نے اہلک الوہابیین میں کی ہے (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں جو بعضی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قدرہ ہے جس محل خاص پر آئے ہو یا نہ ہو۔ اس سے کہ دور آئے یا قریبی ہے۔ یہاں تک کہ اس میں کثرت نہ کرے۔ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما فی علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ محقق۔ پھر بجز پھر فتح اللہ العین میں ہے،

یگرہ ان یطأ ثلثاً یحس او ینام علیہ او یسوی علیہ او ابیہ۔

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سونے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف دھر کرے نماز پڑھے یا جنازہ قید پھر جنازہ ردالت میں ہے،

تکرہ الصلوة علیہ والیہ لورود المصعب عن ذلکؒ

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

سۃ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۳۵۱/۵

سۃ واضح رہے کہ اہلک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین فتاویٰ رضویہ کے اس مقام کے مترجم قاضی عبد اللہ غم و غم کے ناناجان قاضی محمد عمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کا اضافہ فرمایا کہ (دائم)

سۃ فتح العین علی شرح الکنز فصل فی الصلوة علی المیت مطبوعہ ایچ ایم سید محمد علی کراچی ۳۶۲/۱

سۃ رد المحتار مطلب فی لقراءۃ التلیت وادبار ثوابہ الخ معطفۃ اسالی مصر ۶۶۷/۱

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ،

انکاب حیہ وہیں القبر مقدس مالوکان فی
الصلاة ویستأنس لایکروہ ، فہما ایضاً
لایکروہ ۔ کذا فی التقریرات ۔

مکروہ نہیں ہے ۔ اسی طرح تسارخانیہ میں ہے ۔ (دست)

در مختار میں ہے ،

ولایفسد فی مرورہات فی الصلوات وادب مسجد
کبیر بموسم بخودہ ، فی لاصح ، اومرورہ بین
یدیدہ فی حائط القبلة فی بیت و مسجد صفیر
فی نہ کبقعة واحدة ، وان اثم الصلوات ۔

اصح یہ ہے کہ صریحاً بڑی مسجد میں نماز کی جگہ بھرد سے کسی

کا گزرنے سے کوئی سد نہیں کرتا ۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد

میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے ۔ کسی کا قطعے

والی جانب سے ماری کے کنگے سے گزرنا ، نماز کو فاسد

نہیں کرتا ، اگرچہ زبردستی والا گناہ ہو تا ہے ۔ (دست)

اور اگر قبر دینے یا بیچنے سے تو اصل موجب کراہت نہیں ، جامع المفردات پھر جامع ردود پھر طحاوی علی

مرانی صلاح و رد مختار علی الدر سرایت ہے ۔

لا تکرہ للصلاة الی جبة قبر وادکان میت

بدیدہ ، بحیث یوصلی الصلاة الی شعیب وقسم

بصرہ علیہ

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازات

الفسور والتخفیفات علیہا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر در

قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے ۔) تحریر فرماتے ہیں :

قال ابن الطلث ، اما حرم اتھا ذالک جد علیہ

لان فی الصلاة فیہا استئناسا بسنة الیہود

قبر کی طرف منکر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر

بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے

تو قبر پر اس کی نظر پڑے ، اس صورت میں مکروہ ہے نہ

ابن اعلک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لیے

حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنے یہودیوں کے

سے فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة وادکان

سے الدر مختار ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا

سے رد المحتار ایضاً

۱۰۷/۱

مطبوعہ فورانی کتب خانہ پشاور

۹۱/۱

• مطبعہ ممبائی دہلی

۱۰۷/۱

• مطبعہ ابابائی مصر

وقيد عليها يفيد ان اتحاد المصاحبة
بجسمها لا يابس به - ويدل عليه قوله
عليه السلام لعن الله اليهود والنصارى ،
الذين اتخذوا قبور انبياءهم وصالحينهم
مساجد - ۵

فریتے کی پیروی ہے۔ اور۔ اور قبروں پر کی قید ہے
یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر قبروں کے پاس
مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اللہ یودونصار کے
پرعت کر کے جنوں نے اپنے اجداد اور صالحین کی
قبروں کو مسجدیں بنایا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

بلکہ اگر حشرات اولیائے کرام ہوں اور ان کی ارواح طیبہ سے استداد کے لیے ان کی قبر کر کے پاس بنے یا انہیں
نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طبری شافعی
شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاة المفاتیح میں فرماتے ہیں ،

كانت اليهود والنصارى يمسحون قبور انبيائهم
ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها ،
فقد اتخذوها اوثانا ، فلد لك لعنهم ، و
عنهم المسلمين عن مشرکتهم ، و
اتخذوا مسجدا في جوار صالح ، او صفي في
صخرة ، او قبة الاستظہاء روضه ، او وصول اثر
ما من اشر جادته اليه ، لا لتعظيم له والتوجه
نحوه ، فلا حرج عليه ، الا ترى ان مسرقه
استعمل عليه الصلاة والسلام في المسجد
الحرام عند الحطيم ، ثم ان ذلك المسجد
افضل مكان يتحضر المصلين لصلاته .

یہود و نصاریٰ اپنے اجداد کی قبروں کو مسجد کر کے تھے
انہیں بنا قلم بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ
کر کے تھے ، اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنایا تھا
اس پر آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو یہ
کاموں سے منع کیا ، راہادہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے
پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا
مقصود یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت
حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ
اثر اس تک بھی پہنچ جائے ، اور قبر کی تعظیم اور اس کی
طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو ، تو اس میں کوئی حرج
نہیں ہے ۔ یہ تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر
طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو ، تو اس میں کوئی حرج
نہیں ہے ۔ یہ تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر

مسجد حرام میں طہیم کے پاس ہے ، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی غار
پڑھنے کے لیے تلاش کرتا ہے ۔ (ت)

علامہ عارف حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

عن الله اليهود و نصارى اتحدوا قبور انبيائهم
مساجد - كانوا يجعلونها قبلة ، يسجدون
اليها في الصلاة ، كانوا ، واما من اتخذ
مسجدا في جوار مصالح ، او صلى في مقبرة ،
فاصدا به الاستظها بربو حه ، او حصول اثر
خاص اثناس عبادته اليه ، لا التوجه بحره
والتعظيم له ، فلا حرج فيه ، الا يري ان مرقد
سنييل في الحدر في المسجد الحرار
وانضلة فيه فصل

نہیں ہے کہ انہیں ملے رسوم کی قبر مسجد حرام میں ہے ، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے ۔ (ت)
قاضی ، مرادین بیہادوی شافعی پھر امام علامہ عبد الدین محمد بن عینی حنفی عمدة القاری پھر علامہ احمد محمد حلیہ شافعی
شافعی ارشاد ساری شروع مجمع بحار میں فرماتے ہیں ،

من اتخذ مسجدا في جوار مصالح و قصد التبرك
لقرب منه ، لا التعظيم ولا التوجه اليه ، فلا
بدخل في الوحيد المذكور

فمن حديث في ذكره رويہ (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہو گا اور (ت)
امام علامہ تورپشتی حنفی شرح صحابہ میں زیر حدیث اتحدوا قبور انبيائهم مساجد فرماتے ہیں ،

هم خرج عن وجهين ، احدهما ، انهم كانوا
يسجدون بقبور الانبياء تعظيما لهم و قصد
للعادة في ذلك - وثانيهما ، انهم حصلوا
يتحرون الصلوة في مداخل الاببياد والتوجه

لعنت يجمع الله تعالى يهود و نصارى پر کہ انہوں نے انبیاء
کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں
انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ ثبت کے روبرو ۔
ہاں اگر کسی نیک انسان کے پرشوس میں کوئی شخص مسجد
بنائے یا ایسے ہی مقبے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ
اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا
اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک
پہنچ جائے ، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس
کی تعظیم کرے ، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے ۔ کیا معلوم

جو شخص کسی نیک انسان کے پرشوس میں قبر بنا سکے اور
مقصد نہ ہو کہ اس کے قرب سے برکت حاصل کرے ،
اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصد نہ ہو تو ایسا
فمن حديث في ذكره رويہ (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہو گا اور (ت)

اس کی دو وجہیں ہیں ، ایک تو یہ کہ یهود و نصاری
قبر انبیاء کو بطور تعظیم اور قصد عبادت سجدہ کیا کرتے
تھے ، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے
کی نصیحتی طور پر رکشش کرتے تھے اور نماز میں اللہ کی طرف

الی قبوس ہ۔ فی حالة الصلوة ، وكلا ، لطريقین
غير صریحیة ، فاما اذا وجد بقربها موضع
مى للصلوة ، او مكان یسلم المصلی فیہ عن
التوجه الى القبور ، فانه فی فتحہ من الاصر .
وكذلك اذا مصلی فی موضع قد اشتهر بان
فیہ مدفن می ، ولم یرحیہ للقبور علما . ولم
یکس قصده ما ذكرناه من الشوك الخفی : اذ
قد نوافات اجبارا لاهم علی ان مدفن
اسمعیل علیہ الصلوة والسلام فی المسجد
الحرام عند الحطیم ، وهذا السجد افضل
مكان یتحرى الصلوة فیہ اه مختصراً

منكرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں
اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بہت ہی ہی
فاصلے کے لیے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے
کا منہ قبروں کی طرف نہ پڑتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھیں
جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے
جہاں کے بارے میں مشورہ ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے
لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نماز کی کیفیت
بھی شرک حسنی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے)۔ کیونکہ روایت
اس پر متفق ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں
حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان
تمام مسجدوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی
جستجو کی جاتی ہے اور حلقہ ۱ (ت)

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں، سے نقل فرماتے ہیں:

وفي شرح الشيخ ايضاً مثله ، حيث قال ، وخرج
بذلك اتحاد مسجد بجوار نبي او صاحب له ، و
للصلوة عند قبور ، لا لتعطيه والتوجه
نحوه ، بل للحصول مدد منه ، حتى تكمل
عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة ،
فلا يخرج في ذلك ، لما ورد ان قبر اسمعيل عليه
الصلوة والسلام في الحجر تحت الميزاب ،
وان في الحطيم ، بين الحجر الاسود و
وسم زمزم ، قبر سمعيل نبياً ، ولم ينه احد
عن الصلوة فيه اه وكلام الشارحين متطابق في ذلك

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ پانچ شیخ نے
لکھا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں
کسی نبی یا صاحب کے پاس اس نے مسجد بنائی جائے
کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر
کی تعمیر اور اس کی طرف مشرک نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ
صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح
کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں
کوئی حرج نہیں کیونکہ روایات میں یہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام
کی قبر حطیم میں میزائے حرم کے پاس حجر اسود و
زمزم کے درمیان سترامیا کی قبر میں ہے۔ اس کے باوجود

وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اور اس مسئلے میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ ۱۔ ت

سہ و سہ لمعات النبی شرح مشکوٰۃ الصالح ، باب السجود و مواضع الصلوة . حدیث ۱۲ ، مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۱۳۸۳ھ

23

23

امام بل برہان الدین قرطبی حنفی صاحب دلیہ کتاب التہنیں و انزیہ میں فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف انکاح موارثاً لکعبۃ تسکرہ
صلاتہ ، وانکاح عن یمنہ و یسارہ
لا تسکرہ۔
اور یوسف نے کہا ہے کہ اگر قریبے والی جانب ہو تو
خارجہ مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ
نہیں ہے۔ عادی۔ (ت)

بھرتا تار خائیر پھر عالمگیر یہی ہے:

انکاحات لقصور موارث المصلی لا یکرہ ، فانه
انکاح بینہ و بین القبر مقدار مالوکان فی
المصلاۃ و یسر انساب لا یکرہ . فہہنا ایضا
لا یکرہ۔
قبر کی نمازی کے نیچے ہوں تو خارجہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر
سامنے بھی ہوں لیکن اسنے حاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص
نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گرنا
مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں یا اس سے کم اور نیچے ہونا اس سے بھی کم کتب خفیر میں
تفسیر جہاد کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی۔ وہ انہما میں زیر قول درختار و اختلف فیما اذا کان التمثال حلقہ ، و
الاطہر انکراۃ (اگر تصویر اس کے نیچے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ ت) تحریر
فرماتے ہیں:

وفی البحر ، قالوا ، واشدھا کراۃ ما یكون
على القبلة اما من المصلی ، ثم ما یكون فوق
راسہ ، ثم ما یكون عن یمنہ و یسارہ ہی
المحاط ، ثم ما یكون خلفہ على المحاط و السورۃ
اور بکرمیں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ
کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قریبے والی طرف
ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو،
پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے
نیچے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اما خص الصورة لانه لا یکرہ فی جهة القبر الا
اذا کان من یمنہ و یسارہ۔ حکما
کتاب التہنیں و انزیہ

کے فتاویٰ جدید الفصل الثانی فی یکرہ فی الصلوۃ و لا یکرہ
کے درمیان باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ فیہا
کے درمیان مطلب فی الفرس فی المسج
مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۴/۱
مطبع مجتہائی دہلی ۹۲/۱
مطبع مصطفیٰ آبادی مصر ۴۷۹/۱

فی حدیث المصبرات

جیسا کہ سنن ابی حاتم کی کتاب ابی حاتم میں ہے۔ (د ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ہی ماکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کی طرف مار پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر پر وہ نہ رہی میں آگے بڑھ گئے۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ درست۔ صحیح بخاری شریف میں ہے :

ورأى عمر رضي الله تعالى عنه الصبي بن مائل
رضي الله تعالى عنه يصلي عند قبر، فقال :
القبر، القبر، ولم ياصح بالاعادة۔
اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہی ماکہ رضی اللہ عنہ کو
دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا،
قبر۔ قبر۔ (یعنی قبر سے بچو) مگر اس میں نماز پڑھانے کا حکم
میں دیا۔ (د ت)

امام علامہ عینی اس کی شرح ۹۰۰ القاری میں فرماتے ہیں :

هذا التحقيق مراد وكثير من الجراح في مصنفه،
فيما حكاه ابن حزم عن سعيد بن جبير عن
حميد بن الصبي قال، رأيت عمر رضي الله تعالى
عنه يصلي في قبر فها في فعل التفسير
اصحك. قال، وعن مصنف عن ثابت بن
الس، قال، رأيت عمر يصلي عند قبر، فقال في
القبر، لا تصل اليه. قال ثابت، فكان الصبي
ياخذ يدي، او مراد ان يصلي ميتة عن
النور۔ ورواه ابو نعيم شيخ البخاري عن
حريث بن اسباب، قال، سمعت الحسن
يقول بين الصبي رضي الله تعالى عنه يصلي
في قبر ما جاء عمر، القبر، القبر، وظن
انه يعني، القبر، فلما رأى انه يعني،

اس تحقیق کو وکیع بن جراح نے اپنے مصنف میں ذکر
کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے حسین بن سعید سے
اس نے قید سے، اس نے اس رضی اللہ عنہ سے
عمل کیا۔ اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ
مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف مار پڑھتے
دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا، "تو اس سے سامنے قبر ہے"
ابن حزم نے کہا کہ عمر نے ثابت سے، میں نے اس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے
ایک قبر کے پاس مار پڑھتے دیکھا تو کہا، قبر، اس کی
طرف نہ رمت پڑھو۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد
اس نے جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تمام
لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔
ابو بخاری کے استاد ابو نعیم نے حریث بن اسباب

مطابق فی الحاشیہ۔
 نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ بعض نے کہا ہے
 کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ غائر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (د ت)
 ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیل صرف اس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا
 قبر کو پیچے کر نہ مشہد جہاد سے نہ تشبہ یہود۔ خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت
 جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات الفتوح میں زیر حدیث
 اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوا قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں
 نہ بناؤ۔ ت) فرمایا،

ای ولا تکوموا فی البیوت کالمیت ، الذی
 لا یصل ، او تکوموا ناسین فتکوموا مشاہدین
 للاموات ، لان النوم اخو الموت ، غیر مشتہیں
 بالصلاة ، ثم اعلم ، انہم اختلفوا فی الصلاة
 فی المقبرة ، فکرمہا جماعہ ، وانکان المسکن
 مہمرا فکرمہا احتجوا بہ بحديث ، وہ
 یدل علی ان الصلاة لا تكون فی المقبرة ، لانہ
 جعل کومہ قبوراً کرمۃ عن عدم الصلاة فیہا ،
 معہم ان لا صلوۃ فیہا ۔ وہذا ضعیف لہذا کرنا
 من معناه ، علی ماہ ان دل فائدا یدل علی عدم
 الصلاة فی القبر ، فی المقبرة ، فافہم وتارة
 بالحديث السابق ذی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لعن اللہ لیلہود والنصارى اتحدوا
 قبورا نبیہم مساجد ، وهو ایضا لا یستمر
 لما عنہ من السرا دیمہ (ای ما قد مناه عنہ
 عن التوریشتی وغیرہ من الشراح ، فانه انما
 یعنی تگھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مردہ ہوتا
 ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا ، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے
 نہ رہا کرو ، جس طرح مرنے سوئے پڑے ہیں ، کیونکہ
 جہنم موت کی سن ہے ، یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح
 تم بھی کوئی جمادات نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے
 میں مارنے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے ، ایک
 جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے ، اگرچہ جگہ پاک ہو
 اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ " سے معلوم ہوتا ہے
 کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے
 میں نماز نہیں ہوتی ، لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ
 اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں ۔ علاوہ
 ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی
 تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی ذکر مقبرے
 میں نہ ہونے پر نہ جبکہ لغت گو مقبرے کے بارے میں
 ہر جہاں ہے ، اس کو کچھ اور کچھ اسکی میں کو وہ حدیث پیش

یوں علی منہ التوجہ الی، لقہ، لا الصلوة فی
 (مقدرة مصنف) وہمہ من دھب الی، ن
 الصلوة فیہا جانورۃ، اسکاں التزیة طاهرة و
 السکاں طیب، ولعلیک من صید الموق وما
 یفصل عنہم من لجاجات ۱۰
 عز کر کے نماز پڑھنے کی حاجت ثابت ہوتی ہے کہ بقرے میں مطلقاً خدا کی حاجت اور بعض فقہاء کی رائے ہے کہ بقرے میں غائب رہے
 بشرطیکہ وہاں کی مٹی پاک ہو مگر اگر وہاں سے پیسہ اور درجہ نچا سستیں عاریت ہوتی ہیں وہاں نہ ہوں (ت)
 وان اقول وبالله التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت تحقیق یہ ہے کہ
 عازم مقارن ہر جگہ مطہر قریب ہے مگر کوئی عمل بد سے دفعی ہوئے تھوڑا ہوا اور معلوم ہو کہ یہاں دف واقع ہوا
 و نیز ہمارے ممالک نے تعزیرات کی کہ بقرے جو نیاراسر کا لگیا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ قبر مسلمان کی ہے ادنی ہوگی
 طحاوی و رد المحتار فصل استسہ میں زیر قول ماں یکوہ قول فی حق (مقدور میں پیشاب کرنا کر دہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں
 لان البیت یتاذى بیتا ذی بہ الدی، والظاهر
 انها تحرمینة لا یفعل مصو عن ان سرور فی
 سکتہ حادثہ فیہ حرام، جہد اولی،
 میں جو تیار راستہ کا لگیا ہوا اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریق ادنیٰ حرام ہوگا۔ (ت)
 پھر قبر کی کھودنے میں بھی زمین کی ٹی اوپر آتی ہے اور اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے کے پوسے اجسام کی نجاست
 سے متنجس ہو چکی ہو بد کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہوتی تو جایا جس مٹی کا پھیلا ہونا مطلق ہوتا ہے اور مطہر قبر
 مطہر نجاست و دفویٰ راہت تنزیہ کے لیے کافی ہیں کہ غل اگر غالب ہوتا ہو حیثیات میں طہق یقیں ہے تو جب
 علت دل حکم راستہ تکریم ہوتا اور وجہ علت ثانی غیر کہ بجائے بطلان مار کا حکم دیا جاتا آواز نکالنے میں مرکا ہیں رفت
 کو راہت تنزیہ رہی و راہت یہ حکم صلاۃ علی بقرہ، الی القریۃ خراید ہوا کہ اس میں حج یا کے کسی قر کا
 معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلوم اگر دسے بائیں مائیں ہوں مگر یہ زمین ایسی ہے جس میں رو کا مسد کا مطہر
 حکم کو راہت دیا جائے گا یہی حکم ہے سس حکم کا و عدۃ طحاوی نے ما شیعہ مرقی اندراج میں زیر قول تنزیہ
 تکوین الصلوة فی القبرۃ نقل دیا ماسوا کات فوقہ او حلقہ او تحت ما ہو واقف علیہ (۱) (بقرے کے مقبر
 کے لغات التفتیح باب المساجد و المذبح الصلوة حدیث ۱۴، کتبہ، حاشیہ علیہ ۲
 ۵۳ ۳
 ۱۵۵/۱
 ۱۹۱

اس کے اوپر ہوا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ ت۔ اور یہی تشابہ ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی مکہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلیٰ کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں غائب و قیوہ رآؤ فقیر امام ابن الہمام علیہ وغیرہ و بحراری و شربلانی علی الدرر و علی و طحاوی و رد المحتار وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے۔

لاباس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع اعد
للمسلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة۔
مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہاں کوئی مکہ نماز کے لیے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر اور نجاست نہ ہو۔ (ت۔)

زاد العیون ک عبارت یہ ہے :

تكره الصلاة في المقبرة الا ان يكون فيها موضع
اعد للصلاة لان نجاسة فيه ولا قد رتب فيه
مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں نماز کے لیے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت۔)

اس تحقیق سے پتے یقین سوالوں کا جواب نا ہر جگہ کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی نہ کہ قبر موضع بود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ ملا حائل ہو اور اس کے لیے کچھ ہست سے تجاوز نہ نادر کار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی ہو کر ہے، اور نہ کسی ایک جگہ پر نماز پڑھنا سے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں، یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ ملائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامر کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو کسٹرو کی کیا حاجت درستابر میں جہاں مرقمے دفن ہوتے پتے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبر معلوم نہ ہو یا نہ ہو مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر ملا حائل یعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاذان والاقامة

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس سے بعد صبح کھانا کھانے کا وقت یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ یا بیوا تو جبراً

الجواب

اسے فقہ میں توثیب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع کر دیا جائے ہو وہی توثیب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "مسئلة" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، خلافت کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب توثیب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب مستون مثل تنزیہ الابصار و وقایہ و نقایہ و غرر الاحکام و کفر و غرر الکفار و آئنی و حقیقی و اصلاح و غرر الايضاح و مشروح مانہ در محار و رد المحتار و طحاوی و غنایہ و نہایہ وغیرہ شرح بہ و صفیری و بحر اربعی و نہر شافعی و تبیین الحقائق و ریحی و قسستانی و درر دہن و کانی و معنی و یضاح و اندر معارج و مرقی العلاح و جہانگیری و مرقی الحداد و نکھادی و قفاوی مثل ظہیری و حاشیہ و حدائق و حرائر مستنیر و جہانگیری و غیرہ بالامان ہیں و هو الذی علیہ عامۃ الاشیۃ المتأخرون و لختلاف اختلاف دین، لا بوجہ ان عام ائمہ عین ہی پر ہیں اور بہ اختلاف زمانی اختلاف ہے رہائی ہیں۔ ت۔

مختصر نوقیہ میں ہے التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لیے مستحب ہے۔ ت) متن علامہ ذکی تمناشی میں ہے یشوب الاصل المضرئہ : مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے تثویب کہی جائے۔ ت) شرح محقق علانی میں ہے یشوب میں الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ (اذان اور قامت کے درمیان متعارفہ و معروفہ طریقہ تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے تثویب کہی جائے۔ ت) حاشیہ آفتاب ندوی نمبر ۱ عادیں میں ہے ۱

قوله یشوب التثویب : تثویب : اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے۔ ورنہ، قوله فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہیے کیونکہ امور دنیہ کے بچ لانے میں بہت سستی کا بل آپ کی ہے، قوله بما تعارفوہ مثلاً کھانا یا نماز کھڑی ہو گئی نماز کھڑی ہو گئی یا نماز نماز اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنا لیں تب بھی جائز ہے۔ نہرنے جتنے سے نقل کیا ہے، مختصراً۔ (ت)

قوله یشوب التثویب العود الی الاعلام بعد لاعلام در قوله فی الکل ای کل الصلوات لظہور التواتر فی الامور الدینیۃ قوله بما تعارفوہ کتھبہم اذ قد م ق م اور الصلاۃ الصلاۃ ولو احد ثوا، علاماً صحیحاً لد نک جازنہر عن المجتہب ۱۱ ملقطاً

شرح اونی علامہ المصنف ہندو جاذب دین کی بدعت کی نفی میں ہے ۱

تثویب کل بدعة علی ما تعارفوہ لایہ البانحة فی الاعلام و ما یحصل ذلک بما تعارفوہ ۱۱ ملخصاً۔

ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ براہِ اعلان میں مبالغہ کے لیے ہے اور وہ متعارف و مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اس کی تخصیص ہے جہاں نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ اتنی حد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح ہی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادبِ غیر میں الصلاۃ عیدوں اور سوئے مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر

۱۲۰	نور محمد کارخانہ تجارت کراچی	فصل الاذان	سہ مختصر لوقائی مسائل الہدایہ
۹۲/۱	مجتہدانی دہلی	۱۱	۱۱ ویکہ در مختار
۲۸۶/۱	مصلی البانی مصر	۱۱	۱۱ رد المحتار
			۱۱ شرح الوافی لمسنی
۲۵۵/۱	مطبوعہ المکتبۃ النبیویہ بیروت	مسجد بلالی بن رباح	۱۱ معجم کبیر للطبرانی

محمد بن اہام فرماتے ہیں :

لإقامة في المسجد ولا يدعه واما الاذان
فعلى المشددة فان لم تكن على فناء المسجد
وقالوا لا يؤذن في المسجد

تجیر مسجد کے اندر کی جائے اور اس کے بغیر کوئی
اور صورت میں البتہ دان منارہ پر دی جائے ،
اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں ویسی چاہئے اور فقہانے
بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے ۔

اور اس مسئلہ میں ورع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت بعد فقیر میں نہیں ہاں صیغہ لا یفعل
سے قیاد و کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہر ، مشیر ، حائست و عدم ایاحت ہوتی ہے عسدر
محمد محمد ابن امیر حاجی نے علیہ میں فرمایا ، قول النسخ لا یرید شیعیانی عدم ایاحتہ الزیادۃ (مصنف کا
قول لا یرید اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں ۔ ت ۔ نظیر اس کی یفعل و یقول ہے کہ ظاہر مفید و جب
ہے کہ نص علیہ ایضا فیہا جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے ۔ ت ۔ یونہی عبارت نظم میں لفظ یرکہ
کہ مابین کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے

جیسا کہ در مختار ، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور
مساجد میں طہارہ درست منع کرنا بھی اس کی تائید
کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے اپنی مسجد
کو اپنے ہاتھ پوتوں سے ، دیو فوں سے ، خواروں کو
سوتلنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے
محفوظ رکھو ، اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر
تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے
اور بارگاہ خداوندی اس ادب و انترام کے زیادہ
لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمن

کہ فی الدار المحتاد و رد المحتار و غیر ہما
من لاسفار ویؤیدہ منہ رفقہ لیسرہ
المساجد کما فی حدیث بن ماجة جہنموا
ما جدکم صیابکم و محی بینکم و سئل
سیوفکمر و رفقہ اصواتکم و قد نہوا عن رفقہ
الصوت بہ حضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و حذرو علی دلت من جہل لاعمال و
المحصرة الالہیة احقر بالادب کہ تری یسوم
القیمة و حشمت الاصرات للرحمن علیہ تسع
الاهمسا و بعد ایضاً ما یظن ان لیس

۲۵/۱

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

باب الاذان

سے فتح فقیر

سے علیہ

۵۵/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب مایکرو فی المساجد

سے سنن ابی ماجہ

فیه اختلاف المسئلة فلا یکره ولا یتزیهہا
 علی ان التحقیق ان خلاف المسئلة المتوسطة
 متوسطین کو اطلاق التبرید والتحریم وهو المعتبر
 بالامادة كما یظهر لمن له الماهیة بخدمة
 العلماء الشرفی العقدة والحديث فلیراجع
 ولیحرص والله سبحانه وتعالى اعلم
 سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہوا ہے جس نے دو مقدمہ کس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی
 طرف رجوع کیا جائے اور اسے دین نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔ (ت)
 ۲۶ صفر ۱۳۱۱ھ

کی فرماتے ہیں عہدائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت چوگانہ نماز میں بعد اذان
 کے تا نیم پڑھنا متروک کا ہر نمازی کو با و از بداء اور نمازیوں کا اس لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے
 بلائے سے آنا اس صورت میں بلانا متروک کا بعد اذان کے پاتہ یا نہیں اور سہ یہ کہ امام کے انتظار میں
 وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جاہت فرض مسروق ادا کرے درست ہے
 یا نہیں؟ بیّنہ الرجاء۔

الجواب

حب نمازی اذان سے آجائے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو بعد اجد ابلانے کا التزام کرنا جس سے
 انھیں اذان پر آنے کی عادت حاقی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی هذا التقدير اخلاء للاذان علی یقصد
 بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظار امام میں
 ہرگز تاخیر نہ کریں ۱۰ وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے
 اور غرور وقت مستحب تک تاخیر عامرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو جاتا
 ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صرح الصحیہ رحمہم اللہ تعالی عنہم
 انتقل من النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
 حق مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرہم
 علیہم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
 وقال نکلثتموا فی صلاۃ
 یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام
 رضی اللہ تعالی عنہم رات کے ایک نبی اکرم صلی اللہ
 تعالی علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتیٰ رات کا ایک حصہ گزر جاتا
 اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تعویذ فرمائی اور
 ارشاد فرمایا: جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

ما ستقرتم الصلاة

یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر مشق ہو

فی لانقر دية عن التأخر حية عن المستقر
للأصام المحاكم لشهيدان تأخير المؤذن
وتطويل لقراءة لا درك بعض الناس حرام
هذا إذا كان لأهل الدنيا تطويلاً وتأخيراً
يشق على الناس والحاصل في التأخير القليل
لأمانة أهل التأخير غير مكره ولا بأس بأن
ينتظر الأصام متظافراً وسطاً

اور سنت فجر کہ تنافوت ہو نہیں یعنی فرض پڑھ لے سکتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی قباب پیش از
نصف اشراق شرمی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک منوع و ناجائز ہے،
بقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا صلاة بعد الصبح حتی ترفع الشمس
کوئی عار جا رہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتقوا احکم۔

مسئلہ ۳۲۷ از گلکندہ و حرم تلامہ: مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص قیامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟
در صورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن مائل حدیث شریف سے مستدل چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور قیامت وہ سے صاحب کہا کرتے۔ چنانچہ تو جہد!

الجواب

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولیٰ ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں کرے ورنہ تنابھی نہیں۔ مسئلہ
امام احمد و سنن ابیہ و شرح معانی الآثار میں زیادہ بن حارث صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، میں نے اذان

۱۳۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	صالح مسلم باب فصل، مسئلہ المکتوبہ
۵/۱	انتشارات المدبریہ قندھار افغانستان	کتب الصلوات
۸۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح بخاری

کسی تھی جلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبیر کنی چاہی فرمایا یقیناً خود اعلان میں اذن فیہ یقیم قید صدہ کا بحال
اقامت کے گا کہ جواز ان دسے وہی کبیر کے۔ فی الدر المختار (در مختار میں ہے) :

اقامہ عید من اذن لعیدتہ ای المؤمن بدیکرہ
مطلقاً وان بخصوصہ کمرہ للحقہ وحشۃ۔
مؤمن کی غیر موجودگی میں خیر کا کبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں
البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گرائی گزرسے تو
مکروہ ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

هذا اختيار غير هرراده ومشو عليه في
الدور والخاصية لكن في الخلاصة وان لم
يرض به يكره وجواب الرواية انه لا بأس به
مطلقاً اه قلت وبه صرح الا صام الطحاوی
في معانی الآثار معنی الی امتت الثلثة وقال
فی البحر ویدل علیه اطلاق قول المحمّد وبیکر
من غیره فمافی شرحه لان ملك من انفسه
لو حصر ولم یرض یكره اتفاقیه نظر اه
وكذا یدل علیه اطلاق تكافى معدلا بان كل
واحد ذكر فلا بأس بان يأتي بكل واحد رجل آخر
ولكن الافضل ان يكون مؤذن هو المقیم اه
یہ جو بیزاد کا محتاج ہے اور یہی در اور غایہ میں ہے
لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کر سکتا
اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً
کوئی حرج نہیں اور میں کتاب میں امام علی دقّی مسائل الآثار میں
ہمارے تینوں نے کی طرف بہت کرتے ہوئے یہی
تھیں کہ اسے اور کہیں فرمایا قول مجب کا اطلاق کہ ہم
اسے غیر سے طرہ میں سمجھتے اسی پر دل ہے اس کی
شرح لابن حنبل میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور
وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے
اور کالی کا اطلاق بھی اسی پر دل ہے اور استدلال
یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا
بجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں یا افضل ہے کہ مؤذن ہی
کبیر کے۔ (ت)

۹۸/۱ سہ شرح معانی الآثار باب، در طیس یؤذن احدہما یتم الآخر مطبوعہ مطبعہ سعید کبیر کراچی

۶۲/۱ سہ ابراہیم باب الاذان مطبوعہ معتبانی دہلی

۲۹۱/۱ سہ رد المحتار مطلب فی المؤمن او اکان غیر مختص فی اذانه مطبوعہ مطبعہ البابا مصر

اقول: ادا احمد نكراهة على كراهة
التزوية ونقيها على التحريم حصل الوفاق
الا ترى الى قول الكافي انما كيف يقول
لاباس ولكن الافضل وكذا لك غير الامام
الطحاوي وغيره بلا باس وقد هو هو انت
مرجعه الى كراهة التزوية -

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت ترمیمی اور سنی
نئی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق
ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نئی کراہت
کا قول کرتے ہوئے "لاباس" اور لیکن الافضل کہا
اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لاباس" سے
تفسیر کیا حالانکہ فقہ نے تفسیر کی ہے کہ اس سے کراہت ترمیمی
ثابت ہوتی ہے۔ (د)

پھر یہ استمرا کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت دے سنا تھا جب کہا کرتے
تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے جواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو
کہ ان کی کوڑہ نہ ترے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ
عنہ رادم ہوئے اور عرض کی، خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہتا چاہتا ہوں فرمایا، تو تمہیں کہو انھوں نے تکبیر
کہی روایا لاہما احمد و ابو داؤد و الطحاوی عنہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد، ابو داؤد اور
طحاوی نے نہیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالفت نہیں کہ کلام اُس
صورت میں ہے جب تہذیب کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں کے بعد بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی ناگواری کا یہ احتمال، معینا یہ حدیث ابتداء امر کہ ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کوئی نئی اور حدیث
مقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے ذکر اقامت غیر کی ممانعت کمالا یخلف و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) ۹ رمضان المعظم ۱۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان جوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا
جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے رد المحتار میں ہے، اجابة الادان مخ مكووھة (اذان کا جواب

سہ سنی ابو داؤد	الربیع یودن و التیمم آخر	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۶/۱
سہ رد المحتار	باب الجمع	مصحفہ ابائی مصر	۶۰۴/۱

اُسی وقت مکروہ ہے۔ ت) شرافائق پھر در مختار میں ہے :

يُشَقُّ اِنْ لَا يَحْبِبُ بِلِسَانِهِ اَنْفَاقًا فِي الْاَذَانِ
بَيْنَ يَدَيِ الْمُحْطَبِ
اُسی میں ہے ،

اذا خرج الامام من المحبرة اكلان والا فقيامه
للمصمود فند صلاة ولا حكمة الى تمامها و
قال لا يابس بالكلام قبل المخطئة وبعد ما اذا
جلس عند الثاني واخذت في كلامه يتصلق
بالشجرة ما غيره فيكون اجماعاً وعلى هذا
فالتربية المتعارفة في زماننا تنكرو عنده
والعجب ان المصري ينظر عن الامام بالمعروف
بمقتضى حديثه ثم يقول المستوار حكمه الله اه ملخصاً
ونظيرك سامعاً، یہ کریم ان الله ومسنه پایہ مبارک سے رشیدی معروف ہے امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے طیب
س بات کہہ کر آیت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تعارض کے مطابق دو مردوں کو نیک کا حکم دینے سے منع کرتا ہے پھر خود
کہتا ہے چپ رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور غلطی (ت)

ہاں یہ جواب اذان یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے ملتے جلتے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کسا افسادہ
کلام علی القاسمی وقروع فی کتب المذہب (حبیب الرحمن علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر
فروع کتب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی طیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دُعا کرے بلاشبہ
ما تر ہے وقد صح کلاما صریح من سید، لکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیحہ صحیحہ لبیحدی
وعیدہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور نسبت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبات ہیں۔ ت) یہ قول
بمطل ہے وقصیل المقام مع نهاية العناية والامالة وهو في فتاواننا متوفيق العدل العلام
(س مقام کی خوب تفصیل اور ارادہ امام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں۔ ت) ۲
و نہ سبغہ و تعاقب اعلم و علمہ بل مجہد اتم و حکم۔

سہ الدر المنیر	باب الادان	مطبوعہ مجتہدی دہلی	۶۵/۱
سے	باب الجمعہ	" " "	۱۱۳/۱

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکرجنی والد علاقہ جاگل تھانہ جری پور ڈاک خانہ تحبیب اللہ خان درسلواری شیرمہ صاحب
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا دہاتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اذلا حظرت الشرع (اس میں شرعاً کوئی حائضت نہیں۔ ت) اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) ذبیحہ ہاکہ لیے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔ فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم العباد فی ان الاذان یحول الوباکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بدھ دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم العباد فی ان الاذان یحول الوباکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا دہاتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بایں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے، بینا توجرو۔

الجواب

اذان منارہ پر رکھی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جہر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دوز تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جائے وہی افضل ہے باقی دہنے بایں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہندو میں ہے:

یعنی ان یؤذن علی الشہدۃ او خارج المسجد
ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان
اسیۃ ن یؤذن فی موسمہ عالیٰ یکون مسجع
اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے
اندر اذان نہ دی جائے کہ اُنی فتاویٰ قاضی خان بیسنت
یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نوح

لجیرانہ ویرمہ صوبہ کذا فی البحر
لرافق۔ اٹھ
لوگوں کو آواز خوشنالی سے اور اذان میں آواز بخیر رکھے۔
کہانی البحر اراقی۔ (ت)

معنی اٹھ سکتے ہیں کہ دونوں جاہیں دہنی اور دونوں بائیں میں کہ چوسلہ دو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ منظر
و مسجد کی بائیں ہے اور اس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعظم۔

۳۳۲) اذان واقامت کس جانب کو چاہئے۔ جینا تو جروا۔

الجواب

جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اس کی سمت خود معین ہے اس منارہ پر اذان دینا چاہئے
خواہ وہ کسی جانب ہو

فی البحر اراقی تحت قولہ و یجلس بینہما
السنة ان یکون الاذان فی المنارة الخ۔
البحر اراقی میں مان کے قولی "و یجلس بینہما"
کے تحت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر
دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو طرفین میں نسبت یہ کہ جس طرف حاجت رہے ہو اس جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک
جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مکان اُن کے دور ہیں تو وہی جانب اذان کے لیے السبب ہے۔
مانہ انما شرع للاعداد صما کان اذ حل فی
المقصود کان احسن بل صایت التختنا ص صما
ما لو الی هذا المعنی والیہ اشاروا ص
وون تعیین لجهة فی البحر اراقی ورد المختار
عن السراج ینفی للمؤذن امن یؤذن فی
موضعہم یکون اجمع للجبیران۔

اذان کا مشروعیت نماز کی اطلاع کے لیے ہے تو یہ
مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہو گا اسے اپنایا جائے
بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے اکثر علماء اسی معنی کی طرف
مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی
جہت کا تعیین نہیں کیا۔ البحر اراقی اور رد المحتار میں
سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان سے
کہ وہاں سے گزروں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)

لہ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات اذان الاقامة کیفیتیہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵/۱
لہ البحر اراقی باب الادان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۱/۱
لہ رد مختار - مصطفیٰ البانی مصر ۲۸۳/۱

اور اقامت کی نسبت بھی تعینِ جہت کہ دینی جانب ہر پاداشِ فقیر کی نظر سے ہر گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے۔

فی الدر المنثور الاقصیٰ کوئی الامام هو المؤذن
انتہی فی فتح القدیر الاقصیٰ کوئی الامام
هو المؤذن وهذا مدحہما وعلیہما کانت
ابو حنیفۃ انتہی فی مراد المحتار السنۃ
ان یقیم المؤذن انتہی وھیہ عن السراج ان
ابا حنیفۃ کان یباشرا لاذان و لاقامۃ بنفسہ۔
در مختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو،
انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا
افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم
کی رائے ہے، انتہی۔ اور رد المحتار میں ہے ہنوت
یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج
سے ہے کہ امام اعظم اپنے اذان و اقامت خود
کہتے تھے۔ (د ت)

در علماء جاتر رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کوئی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے
نذر نہیں ہوتی بلکہ مکہ وہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ قاست کا مسجد میں
ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تعینِ جہت کچھ نہیں کرتے،

فی البحر الرائق یشیحب التکون بلا مدح لے
غیر موصیہ الاذان انتہی وھیہ لین الادان
فی موضع حال و الاقامۃ علی الامر فی
ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانبِ راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
۳۳۴

۲۰۱۳/۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلبِ باران کے مسجدوں میں کثرت درست ہے

۶۵/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	باب الاذان	لے الدر المنثور
۲۲۳/۱	ذریعہ رضویہ سکھر	"	لے فتح القبر
۲۸۶/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	لے رد المحتار
۲۹۵/۱	"	"	لے "
۲۶۱/۱	ایچ ایم سید گنجی کراچی	"	لے البحر الرائق
۲۵۵/۱	"	"	لے "

یہ ہیں، اور اس طرح سے بھی واسطے طلبِ باران کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یٰسین پڑھے اور پھر میں پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو نہ سناؤ گے، کیسا ہے؟ جیسا تو جروا۔

الجواب

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتاویٰ فقہ القدیروہ وغیرہ (حبیباً کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے) مگر اذان بغرض طلبِ باران یا دفعِ وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر ادنیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعثِ نزول رحمت الہی ہے۔ یونہی طریقہ مذکورہ یٰسین و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شریعت سے اس کی ممانعت نہیں لیکن شریعت کیلئے حدیث میں آیا، یٰسین لہ حقولہ سورہ یٰسین اس کام کے لیے ہے جس سے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھا مسنون و مستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکتِ فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جائز ہے بایںمختے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، و ہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کو بہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۶ از ریاست رام پور بزریر ملاحظہ بنجملہ متفصل مسجد مرسلہ مولوی عظیم الدین صاحب اسلام آبادی

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۳ھ

الا صلوٰۃ، اما قولکم رحمکم اللہ ربکموف	سوالی، اسے علماء رد اللہ تعالیٰ تم پر رم فرمائے
ادان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم
وسلمہ هل هو اذن منصفہ علیہ الصلوٰۃ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا
والسلام امر لادلوکان صلوٰۃ فی عمرہ علیہ	نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور نیت پر
الصلوٰۃ والسلام وفی امتداء وجوب صلوٰۃ	نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء رکب ہوتی؟ سب
الجماعة علی المیت ای سر صامت کان	سے پہلے کس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی، کیا یہ بدعت منورہ

وعن من صلى أولاً في المدينة المنورة وجبت
أمر في المكتة المعظمة وأول الصلاة صليها
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على
أى صحابى كانت وما كان اسمه رضى الله
تعالى عنه يتيوا تو جروا -

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں ؛ سب سے
پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
کس صحابی کی نماز جنازہ ادا فرمائی ، اس
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے ؟
خیزا تو جروا -

الجواب

قال في الدر مختار وفي الضياء انه عليه
الصلاة والسلام اذن في سفر بنفسه و
اقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزائن
قال في رد المحتار حيث قال بعد ما هنا هذا
وفي شرح البحري لابن حجر ومبايكر السوال
عنه اهل باشر النسي صلى الله تعالى عليه
وسلم الا اذن بنفسه وقد اخرج الترمذي
انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن في
سفره صلى باصحابه وجزءه التوديع و
قواء ولكن وجد في مسند احمد من هذا
الوجد فاصلاً لا فاذن فعلم ان في رواية
الترمذي احتصاره وان معنى قوله اذن
اصراً لا كما يقال عمر الخليفة لعالم
العراق كذا وانما باشر العطاء غير
ورأيتني كتبت فيما علفت على رد المحتار
ما نصه اقول لكن سياق صفة الصلاة عند

در مختار میں دیا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں بعض نفیس اذان دی ، تکبیر
کئی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس
بار سے میں تحقیق کی ہے اور رد المحتار میں کہا وہاں اس
گفتہ کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح
البحاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے ؟
اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر
خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی امام نووی نے
اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن سی
طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو
اسوں نے اذان کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت
ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذن کا معنی
یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا ، جیسا کہ محاورہ
کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ عطا کیا کہ
وہ خود عطیہ نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے -

ذکر الشہد عن تحفة الامام ابن حجر المکی
 اے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذن مسرۃ فی
 سفر فقال فی تشہدہ "اشہد انی رسول اللہ"
 قد شارح من حجراتی صحتہ و ہذا نص
 مفید لا یقبل التویل اوبہ یتقوی تقویۃ الامام
 النووی رحمہ اللہ تعالیٰ اہ ما کنت اوبہ ظہر
 الجواب عن المسألة الاولیٰ واما بدء ہمسلاۃ
 المختارۃ فكان من لدن سیدنا آدم علیہ
 الصلاۃ والسلام اخرجہا کوفی المستند
 والطبرانی والبیہقی فی سندہ عن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال خرجا کبر النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الجارۃ اربع
 تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر اربعاً و کبر ابن عمر
 علی عمر اربع و کبر الحسن بن علی علی علی اربعاً
 و کبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی
 اربعاً و کبرت المشکک علی آدم اربعاً و لیس
 تشیع فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ
 اخرجہ الامام الواقعی من حدیث حکم بن
 حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی امر المؤمنین
 غدیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اربعاً توفیت
 ستمۃ عشر من اربعۃ بعد خروج بنی ہاشم
 من الشعب و دھت بالحجون و مرل السبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حفر قہا و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے
 حاشیہ رد المحتار میں تحریر کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں
 اقول، عن قرب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد
 میں تھا امام ابن حجر مکی سے آ رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلمات
 شہادت یوں کہے "اشہد انی رسول اللہ" (میں گواہی
 دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی
 صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نفس منسربہ جس میں
 تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس آیت کو ہی رد کرتا ہے کہ
 قول کو اہد حقیرت مٹی ہے اہ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے
 پہلے سوال کا جواب آ گیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ
 سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے حاکم نے مستدرک
 جبرن، بیہقی، اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارہ پر جو غری میں تکبیرات
 کیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کیں،
 اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 نے جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار
 تکبیرات کیں، حالانکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر
 چار تکبیرات کیں اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم

لم تكن شرعة الصلاة على الجنائز ^١ وقال
الامام ابن حجر العسقلاني في الاصابة
في ترجمته مسعود بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه ذكر الواقدي انه مات على راس تسعة
شهر من الهجرة رواه الحاكم في المستدرک
وقال الواقدي كان ذلك في شوال قال المغوی
بعضی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة
وانه اول ميت صلى عليه النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم اهـ وفيه انضمام الحواب - و الله
تعالى اعلم -

میں مذکور میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین
سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن زمام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال
ہجرت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج
کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا
اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی مدین تھے
اور اس وقت میت پر بارہ کا حکم نہیں تھا اور
امام ابن حجر عسقلانی نے اصحاب میں حضرت مسعود بن زرارہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے
لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نو مہینے کے آخر میں ہوا

اسے حکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بخوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے
پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور اس
جواب واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۸ از شہر کتبہ ۲۳ شوال محرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رید نے بندہ سے مسجد کے اندر نہا کیا بعد ذہا اللہ من ذہک اب
زید مسجد میں نماز نہ سکتا ہے یا نہیں، اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور محنت کرتے ہیں ان کے
بارے میں کیا حکم ہے، تینا تو حروا۔

الجواب

نسأل الله العافية (اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ ت اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید
جسٹ فساق و فجار سے ہے اور فساق کی اذان اگرچہ اقامت شہار کا کام دے مگر عظام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے
حاصل نہیں ہوتا، اذ فاسق کی اذان پر وقت روزہ و نماز میں اعتقاد جائز۔ لہذا مذہب ہے کہ اگر فاسق نے اذان
دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھی جائے مسجد سے جدا کر دینا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے،

حرم المصنّف بعدم صحة اذان محض ومعتوه
وصبی لا یعقل قلت وكافردو - لعدم قبول
قوله في الديانات
مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل اور نا سمجھ بچے کی
اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ کافردو فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اور غیر
میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

المقصود الاصل من الاذان في الشرع الاسلام
بدخول اوقات الصلاة. ثم صار من شعائر
الاسلام على كل مدة اواناحية من البلاد الواسعة
من حيث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله
لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة
فادان تصف المؤذن بهذه الصفات فيحرم اذانه
والا فلا يصح من حيث الاعتقاد عليه او اعلم
حيث اقامة الشعائر الالهية للاشم عن اهل
الهدى فيصح اذان لكل سوى الصبي السدى
لا يعقل فيعيد اذان لكل ندبا على الاصح كما
قد هناه عن القهست في اهل مخلصا۔

اور جو اُس کی حمایت میں فضول محبت کہتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انہیں باز نہ کرنا چاہئے۔ اہل عزوجل
فرماتا ہے، وَلَا تَكُنْ لِلْخَافَتِينَ خَصِيصًا خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واقعہ تعالیٰ اعظم۔

مسئلہ ۳۳۷ از نقشبندی محمد بریلی مستولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارے میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

۶۴/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	باب الاذان	سۃ اہل الحق
۲۹۰/۱	مصلیٰ البانی مصر	باب الاذان	سۃ رد المحتار

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذان اول سن کر نہ آنا حرام ہے هو الصحيح المسعودی کما فی الدر المنثور وحقیرہ (صحیح اور عمدہ یہی ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت۔ اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ یسقط ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگار ضلع پابندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع جھنگا باڑی مرسدنشی عنایت اللہ صاحب

۹ شوال ۱۳۱۶ھ

ماحولکم مرحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان باؤ اور بلند چاہئے یا اول باؤ اور بلند اور ثانی پست کر کے؟ جینا تو فرما۔

الجواب

دووں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کسی جانی جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عام دوسری اذان کو کر خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت اور نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور ربیعہ المسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھی، پہل اذان امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راند فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وحقیرہ (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت ان کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتا کیدنگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نمار کے لیے جگانا موجب ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگانے کو استنجا، وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھے اور تکبیر اعلیٰ میں شامل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۵) اذان مسجد میں صبح کا ذب میں کنا چائے یا صبح صادق میں ،

الجواب

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۴۶) ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین و جمعہ میں کیسا ہے ؟ بیٹو تو جبروا ۔

الجواب

عیدین میں انصوتہ جامعہ کہا جائے ، اور جمعہ میں تشریب حسب استسنان متاخرین جائز ہے در تحقیق یہ کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت و مصیبت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تشریب ہرگز نہ کی جائے کہ ان سے یہ عادت حسنہ چھڑ کر انتظام تشریب کا تو گر کر دینا ہو گا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت و راس کے فعل میں مصیبت ہے وہاں کی جائے ہذا ہوا تحقیق ، بہ یحصل التوفیق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہو جاتی ہے ۔ ت ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۷) سوائے اذان کے آواز دینا کہ جلوس کا صحت تیار ہے یا کسی غازی جو قوت یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک ، کیا ہے ؟ بیٹو تو جبروا ۔

الجواب

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منظر مرد شریر نہیں جس سے خوفہ ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر تعمیل ہو گا تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ایسی جگہ حاضر ہی نہیں یا غلط سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہئے جب تک وقت کراہت نہ آئے انتظار مسنون ، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو جائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفراسخ و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۴۸) از مدرسہ اشاعت العلوم دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں کہ زید دعویٰ کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہوں اور صفت سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جائگاہ پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کی جائے اور عمرو دعویٰ کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور عمرو ذی علی ففلاح

تک پہنچ جائے، اس وقت امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت قدامت الصلاة کے تب امام تکبیر کے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورت مسئلہ یہ ہے، اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہید میں پائے یا سجدہ سہویں اب جہر اُس کا ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

مرد حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر سوری ہے وہ اُس کے تمام تکبیرات نہ رہے بلکہ ٹیٹھ جائے یہاں تک کہ کبتر حق علی الصلاة تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

يقوم لاحد والقوم عند حق على الصلاة و
يشروع عند قدامت الصلاة
تجسس و ہدیہ میں ہے ۱

يقوم لاحد والقوم اذا قال لصوت حق
على الصلاة عند علمنا ثلثه هو الصحيح
ہمارے تینوں اکثر کے نزدیک جب اقامت کہنے والا
حق علی الصلاة کہے تو اس وقت امام اور تمام
نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (دست)

جائے المفترات وعالمگیر و رد المحتار میں ہے ۱
و دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار ثلثاً
وكني يقعد ثم يقوم اذا علم المندوب قول
حق على الصلاة
اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول، صاحب وقایہ اور ان کے تفسیر
حق علی الصلاة کے موقع پر کھڑا ہونے کا قول
کرتے ہیں اور صاحب محیط، مفترات اور ان کی
جماعت حق علی الصلاة کے وقت کھڑا ہونے کا قول
اقول ولا تعارض عند
ہیں قول الوقایہ و اتباعہ یقومون عند
حق علی الصلاة والمحیط والمفترات
ومن معهما عند حق علی الصلاة قاتل ادا

۱۲۰ من مخصر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کا خانہ تجارت کراچی

۵۴/۱ شہ قادی ہدیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة مطبوعہ رانی کتب خانہ پشاور

هَذَا الْاَوَّلِ عَلَى الْاِسْتِهَاءِ وَالْاُخْرَى عَلَى الْاِبْتِدَاءِ
اتَّعَدَ الْقَوْلَانِ اَيَ يَقُومُونَ حِينَ يَتِمُّ الْمُؤَذِّنُ
حَى عَلَى الصَّلَاةِ وَيَأْتِي عَلَى الْفَلَاحِ وَهَذَا مَا
يُعْطِيهِ قَوْلُ الْمُضْمَرَاتِ يَقُومُ اَدَابِلَةُ الْمُؤَذِّنِ
حَى عَلَى الْفَلَاحِ وَلَعَلَّ هَذَا اَوَّلِي مَعَانِيهِ
مَجْمَعُ الْاَنْهَارِ مِنْ قَوْلِهِ وَفِي الْوَقَايَةِ وَيَقُومُ
الْاَمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَى عَلَى الصَّلَاةِ اَيَ
قَبْلَهُ لَهٗ

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تو رخصت نہیں
اس لیے کہ جب ہم پہلے قول کو اُنتہا اور دوسرے کو ابتدا
پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہو جائے
یعنی جب مؤذن حَى عَلَى الصَّلَاةِ پُور کر کے حَى عَلَى
الْفَلَاحِ کہے تو کھڑے ہو اور اس کی تائید مضمرات کے
ان الفاظ سے ہوتی ہے اس وقت کھڑے ہو جب
مؤذن حَى عَلَى الصَّلَاةِ پُر پہنچے اور یہ اس سے مترتب ہے
جو مجمع الانہر میں اس کا قول ہے، وقایہ میں ہے کہ

امام اور نمازی حَى عَلَى الصَّلَاةِ کے وقت یعنی اس سے پہلے کھڑے ہوں اور۔ (ت)

یہ اُسی صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے
آواز نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لَا تَقُومُوا حَتَّى
تَرَوْهُ دیکھو نہ کہی اگر کسی ایسے قائلے علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سے اتم نہ کھڑے ہو اگر وہ یہاں تک کہ کھڑے دیکھ لیتے
پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر ہم منوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صفت سے
گزرنا پڑے وہی صفت کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر
خود امام ہی تکبیر کے وقت تک پوری تکبیر سے فارغ ہوئے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد
باہر کی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں، جہیز میں بعد عبارت مذکور ہے
اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے
مسجد میں داخل ہو تو جس صفت سے وہ گزرے وہ
صفت کھڑی ہو جائے اشمس الاثر علوانی، سرخس
شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں اور
اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے
دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں، اگر مؤذن
اور امام ایک ہی جگہ ہیں اگر اس نے مسجد کے اندر

فَاَمَّا اَنَّ الْاِمَامَ خَاصًّا بِالسَّجْدِ فَانْتَ
دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ قِبَلِ الصُّفُوفِ فَكَلِمَا
جَاوَزَ صِفَا قَامَ ذَلِكَ الصُّفُوفِ الْيَسْرَى
شَمْسُ الْاَثَمَةِ الْحُلُوَانِ وَالسُّرْحَسَى وَشَيْخُ
الْاِسْلَامِ خَوَاهِرُ زَادَهُ وَانْ كَامَلَ الْاِمَامُ
دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ قَدَامِهِمْ يَقُومُونَ كَمَا
يَأْتِي الْاِمَامُ وَانْ كَانَ الْمُؤَذِّنُ وَالْاِمَامُ وَاحِدًا

فان اقام في المسجد لا يقوم لا يقومون
ما لم يرفع عن الاقامة وان اقام خارج
المسجد نشأ يخطا اتفقوا على انهم لا يقومون
ما لم يدخل الامام المسجد ويكبر الامام
قبيل قوله قد قامت الصلاة قال الشيعة
الامام شمس الانسة الحلواني وهو الصحيح
هكذا في المحيط.

ہی تکبیر کی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک
وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے
خارج از مسجد تکبیر کی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر
متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب
تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام قد قامت
الصلاة سے تھوڑا پہلے تکبیر تحرید کے امام شمس الانسہ
حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محدث میں بھی یہی ہے۔ (ت)
جموعہ ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے سلام سے پہلے جو شریک ہو یا اس نے

جموعہ پایا دو ہی رکعت پڑھے، درمختار میں ہے،

من ادرك في تشهد او سجود سهو على القول
به فيها يتبها جنة خلا قال محمد
قول پر جو جموعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا

واللہ تعالیٰ اعلم۔
مذکورہ نماز کو عمر کے طور پر پُر کرے اس میں امام عمر کا اختلاف ہے۔ (ت)
مسئلہ ایک طالع علم اذان میں حق علی الصلاة ایک بار دہنی طاعت مہیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں
طرف منہ پھیر کر ایک بار حق علی الصلاة کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حق علی الصلاة
اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حق علی الصلاة کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ
ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان
دیا کریں یا نہیں؟ بینوا اور جروا۔

الجواب

یہ محض علم و خلاف سنت ہے۔ علمگیریہ و محیط سرخی میں ہے ایو تب بین کلمات الاذان و
الاقامة کما مشیخ (کلمات اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر شرعاً منع ہے۔ ت)
مسند احمد و سنن ابی داؤد و غیر ہا میں عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

۵۷/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ	۵۷/۱
۱۱۳/۱	مطبوعہ نجفی دہلی	کتاب الصلوة باب الجمعة	۱۱۳/۱
۵۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ	۵۶/۱

الثانی اوجہ و مردہ المرسلین یا نہ خلافت الصحیحہ المنقول عن السلف اھ یا ختمہا س
مشارع مردے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھرے (جیسے کہ تثنائی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوچہ
سے دور ملی نے سن کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اھ اختصار۔ ت۔ و نہ

تھانے و اعظم
۱۳۲۲ھ

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی دالے کو درست ہے یا نہیں !

الجواب

بعد اذان کے سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے
مذہب بار حاضر ہو یہی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے یا مسجد کو
جاتے راہ میں جو ہیں انھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی
والے متکبر کہ کہ متکبر شرعاً مستحق ترین ہے نہ لائق رعایت جبکہ ملنے فتنہ نہ ہو۔ وائے تھانے اعظم
۱۳۲۲ھ منشی عبد القادر صاحب عیسوی

یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پختہ دینے والے وندہ نماز میں مشہور اور مقررہ وغیرہ سب جا صلاۃ صلاۃ
پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں
خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بحث یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت۔ باوانر بلند دوبار پکارنا مستحب ہے
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے ۱

یہ تعجب انہی لہا الصلوٰۃ جامعۃ یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاعتقاف
بالاعتقاف ہے مستحب ہے۔ ت۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

۲۸۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الاذان	لے رد المحتار
۲۱۰/۱	فدیر رضویہ سکھر	"	لے فتح القدر
۳۰۰/۳	مطبوعہ مکتبہ ادریس خان	افضل الثانی میں باب صلوٰۃ العیدین	لے مرقاۃ لمعات شرح مشکوٰۃ

و رخصت میں سب نمازوں کی نسبت کھلا۔

يثوب بين الاذان والاقامة في لكل لكل
بما تدرى فوه رد المحتار میں ہے ،

قوله في الكل اي كل الصلوات نظير الصلوات
في الامور الدينية قال في العناية احدث
المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على
حسب ما تقام فوه في جميع الصلوات سوى
الضرب مع ابقاء الاول يعنى الاصل وهو
تثويب الفجر وما سواه المسلمون حنا فهو
عبد الله حسن۔ ۱۱

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے اذان
اقامت کے درمیان تثویب کنی چاہئے۔ (ت)
فی السکال سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کے
کیونکہ دینی امور میں تسبیح غائب آپکل ہے۔ عنائیں
ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے
بوسے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان اقامت
کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو بری کیا ہے
اور جسے مسلمان بہتر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی
بہتر ہوتا ہے (ت)

نہ ہزار میں عربین میں دستور ہے کہ مؤذن باذان بلند کہتے ہیں ، الصلاة على الميت يرحمك
نقلہ (میت پر نماز جنازہ ادا کر دے اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ
من احسن قولاً حسن دہ ، ان اس سے س کی بات بہتر ہے (اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
من دعا الى الهدى هله اجره واجرم من
تبعه ۱۱

اور درہم بدعت کا رد ہزار بار ہو چکا۔ ہر نو پسند بات ناجائز نہیں ورنہ خود در سے بنانا ، کتہ ہیں
تصنیف کرنا ، صرف و نحو وغیرہا علوم کہ نفاذ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھنا سب حرام ہو جائے
اور اسے کوئی عاقل نہیں بہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار باجید باتیں رستہ ہیں کہ رسالت میں اس
ہیت کذائی سے موجود نہ تھیں بعد کہ حادث ہوئیں مگر اپنے لیے جو چاہیں مگر کہتے ہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ

۹۳۶/۱

مطبوعہ مجتبیٰ دہلی

باب الاذان

۱۱۱۱

۲۸۶/۱

مصحف مصطفیٰ البانی

۱۱

۱۱۱۱

۳۳/۳۱

۳۳۱/۷

مطبوعہ قادیانی کتب خانہ کراچی

باب من سن سنة الخ

نوٹ : مسلم شریف کے الفاظ کیوں ہیں من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجر من تبعه لا ينقص
ذلك من اجورهم شيئا الخ۔ تذاہیر احمد سعیدی

اعلم و علمہ جل مجدہ اتعوا حکم۔

مسئلہ از من خرد علما کی پر نکال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باذان بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف پھر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں عرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز کو زقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز سے اور عوام کو درود شریف جز اقامت نہ معلوم ہو، یا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از یکم میر تقی خان بادر کرہ شیخ علامہ الدین صاحب مسئلہ سید حسن صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

باعث استغفر یہ ہے کہ اگر کسی اذان کو گویں کہ سحری کے وقت کے اختتام سے آٹھ بجے کے واسطے میں صادق نکلے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جائے کہ تو اس میں کوئی عرج تو نہیں ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے، تبیین اہل حق میں ہے۔

لا یؤذن قبل الوقت دیعادہ و انکار السلط
قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے
علیٰ من یؤذن دلیل علیٰ انہ لم یجسز
تو وقت کے اندر پھر ٹوٹائی جائے اور اسلاف کا رت کہ
قبل الوقت لہ
اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ
قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

بحر اس آیت میں ہے لا یجوز قبلہ (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت) ختم سحری کے لیے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحر سنت اور اس میں ہر بکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لیے ہے

لہ تبیین اہل حق باب الاذان مطبوعہ المطبعۃ العربیۃ الامیریہ مصر ۹۳/۱
لہ البحر الرائق ۱۰۰ ایچ ایم سعید کتب خانہ کراچی ۲۶۲/۱

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل و ضلالت ہے انھیں میں سے میرے لئے
 کی دوامی جنتری بھی سراپا غلط و لطالت ہے یہیں ہمیشہ رات کا فلاں صبح چھوڑنا بعض نادانی و جهالت ہے ان محل
 الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض فتوئے دیگر مفسد سے معلوم ہوگی بحوذ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۵ از ملک گجرات پیر و پچ محلہ گونہ سوارہ آدم مسجد مدرسہ محمد الہی مجددی، ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کے
 بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے نوؤن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتے ہیں اور بغیر صلاۃ
 سنت قبل جمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی روگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار
 کرتے ہیں تا کہ نوؤن یہ صلاۃ سنت کی پکار سے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں احاطہ یہ ہیں: والصلاۃ سنت قبل لجمعة
 الصلاۃ مرحمکم اللہ (جمعہ سے پہلے سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کث فرض
 ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس جگہ نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت
 قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرکب گناہ
 کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام علم کا
 مقتدر رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کہ سنی و شیعہ۔ نہ جہاد ہے کیا وہ بے ایمان ہو جاتا ہے، کیا توثیب جس کو
 فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ مسئلہ
 کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر احقر عظیم پانی صریح دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

توثیب جمے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام
 اور اس کے لیے کوئی صیغہ صحیح نہیں ملے جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انھیں بعضوں سے کہ الصلاۃ لجمعة
 قبل لجمعة الصلاۃ مرحمکم اللہ تعالیٰ (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔) ت۔ تو
 اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ درغنا میں ہے:

یشوب بین الاداء والاقامة في الكل للكل بما
 اذان واقامة کے درمیان معروف طریقہ ترتیب
 کہی گئے۔ (ت۔)

رواۃ میں ہے :

باب تعارفہ کتب جنم او قامت قامت او الصلوۃ
الصلوۃ نو واحد ثوا اعلاما عنہ لذلک جاز
نہر عن المجتہدین
بمعنا دفعہ سے مراد مثلاً کھانا سنا ، نماز گھڑی ہو گئی ،
کا گھڑی ہو گئی ، نماز ، نماز ، اور اگر اس کے علاوہ
کوئی الفاظ اظہار کے لیے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز
ہیں۔ نہرنے مجتہد سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی میں عنایہ سے ہے :

احداث الت خرون التثویب بین الادامت و
الاقامة ، علی حسب ما تعریفہ فی جسم
الصوات سوی العرب ، مع ابقاء الاول ،
یعنی الاصل ، وهو تثویب العجز ، و ما
سواء المسلمون حسناً ، فهو عند الله
حسن
کر متاخرین نے اصل یعنی تثویب عجز کو باقی رکھتے ہوئے
معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و
اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو
جاری کیا ہے ، اور جسے مسلمان بہتر جانیں
وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا
ہے۔ (ت)

مگر اس پر اور باتیں ہر سال کہیں بے اصل و باطل ہیں ، (مثلاً)

- (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا۔
- (۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہ کر یا سنت قبل الحمد کو اذان مؤذن کا قتل کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ
پکار کر نمازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔
- (۳) بغیر اس کے یہ گھنٹا کہ سنتیں نہ ہوں گی۔
- (۴) نہ پکارنے کو گناہ جانتا۔
- (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور گھنٹا۔
- (۶) نہ پکارنے والے کو تعزیر رسیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔
- (۷) معاذ اللہ اسے دیانی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضل ہیں ان کے معتقدین پر توبہ
فرض قطعی ہے اور ای ساقوں رسوم و خیالات باطل کا ہم و اعدام لازم ہے۔

القہستانی رحمہ اللہ تالیف اعظم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلالی اور قمر تاشی میں ہے۔
اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (دست)

مسئلہ اولاً از شہر ہٹرو پال بازار پنار وار مرسلہ عباس میاں صاحب مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب حدیثی۔

ثانیاً راجہ آزاد محمد خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ ولیہ الدین صاحب مولوی مرسلہ جناب شاہ سید محمد صاحب ابن سید غلام و جیر الدین صاحب مولوی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

مرشد جناب مولین حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب بعد سلام علیک کے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فقہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلوٰۃ جمعہ کیے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی کسی کو کہتے ہیں اور مکرر جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایت الاولیاء کے اور مائتہ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گسٹنگ ہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتویٰ جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مدد میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے مسائے عقائد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا گناہ نہیں فقط اتنا ہے کہ روزِ نمہ کو نہ جو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لیے دل ایک رسالہ نور الشہد چھپایا ہے جس میں یہ ہے۔ نہ اجماع ہلکے ستم ہے اور جناب مولوی نذیر احمد رضا خان صاحب احمد آبادی نے ایک فتویٰ اس نذر کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو آپ یہ شخص منع کرتا اور ہمیں کسا گناہ بنانا ہے اور جو نے سوال لکھا اور جواب منکراتا ہے غلام گنہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور غنیل غوث الوری کے میرے گناہ بخشے آئیں! عباس میاں و مد علی میاں۔

خط ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بحسب البرکات حاجی شریح مصین مولانا و اولنا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علی الوجہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض مرحبت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندۂ مستشار احمد لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے بندہ تہ پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و سنگھ میں جا کر کچھ پڑھائی الحال بہرہ رچا میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع ہٹرو پال کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلہ عام نفس تشویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تشویب کا ثبوت کسی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعت مذکور ہے آپ نے تشویب کو اسی مستشار احمد میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

توثیب کو بکراۓ کہ جب حقیقہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفسِ توثیب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اسکے راجح جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے قوت سے پر عمل چاہئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، ریستہ را علیہ اس نے چھو کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کہہ رہے ہیں ان کے دونوں میں جگہ تھی آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرماتے، آمین۔ وقیمہ نیاز سید احمد علوی الرجبی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الھم للک الحمد صل علی المصطفیٰ وآلہ وصحبہ ومارک وسلم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خدامی دارالافتا جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیاء و دیانت کس درجہ تک ہنپی ہے اور ایسوں سے مخاصمہ کیا کیونکر رہا ہے اس کے بعد اصل سؤل توثیب کا جواب جو بعون الوہاب العظمت مولانا مودودی احمد ضاحاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا بحمدہ مبارکہ فتاویٰ اسے رضیہ سے نقل کریں وہاں الترفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندی پر یہ امر بیان دامجی ہوا کہ دارالافتا کا فتویٰ توثیب جمعہ جو جناب کے مسئلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتا میں نمبر ۱۳۲۹ کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العظمت کی جلد دوم ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۲۹ء کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العظمت کی جلد دوم کتاب المسالہ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریریں کیں جو کسی جیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ جنگِ نو مسلم دیوبند و گنڈہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب حاتمہ کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیورہ ہے لہذا اہل باطن مسلمانوں کے لیے ان کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان ان صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور ان کے خدو سے محفوظ رہیں، کسی مسئلہ میں ان کے شر و غل پر کبھی کان نہ رکھیں کوئی عقلمند ایسی غصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے کیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کچھ باطل واسلے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آگئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرتا گوارا کرے چھایا انھیں کسی انسان کا قابلِ خطاب جانے گا۔ جو ایمان سے کچھ بھی علاوہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

اور بہت دھرم بے بیگانگیوں کا علاج نہیں، ہم پہلے فتوے توثیب میں ان کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں۔

ایں خاتمہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوے مبارک میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ اصطلاح مقرر کریں اگرچہ انہیں غفلت سے کہ الصلاة الستة قبل الجمعة الصلاة رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہ زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انہیں کب گوارا ہوتا ہے ۱۱ سے ایک دم ہضم فرمایا۔

دوسری خیانت عبارت رد المحتار اوقات تک نقل کر کے الخ بنا دیا حالانکہ فتوے مبارک میں وہ یوں تھی،

اوقات قمت او الصلاة الصلاة ولو احدها
اعلوا ما مخالف لذلک جائز لیسر عن الشیخ
نماز کھڑی ہوگی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز، نماز،
اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لیے بنائی جائے
نوبت یہ کہ یہ میں نہیں سے نقل ہے۔ (د ت)
یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاة الستة قبل
الجمعة کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا۔

تیسری خیانت اس کے بعد فتوے مبارک میں یہ عبارت تھی، اُنکی میں حنا پر ہے،
حدث المتأخرين التثویب علی الاذات و
الاقامة علی حسب ما تقاسموا فی جمیع
الاصوات سوى المهریب مع ایفاء الاول
یعنی الاھمل و هو تثویب الفھرو و ما سواه
المسلمون حسنًا فهو عند اللہ حسنٌ
مناخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہیں
معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و
اقامت کے درمیان متعارف طریقت پر تثویب کو
جاری کیا ہے، اور جیسے مسلمان بہتر جانتیں وہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (د ت)

یہ بھی اسی جرم پر ڈالی گئی کہ اس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تقاسموا موجود تھا

چوتھی خیانت فتوئے مبارک میں تھایہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنائے گئے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلے دو باتوں کو بھی بزور خیانت عقد میں داخل کر کے مسلمانانِ بڑوچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں انحضرت کی مہر پر چھانی ^{محمدی حسنی قادری} ^{محمدی حسنی قادری} ^{محمدی حسنی قادری} یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنائی یہ مہر ۱۳۲۱ھ میں تم برکعتی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ کا منظر کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے ،

یا مصلحی یا مصلحۃ الرحمن

یا مصلحی یا مصلحۃ الجیلانی

غالب انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کی تعجب نام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے ، ایک صاحب مذہب دیوبندی سکنا رام پوری سنہی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کیے گئے فتاویٰ کے بارے میں کتاب المظاہر ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمدی سے عبد القادر خان رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے ، سوال پہلے یہ تھا یہ پس کے بچے کی تہ دو بچے کی ہو چاہئے یا سوم کی ، اس کا جواب انحضرت نے ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب اپنی ناسہ دوسرے دن یا تیسرے دن باقی یہ تعین نہیں عربی میں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جانتا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں مونہ قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھایا وہ اب تک فتاویٰ مبارک میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاویٰ مبارک کی جلد ہشتم کتاب المظاہر ص ۳۱ کا خط ہو لطف یہ کہ یہ بچے کو ہر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جلد اردو پر جلد عاری کا عطف ہو گیا جو ہرگز انحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں ، فقرا کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واو سے ہوتا ، قرہ یہ کہ مجاہد فتاویٰ گلگاہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجد والہ کا لفظ صرف کا یہ فتویٰ مع زیادت منفردی چھاپ دیا اور اس میں منہ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سہجی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوئے مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں ، حالانکہ فتوئے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دو بے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ غاص اس تعین کو ضروری جانتا جہالت ہے اور کہاں یہ

کہ مکر سے تعین ہی جمالت و بدعت ہے اُن رام پورک دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوہ تو جائز ہی رہا لہذا انوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا لفظ جوڑا ملا دیا، غرض یہ

جہاں ہو عیار ہو جو آج جو تم ہو
بند ہے ہو مگر خوف خدا کا نہیں کھتے

اکھویں خیانت یونہی مجدد گنگوہی صاحب جلد دوم صفحہ ۹۰ پر مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خوردارمی منہ گستاش سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر مبنی والا ہوا ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر قیام بخانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ صحت بکرا اور ترغیب شدہ فاسق اور مستحق تار و غضب رحمٰن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد وضو ہونا مستحب اور بے ضرر بھی جائز اگر نسبت مستحق کی نہ ہو اور تحقیق کی نسبت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شریعہ کے ساتھ استہک کفر ہے یونہی دارمی رکھنے کی تو یہی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوے مبارک میں ایسے فاسق عالم بے نمازی شراب خورد توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی حماقت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر یہ داروں نے عوام کی آنکھوں پر دھیر ڈالنے کے لیے کہ کسبہ مبارک دیا فتویٰ و باب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از جگہ مذکور علی مولوی احمد رضا خاں صاحب، یہ ہے جیسا باش و آنچہ خواہی کن لا بہ جیسا ہو جا پھر چہ سے کرتا رہ۔ ت، تاتند و تالیہ مراجعہ۔

نویں خیانت جیاداروں کو اور تیز و تند چرچی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں نے برحق فیض مولوی محمد رضا خاں صاحب کو خوف کرے کا مقام سے کہ وہ مجالس مروجہ منورہ جتہ و ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا نے عوام کیا بلکہ کفر و مستحق تار و غضب رحمٰن شانہ رکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر قیام بخانا کی نسبت تھا عظیم یہ کہ مستحق تار و غضب رحمٰن کو اُس تارک الصلاۃ شراب خورد توہین کنندہ شراب کو کہہ تھا ہے جیادوں نے اسے بھی مجالس مبارک پر ڈھال دیا۔ مسلمانو! کیا اسی کو دین و دینانت کہتے ہیں مگر آدمیان گم شدہ ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق تار و غضب جیاد بٹھانے پر بھی دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بحال بے ایمانی اپنی اس بکری فکر کی نسبت اعظم حضرت مجدد دینی و ملت سے کر دی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر سے رکھتے ہیں، یہاں ہے جب لعلہ اللہ علی الکادین سے صدر لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کے لیے

بھی ماتی نہ چھوڑیں مسلمانو! اللہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر
 چھنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! اللہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا،
 دلائل و اقوال الایمانہ خود ائمہ حضرت کے یہاں ان کے پڑاوا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب
 بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق کھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 کے وقت سے بھٹکتے آئے آج تک کہ تنویر کمال سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد کمال اہتمام
 و اطلاق عام کے ساتھ ہوتا ہے بجز تھوڑے بڑے مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس حضور پر نور سیدہ یوم النور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے میں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص
 ائمہ حضرت کے دولت خانہ فیض کاشانہ کے لیے اُسی زمانے سے مخصوص ہے انصاف کے یہاں اور بھی مجالس میلاد
 مبارکہ ہو کر تھیں مگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکر ولادت اقدس رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود حضرت ماتی مجلس
 صاحب خانہ کا حق ہے جو عربہ تعالیٰ تنویر کمال سے آج تک نانہ نہ بڑا سو آریع الاول شریف ۱۲۶۳ھ کے کہ
 اس کی بارہویں مبارک کہ ائمہ حضرت بھگوانہ تعالیٰ سرکار اعظم دین علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبارک کہ سلم میں شرف
 آست نہ ہوئی سے مشرف تھے اُس سال ائمہ حضرت کے برابر لوسط مولوی حاجی محمد حسینی رضا خاں صاحب حسن
 قادری براتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہاں تک پہنچتے تھے کہ وہاں اقدس رسول کے فتویٰ مستقل تصانیف
 اس مجلس مبارک کے استجاب و استحقاق میں موجود ہیں معتقدین ائمہ حضرت اس تمام آفتاب عالمیاب سے معاذ اللہ
 انہیں بند کر کے کون کی شہادت پر دیوبندیوں کی مانیں گے کہ ائمہ حضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک عوام بلکہ
 کفر ہے لہذا ہزار گن مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھیں پھر دعوائے دین و دینیت باقی ہے بھی نہیں
 یہ مزاحیہ دعوے خیر اتنی چلی گئی کہ معتقدین ائمہ حضرت کے لیے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیا و صلوا
 کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوف خدا نہ شرم رسول دن و رات سے مسلمانوں کی آنکھوں میں حاک جھونکتے پھرتے ہیں
 کہ ان کو دعوے دیں ان کے عقائد کفر و منہاجی ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبا لگائیں مگر بھگوانہ ان کی خاک لٹ کر
 انہیں کے منہ اور ان کے پیشوا حضرت تلوکی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بھگوانہ رسید۔

گیارہویں خیانت خیرتہ تک عشرۃ کاملہ جیسی تھیں۔ اب ان کی وہ لہجے جس کے آگے یہ ان
 ان جیسی سوچتیں اور ہوں تو کای ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیفہ الحق کے کہ تک کہ ائمہ حضرت عہد
 انہماض و ام ظلم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد و جد امجد و پیر مرشد و حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رحمۃ
 تعالیٰ علیہ کے نام سے گناہیں تراشیں ہیں ان کے مصلح گھڑیے صفحہ دل سے بنا لیے جاتے ہیں خود سب ختم کھڑے ان
 کہ حرف بے حد کی نسبت کر کے چپ دیں اور سر بازار اپنی حیا کی اور حنی اتار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم قلوں قلوں کتابوں مطبوعات قلوں قلوں مطالب کے قلوں قلوں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ ان کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جزا تہو تو اتنی تو بڑا اس کا حال العذاب الیقین و الجحیم و ریح القہار وغیرہ میں بار بار چھاپ دیا، اب پھر کس بجائے اسی رسالہ خبیث کے صفحہ ۱۰ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المتقلدین المصغرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی حالانکہ حضرت مددوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۲۳: نجیب آباد ضلع جنور محلہ عسید علی مرسد کیم بخش صاحب ٹھیکیدار، اجمادی الاول ۱۳۲۱ھ ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے، اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاذ رک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب

اگر مسجد مسجد ہے جہاں کے لیے امام جماعت متعین ہے اور جماعت اٹھنے پر چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کی اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاذ رک جائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز رک کے اذان پوری کرے نہ سنت نہ تہات بہ در اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اٹھنے ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رک چلے یا پوری کرے اور تمام اٹھنے ہے۔

وذلك لان في الاذان اعادة اذان الجماعة
ثانية في مسجد واحدة وهو لا يجوز وقت
ثانية اعادة اذان الجماعة اخري في
مسجد شارع وهو مسمون فلا يترك اذان
الثالثة لانها لا تطلب في غير اتمام ذكر
شرع فيه افضل لاسيما وقد استحسنوا
التشويب -
والله سبحانه وتعالى اعلم -

اور یہ اس لیے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں
دوسری جماعت کے لیے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے
بکہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی
مسجد میں دوسری جماعت کے لیے اذان کا اعادة ہے
اور یہ سنو یہ ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے نہ
نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی
تو اب تک کمال زنا نفس ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہائے
تشویب کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (دست)

مسئلہ (۳۵۴) از مقام کبر کلان ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہائی ضلع بٹہ شہر مسند عطاء اللہ شکیہ اور
۲۹ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ

اقامت صفت کے دینی جانب بھی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فیصلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط
الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کوئی جائے بھی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دینی طرف لے کر ایمن صوبہ
الشمال (کیونکہ دائیں جاگے بائیں پر فیصلت ہے) دہ بائیں طرف لے کر حصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود
ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ (۳۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) جمعہ کی اذان ثانی بونہر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر
ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر رہنے کو صیغہ فرما یا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربار میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اذان مسجد
کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم رواج
پر؟ اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہی مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم
ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟

(۵) نجات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام اللہ کے مطابق ہو
یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟

(۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف؟ اگر خلاف ہوتی ہے
تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات و بارۃ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تخواہ و ائمہ و فاضلین کے فعل اگر حسب
خلافت شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سوشیوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں؟ اگر
ہے تو سنت زندہ کی جانے لگی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رائج
پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا

کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض جو اسکے گا تو مسفت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟
(۹) جن مسجدوں کے تیار ہیں وہی ہے اُس کی تفصیل پھر کرے ہو کہ منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم
ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر کوئی باہر اذان دے تو خطیب کا سامن
در ہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دوسرے مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، چنانچہ اتوجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔
سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے،

عن اسائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
كان يؤذن من يدى رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم
الجمعة على باب المسجد واني بكر وعمر
سائب بن يزيد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
فرمایا حسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے
دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے
دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے مسجد کے اندر اذان دلائی ہو، اگر اس کی اجازت
ہوتی تو بیاں جاز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی (اذان) مسجد کے باہر ہی پڑھا دی ہے۔ اور
میں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بھی یہ دیکھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں
نہیں یہی ہے اور ساتھ ہی "على باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی پس اسی قدر "میں یہ دیکھتے" کے لیے درکار ہے۔
(۳) بیشک قدر حق کی مستند کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکرر دیکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی حنا
طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۷ لا يؤذن في المسجد (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاویٰ خلاصہ جلد ۱ صفحہ ۲۲ لا يؤذن

بلند مکبرہ پر کھتے ہیں طریق ہند کے قریب بھی خلافت برادر وہ جو بین یدیدہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا چاہتے تھے اس سے بھی رد ہوئی تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کہ حادث ہو اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنیٰ ہے جیسا کہ فقہ سے گزارش اور اسی طرح خلاصہ دفع القدر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع و خود چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالاسے طاق پسے یہی ثبوت دیکھئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صفت بلاشبہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من قطع صفا قطعہ اللہ (جو صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے) رواہ النسائی والی کم البند صحیح
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نیر علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پڑونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھر سے گانہ یہ کہ مکبرہ کو چار جگہ سے جبکہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالکل اگروہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کمال اصرار ہے۔ آپ مسند اہل ہند میں سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کریں کہ ان کا فعل کیا جہت ہو گا کہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں حسب ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باؤاز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باؤاز دہا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناظر ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار ۲۵۹ و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔

اما ما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضي
ونحوه، فمكروه اتفاقاً۔
یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبہ کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ
کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر
سلطنت کے خطیب داروں پر علا لاکیا اختیار۔ علاقے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درگاہ اس طرح تو
ان کی نمازوں کی بھی حیر نہیں، دیکھو دفع القدر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و در مختار ۲۵۹ و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ

علامہ سید اسعد حسینی مدنی قلیہ علامہ صاحب مجمع اہل تہذیب اللہ تعالیٰ نے بکیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت
بے اعتدالیان تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۱۸۸ میں فرمایا ہے :

ما حرکات المکبرین و صنعهم ، قانا ابداً
یسی ای مکبروں کی جو حرکتیں ہو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ
کی طرف براہ راست کا اٹھا دیتا ہوں۔

پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے
زیر حکم۔

(۱) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ
عندک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من حیأسنی ، فقد أحبنی ، و من أحبنی
کان معی فی الجنة ۔ اللہم ارحمنا۔

جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے
محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں
میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما

مسوۃ الحجری فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب (۱) بخاری نے اپنا یہ روایت

کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے ۔ ت

لال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من حیأسنۃ من سننۃ قد احیت بعدی فان
له من الاجر مثل اجور من حمل بہا من
غیر ان یسقط من جوہرہم شیئاً ۔ مسوۃ
الترمذی و رواہ ابن ماجۃ عن حمزہ بن حوف
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد
چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اُسے
ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ نہ ہو ۔ ا سے
ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کا ابن ماجہ نے
حضور محمد بن حوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من تمسک بسننۃ عن فساد احسنی فسلہ
جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

سلف فتاویٰ اسعدیہ کتاب الصلاۃ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۸/۱

سلف جامع الترمذی باب اخذ بالسنتہ واجتناب البدۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

سلف جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنتہ واجتناب البدۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۹۲/۲

سنن ابن ماجہ باب سنن السنۃ الا مطبوعہ راجح سید کمپنی کراچی ص ۱۹

اجرومانۃ شہیدؒ مرواۃ البیہقی فی الزہد۔ اسے شوشیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بہیقی نے زندہ ہی روایت کیا۔

اور نکاح ہرچہ کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جیسی ہو گئی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

(۸) اچانک سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی مسجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سوشوشیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے تو انہوں نے جو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے، امیر المؤمنین عربیہ عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی ششستیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدت بڑی ذکر الہا اقرار کیا کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۹) عرض کیا بانی مسجد نے قبل مسجدت بنایا اگر چہ وسط مسجد میں جو وہ اور اس کی تفصیل ان احکام میں خارج ہے لہذا موضعہ اعد للوضوء کہ تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ مقرر چکا ہے۔ ت)

(۱۰) کڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت سنی سے ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھ رہا ہے اسے گوشہ کھڑاب میں رکھ کر محافطہ ہو جائے گی اور اگر محفل کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراشیں کہ باہر کی جانب جالی یا کراڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض، حضرات! اچانک سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے مناسبت سے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے،

تعاذوا علی الیوم والنوعیؑ۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)
اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں ہے تکلف بیاہتی فرمائیے اور اس وقت

لازم ہے کہ ان دسویں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی،

(۱۱) اشاعت مرجوح ہے یا بابت اور ان میں فرق کیا ہے؟

(۱۲) کیا محقق صریح کا مقابل ہو سکتا ہے؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط

بعید یا جس کا غشائے غلط؟

(۱۴) منقح کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) قرآن مجید کی تفسیر فرضی میں سبہ یا نہیں، اگر سبہ تو کیا سبب بندی علماء سے بجا لاتے ہیں یا نہیں

کہتے؟ بینوا تو جروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالقادر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

حضرت جناب مخدوم و محترم و مکرم و معظم ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ

بات کہ اس اذان کا کتب سے داخل مسجد بننا معمول و مروجہ ہوا، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا، علی الباب اذان

کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر ثانی ہو تو ممکن اکثر لوگ اس کے طالب میں فقط۔

الجواب

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دہلی کس کا ہے یہاں سے تو

دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ مین یدیدہ (خطیب کے سامنے۔ ت)، دوسری یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے،

دو قول کی روشنی میں کتب فقہ سے دسے دی گئیں مسجد مکرم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص می ذات

منبر طہر میں تھا کاف صلیحہ البیہری (جیسا کہ صلیح بخاری میں ہے۔ ت)، لہذا اگر مسجد پر یہ اذان ہوتی

تو یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ فقہی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملحوظ ہو نسبت خصوص علی الباب کا کون تو کل

ہے اذان اول کی مسیت پر مراد عثمان علی الموداء (حضرت عثمان نے مقام زور راہ پر اذان کا اضافہ کیا۔ ت)

سے استثناء کر لے والے علماء اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازاریں ہوتا سنت ہے یا ان سے یہ

مطابق ہو سکتا ہے کہ فقہانے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ قاضی محمد مسمران صاحب از بریلی شہر کمنہ محلہ قاضی ٹولہ

۱۷ ربیع الاول شریعت ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبعی اسی مسئلہ میں بروز جمعہ زمانہ حضرت تاجا مدینہ

نعم المرسلین کے اراد میں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

ہوتی تھی اعداد دوسری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی اذان علی باب المسجد ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوتی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب

زمانہ ائمہ کس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور ائمہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے حضور کے سامنے حواجمہ ائمہ کس میں مسجد کرم کے دروازے پر۔ زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریف کے متصل تھا جس میں سے حضور ائمہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرقت ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا جسے بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

وخل من جبل یوم الجمعة من باب کما وجہ	ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل
المسجد ورسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم	ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور ساتھ باب صلی اللہ تعالیٰ
قائم یخطب، فاستقبل رسول الله صلی الله	علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ بشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص
تعالیٰ علیہ وسلم قائما، فقال یا رسول الله	آپ کی طرف منبر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ
لحدیث	صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (ت)

اس دروازے پر اذان جب ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوتی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیقی کبر و عطر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شہابی حاضری میں قدر کے کسل واقع ہوا میرزا مثنیٰ عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بار بار میں ولواتی شروع کی، مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ کہا ہے اور موقوف سنت ہے، یہ زمانہ ائمہ کس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ چاہے ضرور اس کا بابت ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن جعد ملک مروانی بادشاہ خام کام ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت و خلافت سے راشدہ میں نہ تھی اور بعد اسے ائمہ کی تقریباً ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

پہلے کسی نے بدل، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے مکرم کے احکام پر عمل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں و بیا اللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۵ از پبلی سیت محمد غفار خاں مرشد حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپڑیاں، مارچ الاول ۱۳۲۲ھ
 اذان جو خارج مسجد کننا مسنون ثابت ہو ہے اب بہ نظر دفع فساد پھر پرستور قدیم اذان شہر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ در صورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بیٹو ابالحوابہ توجروایوم الحساب۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتناب منکر، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الہی کی جگہ ادنیٰ ہے تو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کتاب ہے ادنیٰ دربار عزت کا تواضع اس کی ذات پر ہے اور مسجد پرانی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواضعہ اُن پر ہے اس کے ذریعہ امتار کھا گیا ہے کہ ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بڑا جائے، پھر ان کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، قال اللہ تعالیٰ و لا تزدو شرۃ و سرۃ و سرۃ (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) و قال اللہ تعالیٰ و

یا ایہا الدین امنو علیکم العسکرم لا یصرکم من اسے مل ایمان انہ راسی حال لازم ہے تمہیں کوئی فضل اذا ھتدیتم فیہ
 گرکہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم جاہل یا فتنہ ہو۔ دستا
 و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

من سرى منکم منکر علی غیرہ بیدہ فان لم یستطع
 فبناہ، فان لم یستطع فبقلبہ، و ذلک
 اضعفت الایمان۔

تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے دھکے
 کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو
 زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل
 سے بُرا جائے اور یہ ایمان کا کمزور قریب دھڑ ہے۔ دت،
 اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے
 مجبور نہیں کر سکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

سۃ القرآن ۱۶۴/۶

سۃ القرآن ۱۰۵/۵

سۃ سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ المسلمانیۃ لاہور ۲۶۵/۲

اپنی کتب وغیرہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں نزاع ہو کرے گا اور فقہ و فساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہو گا
حکومت ہر مفید کا ہاتھ پکڑنے کو مجبور ہے اس کے ذریعہ سے بندوبست کر سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہو تو
اور مفیدوں کا خوف مدعویٰ تک پہنچاتا تو حالت کر لے لی اس وقت اس پر براۓ نہ ہوتا۔ قال تعالیٰ:

الامن انفسہ و قلبہ و عظمیٰ بالایمان۔
جو وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا ان کی سرکشی و فتنہ پر بازی کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے کہ نص علیہ ف
المسدیۃ وغیرہا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہو گا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری
ہو کر استطاعت اصلانہ رہے، قال تعالیٰ:

فانقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔
توانہ تمہارے سے ڈر جہاں تک ہو سکے اور اس کا
فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

یہ وصف قدرت بندوبست و استعانت بحکومت مجرد خوف یا کابلی یا خود داری یا رو رعایت یا نئی تہذیب یا
مصلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفیدین آج اس امر کے لیے
کھتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نہ پر فتنہ اٹھایا تو کیا ہی مدعی چھوڑ دے گا، میں نہیں ملک اس پر خیال کرے کہ مفیدوں
نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا برباد کر دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (قر) اس وقت
اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد مکان چھوڑ بیٹھے گا جو جب کرے گا وہ اب کرے
اور اتباع احکام شرع کو مکان و جائداد سے ہلکانہ جانے، ذہن دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ و فساد کے اٹھانے کی
اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ:

والغبنۃ اشد من القتل (قتل قتل سے بدتر ہے۔ ت)

وقال تعالیٰ:

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔
زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)

سۃ القرآن ۱۶/۱۹

سۃ القرآن ۱۶/۱۴

سۃ القرآن ۱۹۱/۲

سۃ القرآن ۵۶/۷

وقال تعالى ،

لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسألون عنها
كانوا يعملون

اس امت کے لیے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے
لیے وہ ہے جو تم نے کیا ، تم سے ان کے اعمال کے
بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ۔ (ت)

سأل الله العفو والعافية ، وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم
والله تعالى اعلم۔

۲۵۹۶ **مسئلہ** از سہارن ضلع ایٹہ مدرسہ چودھری عبدالحکیم خان صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جو خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کسی جگہ تو اس میں کچھ عرصہ ہے یا باب مسجد پر ہی
ہونا ضروری ہے اسی دونوں میں کسی بات میں اولیت ہوگی یا مساوی حالت ، دوم یہ کہ محراب مسجد بھی اس بار سے میں
باب مسجد کے قاصر تمام ہو سکتی ہے یا نہیں ، دیوبندی سب کا عقود ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور
اسی لیے اس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ
کہ اگر باب مسجد والان و صحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمال و جنوب واقع ہو اور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے طابو ہو
اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد ہو تو ، باب مسجد کے نیچے اذان کی کون ہو درطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا
مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہاں یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جردی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے
نیچے اتر کر یہاں تو کج وسط باب پر کھڑے گئے ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو وہ السلام فقط ۔

الجواب

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ غلط تھا کہ ہے خارج مسجد ہے اس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے
علیٰ اباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد پر میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری
میں ہے ۔ ت) لہذا علیٰ اباب برقی تھی ورنہ خصوصیت باب طوطا نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذیہ غلطیاب و
اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوار قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں
نہ اس میں محاذیہ غلطیاب ہو اور نہ اسے درجہ جانب مشرق پر جردی ہے یہ محراب نہیں ان کو بین اصابتیں کھتے
ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں یاں خصوصیت سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور
جملہ مقتدیوں کا درجہ بدل ہوا ہونا خلاف سنت ہے کما فی شروح العقایۃ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے ۔ ت) مشرق

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اس کی نسبت قوت میں معروض ہے کہ اس میں طاق محراب نما محاذیت منبر میں بنائیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے یا تھا اس کے جواب کی نقل مندر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موقن کھڑا ہو دروازہ سے باہر جھونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں تفصیل دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر ربی محلہ بھائی پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلو یا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری ۱۰ بجے کی خطبہ کے وقت خطبہ شام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کیا ہے وہ بدعت حسی ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعت حسنی کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلاتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بدعت حسنی کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ سے یا نہیں اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور نہ سوئی تو کون سی سوئی بدعت حسنی ہے۔ بدعت سیئہ ہوگی اگر بدعت حسنی ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہوگی تو منع کرنا چاہئے یا نہیں اور منع کرنے والا کوئی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان غلطی الی کو لہذا ہم فنا کس نے شروع کیا ہے میرا تو جروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں بشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں، بلکہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اسے بشام مسجد کی طرف منتقل کر لیا اور اس کے بھی یہ معنی ہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں پہلی اذان دلاتے تھے بشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، رہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ بشام نے اس میں کچھ تغیر کیا اسی حالت میں باقی رکھی جیسی نماز درست و نماز خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۴۳ میں فرماتے ہیں،

فدا کا لب عشق، احرب لا اذان قبلہ علی یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ہوئے اذان خطبہ

الزور حاشہ نقہ ہشام الى المسجد ، اي امر
بفعله فيه ، وحمل لاخر المدي بعد
جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى
انه البقاء بالمكان الذي يفعل فيه ، فله
يحييه ، بخلاف ما كان بالسروراء فحولته الى
المسجد على المنار انتهى

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر
دروائی پھر اس پہلے اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل
کر دیا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دروئی
کو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت بروقی ہے وہ خطیب
کے سواچ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی
اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی کلمات بازار
والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف مندر پر لے جاتا تھی

ہاں وہ جمہور مایک کہ اذان ثانی کہ امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر رہا ہونا
سنت بتاتے ہیں اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں پہلے اذان ثانی امام کے دوبارہ ہشام نے کہوائی
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام نہ ہوتی تھی
منارہ ہی پر تھی ، پھر اس سے کیا ہوا فرض ہشام بیمار سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے
اندہ منبر کے برابر کہوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ بتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی ، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا
بھی تو اس کا قول و فعل کیا ہوتا تھا ، اور ایک روایت ہے کہ ہشام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید
بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر لیا سولی دوائی اور اس پر یہ شہرہ ظلم کو نقش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا
برسوں سولی ہی پر رہی جب ہشام مر گیا تو نقش مبارک کو دفن ہوئی ان برسوں میں بنی مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب
تھا کہ بے ستری ہو ، اللہ عزوجل نے عکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جو مبارک پر ایسا جالافان دیا کہ بچائے تبسن
ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی
سے پشت اللہ سے لگا کر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیہ وسلم ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف
ایسے فلم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ پر اس کی تحت دھرم کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی کیا صریح ظلم اللہ کرام کی
شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے ، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعویٰ بعض باطل و

بے اصل ہے۔

(۱) بدعت حسنہ سنت کو بدل نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربار الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علامتے کوام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ مسجد و دربار الہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا،

یصال عن المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی انقیاد المعهود فی الشاہد منہ
یعنی قیام تعظیم میں بادشہ ہوں وغیرہم کے سامنے
باتھ زیر نفاذ باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے
اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر نفاذ باندھیں گے۔
تحت الصلوۃ۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں و درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین و دربار میں کھڑے ہو کر پوز دیا جاتا ہے کہ درباریوں میں ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کہیں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کر کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کر کے باہر جا کر کیا اگر چہ اسی خاص کر کچہری میں کھڑا ہو اور حاضریاں پکارے چوتھے تو بے ادب گستاخ ہوتا کہ نہ نکال دیا جائیگا، المسکوس جو بات ایک منصف یا جنت کی کچہری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین حل جلاؤں کے دربار میں رد و رکھو۔

(۳) مسجد میں چلنے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہاء نے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو، درختا در میں ہے،

یحرمہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعتدال مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔
ورفع صوت یدکر، الا لتشفیۃ۔ مسائل فقہیہ کیلئے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا

بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

ذکر اذان کر یہ تو حق ہے ذکر بھی نہیں کسافی البیانۃ شرح الہدایۃ للامام (العینی) جیسا کہ امام عینی نے بتایہ شرع ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ (ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لیے مساجد کی بنائے ہو —
صیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

۲۴۹/۱

۹۳/۱

فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکسٹر
ملہ الدر المختار آفراب مالینہ الصلوۃ مطبوعہ مکتبائی دہلی

من صومر جلا ینشد صلاتہ فی المسجد ،
 فلیقل لا مردھا اللہ عنیک ، فان المساجد
 لہو تبین لہذا ۱۱
 جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے
 کہو اللہ تیری بھی چیز تجھے نہ ملائے ، مسجدیں اس لیے
 نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا ، درمختار میں ہے ، کوہ النشاد ضلالتہ (مسجد میں گم شدہ
 چیز کی تلاش مکروہ ہے۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ مدت کے لیے ڈھونڈتا اور مسجد میں
 پونچھتا ہے اسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ، اگر اذان دینے کے لیے مسجد کی بنا ہوتی تو
 ضرور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی قرآن کا حکم فرماتے ، مسجد جس کے لیے
 بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں بننا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول ، تو جہد ہی ہے کہ اذان عاقری دربار پکارنے
 کو ہے اور خود دربار عاقری پکارنے کو نہیں بنتا ۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کو یہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب
 ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ورنہ احادیث میں ثمة البتہ ایماناً ، خود کیا کہ ہمیشہ کیا مگر
 کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں صفحہ ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر
 اذان دوائی موجود تھی ہو ثبوت ۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا ہمارے اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق
 کراہت سے غالباً مرد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلافت پر دلیل
 دو کر اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی دربار معبود ہے ۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نفی سے زیادہ مکرہ ہے جہازات کثیرہ
 اصل فتوے میں گزریں اور فقہ کا یہ صیغہ غالباً اُس کے ہمارے ہونے پر دلالت کرتا ہے ، امام ابن امیر الحاج حنفیہ میں
 فرماتے ہیں ،

طہر قول المصنف و لا یزید علیہا شیئاً ، یثیر
 قول مصنف لا یرید علیہ شیئاً ، کانی ہر اشارۃ و نفی
 کہ اسے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں۔ (ت)

۱۔ تصحیح مسلم کتب المساجد باب النبی عن نشد الضلالتہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۰/۱
 ۲۔ الدر المختار ۱۱ فرما ہا یا یغفرہ اللہ مطبوعہ مجتہدانی دہلی ۱۳/۱
 ۳۔ حلیۃ المحلی شرح نیت المصل

مطلقاً (اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں - ت) قنید میں ہے :

الاصح ان الصلاة عن يمينه ، والفلاح عن شماله ، مت ، شمس ، قمر ، ضلع ، والاقامة كذلك احدى الجحد الائمة التوجمافي وشرف الائمة السكي والفاصي جبد الجبار والايضا اوحياء الائمة الحجبين .
 اصح یہ ہے کہ حق علی الصلوۃ کے وقت دائیں اور حق علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت ، شمس ، قمر ، ضلع ۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اور یعنی "مت" سے مجد الانکر ترجمانی ، "شمس" سے شرف الانکر المکی ، "قمر" سے قاضی جبار اور "ضلع" سے ایضاً یا خیار الانکر انجلی مراد ہیں ۔ (ت)

اُسی میں نقطہ سے ہے :

لا يحول راسه في الائمة عند الصلاة و الفلاح الا كما تاس ينظر في الائمة .
 و الله تعالى اعلم .
 تکبیر کے اندر حق علی الصلوۃ اور حق الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں ۔ (ت)

مسئلہ از دین خود بخوداری پر نگاہی مسئلہ مولوی خیر الدین صاحب ۱۳۱۵ھ اذینقده ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استھد ان محمد رسول اللہ جوادان و اقامت میں واقع ہے اُس میں اگر مٹھوں کا پُٹ مانا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے ایسا مانکر ترک کرے تو وہ شخص قابلِ طاعت ہے یا نہیں ۔

الجواب

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصف طاعت روا نہیں جانتا فاعلون پر طاعت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر ایسا نہ کرے ایسا نہ کرے ہرگز قابلِ طاعت نہیں فان المستحب هذا شامہ اگر مستحب کا درجہ و مقام یہی ہے ۔ (ت) و الله تعالى اعلم ۔

مسئلہ از مولود آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مدرسہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طبع مدرسہ مذکور

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

حضور پرنور کے نام مبارک شن کر لائحہ چوم کر آنکھوں پر نگاہ کیا ہے ؟

الجواب

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی مخالفت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ برکتِ محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۷ از ادبِ ضلعِ لادوہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگڑے چڑھنا اس کا جو طریقہ ہو اور وہا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفضل اطلاق بخینے۔

الجواب

جب مؤذن پہل بار اشہد ان محمد رسول اللہ کے یہ کہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہ قوۃ عینی پٹ یا رسول اللہ اور ہر بار انگڑوں کے ناخن انگڑوں سے لگائے آخر میں کہ اللہم متحنی بالنسم والبطور (اے اللہ! میری انگڑوں اور سمیع کو نفع عطا فرما۔ ت۔ مراد الصحتہ) میں جامع السموعی کی العباد (رواۃ) میں جامع الرموز سے اور اس میں کنز العباد سے منقول ہے۔ یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی اسی لڑے لڑکے عرب میں کہ بیاد فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۳۶۸ از حبیب والہ ضلعِ بجنور تحصیل دہلی مدرسہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوۃ یوحکمہ اللہ الصلوۃ کنی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت؟ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے توثیب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روای الامام الشافعی عن الزہری قال کانت
امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے لیے مؤذن کو

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی نہ ہوتی تھی اور شدۃ الامعان کے اس معنوی پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سقر کی حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصیبت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیر اذان و اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی کہ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ”الصلاة جامعة“ کے الفاظ بھی نہیں ملے جاتے تھے اھ یہ کہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدم براہبست پر دلیل ہے یعنی

ومن العجب ما وقع في الاشعة تحت حديث جابر بن سمرق رضي الله تعالى عنه صلوات الله وسلامه على النبي وآله وصحبه وسلم ولا اقامة، ولا عیدین غیر مرة ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامة، نہ نماز کی روایت، ولا الصلاة جامعة، ولا اشر له فی صحیح مسلم۔ ولو کان لم یذل الاعلیٰ عذر الموطأ، ولم یعارض ما ثبت فی مرسل الزهري، و مرسل الثقة حجة حدنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بجیٹل نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض ہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں محبت ہے۔ (ت۔)

مسئلہ ۳۶۹) رواۃ ہمارے مرسل قاضی قرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۲۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر مرد و شریف ہم پڑتے ہیں لیکن ہاتھوں کو پختہ نہیں کیا یہ ایک نفس کشی ہے کہ جو ہاں نہ ہو تو مرد و عورتوں سے، اب اگر اشر ہے کہ ہاتھ پونہ کیسا ہے اور پوجا جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا، اگرچہ مناسخ ہے تو وہ شخص کو جو نہ پونے دل کو کھلتا نہ بند ہے بلکہ اس کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہو یا اسلام میں رہا؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سن کر انگوٹے پوننا مستحب ہے اچھا ہے ٹوہ ہے کما فی کتب العباد و جامع الرموز و معجم الصحاح و غیرہ (جیسا کہ کتب العباد، جامع الرموز اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ مت) مگر فرض واجب نہیں کہ ذکر کے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر مرد و عورتوں کو سخت باطل و مردود ہے ہاں جو برہنہ سے و باہت اسے بڑجائی کرنے پونے تو وہ اپنی ضرورت مرد و عورتوں سے و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۰) ارریلی مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) لاقامة حق للمؤذن ولا یقیم بغیر اذانہ۔ (۲) تجکیر مؤذن کا حق ہے اس کی ہازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اسانہ کے حوالے سے میں نے سمعت صاحب اب تدة مرویة، وان قال الامام

۱۷

۱۷

یہ سننا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کہہ دے ”تکبیر رُطْبُہ“
تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟
(۲) عید الفطر کے موقع پر اگر تکبیر جائز امام کے
بغیر تکبیر کہے اس کے قول پر عمل جائز نہیں
اور اس کی تکبیر پر رکوع دمجدہ کرنے والے کی نماز
باطل نہ ہوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟

بعید، قم، فهو بصاحبه تزكيعه الكراهية،
صحیح، امر لا۔

(۲) و اسكت في يوم العيد والجمعة ان
كبر بغير اذن الامام، لا يجوز الاخذ
بقوله ولا بطلت صلوة من سكت
او سجد بتكبيره، صحیح ام لا۔

الجواب

(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر
کوئی دوسرا تکبیر نہ سکے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں
کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے سکے، شرعی
عذر مثلاً اس کی اقامت لمحي پر مشتمل ہو، جائز مؤذن کے
نواقامت کتنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند
کر رہا ہو۔ (ت)

(۱) انكاف المؤذن حاضرًا لا يعقم غيره
لا بد منه ولا ينفى للامام ان يا مر غيره
بالاقامة الاوجه شرعي مثل ان تكون
ان منه مشتملة على لعن وذلك لانه يوحش
المؤذن به۔

(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت
کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت دے
بلکہ وہ منع بھی کرے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

(۲) هذا باطل لا اصل له، ويحوز التسليم
عن الحاجة وان لم ياذب الامام، بل وان
يحيى - وهو تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۴ بیت الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کی جائے تو تکبیر شروع ہوتے
ہی کھڑا ہونا چاہئے یا سب جی علی الصلوة، جی علی الصلاہ تکبیر کے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام
اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جبکہ کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور
جی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

جی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا، حوالہ دے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۲۱ از چتر گڑھ میواڑ مسجد فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر شروع کرے اب امام حجرہ سے
 روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے حتی علی الصلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصطلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو
 نہیں ہے بصورت ایسا یا بصورت دوانا، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ امام تکبیر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ تکبیر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے
 المؤمنون اهلک بالاذان، واکلام اهلک بالاقامۃ (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار
 امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں پہلے تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصطلے پر جائے اور حتی علی الصلاح یا
 ختم تکبیر پر تکبیر تحریر کے، یوں ہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر بولے تک جلوس فرماتے
 یہ حکم قوم کے لیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۲۲ از ہرودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۴۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھ جاتے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا
 ہو جانا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے، اگر بیٹھ رہیں تو کس بعد پر کھڑا ہونا چاہیے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے
 ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب

تکبیر کھڑے ہو کر سنتا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا
 تو بیٹھ جائے اور سب تکبیر حتی علی الصلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۳۷۲۳ محمد عبدالرشید از حصار درہہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب

۱۳ محرم ۱۳۴۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت
 کے لیے کافی ہے یا نہیں، بتیو تو خدا۔

الجواب

بلا اذان جماعت ہونے مکروہ و خلاف سنت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش

نہ ہو تو مجبوراً نہ خود ہی چھوڑی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسائل از شہر کتبہ محمد کاکر ٹولہ مسئلہ تیسرے ماں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

- (۱) اذان سنت ہے یا واجب ؟
- (۲) اذان نابالغ دسے تو جائز ہے یا ناجائز ؟
- (۳) تکبیر واجب ہے یا سنت ؟
- (۴) مصیبت پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب

- (۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کے لیے اذان سنت مؤکدہ و شعار اسلام و قریب واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان کبھی چلے تو جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) یوں ہی تکبیر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

- (۴) جب امام مسجد میں یہ تہیہ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصیبت تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر مسئلہ وکیل الہدی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعت میں مسنونہ کرید بہت ہی چکا سکتی ہے اہلسنت کے طریقہ پر قدم بقدیم چلتا ہے ایک ذبح بھی و بابت کا نقص نہیں پایا جاتا و بابتوں سے متغیر رہتا ہے الفرض عقائد میں کسی قسم کی غرائی نہیں ایسے شخص کو کبر و بلی و کافر کہتا ہے چونکہ بکرنے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف باوازی بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اس وقت پڑھنا دل میں چاہیے لہذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جواب ان دیتا ہوں اور زید انگشت پونے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکرنے زید کو اسلام سے خارج کر کے کفر میں داخل کر دیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی ہے۔ اس صورت میں بکر کا یہ کلام زبان سے نکلنا صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح نہیں تو بکر پر شارع علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا، بینوا تو جہودا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سنت اشد تکبیر ہے بکر پر تو یہ فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور باوازی ہر مستحب ہے کہ اذان کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ حلوگ پور مسئلہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا
 چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب

امام کے لیے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر شنیں ہی علی الصلاہ پر کھڑے ہوں،
 کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ تکبیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر
 سوری ہو فوراً بیٹھ جائے اور ہی علی الصلاہ پر کھڑا ہو اور اس میں راز تکبیر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد
 قامت الصلاۃ اور اس نے ہی علی الصلاہ کہا کہ آدمی کو پانے کو جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہ قد قامت
 الصلاۃ جماعت قائم ہو گئی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر بازار شہامت گنج مسئلہ شیت خان ۹ صفر النظر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوۃ والسلام
 حدیث یا رسول اللہ الصلوۃ والسلام حلیک یا حبیب اللہ پڑھا یا و از بند چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے
 کہ صلوۃ و سلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت ٹھکی سے کوئی صحت نہیں ہے وہ اس سے شرف فرمایا جاسکتا ہے۔

الجواب

پڑھنا چاہیے اور صلوۃ و سلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لیے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر محلہ صابا نگر مسئلہ کفایت درری ساز ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا خیال ہے اگر وہ اذان دے سنتی کی
 مسجد میں تو اس کا جواب سنتی دے یا نہیں؟ اور جب سنتی اس مسجد میں نماز کے لیے جائے تو اپنی اذان کے یا اسی کی
 اذان پر اکتفا کرے ورنہ دوسری اذان نہ کہے؟ مینوا تو جروا۔

الجواب

اسم جلال پر بکھرے تعظیم اور نام رسالت پر درود و شریف پڑھیں گے اگر پڑھیں اس کے بعد کسی کی زبان سے ادا ہوئی
 مگر دیانی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور
 دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے، و بعد اذان کا ضرور حاسق (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے، واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسطور حاجی غنی رضا خان صاحب رفوی ۲۷ صفر ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ جو بعد اذان بلفظ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارب اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کتا ہے کہ امام و مقتدی جلیل کونین، عروکت ہے کہ کھڑے ہو کر سنا چاہیے اور بروقت قیام ہے اور سنے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دسے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کتا ہے ہاں وہ فردا مستحب ہے اور اصول فرد فرض ہے قال اللہ تعالیٰ،

ان الله و علیک تہ یصلون علی النبی یا ایہا
المدین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما
بیشک اللہ اور اس کے سبب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس
نبی پر اسے ایمان والو اور دو محبوبان پر اور خوب سلام
عرض کرو اللہ تعالیٰ نے علیہ وسلم۔

رب عز وجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرمایا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجا جائیگا اسی حکم الہی کا اعتدال ہوگا لہذا ہر بار درود پڑھنے میں اذان کے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا لہذا اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک کھت میں سارا قرآن علیہ تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرة اہا تیسو من القرآن (پس پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسانی ہے۔ تاکہ اے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی میں مگر وہاں میرا اور وہاں میرے کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ اعلم۔

(۲) مسئلہ شریعت کرنے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہ اگر براہ جماعت نہ ہو کہ کھڑے ہو کر تو ہیں شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر جلیل کونین جب تکبیر جمعی علی الفلاح پڑھنے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مقتدی ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلوٰۃ جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اثر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا قرین خیال ذکر سے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا کہ فوراً جلیل جاسے اور جمعی علی الفلاح پڑھ

کھڑا ہو۔ تکبیر یہی ہے۔

اداد من الرجل عند الاقامة يكره له الاستقرار
قائما ولكن يقعد ثم يقوم ادانهم المؤذنت
قوله حي على الصلاة - كذا في المصبر امت -
والله اعلم -

مسئلہ ۳۸ از ریاست رام پور علامہ دران خان گلپوچیاں مسئلہ نمبر ۱۰ رمضان ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور باقی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ محض مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھانہ ہو صاف میدان حدیث ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر ٹل کیا جائے اور یہ بھی سُنا ہے کہ جماعت پر حتیٰ سبحانہ کی رحمت اول نام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے صلیباں پر رحمت ہی نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور نہ مسجد میں دایں جانب اور بائیں جانب نہ جہت ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا محض مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منہیر وغیرہ ہے یا محض مسجد جینا تو حرام۔

الجواب

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ و جندیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے، الا یؤذن فی المسجد
د مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت، نظم زندہ دینی و جامع الرموز میں ہے، ایکوہ الاذن فی المسجد (مسجد میں

۵۴/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۵۴	ملک فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوۃ باب فی الادان فصل ثانی
۴۹/۱	مکتبہ جمعیہ کونٹہ	۱/۴۹	ملک فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الاذان
۵۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۵۵	فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان
۲۵۵/۱	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۵۵	بحر الرائق باب الاذان
۱۲۳/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱/۱۲۳	سہ جامع الرموز کتاب الصلوۃ فصل الاذان

موسٹ، جامع الرموز میں یہ عبارت بالمتنی سے بالالفاظ نہیں، جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں، مانہ لایؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم۔ نیز احمد سعیدی

وہیں جہاں وہ پہنچتی عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیحہ (اسے ترمذی، ابن جہان اور بیہقی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عزاد امام احمد نے حضرت ابو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا و لہذا مقصود اذان کہ، عظام باوقات نماز و محرم و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا، تنزیہ میں ہے،

یجوز اذان صبی صراحت و عید و
اصی لہ
قرب ابلوغ بچے، عظام اور نابینا کی
اذان جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے،

لان قولہم مقبول فی الامور الدینیۃ،
فیكون مبذوماً، فیحصل بہ لاعلام بعلا
العاسق لہ
روایت میں ہے،

یؤخذ من قد صاہ من انه لا یحصل الاعلام
من غیر العدل ولا یقبل قرۃ انہ لا یجوز لاحتم
علی البعد لعاسق خلف الامانہ۔
ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ عظام
نقدیال سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا قول قبول
نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق مگر پر امتداد
جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے،

و جرم المصنف بعد صحۃ اذانت محسوس و
ومعتوہ و صبی لا یحتل قلت و کافر و فاسق
لعدم قبول قوله فی الديات لہ
مصنف نے دیر لے، ناقص العقل، ناسمجہ بچے کی اذان
پر عدم صحت کے ساتھ جرم کیا ہے۔ میں کہت ہوں اور
کافر و فاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا
قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

۶۳/۱	مطبوعہ مجتہباتی دہلی	شرح ترمذی الاصل باب الاذان	سہ درمختار
۹۴/	مطبوعہ کبرئیس امیر برہان مصر	"	سہ تبیین الحقائق
۲۹۰/۱	مطبوعہ ابائی مصر	"	سہ رد المحتار
۶۴/۱	مجتہباتی دہلی	"	سہ درمختار

غنیہ میں ہے،

یحب اعادة دن السكران والمجنون و
نصب غیر العاقل لعدم حصول المقصود لعدم
لاعناده عن قولهم اه وقد لعنه في رد المختار
واقره بل يدیه بحث البکون فلا وجد بلحشہ
في الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود
بإذنا كما تقدم۔

فشر کرنے والے اور مٹنے، تاباخی بچہ کی ذان لڑائی جیڑگی
کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل
نہیں ہو پاتا ۱۳ رد المختار میں اسے نقل کر کے ثابت
رکھا بلکہ بھر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق
کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ بچے
گز چکا ہے کہ اس کی اذان سے سلام کا حصول مسلمہ

در تہ تہائے اعظم
طرح پر نہیں ہوتا۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۴ از سینہ یوم فیصلہ عینی مال مستوفی سراج علی خان صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۹ شعبان ۱۳۴۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لیے اذان پنجوقتہ کیا اہمیت رکھتی ہے
مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دھار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ جینو تو جروا

الجواب

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت مذکورہ قریب، جب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع،
یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا۔
شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
اذان الہی یکفی عن محمد کی اذان ہیں کفایت کرتی ہے، یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی اہوازت ہے لیکن اگر قیامت
بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۵ از بریلی بازار مستوفی عزیز لدین خان دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارتا اور اذان ثانی باہر
مسجد کے کنارہ پایہ کا کام ہے اس کے بچے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جینو تو جروا

الجواب

نماز سے پہلے صلاۃ پکارتا مستحب ہے حرمین شریفین و تمام بلاد دارالاسلام میں راجح ہے اسے دہائیہ کا کام

کہنا عجیب ہے وہاں یہی اسے بڑا کہتے ہیں اذان ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہوتا ہی جی صلی۔ اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروقی اعظم کی سنت ہے، اُسے وہاں یہ کلام کہنا محض بہارت و عاقبت ہے
 اگر یہ شخص جاہل ہے کسی اہل حق سے سُنی سانی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معنی بھی نہیں اور
 اس کی بہارت و قرأت صحیح ہے قرآن شرط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرسالہ

مُنِيرُ الْعَيْنِ فِي حُكْمِ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں گزرا شہد ان محمدًا رسول اللہ ﷺ کہ انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیتیٰ اتوجہدوا۔

فتویٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي نور عيون المسلمين بنور
عين إيمانهم السليين ، والقسلة و
السلام على نور العيون سرور القلب
المحزون محمدًا الرفيع ذكره قلب
الصلاة والاذان ، والمحيط بسمه عند أهل
الآيمان ، وعلى السور وصحبه
تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے
سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی
بخشی ، صلاۃ و سلام ہوا اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان
دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر
اذان و نماز میں بلند ہے ۔ جس کا اسم گرامی ہل ایمان کے
ہاں نہایت ہی محبوب ہے و آپ کی آل و اصحاب پر

المشروحة عند ورهم لجلال اسوادة و
 المفتوحة حيونهم بجمال انوار، واشهد
 ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،
 وان محمدا عبده ورسوله
 بالهدى ودين الحق ارسله
 صلى الله تعالى عليه وعلى
 اله وصحبه اجمعين، وعلينا
 معهم وبهمم ولهم يا ارحم الراحمين
 'میں قال العبد الدلیل لصلی العلیل
 عبد المصطفی احمد رضا محمدی النبی المحمدي
 القادری البکر قی البریوی، نور اللہ حیونہ و
 اصل حیونہ مستفیذ ارب رب یفتن من شر
 ما خلق و حامد اللہ علی ما الهم و وفق۔

جی کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیسے
 کھل دیے۔ اور میں کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال
 سے منور کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے
 سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت
 محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کے برگزیدہ بندہ ہے
 اور رسول ہیں جن کو چاہت اور دین حق کے ساتھ مبعوث
 کیا اللہ ہم پر بھی رحمت ہوان کے ساتھ، ان کے سبب
 اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولیٰ حلیل کا بقیہ
 عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی بنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی
 کتاب اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے
 تمام احوال کی اصلاح کرے درنہا یکہ وہ رب الحق کی پناہ
 میں ہے۔ یہ تمام غنوت کے شر سے اور محمد کتاب اللہ کی
 اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت۔)

الجواب

حضرت نور شفیع یوم النور صاحب لولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سننے وقت انگوٹھے
 یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر
 کوئی دلیل نہ ملے تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو نایاب نہ بتائے ثبوت دینا اس کے
 ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث و فقہ و ارشاد علماء و عمل
 قدیم سلف صلی سب کچھ موجود۔ علامہ محدثین نے اس باب میں حضرت فیض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا
 صدیق اکبر و حضرت یحیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب ادیانے رسول اللہ صلی
 تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی بن ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا
 فرمائیں جس کی قدر سے تفصیل امام علامہ محمد بن سید الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی
 اور جامع الزمور شرح تہذیب الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہ کتب فقہ میں اس
 فعل کے استحباب و استحسان کے صلیت تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعیں اور ان کے اکابر و علماء مثل مشکوٰۃ

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں اُنی محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تخریج و توثیق میں دائرہ سجدہ ال سے نہیں نکلے اور راہِ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو جائز نہ ہوں، مقاصد میں فرمایا،

لا نصح فی المرفوع من کل هذا مثنی^۱۔
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں (د)۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ ابدی موضوعات گیر میں فرماتے ہیں،
کل ما یرد فی هذا خلاصہ مرفوعہ البتہ^۲۔
اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی ہے۔ (د)۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رحمۃ اللہ علیہ خراجی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں،
لا نصح فی المرفوع من کل هذا مثنی^۳۔
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د)۔

پھر خادم حدیث پر روشنی کی سعادت کتب میں بھی صحت پر کبھی مستند نہیں۔ نہ نقلی صراح و تھاسک نہ صلوٰۃ تھاسک نہ ذکر و غوی وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں پڑی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح اکثر فن کثرت طرق سے جبر نقصان مقصور آور علی علماء قبول قدما حدیث کے لیے قوی دیگر آرد سہی تو ضائل احوال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو چار مشہور یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں معاصرت بصرد و دشنامی چشم کے لیے مجرب اور معمول ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل ہی نہ ہو تو صرف تجربہ والی کو آخر افس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ میں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور رفع حاصل تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا بھی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صحت کدر یا سے کہ وہ احادیث مرفوعہ کو غیر صحیح میں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کہ ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا، قلت اذا ثبت مرفوعہ الی الصدیق رضی اللہ عنہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس دلیل کا ثبوت

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمع
ذکرہ فی الاذان ، وجہہ اصبحیہ المسبحۃ
والایہام وقلوبہم وسمیعہما عینہ لہ
یومئذ امداد۔

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح ، سمعت قلت ایضا من الفقیہ
محمد بن الریاض عن بعض شیوخ العراق
او العجم انہ یقول عند ما یسمی عیسیہ ، صلی
اللہ علیہ یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب
قلبی ویا مورثی یا قرۃ عینی ، قال لی حکم
منہما عند فعلہ لہ ترمذ عینی۔

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح وانا لله الحمد والشکر من
سمعتہ منہما استعملتہ ، ہذا ترمذ عینی
وامرجوان عینہما ترمذ وروائی اسلموسن
الہی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا ،

قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی
قال اخبرنی الفقیہ العلام الوالحسن علی بن محمد
بن حذیفہ المحسینی ، اخبرنی الفقیہ الزاهد النوفلی

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں
کے ذکر کی انگلی اور انگوٹھا سے اور انھیں برسہ
دسے کہ آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ
دیکھیں۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زری
سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور
ان کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت
یہ درود عرض کرے صلی اللہ علیہ یا سیدی یا
رسول اللہ یا حبیب قلبی یا نور بصیرتی
یا قورۃ عینی ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ محمد و
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں
ساری آنکھیں نہ دیکھیں۔

یعنی ابن صالح درود نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں
سے سنا اپنے عمل میں رکھی آج تک میری آنکھیں
نہ دیکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں
کبھی انہما نہ مریں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی بنی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی
ہو کہ انھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حذیفہ حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد نوفلی نے

الی العبد کذا فی کثر العبادۃ۔

میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی سے نقل کر کے فرماتے ہیں: ،، نحوه فی ،، الفتاویٰ الفتویۃ یعنی اسی طرح امام فقیر عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن اویس سروروی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع لفحصہ است شریح قدوسی قدس سرہ اپنے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا: شیخ مشایخ خاتم المتقین سید العلماء المنفید بکثر الخیر مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ،،

سئلت عن تقبیل الایمان میں دو ضعیفہ علی
العیسین عند ذکر سمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فی الاذان ، هل هو جائز اور لا اجبت
بناضہ نعم تقبیل الایمان میں دو ضعیفہ اعلیٰ
العیسین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فی الاذان جائز ، بل هو مستحب سرور
بہ مشایخ غنائی غیر ماکت ہے

علامہ محدث محمدی ہرقنی رحمہ اللہ فرماتے: سند صحیح بخاری میں حدیث کو صرف کلا یصحہ فرما کر لکھتے ہیں ، دروی تجویزہ و لکھتے کثرت میں یعنی اس کے تجزیہ کی روایات بکثرت آئیں ۔ فقیر عجیب غفر اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے ، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق ، افادات چند نافع و سود مند پر لکھا کرے ، تاکہ بجز اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور مدد کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمال اشارہ کیے اُن کی قدر سے تفصیل زیور محش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کامل کے لیے تو دفتر و محیط بکثر جملہ بسط و رکار و اللہ العوہی و نعم المعین فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول لہامی التحقیق۔

اقادۃ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے ، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسموس ایران ۱۳۵/۱

فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

خاتمہ جمع بخاری و توار فصل فی تعینی بعض الاجابت المشتملہ نو لکستور لکھنؤ ۱۳۱/۲

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و عوائق کثیر و بسیار، حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس گئی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں "یعنی اس درجہ عیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں یہ با آنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ ضعیف ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح جگہ عند التمثیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استثنائے دو اجتماع کی پوری قیامت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتقاد فرماتے اور احکام حلال و حرم میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت خیر میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حد الباب شیء انتہی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا توقف ثبوته علی الصحیح، بل کما ثبت بہ یثبت بالحسن ینہا۔
اسی میں ہے:

حل اشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی
لا یلزم من نفی الصحیح فی الثبوت علی وجہ الحسن۔
امام ابن حجر مکی صراحۃً محرقہ میں فرماتے ہیں،
قول احمد "امہ حدیث لا یصح احی

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

علیہ ذکر فی مسئلۃ الصحیح بالندیل عدد الموضوع ۱۲ منہ
محلکة موضوعات الصلاة فقیل فصل فیما کره خود فی الصلاة
خو کے بعد قولہ مستحکم کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (مت)
صنفه فصله کے آخر میں فیما کره فعل فی الصلوة سے متور
پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (مت)

علیہ ذکر فی حدیث التوسعة علی اعیال میو مر
العاشور فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی
عشر فقیل لفصل اشانی ۲ مر
گیا رحوں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے
متور اپنے عاشور کے دن اہل و عیال پر وسعت و
حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (مت)

لذا انہ فلا یثنیٰ کو صحاح لغیرہ ، والحسن لغیرہ
یحتج بہ کہ بیان فی علو الحدیث ہے
مذاہف امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تحریک احادیث میں فرماتے ہیں ،
من لقی بالصحة لا یستغنی الحسن اذ ملخصا
یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہر ناشکی نہیں ہوتا
ام ملخصا

یہی امام نربہ ، منظر فی توضیح نخبة الفكر میں فرماتے ہیں ،
هذا القسم من الحسن مشارک للصحيح في
الاحتجاج به ، وکان دونہ
موسائل قاری موضعات کبیر میں فرماتے ہیں ،
لا یصح لایب الف الحسن اذ ملخصا
یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے حسن
ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ ام ملخصا

مبیدی نور الدین علی سمودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں ،
قد یكون خیر صحیح و هو مال لا یصح به
به ، اذ الحسن مرتبة بین الصحیح والضعیف
یعنی یہی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے
وہ قابل محبت ہے ، اس لیے کہ حسن کا درجہ صحیح و
ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان السبی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینقل الروح قائم
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر
جوتا پیٹنے سے منع فرمایا۔ ت ، کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

- | | | |
|-------|-------------------------------|--|
| ۱۸۵ ص | مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ طہان | سہ الصراحت الموقرہ الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہم |
| | | سہ نتائج انکار فی تحریک احادیث الاذکار |
| ۳۳ ص | مطبوعہ مطبع علمی لاہور | سہ نزہۃ النظر فی توضیح نخبة الفكر بحث حدیث حسن لذاتہ |
| ۲۳۶ ص | مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت | سہ اسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوۃ حدیث ۹۲۹ |
| | | سہ جواہر العقیدین فی فضل الشرفین |
| ۲۰۹/۱ | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | سہ جامع الترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحد |

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث^۱ دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں^۲

لغیر الصحة لا ینافی انه حسن کما علمت^۳ عمت کا نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم

ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ قاضی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

حکم بعدم صحت کردی بحسب اصطلاح محدثین فراہم نہاد^۴ اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غزابت کا حکم نہیں
چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شدہ درجہ اولیٰ^۵ رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے
ست دائرہ آتی تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور^۶ جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ ہر
ست حتیٰ دریں شش کتاب کہ آنرا اصحاب ستہ گویند ہم^۷ ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور
بر اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح^۸ ہیں حتیٰ کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ
باعتبار تعقیب ست^۹ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح
نہیں ہیں بلکہ ان کو تفسیلاً صحیح کہا جاتا

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کامل الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول،

وقول من یقول فی حدیث نہ لویصح ان سلم^{۱۰} یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر
یقدّم لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحة، بل^{۱۱} مان یا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجت کچھ صحیح ہو سنبھ
الحسن کا ہے موقوف نہیں بلکہ محسوس کافی ہے

عنه المقصد الثالث النوع الثاني ذکر عللہ صلی^{۱۲} تیسرے مقصد دوسری فرع فعل مصطفیٰ صلی اللہ
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲ صہ ۳ صہ^{۱۳} تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

۱۔ جامع الترمذی باب ما جاء فی ائمة المشی فی النعل الجامعة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر عللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۵۵/۵
۳۔ شرح صراط المستقیم لعبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نور بیہ رضویہ سکھر ۵۰۲
۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثاني من باب ما یجوز من فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ المدینہ ریضان ۱۸/۳

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی محسوس میں بھی نہیں جس سے قابلیت اجتہاد فتنی ہو
 نہ کہ صالح و لائق، اعتبار نہ ہونا کہ بعض باطل و موضوع ٹھہرا جس کی طرف کسی حامل کا بھی ذہن نہ جاسے گا کہ صحیح و موضوع دونوں
 ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث
 ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُرائی کے احکام، ترتیب صحیح کے بعد مستثنیٰ لہذا پہلے صحیح وغیرہ صحیح لہذا، پھر
 مستثنیٰ وغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صحت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاف راوی یا ثواب حفظ یا عیس
 وغیرہ، ان کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک سب پر اسم ثبوت تناول ہے اور وہ سب صحیح ہوا ہیں اور آخر کسم صراحہ یہ
 منہاجات و ثواب ہیں کام آتی ہے اور جاریہ سے قوت پائرسن غیرہ ملکہ صحیح وغیرہ ہوتا ہے، اس وقت وہ صلاحیت
 اجتہاد قبول فی الاحکام کا زیر گرا نہا پسندی ہے، ورنہ دوبارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم
 میں ضعف قوی و ذہن شعیہ ہے جیسے راوی کے متنی وغیرہ قوی و قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ جو سرحد کذب سے
 جدا نہ ہو، یہ حدیث احکام میں اجتہاد نہ گزارا اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے
 طور پر بعد انجاء برتھد مخارط و تنوع طرق منصب قبول و عمل پائی ہے، کما استنبطتہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان اشارت
 تعالیٰ عنقریب کی تفصیلات آرہی ہیں۔ مت، پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا طر و ضاع کذب یا تمہا یا کذب پر
 ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض کی اس کے، اس کے، اس کے، ایک حدت، اس کی قویۃ اشد یعنی جس کا مدار کذب
 پر ہو میں موضوع یا نظر دقیق میں یوں کہے کہ ان احوالات پر داخل موضوع مکی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے،
 یہ بالاجماع نہ قابل انجاء نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں وقتی احتساب بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقتہً
 حدیث نہیں محض محض و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرہ حدیث تفصیل حد و لدن ان شاء اللہ
 العلوی الاصلی (اس کی روشنی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ مت) طالب تحقیق میں
 چند حلوں کو یاد رکھے کہ باوصف و صورت محمل و محض علم کثیر میں اور شاید اس تحریر میں کے ساتھ ن سطور کے غیر
 میں کم عیس، واللہ الحمد و الصلوة (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے)۔ خیر بات دُور پڑتی ہے کہ اس
 قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے
 قلابے ملانا ہے، بدنی صحت مگر معنی لینی ثبوت ہی لیجئے یعنی اس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت حدیث
 حسن دونوں کو شامل، تاہم اس کا حاصل اس قدر ہو گا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے
 بیچ میں بھی دُور و ازیمہ کی پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سسٹریں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوا سے عوام کے لیے
 دیر و دانستہ محسن اُچی حامی بن جاتے اور ہر سیر کو زیر و امن کر دیتے ہیں۔ لہذا کلماتِ طیار سے اس روشنی

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے،
 امام سندہ اعتقاد امام محقق علی الاطلاق و امام علی و امام محمد و علامہ زرقانی و علامہ سمودی و علامہ بروی کی جہات
 کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلائل اس و قوی الخطاب اس و حوی جزیہ پر دلیل میں کہ جب نفی صحت سے نفی حق تک لازم نہیں
 قرابت وضع تو خیال محال سے بعد و کش و قرین۔

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، تاہم جہات انصاف نے،
 امام بدر الدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآل مصنف پھر علامہ ابن حجر
 عراقی کنانی تنزیہ الشریعہ امر فہم ان انہار الشکیہ الموطوع پھر علامہ محمد طاہر فقی خاتمہ جمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،
 میں قویا لہ یصحہ و قویا موضوع ہون کثیر، فای
 الوصم اثبات الکذب والاختلاق، و قویا لہ
 لہ یصحہ لایلزمنہ اثبات الحدیث، و اما ہو
 اخبار عن حد ما ثبت، و فرق بین الاھون۔
 یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کسا کہ یہ صحیح نہیں در موضوع
 کسان ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کتنا ہے
 کذب و افتراء مظہر اس ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث
 لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور
 ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآل کے ہیں اور اسی سے جمع میں جمعہ اخذ کیا، تاہم میں اس سے لہذا اور زیادہ فرمایا،
 و ہذا ایضاً فی حدیث قال فیہ ابن الجوزی
 لایصحہ تھن حوہ
 سب میں بھی تحریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا علیہ صحت سے عاقل و عاری ہے۔
 امام ابن کثیر مستقل القول المسدوقی الذب عن سند احمد میں فرماتے ہیں،
 لایلزمن کون الحدیث لہ یصحہ ان یکون
 موضوعاً۔
 یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم
 نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضعات میں فرماتے ہیں،
 اکثر ما حکم الذہبی علی ہذا الحدیث،
 یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۵۰۶/۳	نوکشہ لکھنو	فصل و علوم و اصطلاحات	لہ جمع بحار الانوار
۱۴۰/۱	دارالکتب العلمیہ بیروت	کتاب التوجید فصل ثانی	لہ تنزیہ الشریعہ
۴۵	مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ جدید آباد دکن ہند	الحدیث السابغ	لہ القول المسدود

اِنَّهٗ قَالَ مَتَنٌ لِّیْسَ بِصَحِیْحٍ وَهَذَا صَادِقٌ
بِضَعْفِهِ ۱
حکم کیا کہ یہ متنی صحیح نہیں۔ یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،

لَا یُزَمُّ عَنْ عَدَمِ الصَّحَّةِ وَجُودُ الْوَصْفِ كَمَا
لَا یُخْفَى ۲
یعنی کئی بُرائی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں، درخشاں شورش گمانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لایصح هذا
الحدیث (یہ حدیث صحیح نہیں) ت نقل کر کے فرماتے ہیں،

قُلْتُ لَا یُزَمُّ عَنْ عَدَمِ صَحَّتِهِ ثَبُوتُ وَضْعِهِ وَ
عَیْنُهُ اِنَّهٗ ضَعِیْفٌ ۳
یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب جمع تذکرۃ الموضوعات میں امام مسلم بن الحافظ عسقلانی سے نقل،

اِنَّ لَعَلَّ لَا یُثَبِّتُ لَا یُثَبِّتُ الْوَضْعَ قَانَ الثَّابِتِ
یُثَبِّتُ الصَّحِیْحَ فَقَطْ، وَالضَّعِیْفَ دُونَہٗ ۴
یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث لطیفہ قبل الطعام یغسل البطن غسلاً ویدھب بالید
احمد (کھانے سے پہلے تبرز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے)۔ ت کی نسبت
قراب امام ابن عساکر "ث فلا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں)۔ ت نقل کر کے فرماتے ہیں،

ہو یضید، نہ غیر موصوح کسا لا یخفی ۵
یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یہی موضوع جاستے تو باطل یا کذب یا موصوع یا مفتر یا منتق کتے نفی صحت پر کیوں قہار کرتے، خافم

سہ التعلقات علی الموضوعات باب بدو الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ ساکنہ علی شیخوپورہ ص ۴۹

سکھ موضوعات طاعلی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

سکھ " " " " بیان احادیث الاکتال یوم عاشوراء حدیث ۱۲۹۸ " " " " ص ۳۴۱

سکھ جمع تذکرۃ الموضوعات (باب) الثانی فی اقسام الواضعیین مکتبہ خانہ مجیدہ بلقان ص ۴۷

سکھ موضوعات طاعلی قاری حدیث البطن قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبشیر کچھ اندر تہائی یہاں سے ان تشکیلی طائفہ منکرین کا اصل مشنیہ و زور فکیعہ و طرح تمام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علامہ مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد و غیرہ سے احادیث تقبیل بہانین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انکو طے چوٹنے میں لائی جاتی ہیں سب مرفوض ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مراد کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ باوٹہ نہیں تو اس کے معنی یہ پھر یہ کہ نابا شیعہ کو محتاج ہے، یا تشکیلی طائفہ کو کہیے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لیکن الوہابیتہ قوم پیچھلون

افق دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاعد صحت و مانع حجت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام دوران کے احکام مجہول کی تین قسمیں ہیں، اول مستور جس کی حدیث ظاہری و باطنی کی تحقیق نہیں ہو سکتی، دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علیٰ شرح فیہ، فان من العباد من یقول الجہلۃ بروایۃ واحد محتند مطلق، واداکان لا یروی الا عن عدل عندہ، کیجی بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی و الامام احمد فی مسندہ، و ہذا اقوال آخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک فقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن اعلان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں، (ت)

سوم مجہول المال، جس کی حدیث ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی ما یشد المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو مجہول تحقیق کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام مائتہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً لشافعی و امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

کرتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ عزاسم میں اختلاف رکھتے ہیں۔ متدا امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے ،
 قالہ فی شرح المہذب ، ذکرہ فی التدریب ،
 وکذلک مال فی احتیاج مرہ الامام ابو عمرو
 بن الصلاح فی مقدمتہ ، حیث قال فی
 المسئلة الثامنة من السبع الثالث والعشرين
 ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير
 من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من
 من الرواة الى ان نقادهم المحدثين منهم و
 تعذر من الخيرة ابا طنة جهنم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عروزی الغیری فرماتے ہیں۔

و هو على ثلثة مجہول	واحتما هل يقبل المجہول
و قد لا کثر و تقسم الوسط	مجہول عین من مرہ و تقدر
و حکمہ الرولدی الجمہور	مجہول حال باطن و ظاہر
فی باطن فقط قد رأي له	الثالث المجہول للعدالة
ما قبلہ منهم شلیم فقط	حجية لبعض من منهم

(مجمول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کی تین اقسام ہیں ، جمہوری العینی جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اسے اکثر نے رد کر دیا ہے ۔ اور دوسری قسم وہ مجمول ہے جس کے راوی کی گامبری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجمول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو ، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے ۔ ت)

عہ ای للامام سلیم یا اضحیر ابن ایوب	اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب
الراری الثانی فانہ قطع مقولہ ۱۲ حد	رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو
مرعی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ (دہر)	قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ حد یعنی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۔ مقدمہ اصلاح النور الثامن والعشرون
 ۲۔ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغنیث معرقۃ من تقبل روایتہ ومن ترو دارالامام الطبری بیروت ۱۳۸۲
 ۳۔ مقدمہ فاروقی کتبہ سلطان
 ۴۔ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغنیث معرقۃ من تقبل روایتہ ومن ترو دارالامام الطبری بیروت ۱۳۸۲

اسی طرح تقریب الراوی و تدرب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں :

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاهراً و باطناً ، و مجهولها باطن مع وجودها ظاهراً و هو المستور ، و مجهول العين ، عام الاول فالجسور عن ايه لا يحتاج به ، و اما الاخران فاحتمل بهما كثيرون من المحققين .

مجہول کی کئی اقسام ہیں ، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو ، دوسری قسم عدالت باطن مجہول مع ظاہراً معلوم ہو ، اور یہ مستور ہے ، اور تیسری قسم مجہول العین ہے ، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں ۔ (نتہ)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و ادیبائے عظام قدس سرہ اہل کمال کا مذہب قرار دیتے ہیں ، کتاب مستطاب طیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معادہ الحبوب کی فصل ۳ میں فرماتے ہیں :

بعض ما يضعف به رواية الحديث و اتصال به حاديثهم لا يكون تعسداً و جرحاً عند الفقهاء ولا عند العلماء ، بل الله تعالى عطل ان يكون الراوى مجهولاً ، كايثمه اخصمول وقد تدب اليه ، و لقللة الاتباع له اذ لم يقد لهم الاثرة عند .

یعنی بعض روایوں کو ضعیف اور کسبیروں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے ، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرح مطہر نے اس کی ترفیح فرمائی یا اس کے شاگرد کم جوسے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا ۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجود نفس سے بھی ہے یا نہیں ، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو تو اسی نثر اسی باطل و مجہول ہو ، بعض خشد دین نے اگر دھوسے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ، مولانا علی قاری رسالہ فصائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

جہالت بعض الرواة لا تقتضي كون الحديث
موضوعاً وكذا انكاره الا لحاظ، فيبقى ان
يعلم عليه بأنه ضعيف، ثم يعمل
بالضعيف في مسائل الاعمال^۱

یعنی بعض راویوں کا بھول یا اسی غلطی کا مسئلہ ہونا
یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کو، پھر
فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سواد مجہول، ولا یضر لانه من احادیث
الضعفاء^۲ (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے،
موضوعات کبیر میں استاد الحدیث امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، انہ لیس بموضوع وفي سندہ
مجہول^۳ (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام ہرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لانی موضوع میں فرماتے ہیں،
لو ثبتت جہالتہ لویذن ما یشکون الحدیث موضوعاً
مالحدیث فی سندہ من یتھم یا لوضعی^۴
یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع
ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی
وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

عنه ذكره في باب فصل الآداب واجاب
النووي آخر الفصل الثالث في ۱۲ منه (م)
عنه يريد حديث عمار قریش يملؤن لا رغب
عنه ۱۲ منه (م)
عنه قاله في حديث ابن عباس رضي الله تعالى
عنهما في صلاة التيميم لكن محمد ابو العروج
بجہالتہ موضوعی عبد العزيز ۱۲ منه (م)

عصیدت اذان در جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر
میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
حدیث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا
کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۳ منہ (ت)
صلوة التيميم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس
کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے
موسی بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

۱۔ رسالہ فقہی نصف شعبان
۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طین ۱۴۱/۶
۳۔ الاسرار المرفوعة فی اخبار المرفوعة حدیث ۹۰۱ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۴
۴۔ لانی مصنفہ صلوۃ التیمیم التجاریۃ المکبریٰ مصر ۱۴۲/۶

ہیں دونوں امام تحریر احادیث رافعی و کوفی میں فرماتے ہیں:

وَالْإِسْلَامُ مِنَ الْجَهْلِ بِحَالِ الرَّاوِي أَنِيكَوْهٌ
الحدیث موضوعاً۔ لازم نہیں آتا۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرأ من بیت شعر بعد العشاء
لاخره لم تقبل له صلاة تلك الليلة جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (شعر) شکر کمال اس کی اس رات
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر القضا ہے اس
پر شیخ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدود فی ائذین عن مسند احمد پھر ہمارے سیوطی نے لآلی و تحفیات میں فرمایا:
لیس فی شیء مما ذكره ابو الفرج ما يقتضي الموضوع
یہ عینیں جو ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت
کی مقتنی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صرائح مرقمہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج عاتکہ من عنی مرضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

كونه كذباً فيه نظر، وانما هو غريب في مسنده
مجهول ہے۔ اس کا کذب ہونا مسلم ہے، ہاں غریب ہے اور راوی
علامہ رد قانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

عنہ قالہ فی حدیث وعبد تارک المصحف فلیست
اشیاء یہودیہ و نصرا یا ۱۲ مزی فی اللہ تعالیٰ مر
ایسا بندہ جو حج کو ترک کرے والا ہو اگر وہ چاہے تو
یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنہ (ت)

عنہ باب وفاة امه و ما يتعلق بابوہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ۲ منہ
باب وفاة امه و ما يتعلق بابوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں اس کی ذکر کیا ہے ۲ منہ (ت)

۱۸/۲	مطبوعۃ التجاریہ الکبریٰ مصر	صلوة التسبیح	لہ لآلی مصنوعہ
۱۹۱/۱	مطبوعۃ دار الفکر بیروت	فی حدیث انتشار الشریعہ العشار	کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند	الحدیث الثانی	القول المسدود
ص ۲۳	مکتبہ مجید ریہ بٹان	الباب الحادی عشر	لصواعق المحرقہ

قال السهيلي في اسناده مجاهيل وهو ضعيف
 صحيحه فقط، وقال ابن كثير متكررا جدا اسنده
 صحيحه وهو ايضا صحيحه في انه ضعيف فقط،
 قال المنكر من قسم الضعيف، ولد اقال السيوطي
 بن ما اورى قول ابن عساكر متكررا جدا حاجة
 له قلته من انه ضعيف، لا موضوع، لان المنكر
 من قسم الضعيف، وبنيه وبين الموضوع فسوق
 معروف في النسخ، قال المنكر ما انضد به الراوي
 الضعيف محال لروايه الثقات فان استعت
 كان ضعيف فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصله
 حاله آه ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجاہول راوی ہیں جو اس کی
 فقط ضعیف پر ال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ متکرر
 ہے اور اس کی سند میں مجاہول ہے اور یہ بھی اس بات کی
 تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ متکرر ضعیف کی قسم
 میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول
 "یہ متکرر ہے" وارڈ کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول
 "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں
 کیونکہ متکرر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع
 کے درمیان فنی اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے
 متکرر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور
 روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کی خلاف ہو یہ کزوری
 اگر متقی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ متکرر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لی غلط ہے بہتر سے ملخصا
 خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجاہول و بڑا حدیث میں صرف ضعف کا ثبوت ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث
 متکرر سے اس میں اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط
 ضعیف کی موضوعیت سے کیا علاقہ، امام طہیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔
 افی وہ سوم، حدیث متقطع کا حکم، اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، چارے نمبر کام اور
 جہر ہمارے کے نزدیک تو قطع سے صحت مجتہد ہی میں کچھ غلط نہیں آتا، و تحقیق کمال الدین محمد بن ہمام متقی نقیر
 ہیں، سے میں،

صحت بالانقطاع وهو عندنا كالاشغال بعد
 عنك اي حدیث، ایہ، لا یوین انکریمین حتی احصا
 به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ مرتبہ (د)
 عنك قوله كالارسل ای علی تفسیر وہو منہ علی اخر
 وہو علی اطلاق ۱۲ مرتبہ (د)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں
 یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کی کہیں زندہ ہو کہ
 آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ مرتبہ (د)
 قوله كالارسل یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر
 سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ مرتبہ (د)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضر.

کیونکہ راویوں کے عادل وثق ہونے کے بعد منقطع ہمارے
نزدیکہ مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن اسیر الحاکم علیہ میں فرماتے ہیں،

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله
من الثقات.

مراد اعلیٰ قاری مرقاة میں فرماتے ہیں،

قال ابو داود هـ والمرسل اي صحيح ومرسل وهو
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند
الجمهور.

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے
لیکن مرسل ہمارے اور حسبہور کے نزدیک جماعت
سے۔ (ت)

اور جو اسے قارح جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث فضعف جانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضعیت، مرقاة شریفین
میں امام ابن حجر کی سے منقول،

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع
عليه اول صفة الصلاة في تكلمه من زيادة وجن
تناوله في الشاء ۱۲ من (هـ)

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل
سنہ حضورؐ کی تہ میں جہاں شفاء میں وجہ شفاء کے
انفاک کے اضافہ میں کلام ہے وہاں، اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)
اس کا ذکر امام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے
تقبیل فرماتے تو وہ ضرر کے بغیر نہ تھیں نماز پڑھ لیتے تھے۔
۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عليه تحت حديث احمد المؤمنيين رضي الله تعالى
عنه. كان لمي يمسى لانه تعلى عليه وسلم
يقبل بعضهن واجه شم يمسى ولا يتوضوء
۲ من رضي الله تعالى عن (هـ)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا
اسکی سند متصل نہیں تھا فظ ابن حجر نے کہا یہ نقصانی نہیں ۱۲ من (ت)

عليه تحت حديث اذ ركه احدكم فقال في ركوعه
سبحان ربى لعظيم ثلث مرات فعند ركوعه قال
التمهدي ليس استاده بمتصل فقال ابن حجر
هو لا يضر ذلك ۱۲ من رضي الله تعالى عن (هـ)

سنة فتح القدير كتاب الصلاة مطبوعه نوريه روضه سكر ۱۹/۱
سنة حلية عمل

سنة مرقاة شرح مشكوة الفصل الثاني من باب يوجب الوضوء مطبوعه مكتبة امداديه طان ۳۴۳/۱

يعمل به في الفضائل اجماعاً

میں تو بالا جماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادہ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ درج بھی موضوع نہیں) القدر تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن کیا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دوبارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ درج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا غلط ہوتا ہے۔ تعقیبات میں ہے :

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع
اُسی میں ہے :

المستتر من غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف
اُسی میں ہے :

صرح ابن حلی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع
اُسی میں ہے :

المستتر من قسم الضعیف وهو منقسم فی الفضائل
قابل الاستدلال ہے۔ (ت)

عنه ذكره في حريب الحب ث ١٧ من (م)
عنه اول باب الاصله ١٧ من (م)
عنه اول باب البعث ١٢ من (م)
عنه قاله في وانحر الكتاب تحت حديث فضل قبره ١٢ من (م) رضي الله تعالى عنه (م)

سہ مرتقات شرح مشکوٰۃ النضر، شالی ہی باب الزکوة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۵/۲
سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثیریہ ساکنہ علی سٹیٹ پیپر ۶۲-
سہ " " " باب الاطعمہ ۲۰-
سہ " " " باب النعت ۵۱-
سہ " " " باب المناقب ۶۵-

اسی میں ہے،

مرأيت الذهبي قال في تاسريخه "هذا حديث منكر لا يعرف الا بسترو وهو ضعيف انتهى" معلّم انه ضعيف لا موضوع۔

اسی میں ہے،

حديث ابن ابي امامة مرصى الله تعالى عنه عليكم لباس الصوف تجدوا خلاوة الايمان في قلوبكم تذكروا حديث بطوله فيه الكذب وضاع قلت، قال البيهقي في الشعب هذه الجملة من الحديث معروفة من غير هذا الطريق، وراه الكذب فيه زيادة منكرة، ويشبهه شيكوى من كلام بعض الرواة فالحق بالحديث انتهى، والجملة معروفة اخرجها حاكم في المستدرک والحديث الطول من قسم المصدر لا الموضوع۔

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف موضوع نہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہناؤ اس سے تمہارے دلوں کو عورت ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث، اس میں کیدی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سلسلہ کے علاوہ سے معروف ہے اور کیدی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ کسی راوی کے کلام راویوں نے اسے حدیث کا حصہ بنا دیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تحریر کیا ہے اور یہ طویل حدیث درج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادہ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) غیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ اگر ایک یا عدالت مشکوکہ شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدیثی سراج (مجموعہ ایک شخص نے حدیث بیان کی، یا بعض اصحابنا) ایک رفیق نے خبر دی، پھر یہ بھی

ملاحظہ ذکرہ فی آخر باب التوجید ۱۲ منہ ۱۴ باب التوجید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے

ملاحظہ اول باب اللباس ۱۲ مرصی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

منہ التتبعات علی الموضوعات باب التوجید مکتبہ اثربہ ساکنہ لہ شیخ پورہ ص ۳۴
ملاحظہ " " " " باب اللباس " " " " ص ۳۳

صرف ہر شے ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قویٰ وجہ سے عموم
المفطرہ للحجاج پھر خاتم الحافظات میں فرماتے ہیں،

لا یستحق الحدیث الذی یوہب یا یوضع بحدود
ان راویہ لم یسم۔
صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث
موضوع کہنے کی مستثنیٰ نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تحد و طرق سے بہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولذا تصریح فرمائی کہ حدیث بہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان
ہو جاتا ہے، تعقیبات میں زیر حدیث، اطلبوا الخیر عند حسان الوجہ (سین چہرے والوں سے محبت کی
طلب کرو۔ ت) کہ عقیل نے بطریق یزید بن ہارون قال ابنا تاشیخ من قریش عن المرہری عن
عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا،

اور وہ (یعنی ابی القریظ) من حدیث عائشۃ
من طرق، فی الاول مرسل لم یسم، و فی الشافی
عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی موقوف، و فی
الثالث المحکم بن عبد اللہ لایلی احادیث
موضوعة، قلت عبد الرحمن لم یتهم مکذبا
ثم انه لم ینفرد بہ بل تابعہ اسنعیل بن
حیاش و کلاهما یجبواں ابہام الذی فی الطریق
الاولیٰ احادیث معتبرا۔

اسے اس (یعنی ابی القریظ) نے حدیث عائشہ سے
مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں
بجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبد الرحمن بن
ابی بکر الملیکی موقوف راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبد اللہ
الایلی سے اس کی عادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں
کہ عبد الرحمن متهم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد
نہیں بلکہ اسنعیل بن حیاش نے اس کی متابعت کی ہے
اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو
سند اول میں تھا احادیث معتبرا۔ (ت)

(حدیث بہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی یاقوت رکھتی ہے
استاذ الحافظ قویٰ الحجاج پھر خاتم الحافظات میں فرماتے ہیں،

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لسم یسم
اس کے رجال ثقات ہیں مگر اس میں ایک راوی بہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامہ عشیۃ عرقۃ
بالمغصۃ ۱۲ منہ ۱۲۔
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ
نبی اکرم نے عرقہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ (ت)

رہ الدلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعة کتاب البیاس مطبعة التجاریۃ انکیزی مصر ۲۶۴/۶
سکۃ التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبۃ اثریہ سانکلمہ بیروت ۳۵۔

فی مکان ثقة فهو علی شرط الصحیح ، وان کان ضعیف فهو عاضد للمستند المذكور
جس کا نام ملوث نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے
شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر
سندہ کو روکو تعزیت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادہ ششم (ضعیف روایات کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاوت ہے) مجہول
بہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بہایت عقل شاید کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم
شاید فی نفسہ ثقہ ہو کہ موافقین الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظہ ثقہ کے حوالے سے گزرا
ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین و بارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور
ثابت الجرح کے زور پر متفق ہوئے ۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیاتی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلاث مقبولة ، وثلاث متروكة والسابعة مختلف فيها (ان قولہ)
ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین
متروک ، اور سات تو اس مختلف فیہ ہے (اس ٹل ٹک)
ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات
کو لینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں
کی ، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے
بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علی کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف روات کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاوت ہے
حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوة الفہم شمس نوبی اپنی تاریخ پھر خاتم الخلفاء تعقیبات و کالی
تدرب میں فرماتے ہیں ،

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی اس میں انہوں

عنه قالہ تحت حدیث من قرأ آیت انکری و برکلی
صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة
ان یعوت ۱۲ مرۃ بآیۃ تعالیٰ عنہ (م)
یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے
ہر فرض نماز کے بعد آیت انکری پڑھی اس کے جنت میں
داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۔ (ت)

لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سالک بل شیخوپورہ
لہ مقدمہ منہاج للہودی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر حدیث مخالفۃ للعقل والعقل ، وما
لہ یصیب فیہ اطلاقہ الوہم علی احادیث
یکلام بعض الناس فی رواۃ ، کقولہ فلان
ضعیف او یس بالقری اولین و لیس ذلک الحدیث
مما یشہد القنب بطلانہ ولا فیہ مخالفۃ
ولا معارضۃ نکتہ ولا سنۃ ولا اجماع
ولا حجة بآیہ موضوع سورۃ کلام ذم
الرجل فی رواۃ و ہذا عددان و مجاہدۃ

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا
جو عقل و نقل کے خلاف ہیں ، لیکن بعض روایات پر
وضوح کا اطلاق اس لیے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں
کلام تھا ، یہ درست نہیں کیا ، مثلاً راوی کے بارے
میں یہ قول کہ فلان ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ
مکڑوہ ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر
دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و
سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس

بات پر بحث ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے ۔ (دست)
افادۃ ہضم (ایسا غامض کہ حدیث میں دہرائے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)
پھر کسی کے سے ضعف کی نصیحت نہیں ، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جو کہ ایک جہالت راوی سے ہر جہاد تر
ہے ، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں ، مثلاً راوی کی اپنی روایات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی
تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جہاد سے کہ توتے یہ سب حق وہی مان لے ۔ پھر ہر کہ یہ سخت غفلت سے ناشی اور
اور غفلت کا معنی فسق سے بھی بہتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے ، اہم الشان نے تجلۃ الطکر میں
اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں :

(۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے ۔

(۲) قہصمت کہ جب حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ، مگر تعقبات قواعد دینیہ جو پانچنے
کلام میں جھوٹ کا عادی ہو ۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت خلط | (۴) غفلت |
| (۵) فسق | (۶) وہم |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت |
| (۹) بدعت | (۱۰) سوء حفظ |

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے ۔

حيث قال الطعن يكون بعشرة اشياء بعضها
اشد في القدر من بعض وترتيبها على الاشد
فالاشد في موجب الرد اه ملخصا۔
الفاظ میں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار
سے "الا شد" "فالاشد" کی ترتیب ہے (ملخصات)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اور آخر تعقیبات میں ہے،
یہ مرید بن ابی ثریاد وکان یلقن یتلقن، قلت
هذا لا یقضى المحکم بوضع حدیثہ۔
اس میں زیادہ ابن زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ، شتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں)، یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ حبر ج
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الہی سنے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں
اُس سے روایت منقول نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

نقل ابن القطان اب البخاری قال کل من
قلت ید منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اُس
سے روایت کرنا یا نہ نہیں۔ (ت)

علیہ کا ترجمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت یتورع
عن۔ طلاق الف ظ شد یدہ مخافة انیکوت
بعضہ من باپ شتم الاعراض وقد وحسب
الذب عن الاحادیث فاصطلم علی هذا
جسمابین الامیرین ۱۲ منہ (م)
علیہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۳ منہ (م)
گویا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنت الفاظ کے
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم
ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)
ابان بن جبلة الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو
ذکر کیا ہے ۱۳ منہ (ت)

۱۔ شرح تجرید الفکر بمثل المرسل النحوی مطبوعہ مطبعہ علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴
۲۔ تعقیبات باب المناقب مکتبہ اشرفیہ سائنس کنگرہ لکھنؤ شیخوپورہ ص ۵۸
۳۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/۱

اسی میں ہے ،

قد مرنا ان البخاری قال من قلت فيه منكر الحديث فلا يحل من رواية حديثه۔
میں نے نام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

با اینہر ملا نے فرمایا: ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقیبات میں ہے ،

قال البخاری منكر الحديث ، فقاية امر حديثه سيكون ضعیفا۔
بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۃ اہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے ہر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف مستہم بالوضع یا کذاب جہال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے ،

عنه قاله في سليمان بن داود الباني ۱۲ من (م)
سیمان بن داؤد بانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ من (ت)

عنه باب فضائل القرآن ۱۲ من (م) سرحدی اللہ تعالیٰ فر
باب فضائل القرآن میں یہ ٹکڑہ ہے ۱۲ من (ت)

عنه بذكر مولانا علي قاضي نے حاشیہ پر بتا دیا ہے متروک ، مگر اس کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا ،

حدث قال قال السريفة الثالثة فلان منهم
ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان

بالكذب او لوطهم او ساقط او هالط او داهب
مستہم یا کذاب یا با لوضع یا ساقط یا ہالط یا داهب

الحديث وفلان متروك او متروك الحديث وتروك
الحديث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا توڑا

اقول وكان هذا القائل ايضا لا يقول باستواء
نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

جميع ما ذكر في المرتبة بل فيها ايضا تشكيك
بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر نہیں دیا بلکہ اس

فيه وكان له في ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله
میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے

متروك الا ان فيه ان ساقط او هالط او داهب لا ينفوق
اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ

متروك او هالط او داهب ۱۲ من (م)
کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں

کلام ہے کہ ساقط وراس کا مابعد متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ من (ت)

سہ میزان الاعتدالی فی ترجمہ سلیمان بن داود البانی
مطبوعہ دار الموقف بیروت

سہ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
مکتبہ ائیدیہ ساکنہ بل

سہ حاشیہ نمر بنہ المنظر مع نخبة الفكر مراتب الجرح
مطبع علمی

اردی عبارات الجرح، ورجال کذاب، او وضع
یصح الحدیث ثم متهم بالكذب و متفق علی
ترکہ، ثم متروک^۱ او

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، رجال کذاب،
وضع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد تمام بالکذب متفق
علیٰ ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے (ت)

امام شافعی تقریب التہذیب میں ذکر مراتب اہل قریب فرماتے ہیں،

العاشر، من لم یوثق البتة وضعه مع ذلك
بقلاه والیس الاشارة بمتروک او متروک
الحدیث او واهی الحدیث او ساقط، الحادیة
عشر، من اتهم بالكذب الثانية عشر من
اطلق علیہ اسم الکذب والوضع^۲

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو۔ اس کی طرف
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیا رحواں درجہ تہ ہے"
جو متهم بالکذب ہو، اور بارحواں درجہ یہ ہے کہ جس
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں۔ امام ابن کثیر
اثر العشر پھر خاتم الحفاظ لائی میں فرماتے ہیں،

مرحم بن حبان و تبعه ابن الجوزی، ابن حجر
المتین موضوع، ولیس کما قالی، فان الراوی
وان کان متروکا عند اکثر ضعیفا عند البعض
فلیرتسب للوضع^۳ او مختصرا۔

ابن بقیہ سے یہ علم یا امام ابن جوزی نے ان کی تہذیب میں
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کہو کہ اگرچہ
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف
ہے۔ لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے (ت)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی کس
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے
خدا اور ریس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا
الحدیث ۱۲۷ (ت)

علیٰ فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ
عزوجل قرأه ولیس قبل ان یخلق آدم
الحدیث ۱۲۷ (ت)

۴/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۱/۲	سہ میزان الاعتدالی
۳/۱	مطبع فاروقی دہلی	۱/۲	سہ تقریب التہذیب
۱/۱	التحاریۃ انکیراے مصر	۱/۲	سہ اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید

امام بدر زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الخفافہ لاکھنی میں فرماتے ہیں،
 بین قولنا لم یصح وقولنا موصوح وین کبیر، ولین
 بن ارقم وان کان متروکا فظہر بیہم بکذب
 ولا وصحہ اھ ملخصا۔
 ابو الغریج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ ت) لاکھنی میں فرمایا،
 فی الحدیث بوضوح نظر، فانب الفضل لیتھم
 بکذب ^ع۔
 تعقبات میں ہے،

احیة شیعی متروک عند الناسی، فی حدیث کلامہ
 "انہ ضعیف لا موضح" وبذلک محسوس
 البیہقی ^ع۔
 اصبح شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے ای
 کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں
 اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

ع^۱ فیہ تحت حدیثہ ایضا والدی نفسی بیدہ
 ما ارسل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ و بینہ الا با
 العربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)۔
 ع^۲ فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین
 ما کلمہ اللہ تعالیٰ موسیٰ یومہ انطور کلمہ
 بغير الکلام الذی کلمہ یومہ فسادہ
 الحدیث ۱۲ منہ (م)۔
 ع^۳ ذکرہ فی اول باب الصلاۃ۔
 ع^۴ الکناۃ للذهب ۱۲ مرئی اللہ تعالیٰ (م)۔
 اس میں یہ حدیث نے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس
 ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ
 اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب
 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے طور کے دو ٹکٹے کر
 فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ
 خدا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)
 باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)
 اس کا نام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

۱/۱۱
 ۱/۱۲
 ۱/۱۳
 ۱/۱۴
 ۱/۱۵
 ۱/۱۶
 ۱/۱۷
 ۱/۱۸
 ۱/۱۹
 ۱/۲۰
 ۱/۲۱
 ۱/۲۲
 ۱/۲۳
 ۱/۲۴
 ۱/۲۵
 ۱/۲۶
 ۱/۲۷
 ۱/۲۸
 ۱/۲۹
 ۱/۳۰
 ۱/۳۱
 ۱/۳۲
 ۱/۳۳
 ۱/۳۴
 ۱/۳۵
 ۱/۳۶
 ۱/۳۷
 ۱/۳۸
 ۱/۳۹
 ۱/۴۰
 ۱/۴۱
 ۱/۴۲
 ۱/۴۳
 ۱/۴۴
 ۱/۴۵
 ۱/۴۶
 ۱/۴۷
 ۱/۴۸
 ۱/۴۹
 ۱/۵۰
 ۱/۵۱
 ۱/۵۲
 ۱/۵۳
 ۱/۵۴
 ۱/۵۵
 ۱/۵۶
 ۱/۵۷
 ۱/۵۸
 ۱/۵۹
 ۱/۶۰
 ۱/۶۱
 ۱/۶۲
 ۱/۶۳
 ۱/۶۴
 ۱/۶۵
 ۱/۶۶
 ۱/۶۷
 ۱/۶۸
 ۱/۶۹
 ۱/۷۰
 ۱/۷۱
 ۱/۷۲
 ۱/۷۳
 ۱/۷۴
 ۱/۷۵
 ۱/۷۶
 ۱/۷۷
 ۱/۷۸
 ۱/۷۹
 ۱/۸۰
 ۱/۸۱
 ۱/۸۲
 ۱/۸۳
 ۱/۸۴
 ۱/۸۵
 ۱/۸۶
 ۱/۸۷
 ۱/۸۸
 ۱/۸۹
 ۱/۹۰
 ۱/۹۱
 ۱/۹۲
 ۱/۹۳
 ۱/۹۴
 ۱/۹۵
 ۱/۹۶
 ۱/۹۷
 ۱/۹۸
 ۱/۹۹
 ۱/۱۰۰

حدیث چلے صوفیہ کرام قدست اسرار ہم کر

من احصى الله تعالى اس لعین جو ما ظہر و سوت

یسا یہ بحکمة من قلبه علی لسانہ بیٹے

جس شخص نے پائیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص

کیا اس کے دل سے حکمت کے چٹے اس کی زبان پر

جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق حدیدہ روایت کر کے اس کے رواق میں کسی کے جہول کسی کے کثیر الخطا کسی کے مجرد کسی

کے متروک ہونے سے طعن کیا۔ تعقیبات میں سب کا جواب یہ فرمایا کہ ما فیہم متہم بکذب یہ سب کچھ سہی پھر

ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کر سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی، بشرط

فیہم من القاسم متروکات (بشرط بن نیر نے قاسم سے روایت کی یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقیبات میں

فرمایا ابشولسم یتہم بکذب (بشرط متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ الله امره حسیماً

خبیلاً" الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا غلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا

تفرد بہ مسلمة من علی بن الحنفیہ وہو متروک (اس میں مسلمہ بن علی الحنفی منفرد ہے اور وہ متروک

سے۔ ت) تعقیبات میں فرمایا مسلمة وان ضعف ظہرہ یجوز بکذب (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر

جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ ثلث لا یعادون (تین چریں ہیں وٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی

مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقیبات میں فرمایا لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ

متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا و بعد کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی

یا انقطاع سند کے سبب موضوع کر دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے ولكن الوہاسیة

قوم یحذرون۔

عنه یعنی حدیث بی امامہ من قال فی حین یحیی

صلی اللہ تعالیٰ علی موح و علیہ السلام لو تلذذہ

عقرب تلذذ البیة ۲ منه روى الله تعالى عنه (م)

۲۱۱ التعقیبات علی موضوعات باب الادب والدقائق

۲۱۲ " باب المناقب

۲۱۵ " باب الجنائز

۲۱۶ " باب الجنائز

۲۱۷ " باب الجنائز

۲۱۸ " باب الجنائز

۲۱۹ " باب الجنائز

۲۲۰ " باب الجنائز

۲۲۱ " باب الجنائز

۲۲۲ " باب الجنائز

۲۲۳ " باب الجنائز

۲۲۴ " باب الجنائز

۲۲۵ " باب الجنائز

۲۲۶ " باب الجنائز

۲۲۷ " باب الجنائز

۲۲۸ " باب الجنائز

۲۲۹ " باب الجنائز

۲۳۰ " باب الجنائز

۲۳۱ " باب الجنائز

۲۳۲ " باب الجنائز

۲۳۳ " باب الجنائز

۲۳۴ " باب الجنائز

۲۳۵ " باب الجنائز

۲۳۶ " باب الجنائز

۲۳۷ " باب الجنائز

۲۳۸ " باب الجنائز

۲۳۹ " باب الجنائز

۲۴۰ " باب الجنائز

۲۴۱ " باب الجنائز

۲۴۲ " باب الجنائز

۲۴۳ " باب الجنائز

۲۴۴ " باب الجنائز

۲۴۵ " باب الجنائز

۲۴۶ " باب الجنائز

۲۴۷ " باب الجنائز

۲۴۸ " باب الجنائز

۲۴۹ " باب الجنائز

۲۵۰ " باب الجنائز

۲۵۱ " باب الجنائز

۲۵۲ " باب الجنائز

۲۵۳ " باب الجنائز

۲۵۴ " باب الجنائز

۲۵۵ " باب الجنائز

۲۵۶ " باب الجنائز

۲۵۷ " باب الجنائز

۲۵۸ " باب الجنائز

۲۵۹ " باب الجنائز

۲۶۰ " باب الجنائز

۲۶۱ " باب الجنائز

۲۶۲ " باب الجنائز

۲۶۳ " باب الجنائز

۲۶۴ " باب الجنائز

۲۶۵ " باب الجنائز

۲۶۶ " باب الجنائز

۲۶۷ " باب الجنائز

۲۶۸ " باب الجنائز

۲۶۹ " باب الجنائز

۲۷۰ " باب الجنائز

۲۷۱ " باب الجنائز

۲۷۲ " باب الجنائز

۲۷۳ " باب الجنائز

۲۷۴ " باب الجنائز

۲۷۵ " باب الجنائز

۲۷۶ " باب الجنائز

۲۷۷ " باب الجنائز

۲۷۸ " باب الجنائز

۲۷۹ " باب الجنائز

۲۸۰ " باب الجنائز

۲۸۱ " باب الجنائز

۲۸۲ " باب الجنائز

۲۸۳ " باب الجنائز

۲۸۴ " باب الجنائز

۲۸۵ " باب الجنائز

۲۸۶ " باب الجنائز

۲۸۷ " باب الجنائز

۲۸۸ " باب الجنائز

۲۸۹ " باب الجنائز

۲۹۰ " باب الجنائز

۲۹۱ " باب الجنائز

۲۹۲ " باب الجنائز

۲۹۳ " باب الجنائز

۲۹۴ " باب الجنائز

۲۹۵ " باب الجنائز

۲۹۶ " باب الجنائز

۲۹۷ " باب الجنائز

۲۹۸ " باب الجنائز

۲۹۹ " باب الجنائز

۳۰۰ " باب الجنائز

۳۰۱ " باب الجنائز

۳۰۲ " باب الجنائز

۳۰۳ " باب الجنائز

۳۰۴ " باب الجنائز

۳۰۵ " باب الجنائز

۳۰۶ " باب الجنائز

۳۰۷ " باب الجنائز

۳۰۸ " باب الجنائز

۳۰۹ " باب الجنائز

۳۱۰ " باب الجنائز

۳۱۱ " باب الجنائز

۳۱۲ " باب الجنائز

۳۱۳ " باب الجنائز

۳۱۴ " باب الجنائز

۳۱۵ " باب الجنائز

۳۱۶ " باب الجنائز

۳۱۷ " باب الجنائز

۳۱۸ " باب الجنائز

۳۱۹ " باب الجنائز

۳۲۰ " باب الجنائز

۳۲۱ " باب الجنائز

۳۲۲ " باب الجنائز

۳۲۳ " باب الجنائز

۳۲۴ " باب الجنائز

۳۲۵ " باب الجنائز

۳۲۶ " باب الجنائز

۳۲۷ " باب الجنائز

۳۲۸ " باب الجنائز

۳۲۹ " باب الجنائز

۳۳۰ " باب الجنائز

۳۳۱ " باب الجنائز

۳۳۲ " باب الجنائز

۳۳۳ " باب الجنائز

۳۳۴ " باب الجنائز

۳۳۵ " باب الجنائز

۳۳۶ " باب الجنائز

۳۳۷ " باب الجنائز

۳۳۸ " باب الجنائز

۳۳۹ " باب الجنائز

۳۴۰ " باب الجنائز

۳۴۱ " باب الجنائز

۳۴۲ " باب الجنائز

۳۴۳ " باب الجنائز

۳۴۴ " باب الجنائز

۳۴۵ " باب الجنائز

۳۴۶ " باب الجنائز

۳۴۷ " باب الجنائز

۳۴۸ " باب الجنائز

۳۴۹ " باب الجنائز

۳۵۰ " باب الجنائز

۳۵۱ " باب الجنائز

۳۵۲ " باب الجنائز

۳۵۳ " باب الجنائز

۳۵۴ " باب الجنائز

۳۵۵ " باب الجنائز

۳۵۶ " باب الجنائز

۳۵۷ " باب الجنائز

۳۵۸ " باب الجنائز

۳۵۹ " باب الجنائز

۳۶۰ " باب الجنائز

۳۶۱ " باب الجنائز

۳۶۲ " باب الجنائز

۳۶۳ " باب الجنائز

۳۶۴ " باب الجنائز

۳۶۵ " باب الجنائز

۳۶۶ " باب الجنائز

۳۶۷ " باب الجنائز

۳۶۸ " باب الجنائز

۳۶۹ " باب الجنائز

۳۷۰ " باب الجنائز

۳۷۱ " باب الجنائز

۳۷۲ " باب الجنائز

۳۷۳ " باب الجنائز

۳۷۴ " باب الجنائز

۳۷۵ " باب الجنائز

۳۷۶ " باب الجنائز

۳۷۷ " باب الجنائز

۳۷۸ " باب الجنائز

۳۷۹ " باب الجنائز

۳۸۰ " باب الجنائز

۳۸۱ " باب الجنائز

۳۸۲ " باب الجنائز

۳۸۳ " باب الجنائز

۳۸۴ " باب الجنائز

۳۸۵ " باب الجنائز

۳۸۶ " باب الجنائز

۳۸۷ " باب الجنائز

۳۸۸ " باب الجنائز

۳۸۹ " باب الجنائز

۳۹۰ " باب الجنائز

۳۹۱ " باب الجنائز

۳۹۲ " باب الجنائز

۳۹۳ " باب الجنائز

۳۹۴ " باب الجنائز

۳۹۵ " باب الجنائز

۳۹۶ " باب الجنائز

۳۹۷ " باب الجنائز

۳۹۸ " باب الجنائز

۳۹۹ " باب الجنائز

۴۰۰ " باب الجنائز

۴۰۱ " باب الجنائز

۴۰۲ " باب الجنائز

۴۰۳ " باب الجنائز

۴۰۴ " باب الجنائز

۴۰۵ " باب الجنائز

۴۰۶ " باب الجنائز

۴۰۷ " باب الجنائز

۴۰۸ " باب الجنائز

۴۰۹ " باب الجنائز

۴۱۰ " باب الجنائز

۴۱۱ " باب الجنائز

۴۱۲ " باب الجنائز

۴۱۳ " باب الجنائز

۴۱۴ " باب الجنائز

۴۱۵ " باب الجنائز

۴۱۶ " باب الجنائز

۴۱۷ " باب الجنائز

۴۱۸ " باب الجنائز

۴۱۹ " باب الجنائز

۴۲۰ " باب الجنائز

۴۲۱ " باب الجنائز

۴۲۲ " باب الجنائز

۴۲۳ " باب الجنائز

۴۲۴ " باب الجنائز

۴۲۵ " باب الجنائز

۴۲۶ " باب الجنائز

۴۲۷ " باب الجنائز

۴۲۸ " باب الجنائز

۴۲۹ " باب الجنائز

۴۳۰ " باب الجنائز

۴۳۱ " باب الجنائز

۴۳۲ " باب الجنائز

۴۳۳ " باب الجنائز

تذریل یہ ارشادات تو چارہ سہ ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابو لفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر پانیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر مصاب میں نرمی اور ستائیس برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سبب گناہ پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیق کیا جاتا ہے، بطریق حدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناگیر لیس ششی ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واپسی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملاتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو طیلث دینا اثبات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزیزی مکر وہ عرب و بن جہاد مستحق ترک اور عزیزہ کو کبھی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوئی مجہول اور عارض ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سبب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا لغة ما اهدى ابن الجوزي، وليلا علم ما حكم به من الوضع، وقد اضرط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب حكمه ما وضع بل قد حوال الحديث ان يكون حسنا لغيرة استحسن والله الهادي الى صهيل الهدى۔

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُنس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حدیث بڑے اور بیباکی کو کام میں لانے کے ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ عالی اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

افادہ وجم (موضوعیت حدیث کی نگر ثابِت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض برس ہے، ان موضوعیت ثابِت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یہ سُنّت متواترہ (۳) جماعی قطعی قطعیات الدولہ (۴) عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسے مخالفات ہو کہ احتیاج تاویل و تطبیق نہ رہے۔

۷۔ یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا حد درجہ درجہ نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عیث یا سفسط یا مدعا باطل یا ذم حق پر مستعمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتار کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

کذب و لظان پر گواہی مستند الی اللہ ہے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہو تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی عزت اور اس پر وعدہ و بشارت یا حقیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لہجے چڑھے مبالغے ہوں جنہیں کلام مجزئ نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح طور و مضبوط وضع کی ہیں

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سیف ہوں بغض سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بھینٹا الفاظ کی نہ حضور اقصیٰ، عرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدیم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث،

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و مسعود بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما صرف تو اصعب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح رو اس نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قرب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کہ نص علیہ الحدیث ابو یعلیٰ والحدیث الحسینی فی الامم شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ بوسیل اور حافظ طیل نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یوشی تو اصعب نے مناقب امیر مونیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کہ ارشاد اہل الاحادیث المذاب عن المسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا ذخیرہ کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرنی حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طبع سے یا غضب و غیرہما کے باعث بھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث ہقی میں زیادت جناح اور حدیث ذم مطہرین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے ہم کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اہل حفاظ و نشان کلام تھا جس کی یہ قلمتہ صد ۱۰ سال سے معدوم

(۱۵) یا راوی خود اقرار و وضع کرے خواہ مراد خواہ ایسی بات کہ جو مجزئہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

حکمہ روایت لا ینتوا ولا یعتبروا فی الحسیات
کہا نصوا علیہ فی الاحادیث ۱۲۰۰ (ص)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲۰۰ (ت)

مدنی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ و وفات و بتائے کہ اُس کا اس سے منہا مقتول نہ ہو۔

یہ پتہ رہا کہ اس میں کس حد تک اس مجمع و تجمیع کے ساتھ ان سطور کے سوانہ طبع و لوبسٹہ العقالی ہی عقل
صورة لظان انکلاہ و تقاضی المرام، و لسانہا لک تصدد و دلک (گر ہم ہر ایک صورت پر تفصیل گفتگو کریں تو
کلام طویل اور متعدد ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی
رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علماء کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار عن یعنی یہ امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو
امام شافعی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر
یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں
تمام الاستقراء خیر مستلزم لدلک بل لا یبد معہ من لعمام شئی مما یشاقی۔
استقصائے تمام کرے اور با اینہم حدیث کا پائیک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کیےں شرط

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت رزم نیز آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)
مولانا علی قادری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ، بارہ اتحاد و جان کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند

میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابی حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا، والذہر انت الحدیث
مہینت لا موضوع (ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت مسطلان کا راوی
ابو عقال بدل بن زید ہے، ابی حبان نے کہا وہ اُس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و مسند
ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسند و پھر خاتم المغالط نے لائی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریر علی الرواط، و لیس فیہ ما یجیل الشروع ولا یعقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونه من روایۃ ابی عقال لا یتبعہ، و طریقۃ
یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں مردود الحوب پر گھڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی
امر نہیں ہے شرح یا عقل محال، نے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں
بنا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتحاد فضائل اکامام احمد معروۃ فی القاصح فی

احادیث الفصائل دون احادیث الاحکام۔
 میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت۔)

یعنی تو اسے درج مستند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۴) کذاب وضاع جس سے عداۃ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر محاذ اللہ برتان وافر کرنا ثابت ہو صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق علی نہ ہو جو یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کہیں سچ پوتا ہے اور اگر قصداً افتر اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم کذب و وضاع جو یہ مسلکہ نام، نشان وغیرہ علماء کلاسے، تجربہ و تجربہ میں فرماتے ہیں،

الظن اجمالی کون لکذب لراوی بان پردی عہ
 ما لم یقرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متھذ الذلک
 او فہمتہ بذلک، الاول هو الموضوع، والحکمہ
 علیہ بالموضع نما ہو بطریق الظن الذلک
 لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذب، والثانی
 هو المتروک، معلقاً

ظن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہو گا مثلاً اس نے
 عداۃ اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔
 پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر
 وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض
 اوقات بڑا جھوٹا بھی سچا بولتا ہے، اور دوسری صورت
 میں روایت کو متروک کہتے ہیں احصیاً۔ (ت۔)

یہی نام کتاب الاصابہ فی تیسرے اصحاب میں حدیث اب الشیطان یحب الحمرة خیا کہہ والحمرة وکل ثوب
 یہ شہرة (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت۔)
 کی نسبت فرماتے ہیں،

قال الجورقانی فی کتاب الاباطیل ہذا حدیث
 یطرد سنادہ منقطع کذا، قال وقولہ باحد
 مرہ وہ فان ابایکو المحدثی لم یوصف بالموضوع
 وقد وافقہ سعید بن بشیر، وامتضاد نے

جورقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل
 ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح
 انھوں نے کہا اور ان کا باطل کن مردود ہے کیونکہ ابویکر
 بدلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے رفعت

عن ذکرہ فی ترجمۃ سلفہ س یزید الشقرانی (۴) واقعہ یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۷ منہ ازت

سلف القول المسود الحدیث الثانی مطبوعہ مطبعہ مجلس دارۃ المعارف الشمانیرہ جدید آباد دکن ہند ص ۳۴
 م شرح تجرید الفکر مع ترجمہ النظر بحسب الظن مطبوعہ مطبعہ علیی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السعد رجلاً، فقد رتبته ان المتن ضعيف اما حكمه
 بما هو صريح في مورد و دليل
 کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے
 زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر
 وضع کا حکم جاری کرنا مراد ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ زیرہم میں فرماتے ہیں،

الموضح هو الحديث الذي فيه لعن بسكيب
 الراوي
 موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر
 کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبد الباقی زرقانی شریعہ سبب لایز میں فرماتے ہیں،

احاديث الحديث حكمها الجوزي بوضعها و مرد
 عليه الحافظ بما حمله انه لم يتبين له الحكم
 بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم
 هو ضعيف من حميم طريقة
 روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار
 دیا ہے اور فقط نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل
 یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس
 میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ان وہ جمع
 طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں حدیث کان لا يعود لا بعد ثلاث
 عبادت میں فرماتے تھے۔ ت پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں سلم بن علی متروک واقع ہے فرمایا،

ورده ابن الجوزي في الموضوعات و تعقبوا بانه
 صحيح فقط، لا موضح، فان مسهة يهيجو
 بكذب كما قاله الحافظ ولا يلتفت لمن غسر
 ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے
 ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے مرفوع
 نہیں کیونکہ سلم پر رجوع بالکذب نہیں جیسا کہ فقط نے کہا

عليه المقصد الثاني آخر الفصل التاسع ۱۲ من ۱۲
 عليه المقصد الثاني من الفصل الاول في طبس
 صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ احته روى الله تعالى منه
 و دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من ۱۲
 آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طبس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من ۱۲ (ت)

سہ الامامیہ فی تفسیر الصحابہ القسم الاول حروف الراء
 سہ حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ببحث الموضوع
 مطبوعہ دار صادر بیروت ۵۰۰/۱
 مطبعہ طبعی لاہور ۵۶ ص

سہ شرح الزرقانی علی المصاب المقصد الثاني آخر الفصل التاسع
 الفصل الاول من المقصد الثاني من في طبس صلى الله عليه وسلم مطبوعہ مطبوعہ عامرہ مصر ۲۵۰/۳
 ۵۸/۴

۲

۳

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،

هذا مذهبنا، فان الحكاية رواها ابو الحسن بن
بن جعفر في كتابه فضائل مالك باسناد
يه، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من
طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه
فمن اين المالك كذب وليس في اساده اوضاع
ولا كذاباً
یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن جعفر
نے اپنی کتاب فضائل مالک میں ایسی سند کے ساتھ
نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض
نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند
سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے
حالانکہ اسی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی
کذاب۔ (ت)

افادہ نهم میں، امام الشافعی امام خاتم الخلفاء کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک کسی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا،
امام آفر کا قول گزرا کہ متروک ضعیف کسی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقیبات میں فرمایا،
لم یجرح بکذب فلا یدرہ انیکون حدیثہ موضوعاً۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع
ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء یہاں حدیث پرست تھے مگر حقائق ثابت ہیں کہ جب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل
فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کہا ہے نہ متهم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں کہ موضوع
تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متهم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرقانی و
امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متهم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ہر طرح
کمالیکی متروک ہے، تعقیبات میں فرمایا متهم کذب تو نہیں۔ افادہ نهم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک کسی
متهم بالکذب تو نہیں۔ میں امام خاتم الخلفاء کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجمل، مجروح، کثیر الخطا، متروک اور
سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے،

عن المقصد العاشر لشمس الدين في سيرة قديمي
صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ
عنہ باب فضائل انصار ۱۲ منہ
عنہ آخر البعث ۱۲ منہ
وسوی مقصد کی فصل ثانی فی زیارة قبر انبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں اس کا ذکر صفحہ ۱۲ منہ (ت)
باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر صفحہ ۱۲ منہ (ت)
باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر صفحہ ۱۲ منہ (ت)

شرح الزرقانی علی المراجع الفصل الثانی المقصد العاشر
عنہ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر
مکتبہ اشرفیہ سازنگر مل

۲۲۸/۸

ص

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقہ کوئی شکی نہیں، میں
کتا بڑا کر یہ متحمل کذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ
حدیث ضعیف ہے۔ (د ت)

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں
میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محض نظر
سہہ کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (د ت)

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چھین جانا پڑے" اس کی سند
میں ابو حاتم مگر احمد حدیث سہہ میں کتا ہوں اس پر کذب
اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (د ت)

اس حدیث کی سند میں حماد سہہ لہذا یہ قابل استدلال
نہیں، نافع بن جر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب متابعت
کی ہے اور اغلب ضعیف میں حماد کے مثل سہہ لیکن
میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی
تہمت لگائی ہو۔ (د ت)

علامہ زرقانی نے شرح براہین میں حدیث عالم قریش یہذا الاذن علما (عالم قریشی زمین کو علم سے
بہرہ دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا، کیف یتصورہ صعبہ ولا کذاب فیہ ولا متهم اس کا موضوع ہونا

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (د ت)
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۳ منہ (د ت)

عن آخر التوحید ۱۲ منہ

علم اول العلم ۱۳ منہ

علم اول باب البعث

۱۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب البعث	مکتبہ اثریہ سالکہ بل	۵۳
۲۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب التوحید	"	۴۰
۳۔	"	باب العلم	"	۴۰
۴۔	"	باب البعث	"	۵۴
۵۔	شرح التوحید علی الراجح المقصد الثاني لثباته بالاستشعار والتعقیبات		مطبوعہ مطبعہ العامرہ مصر ۱۳۵۹	

حدیث فیہ حسن بن فرقہ لیس بشی، قلت۔ لہ
یتھم کذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث
ضعیف لہ

علم

اسی میں ہے

حدیث فیہ عطیہ العوفی وبشر بن عمارۃ
ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم
یتھم واحد منهما بکذب لہ
اسی میں ہے

حدیث اطلبوا العلم ولو بالقیین، فیہ ابو عاتکہ
عنکوا الحدیث "قلت لہ یجرح بکذب ولا تہمة۔

اسی میں ہے

حدیث فیہ حماد لا یحتج بہ قال العاصم
ابن حجر تابعہ اغلب و اغلب سببہ بعدہ
فی الضعف، لکن لم اس من اتھمہ بالکذب۔

کیونکہ مقصود ہو حالانکہ نہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متهم۔

بآئندہ اس قدر براہِ جماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرآنِ طعیدہ و غالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متهم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کُنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا وضع کر دے یا مشدود مفراط ہے یا غفلِ خاطر یا متعصب معاند و اللہ الہادی و علیہ اعتمادی۔

افادۃ یار و ہم ابارہ موضوع یا ضعیف کُنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کی جو حدیث فی ثقبہ ان پندہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ ابارہ اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی ثقبہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کُنا میں بھی یہ حاصل حاصل، نیز حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عام کا حکم وضع یا ضعف دیکر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، نادانوں کی فہم خف ہے، میزانِ الاصلہ عام و خوبی میں ہے،

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن صاحبنا فی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب
احمد بن حنبل "قال احمد بن حنبل" هذا
کذب "یعنی بهذا لا سند واکلا فالمتت
له طرق ضعیفۃ۔
ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن صاحبنا فی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب احمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب احمد بن حنبل
کو کذب فرمایا اسی سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند
سے کذب ہے اور نہ اصل حدیث تو کئی سندوں سے صحاح
سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابو الخیر محمد محمد بن ابی الجوزی استاذ امام الشافعی امام ابن حجر مستقر فی رحمہ اللہ تعالیٰ سنہ
حصن حصین شرحین میں جس کی نسبت فرمایا، فلیعلم انی ادجوانیکون جمیعہ حافیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ
میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردودہ کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا کہ کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ باری

اُس کی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں،

صرح ابن الحوزی ماں هذا الحديث موضوع
قلت "يكن يكون بالنسبة الى اساده المذكور
عنده موضوعاً"

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں
کتا ہوں" ممکن ہے اس نہ کوہ سند کے اعتبار سے
ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح عز و صین میں ہے، نیز موضوعات کیر میں فرماتے ہیں،

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للخذر من
الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق
وصحيحاً من وجه آخر

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے
تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر
ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے
موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی حدیث اچھے ابراہین کی نسبت فرماتے ہیں،

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل : هو
يفيد ضعفه فقط ، وبه صرح في موضع آخر
من الروص وايده بحديث ولا يفي هذا
توجيه صحته لان مراده من غير هذا
الطريق ان وجد ، اذ في نفس الامر كانت
الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر

سیلی نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجهول ہیں جو اس
کے قطع ضعف پر وال ہیں اور اسی بات کی تصریح
انرو میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث
کے ساتھ کموت دے اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے
منا فی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے
اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے یہ بڑے ضعف
وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شیخ حدیث "صلوة بعد صلاة خمير من سبعين صلاة بغير سواك" (مسواک کے ساتھ نماز
بے مسواک کی نشتر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جہد صحیح سندوں سے روایت کی،
امام ضیائے نفا سے صحیح بخاری اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خریز
حارث بن ابی اسامہ و ابو یعلیٰ و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق مریدہ و اسانید متزوہ

ما ترمذی ص ۳ ص ۳۱ تعزیتہ اہل رسول اللہ عند وفایہ تو یکشد لکھتو ص ۴۰

سکھ الاسرار فرمے فی الاخبار الموضوہ الدافع للزعم فی ایضاً فی المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۵۵ ص ۴۶

سکھ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات ائمہ با تعلق باب فی علی علیہ السلام مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱۹۶/۱

سکھ مسند احمد بن حنبل ز مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۲/۴

احادیث اُمّ الرئیس حدیثتہ عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداء وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہما ابو عمر ابن عبد البر نے تمسید میں امام ابن عیینہ سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنیہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،
 قول ابن عبد البر فی التمسید عن ابن عیینہ، یعنی امام ابن عیینہ کا یہ فرمانا ذکر یہ حدیث باطل ہے
 اہ حدیث باطل، ہو بالنسبۃ لما وقع لہ اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔
 من طریقہ۔

ور نہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل و بہ حسن ثابت ہے۔

اور نیکے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح عثمان

وغیرہ صراح و سنن و

ان سر جلا فی الہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فعال اعلیٰ مرأی لا تدفع یدک لایس قسالی
 طلقھا قال ائی اجبھا قال استمتعت بها۔
 ایک شخصی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
 میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری بیوی کسی بھی چھوٹے لڑکے
 ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا، اُسے طلاق دے دے۔
 عرض کیا، میں کس سے بہت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا
 اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ با سانیہ ثقات و مؤثقین احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی
 نے مختصر سنن میں کہا، سادہ صالح، اس کی سند صراح ہے۔ (ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں
 فرمایا، اس رجال سندہ صحیح بہم فی الصحیحین علی الاطلاق و لا نظر اذ (اس روایت کے تمام روی

عند کل من سأل شیئاً من طعام او مال
 اعطته ولم ترد هذا هو المراجع عندنا فی
 معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)
 یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے
 دے دیتا ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے
 نزدیک یہی راجع ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لہ المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
 سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع الکتابۃ السلفیۃ لاہور ۹۸/۲
 سنن مختصر سنن ابی داؤد و حافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لہ من النساء مطبوعہ المکتبۃ الانزیریۃ مکہ مکرمہ ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں تفقہ اور انفراداً استدلال کیا: دست امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا، حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس له اصل ولا یثبت عن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشافعی حدیث کا صحیح ہرنا ثابت کر کے فرماتے ہیں،

لا یلقت فی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی؛
 حیث ذکر هذا الحدیث فی الموصوعات، ولم
 يذكر من طرق الا طریق التي اخرجهما
 الخلال من طریق ابی الزبیر، واعتمد
 فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد؛
 فبان ذلك من قوة اطلاع ابن الجوزی
 وغلبة التقیید علیہ، حتى حکم موضعه
 الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه، ولو عرضت
 هذه الطرق علی امامه لاعترف ان الحدیث
 احمد، ولكنه لم یقم له قلد ذلك لم ار له
 فی مسنده، ولا فی ما یروی عنه ذکر احمد؛
 لامن طریق ابن عباس ولا من طریق جابر
 سوى ما سأل عنه الخلال وهو معذور
 فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها
 اه ذروه فی اللابی۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں
 دی جاسکتی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات
 میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں
 ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے
 ابوالزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں
 اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے،
 قریب بات ابن جوزی کے قلم مطالعہ درخشاں تعلیقہ کو
 واضح کر رہی ہے جس کی انہوں نے اپنے امام سے
 منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا
 حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش
 کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر دیتے کہ حدیث کی اصل
 لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث صلاً ان کی
 سند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے
 مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے
 ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور

امام احمد اس کے جواب میں عندہ پھر سے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے گالی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عنه فی اواخر النکاح

(نتیجۃ الافادات) بجز اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے ہر تیر روز و ہادیم ماہ کی طرح روکش کر دیا کہ احادیث تفصیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصل کے علاوہ نہیں، ان پندہ میوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا نہ کسی ضلع کذاب یا تہم یا کذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض یہ پہل و اسب الرفع، و لہذا علمائے کرام نے صرف لا یصحہ فرمایا یہاں تک کہ وہ ہاں کے امام شوکانی نے بھی بآئندہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں جہل معنی فقرہ کی عادت ہے، فوائد مجرور میں اسی قدر پر اقتصاد کیا اور شروع کئے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام متمد کے کلام میں محکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی مستند خاص کی نسبت ہو گا نہ اہل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جیسے وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جمالت و انقطاع اگر ہیں تو مورد تشدد نہ کہ مثبت وضع۔ مجوز تھا لے یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلے وہ اللہ التوفیق۔

افادۃ دوازدہم (تعدد طرق من ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے ادوہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف کی کبھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت نہ ہو تو جبر نقصان ہو کہ حدیث درہمیں تک پہنچی اور مثل صبح خود احکام حلال میں بہت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے: تعدد الطرق یبطل الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔

تعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا: تعدد الطرق ولو صححت برفق الحدیث الی الحسن۔

طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

تحقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: لو تم تصحیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق

اگر سب کا ضعف تمام بت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ الآخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ باب ما یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

علہ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العامة ۱۲ مر ۱۳۱۱ میری ترجمہ کر کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ اذیریہ لبنان ۱۸/۳

سلسلہ الاسرار مرقومہ فی اخبار ائمہ الاحادیث الخیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

و کثرت تہ
اسی میں فرمایا،

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد
اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

ما ترقی الحسن ان يرتفع الى الصحة اذ كثرت
طرقه والضعيف يصير حجة بحدوث لان تعدد
قرينة على ثبوته في نفس الامر

امام عبد الوہاب شہر الی قدس سرہ التورانی میزان الشرعہ و کبرئیت میں فرماتے ہیں،

بیشک جہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے
حجت مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملن کیا اس
قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبر سے ہیں
بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے تہ مجتہدین و
اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض
سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمهور السعدین بالحديث الضعيف
اذا كثرت طرقه وانما هو با لضعيف تارة ،
وبالحسن اخرى ، وهذا النوع من الضعيف
يوجد كثيرا في كتاب السنن ، كبرى البيهقي التي
الغالب يقصد الاحتجاج بقوال الاثمة وقوال
صحابهم

امام ابن حجر مکی صراحہ میں دربارہ حدیث نو سہی الی الی یوم عاشورہ امام ابو بکر سیوطی سے نقل،
یہ سننیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر
قوت پیدا کریں گی۔

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا
ضمم بعضها الى بعض احدثت قوة

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقیبات میں فرماتے ہیں،

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

استروك او المنكروا، تعددت طرقه اسرقی

علیہ قالہ فی مسئلۃ النعل قبل المغرب ۳۳۸

علیہ الفصل الثالث من فصول في الاجابة عن الاسام التي حنيفة رضى الله تعالى عنه ۱۲ متر رضى الله تعالى عنه

علیہ باب المتابع حديث الطر على حيازة ۳۳۹

۲۶۶/۱ سے فتح القدير صفة الصلوة بحث سجود على المائدة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۸۹/۱ سے فتح القدير باب التواقل - - - - -

۶۸/ سے میزان النکیرے لشعرا فی فصل ثالث من فصول فی الاجابة عن الاسام مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر

۱۸۳ ص سے الصواعق المبرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ سلطان

الدرجة الضعيف الغريب، بل مرصداً وتقف
الى الحسن^{۱۲} ترقى کتنی ہیں۔

افادۃ سیروزہم (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے سنس ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہجر
ہونے کے صراح میں، جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے سبب تعدد طرق سے منہجر ہو جاتے
ہیں اور حدیث کو تہہ حسی تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منہج دونوں ہونے کے صراح ہیں، فادۃ
پنجم میں امام خاتم الخفا کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منہجر ہو گئی، امام الشافعی کا فرمانا گزرا کہ
حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث،

لیث عن عیاض عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم
یسر احدہم معہدا فقد جہل^{۱۳}
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کے تین بیٹے ہوں اور ان
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

کام لیا (مت ۱۰۰)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن جابر نے غلطہ بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد
بروایت نظر بن شقی مرسلہ مسند عمارت سے ذکر کر کے ابن النعمان سے نظر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،
هذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله
في قسمه لمقبول^{۱۴} یہ مرسل اس حدیث ہی جاس کہ مزید ہر کسے قسم مقبول ہیں
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع منیر میں فرماتے ہیں،

في اسامه جهالة لكنه احتضد مصارحنا^{۱۵}
اس کی اسناد میں جہالت بہت گہرا تائید پاکر حسن ہو گئی۔

سہ لاف کتاب المبتداء

عَلَيْهِ تَحْتَ حَدِيثِ ابْنِ الْمَسَّاحِدِ وَخَرَجَهُ الْقَامَةُ ص ۱۲۸ مَرْصُومُ اللَّهِ تَعَالَى

۵۵	مکتبہ اریہ سانگلہ ل	باب المناقب	لمع التعقبات علی الموضوعات
۵۶/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	باب التسمیۃ بحجہ	۵۵
۱۲/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب المبتداء	۱۲

۱۲ تیسیر شرح جامع منیر لاناوی حدیث، ابوالساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۱

افادہ چہارم (حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصول قوت کیلئے کچھ بہت سے
 بھی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسری میں فرمایا،
 ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکھ یقول۔ یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث
 بورودہ من طریقین۔ ضعیف ہے مگر دو سندوں سے اگر قوت پائی۔

اُسی میں حدیث "اگرہوا البعزی وامسحوا برعاہما فانہ من دو اب الجہۃ" (برکری کی عزت کو
 اور اس سے مٹی بھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔) ت (روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ
 یزید بن ابیہ کھنکھ کے سبب تفسیف کی پھر اس کے شاہ پر روایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرمایا
 اسادہ ضعیف لکن یحییٰ ما قبلہ جتعا ضعیف۔ سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی
 کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اگرہوا العلماء عامہ ورثة الابیہ" (علماء کا اقرار کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے
 وارث ہیں۔) ت (دو طریقوں سے ایراد کی، اول، ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوم، خط
 یعفی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے
 تیسیر و سراج النیر میں زیر طریق اور ضعیف لکن یتویدہ ما قبلہ (ضعیف ہے مگر پہلی حدیث سے
 قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا، ضعیف لضعف الضعفاء بن حمزة لکن یعصده ما قبلہ (ضماک
 بن حمزة کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشی ہے۔) ت (متبع کلمات علماء اس کی بہت
 مثالیں پائے گا۔

افادہ پانزواں (اہل علم کے ملل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہل علم کے ملل کر لینے
 سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرتبہ میں ہے،

عنہ بابا علی الہامہ من المتابعہ اول الفصل الثانی ۱۲۲۱

۱۲۲۱	تیسیر شرح الجامع الصغیر للناوی حدیث	اگرہوا المعززی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ	۱۲۲۱
۱۲۲۱	جامع التفسیر مع فیض التقدير	حدیث ۱۲۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۹۱/۲
۱۲۲۱	تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث	اگرہوا المعززی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ	۱۲۲۱
۱۲۲۱	جامع التفسیر مع فیض التقدير	حدیث ۱۲۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۹۲/۲
۱۲۲۱	سراج النیر شرح جامع الصغیر	زیر حدیث اگرہوا العلماء مطبوعہ مطبعة اذہریہ مصر	۱۲۲۱
۱۲۲۱	۱۲۲۱	۱۲۲۱	۱۲۲۱

رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب والعلی علی
هذا أحد اهل العلم، قال النووی واستاده
صعیف لعلہ میرک، فكان الترمذی یزید تقویۃ
الحديث بعمل اهل العلم، والعلی عند الله تعالى
لما قال الشیخ حمی الدین ابن العربی انه تلقی
عن النبی صلی الله تعالى علیه وسلم، انما
من قال لا اله الا الله سبعین الف، غفر الله
تعالى له، ومن قیل له غفر له ایضا، فکنت
وکررت التهلیلۃ بالعدد المعروف من غیر ان
اموی لاحد بالمعصوم، فحضرت طعاما مع
بعض الاصحاب وخیمہم شاب مشہور بالکشف،
فاذہ هو فی اثبات الاصل اظهر لیساً، فسألته
عن السبب، فقال انی فی العذاب، فوجبت
فی باطنی ثواب التهلیلۃ المذكورة له، فضحك
وقال انی سألها الابی عن السبب فقال
الشیخ فعرفت صحة الحديث بصحة کشفه
وصحة کشفه بصحة الحديث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم
کا اس پر عمل، سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی اہل علم
سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
اس کی تفسیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام حمی الدین
ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
مترتلاً بار بار لا اله الا الله کہے اس کی مغفرت
ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
لا اله الا الله اتنے بار پڑھا تو جس میں کسی
کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف
کا شہرہ تھا کہ کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے
سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں،
میں نے اپنے دل میں لگا کا ثواب اس کے ماں کو بخش
دیا فرادہ جوان نے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ
دیکھتا ہوں، امام حمی الدین تہمس ہر فرماتے ہیں تو میں
نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام سیوطی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضهم من بعض وفی ذلك
تقویۃ للحديث السرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

علاء باب الصلاة حدیث صلاة التمجید ۱۲۷

سہ مرتقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب علی المارم من المتابع مطبوعہ ادارہ ستان ۹۸/۳
تہ تعقیبات علی الموضعات باب الصلاة مکتبہ اتریبہ سائلنگہل ص ۱۲

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا ،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صححة
الحديث قول احد ائمة به وان لم يكن له
اسناد يعتمد على مثله۔
معتد علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحیح
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند
قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علی احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افقارہ شش نزد ہم (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالبہ تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے
پایا جائے وہ سب ایک قدر کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کہیں ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسو میر ہیں جن میں غرض لغیر دیکار، عسدرہ
تغذائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ،

خبر الواحد على تقدير اشتغال علم جعیس
الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيده
الا اطلاق ولا عبارة بالنظر في باب الاعتقاد والاعتقاد
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
علم ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں غنایت
کا کچھ اعتبار نہیں۔

باب الصلاة في الحديث من جمع بين الصلاتين
من غير حذف فقد اتى بابا من ابواب الكهان
اخرجه الترمذي وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتقد
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد
۱۶ صہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵)

باب الصلاة في الحديث من جمع بين الصلاتين
من غير حذف فقد اتى بابا من ابواب الكهان
اخرجه الترمذي وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتقد
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد

مستند و محمد ثمین نے کہ ہے ۱۶ مزرعنی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵)

ص ۱۲

مکتبہ اثیریہ سالک پریل

ص ۱۰۱

مطبوعہ دار الاشاعت العروتیہ قندھار

ص ۱۲

مکتبہ اثیریہ سالک پریل

سہ التبعات علی الموضعات باب الصلاة

سہ شرع عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء

سہ التبعات علی الموضوعات باب الصلاة

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں، الاحاد لا تقید الا عندی الا عندی (احادیث
احاد و بارۃ اعتقادنا قابل اعتماد)۔

(در بارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لڑائے خواہ فقیر و یا حسن لڑائے یا کم سے کم فقیر ہونا چاہیے، جبکہ علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(مفہوم مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
لیے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراد
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے جگہ خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عز و جل کو مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرثاۃ و
شرح ابن حجر و تعلیقات و لآلئ امام سیوطی و قول مستد امام مستوفی کی پانچ جہاتیں احادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت تعلیقات میں تصریح کی کہ صرف ضعیف میں بدکردی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوّل کی مخالفت بھی جوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ الطہار
و المعروف سیستانی ابو طالب محمد بن علی کہ قدس سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم المحرقات القلوب فی معارفہ المحبوب

علمای و لا عدوۃ بمن شذ ۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہتا)

علمہ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کہنا، نحن فیہ ۱۲ منہ

عَلَمٌ مَسْئَلَةُ امير المؤمنين رضي الله تعالى عنه في تحقيق و تنقيح فقير كرسالة البشرية العاجلة من تحف اجلة و رساله الاحاديث
الراوية لعدد ۱۳ لا مير معوية و رساله البشرى الاغلاز و الاكرام لاول ملوك الاسلام و رساله ذب الاله و الواهية في
باب الامير معوية و غير ذلك من عدة و فتا الله تعالى بمكة و كرمه لتعريفها و تبينها و فخرها و لبسها و زلفها و
الاسلام بفهمها و تفهيمها امين يا عظيم القدرة و اسم الرحمة امين صلى الله تعالى و بارك و اعلى سيدنا محمد و آله
و صحبه و سلمو: منتد رضى الله تعالى عنه ۴۱.

علمہ فی فصل الحادى و الثلثين ۱۲ منہ

منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منہج من عن الکیار و الصغار مصطفیٰ الدہلی مصر ص ۷۵

میں فرماتے ہیں،

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الکامیبات
متصلة محتملة علی کل حال مطابقہا و موازیہا
لا تعارض ولا تردد، کذلک کان السلف
یعملون۔
فضائل اعمال و تفضیل کامیبات یعنی اللہ تعالیٰ عنہ کی
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وہ خود ہیں مقلودع
ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ انھیں
رد کریں، ان کے سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حزنہ ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ ولفظ الامریین قد اتفق العلماء
علی جو اسما عمل بالحدیث الضعیف فی فضائل
الاعمال و لفظ المحرر لجوار العمل بہ فی فضائل
الاعمال ہا لا یفارق۔
یعنی متفق حفاظ و لفظ امریہیں قد اتفق العلماء
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔
(مختصاً)

فتح المبین بشرح الاربعین میں ہے،

لانہ ان کان صحیحاً فی نفسہ، لا یترک من
حقہ من العمل بہ، والا لیرتقب علی العمل
بہ مفسدۃ تحلیلہ ولا تحریمہ ولا ضیاع حق
للعبد و فی حدیث ضعیف من بلفہ عنی ثواب عمل
فعلہ حصل لہ اجر و ان لہ اکن ثلثہ او کما
یعنی حدیث ضعیف برفعال اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
عمل کرنے میں کسی عقیل یا تجویم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس کس

علی تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیث قال النووی طرقہ کل ضعیفۃ ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴،

قال واش من المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرد على من سارع
فيه ^١
کے یوں نہیں ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علامہ سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے ^۲
مقاصد حسنة میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال ^٣
انما يفتي على الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال ^٤
مقدمہ امام ابو طو ابن الصلاح و متصرب جو جائزہ و شرح الالفية للحنابلة و تقریب النووی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے،

والله اعلم بما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال و غيري مما لا يفتن له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك اثم جليل
وابن مهيدي و ابن تيمية المهارك قالوا اذا دويتا
محمد بن و غیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
پہلے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال و غیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
و غیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے جب

عن ذكره في مسألة تقديم الاصح ۱۲ مر (م)
صاحب ورنه و تقری کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۲ مر (ت)

سنة فتح المبين شرح الأربعين

سنة القاصد الحسنه زیر حدیث من يلقه عن الله الخ
سنة فتح القدير باب الامامة
مطبعة دار الكتب العلمية بيروت
نورہ رضویہ سکر
ص ۲۰۵
۳۰۳/۱

فی العلل والحدام شد دنا و اذا سر ویناقی الفضائل
و محوھا قساھتاً و مخلصاً۔
ہم ملول و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اور مخلصا۔

امام زین الدین عراقی نے اُخیرۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ واحد
(یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شراح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن مہدی
و امام ابی المبارک و امام سفین ثوری و امام بن عیینہ و امام ابو زریا غنبری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال
نقل کیے اور فرمایا کہ ابی ہدی نے کامل اور غیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ طریض مسئلہ
مشہور ہے اور نصوص نا محصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذریع کبرائے و جامع بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعا تیر میں لکھتے ہیں،
ضعافت در فضائل افعال و فیما نحن فیہ باتفاق ماحول
بہا است۔ الخ
مذاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او ابن کاشکال حدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا، اسی حدیث کو
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
اسی میں حدیث فضیلت شب رات لضعیف امام بیہقی سے نقل کر کے لکھا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل افعال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ بنقد ہم فضائل افعال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ مرن جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف قبول
استجاب کے لیے پس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا غنبرا، اللہ تعالیٰ بیکرات کتاب اللہ ذکر استحب من کلام اللہ
تحلہ نقل ھذہ العبارات الثلثۃ مع حق احصایا
و مرینۃ احصایا نا۔ الخول محب الرسول، مولانا
الولوی عبد القادر ابیدینی ادا اللہ تعالیٰ فیوضہ
فی کتابہ صیغۃ الاصلاح السلول علی مناع جعل المولود
والقیار ۱۲ منہ (۵)

کتاب کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی
عبد القادر ابیدینی دام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب تہ سیف
الاسلام السلول علی مناسبات لعل امورہ والقیار میں ذکر
کی ہیں ۱۲ منہ (۵)

مجلہ اول کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ مردم، یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ

۱/۲۹۸ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور

۱/۲۹۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

۱/۸۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

کان لعناء من السعدین والعقہ ، و غیرہم
یحوزن ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب
والترہیب بالسند الثقیف ما لم یکن
موضوعاً۔

محمد بن و فقہا وغیرہم علمائے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سید فی عبد الغنی
نابلسی نے صلیۃ علیہ وسلم شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی ، امام فقیہ النفس متقی علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ،
الاستحباب یثبت بالصحیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم علی غلیہ المستمل فی شرح صلیۃ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں ،

یستحب ان یسبح بدہ بعدیل بعد الضما
لصادق عا نشۃ رسمی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان
للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ
یتشعب بہا بعد الوضوء ، ص ۱۵۱ الترمذی
وہو ضعیف وکنس یجوز العمل بالصحیف فی
الفضائل علیہ

(شاہ کرومال سے بدیہ پونچنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے
امام عیسیٰ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ
حضرت پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
دو ہاتھ سے ، ص ۱۵۱ ، ص ۱۵۱ کہ صاف فرماتے۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا۔

مولا امام علی قاری موضوعات کبیرہ میں حدیث مسند ابن کافصفت بیان کر کے فرماتے ہیں ،
الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتعاقا

فصائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

ع ۱۵۱ او اخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ (مردم)
ع ۱۵۱ قبیل فصل فی حدیث الخ ۱۵ (مردم)
ع ۱۵۱ فی سنن الفصل ۱۲ مردی ، اللہ تعالیٰ عنہ (مردم)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ (مردم)
فصل فی عمل الجنائزہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ (مردم)
سنن فصل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ (مردم)

۱۔ کتاب - ذکا المستحب من علام سید ابراہیم علیہ وسلم فصل فی الاعمال من الحدیث مطبوعہ دار الفکر بیروت ص ۷۷
۲۔ فتح قدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سیکر
۳۔ غنیۃ المستمل فی شرح منیۃ ، صلی سنن الفصل سہیل اکبر علی لاہور ص ۵۲

ولذا اقل امتنان مع الرقة مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے اکثر کرام نے فرمایا کہ وہ نہیں
کردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام شافعی جلال سیر علی طوایف الثریا باظهار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں،
استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی قلوب نل
الاعمال۔
تلفیق کو امام ابی الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

عقلمرمتی جلالی دہائی رحمہ اللہ تعالیٰ انہودج العلم میں فرماتے ہیں،
الذی یصلح لتقریل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة والکراهیة یجوز العمل بہ ویستحب
لا بہ مومن الحطرو مرجوا الضعف۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ درست و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ درست و کراہت کا عمل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عنه فقله بعض المعاصرين وهو مما نرى ثقة في النقل ۲ من (م)
عنه فقله الصلاة شهاب الخفاف في نسيم الرياض شرح شفاء القاضى مياض في شرح الديباجة
حديث روى المصنف رحمته الله تعالى بسنده الى ابن داود حديث من مثل من علم فكتفه الحديث و
للمحقق ههنا كلام طويل فقله الشرح ملخصا وناشره بما هو من شرح فيه والوجه مع المحقق في
عامه ما ذكره والولا خشية الاطالة لا يتنبأ بجلاهما مع ماله وعليه ولكن مستشير ان شاء الله تعالى
الى اخرين ليس يظهر بها الصواب بعون الملك الوهاب ۱۲ من روى الله تعالى عنه (م)

۶۳ ص	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	حدیث مسیح الرقة	۱۶ موضوعات کبیر
۱۹۱/۲	دار الفکر بیروت		کہ الحادی لفقہا دخی خفیا
۳۳/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	دیباچہ	۱۶ نسیم الرياض شرح شفاء

ورنہ نفس جواز تو اصالحت اباحت و انعدام نہیں شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو
 لا جرم و رد حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کی حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی
 استحب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ طبری و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و ثبوت مستحب قرار دیا اور امام
 محمد رحمہ اللہ ان امیر لغات نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو بدعت ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے
 تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک ذائد و بالاتر چیز ہے اور وہ
 نہیں مگر استحب و هذا ظاہر لیس دومہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ
 شرح فیہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعيف الذي
 ليس بموضوع في مسائل الاحمال فهو في ابقاء
 الاباحة التي لم يتم دليل على انتعاشها
 حكما فيما نحن فيه اجدد
 امام ابو طالب کی قوت، القلوب میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ينافه كتاب وسنة و لم
 يشهد له ان لم يخبر تاويله عن اجماع
 الامة، فانه يوجب القول والعمل لقوله
 صلى الله تعالى عليه وسلم كيف وقد
 قيل
 حديث جبر قرآن نعيم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
 اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ تھی،
 تو بشرطیکہ اُس کے معنی فحاشات اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے
 قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور ﷺ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کرنا ماننے کا
 حال کہہ کر گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفصل مسئلة المنديل ۱۲ منہ (م)
 سنن خلیل میں رجال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
 اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۳ منہ (ت)
 علہ فی الفصل الحادی والثلاثين ۱۴ منہ (م)

سہ حلیہ العمل شرع فیہ المصلی

علہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصيل الاخبار مطبوعہ المطبعة الميمنية مصر ۱/ ۱۷۷

دریں کتاب وسنت و جماع اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ مانے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب

فكانه يريد انك قد كما تقول لبعض اصحابك
حقك واجب على فقال في الدر المختار لا
المسلمين توارثوه موجب اتباعهم او ان
الى ما عليه السادات الصجاهدون من الائمة
والعبودية قدسنا الله تعالى باسرارهم الصفية
من شدة تعاهد هم للمستحبات كانهما
من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل و
كثير من المباحات كانهن من المحرمات وان
هذا هو المذهب عنده فانه قد مر مرها
فيما رى من المجتهدين وحق له ان يكون
مهم كما هو شأن جميع الواجدين اى عيب
الشريعة الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الى احد
من ائمة الصوفى عليه السلام عا دلت بالله
سيدى عبد الوهاب شعرائى فى الميزان والله
تعالى اعلم بمبدأ اهل الصرافان .

اقول امام ابو حالب مکی قدس سرہ کے قول

”یوجب القبول“ سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے
قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درخت
میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع
واجب ہے (وجوب معنی ثبوت ہے) یا اس میں اس
مسئک کی طرف اشارہ ہے جو بجا نہ کرنے والے سادات
ائمہ و صوفیہ (۱) اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو چار
لیے مبارک کرے، کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح
پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے
بلکہ بہت سے جماعات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا
وہ محرمات ہیں، ان (ابو حالب مکی) کا مذہب ہے
کہ نہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں
ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا
مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو
پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام
فقہی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارضہ پائے

سیدى عبد الوهاب شعرائى نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر
بہتر جانتا ہے۔ (د ت)

علیہ الخ باب العیدین ۱۲ مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (د ت)

علیہ فی فصل فان قال قائل فهل يجب عندكم على المقلد ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع

على عین الشريعة المطهرة (۱) فی غیرہما ۱۲ مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

سے درخت باب العیدین مطبوعہ محبتیاتی دہلی ۱۱۷/۱

سے میزان اکبر فی فصل ان قال قائل كيف الوصول الى مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں :

ما جاءكم عنى من خير فقلته اولم اقله فاني اقولہ
وما جاءكم عنى من شوم فاني لا اقول الشوم

تھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ما قيل من قول حسن فاما قلته۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدثت به اولم احدثت به۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے سنائی ہو
یا نہیں۔

وفى اب ب من ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن اب عباس رضی اللہ
تعالى عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آکر ذکر و ثناء امام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ مت)
تخلی اپنے فوائد میں قزو بن عبد الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

مرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في نومتي الحجرة فقلت يا ابي است و اقم
يا رسول الله انه قد بلغت عندك انك قدت من
سهم حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
مرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث ما طلا فقال
اى ورب هذه البلدة انه لمنع و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے مال بابت حضور پر قربان نہیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عز و جل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اکرم

۱۔ مستد امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۶۶/۶
۲۔ سنن ابی ماجہ باب اتباع السنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴
۳۔ کنز العمال بحوالہ عن الکمال من رواية الحديث الحديث ۱۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرسل بیروت ۲۶۹/۱۰

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے منقول سے روایت کیا۔ ت)
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ما شاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) آخرجہ
 الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیحہ (اسے طبرانی نے
 معجم کبیر میں اور حاکم نے معجم واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر برا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) اس والا احمد بن احمد بن ابی ہریرہ
 مرصوعی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیحہ وفتحہ الطبرانی فی الاوسط والوفعی فی المجلد
 عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابویوسف نے علیہ میں حضرت واثل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور بد بھلائی سے اُس فتنے کی امید بھی تو بول تبارک و تعالیٰ نے
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی "میدضیحہ" ذکر کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ المجد فی الاولیٰ والاخریٰ
افادہ فوز و ہم (عمل بھی گواہ سے کہ ایسی حدیث ضعیف مقبول سے) وباللہ التوفیق، عقل العظیم
 ہر تو ان نصوص و اقوال کے علاوہ مذکور بھی نہ ہو کہ فی سبہ رابہ بن یوسف حدیث متبر اور اس کا ضعف مفسر کہ سند میں
 کتنے ہی نقصان ہوں، غریبوں پر یقین تو نہیں، فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کچھ سچ بولتا ہے) تو کیا
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو الفتح الدین شہر زوی میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیحہ فلیس ذلک
 قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یكون
 ہدقاً فی نفس الامر وانما المراد بہ لعلہ
 اسنادہ علی الشرط المذكور
 حدیث میں جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو متی مراد
 ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے۔

اذا اقبل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح
 لکن المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 لہ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 مسند مقدام بن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴
 بہرہ - ۳۹۱/۲
 - غار و فی کتب خانہ ملتان ص ۸

کون الصحیح موضوعی و عکسہ کذا افسادہ اور موضوع صحیح۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فتوہ
الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث ادویا کے کرام کے متعلق نفیس جامعہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام
اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے ملائے قلب عرفائے رب انکے عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و مستحب بناتے اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زبرد و فائزین
کہیں نہ پاتے، ان کے علوم الہیہ بہت ہی بہرہ منوں کو نفع دینا درکنار اُن کے باعث طعن و وقصیت و جرح و اہانت
ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ اللہ و جہاد اللہ ای طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اللہ توفیقہ فی القول من رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ
کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت
احتیاط کرنے والے تھے۔ مگر) تھے۔ ولکن

کل حزب بما لدیہم فرحون و مرکب
اعلم بالہستدین۔ اور ہر ایک گروہ اپنے کو جو دیر خوش ہے اور تیز رعب
ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث ۱

اصحابی کا سجود یا ہم اقتدیتم اقتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی

اقتدا کرے گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں ۱

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين اس حدیث میں اگر قصہ محدثین کو گفتگو ہے

عنه فی فضل فان ادعی احد من الصحابہ فوق هذا المیزان ۱۲۷۲

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ علی قاری زیر حدیث من بلعہ عن اللہ شہ ۱ مطبوعہ مقبلی دہلی ص ۶۸

۲۔ القرآن ۵۲/۲۳ و ۲۲/۳۰

۳۔ القرآن ۷۸/۷ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۷/۶

۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۳۰/۱

فہرست صحیح عبد اہل، لکھتے ہیں:

کشف الغم عن جمیع الامور فی ارشاد فرمایا،

کان علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من حسلی
علی طہر قلبہ من اسفاق ، کما یطہر الثوب
بالماء ، وکان علی اللہ تعالیٰ یقول من حسلی
علی اللہ علی محمد فقد فتہ علی نفسی
سبعین بابا من الرحمة ، والحق اللہ محبتہ فی
قلوب الناس فلا یغصبہ الا من فی قلبہ نفاق ،
قال شیخنا رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث
والدی قبلہ مروینا ہما عن بعض الناس فین
عن الحضر علیہ السلام والصلاة والسلام
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما
عندنا صحیحان فی احوال وجہات الصحة وانت
لم یثبتہما الصحاح ثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر
دروغ بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے
جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے جو مجھ صلی اللہ علی محمد اس نے شر و رواج
رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اس کی
محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض
نہ رکھے گا مگر جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہاں یہ شیخ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے
پہلے ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے
سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور
سیدنا محمد علیہ السلام مکمل السلام سے یہ دونوں
حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں مگر یہ
محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدث ثون
بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی
حضور الحق جل وعلا فکذا لک یقال فیما
جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل
روایت کیا اس کی سند حضرت امی مزوہل تک پہنچتی ہے
یعنی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

علیہ آخرا لجلد الاول باب جامع فضائل ذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲، مذکورہ کتاب
عکس نمبر فی بیان مستحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن المشویعة ۱۲ منہ

۱-۳۰ / مطبوعہ مکتبۃ البابانی مصر
۱-۳۴۵ / کشف الغم عن جمیع الامور فی ارشاد فرمایا، فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ترقی و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویہ بسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد کس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے،

قد احدثتم عندکم مینا عن صیت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت

تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حیات و نبوت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام اشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر لیو قیت و الجواہر احرا البیحت السابع
و الاسبعین۔

۱ سے سیدی امام شمرانی نے اپنی بارگ اور عظیم کتاب
ایراقیت و الجواہر کی سینا لیسوی بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام الکاشغین رحمۃ اللہ والہین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مافی کی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث و السبعین من المصنوعات
الکیة الشریعة الانہیة المکیة و نقلہ فی
ایواقیت ہ۔

جیسا کہ انہوں نے فتوحات الکیہ الشریعة الانہیة المکیة
کے تیسرے باب میں ذکر کیا اور ایواقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح تا تم مفاہیہ الحدیث امام جلیل عدل المذہب والذہب سبوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں مجال
جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی وہ امت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف تھیں یہ تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ التورانی کی میزان الشریعة الکبریٰ میں ہے من شاء
قلبت شرف بسطاعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فن ہے کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۴۹۲ متضمنہ تبدیلی منہ (ہر)

۴۵/۱	ملفوظہ مصطفیٰ البانی مصر	فصل فی استحضار خروج شی من اتوال الجہتین الم	سہ المیزان الکبریٰ
۹۱/۲	~ ~ ~ ~	باب الثالث و السابع والاربعین	سہ المیزان الکبریٰ
۸۸/۲	~ ~ ~ ~	~ ~ ~ ~	~ ~ ~ ~
۴۴/۱	~ ~ ~ ~	فصل فی استحضار خروج شی الم	سہ المیزان الکبریٰ

بنا بہت مقام کماۓ تھے اس نفع رسائی برادرانِ دینی کے لیے حائلِ قلم ہوا اور دلی پر نقشِ کرین پائے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس فخرش گاہ میں پھیلنے والے بہت قدم سے

خیلی قطع الصیاقی الخ العی

کثیر و اباب الوصول قلائل

(اسے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)
 بات دُور پہنچی کہنا یہ تھا کہ سسر پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا
 ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو ماقبل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے
 دین و دنیا کے کام امید پر چلتے ہیں پھر سسر میں نقصان دیکھ کر ایک دست دس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی
 ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فاقہم و تثبت
 ولا تکن من المتعصبین (اسے بھی طاع بکھڑے اس پر قائم رہو اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف
 کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف اہل ان کی شکایت شدید ہو زیہ اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم صاف نے
 اس مرض کے لیے سونے کے ورق کھرنے کے کھرنے کی منزل سے موقیہ مشک یا بتیلی پر انگلی سے شہد میں
 کئی بیٹھ کر کے چنا تمیز فرمایا ہے تو میں سیر و قصد نہیں کر رہا ہوں اس میں کچھ سیریح متصل کی خوب تحقیقات
 ذکر ہے اس کا استعمال جہاں حرام جانے لیس اتنا دیکھا کافی ہے کہ اصولِ جلیہ میں میرے لیے اس میں کچھ ضرر تو نہیں
 ورنہ وہ مرین کہ لفظ اسے قرابادین کی سندیں اُچھوٹا اور حالِ روادِ تحقیق کرتا پھر سے گا قریب ہے کہ بے عقل کے
 سبب اُی ادویہ کے فوائد و مصلح سے محروم رہے گا نہ عراقِ قیچ سے تریاقِ قیچ کا نہ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا
 بیہنہ ہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُی میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعاً مٹھرنے
 ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محض کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فیہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا
 اچھا پھل پایا اہلِ تربصوں بنا الا احدی الحسینیین (تم م پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے
 ایک کا۔ ت)

افادہ ستم (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ عملِ احتیاط ہو) مقاصدِ شرح کا ماریف
 اور کلامِ علما کا واقعہ جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سے بعد فتح البیین امام ابن عسبر کی
 و انفرادی العلوم متفق دو فی دقوتِ احتساب امام کی رحمہ اللہ تھانے و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سے بعد پر نظر صحیح کرے گا

ان ازار تہلیلہ کے پر تو سے بطور حدس یہ تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہو گا کہ کچھ فقہائے اہل ہجری میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رہے احتیاط و نفع یہ ضرورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورات کی طرف بلائے گا کہ آخر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا،

کیف وقد قیل: (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث بن العوفی
مرحی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دع ما یریک الی ما یریک
اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔

رواہ الاصابہ احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی
والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی
وابن حبان والحاکم وصحیحہ وابن قنم
فی معجمہ عن الامام ابن الاصابہ صحیحہ
الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قوی وابونعیم فی المحلیۃ والحطیب فی التریخ
بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
اسے امام احمد، ابوداؤد الطیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ابن نرے نے اسے صحیح کہا۔ ابن قنم نے اپنی معجم میں امام ابن الاصابہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے محلیہ اور حطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث علی ذہب مورث شہد سے تو کم نہیں تو عمل احتیاط میں اس کا قبول میں ہر اد شارح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اصل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي
جو شہادت سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت
کر لی اور جو شہادت میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

۹/۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب الرضا فی المسائل ان زائد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۰/۱ مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت وضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت

میں ہوا، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر کس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا،

اما الاحکام كالاحلال والحرام والبيع و
السكاح و الطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا
بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في
احتياط في شيء من ذلك كما اذا ورد حديث
ضعيف بزيادة بعض البيوع او النكحة فان
المستحب ان يتنزه عنه ولكن لا يجب له

امام جلیل جہول سیر علی تدریب میں فرماتے ہیں ،
ويعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كانت
فيه احتياطية

علامہ علی نقیہ میں فرماتے ہیں ،

الاصول ان الوصل بين الادب و مذاق مد يكن
في كل الصلوة لما روى الترمذي عن جابر
عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم قال لبلال اذا ادبته
وقرأ واذا اقامت فاحدروا جعل بين
او تلك وادبته قد رما بغيره لا فصل من
اكله في غير المضرب والشارب من شربه

علیہ فی شرح الخطبة حیث استدل امام المصنف حدیث من مثل من علم فکله الحدیث ۱۲ من

علیہ فی عمل سن الصلاة ۱۲ من

علیہ قوله في غير المضرب هكذا هو في نسخة الترمذي بل هو مدرج فيه نعم هو تأويل من
العب كما قال في العنية بعد ما عتقنا قالو قوله قد رما بغيره الاكل من اكله في غير المضرب من شربه في المضرب

نسیم الریاض شرح الشعار تتمہ قائمہ ص ۴۲ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۲/۱

علیہ تدریب الزادی شرح تقریب الزادی الترمذی الثانی والعشرون المطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۲

والمعتبر إذا دخل نقباء حاجته وهو وانت
كان صعباً لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم
اگر چہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اسس پر عمل کرنا
ہے۔

تقسیم (بُذو کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بُذو کے دن پچھنے لگانے
سے ممانعت آئی ہے کہ

من احتجم يوم لا ربيعاً ويوم السبت فاحبابه
رخص ولا يلومن الا نفسه
جو بُذو یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن
پر سپید آغا ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو طاعت کرے۔

امام سیوطی لکھتے ہیں منہ الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر
بن مطر الیم بوری قال قلت یوحنا ان هذا
الحديث ليس بصحيح فاصححت يسوع
الاسم فقال صامتي اليه من رأيت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت
اليه حالي فقال اياك ولا متبه به بخبرتي
فقد تمت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر غیشا پوری کو قصہ کی
ضرورت تھی بُذو کا دن تھا خیالی کیا کہ حدیث مذکور کو
صحیح نہیں سمجھنے لگی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف
ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستهامة بحدیثی
(خبردار میری حدیث کو بکا نہ سمجھنا، انھوں نے تو بہر کی

عنه امام ترمذی نے فرمایا، هو استاد مجهول (یہ مسند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عنه اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

کتاب المرض والطب کے آخر میں اسس کو ذکر
کیا ہے ۱۲ منہ (م)

عنه باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

باب الجنائز میں اسس کو بیان کیا ہے ۲ منہ (م)

سہ غیثۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سید الیثمی لاہور ص ۷۷ - ۳۷۹

سہ الکامل لابن عدی من ابئہ اسمعین عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شیخ زورہ ۱۴۴۹/۲

سہ اللکالی المختصر فی الاحادیث الموضوہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۱۳۸/۳

صحیح نہیں فرد جہنم ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال ہے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے دُستِ تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؛ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ایسا دہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربان لاکھ والا برص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ و دجھان و دوستیگر بیکسالی ہے، اس کے بدن پر لگا دیا، فوراً اپنے ہو گئے اور اسی وقت قویہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر من لفت نہ کرونگا (۱)۔

علامہ شہاب الدین غفاری صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیہم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاطفا و تعیسہا سنة و وہ النہی عنہ فی یوم الاسر بعا و انہ یورث البصر، و حک من بعض العلماء انہ فعلہ فیہی عنہ فقال لم یثبت هذا الخلفہ البصر من ساعته فزای السبب من اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فتکالیہ فقال لہ الم تسمع نہیں عنہ، فقال لم یسمع عنہی فقال منی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکتفیہ انہ سمع، ثم مسح بد نہ بیدہ الشریعة، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفة ما سمع اللہ ففوت، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے یہ بعض علماء امام غفاری ابن الحاج مکی، اللہ سرہ العزیز سے عکس طحا ان ساسیہ در مختار میں فرماتے ہیں: و وہ فی بعض الآثار النہی عن قص الاطفا و یوم الاسر بعا و انہ یورث و ہی ابن الحاج صاحب المد حل انہ ہم بقص اطفا و یوم الاسر بعا، فتذکر ذلک، فتزلک، ثم سرای ان قص الاطفا رسة حا فسر، و لم یصح عنہ النہی فقصرها، فلحقہ ای احسا بسا البصر، سرای السبب من اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہیں عن ذلک، فقال یا رسول اللہ لو یصح عنہی ذلک؟ فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کڑوانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روزِ ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ بھی بات یاد دلائی گئی کہ انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کڑوانا سنتِ ثابہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹنے کے لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ صَدَّقَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى يَدَيْهِ فَهَذَا خَرَالُ الْمَذْهَبِ جَمِيعًا قَالَ ابْنُ الْقَدَامِ
رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى فِي مُجَدِّدَاتِ هَمِّ اللهِ تَوْبَةَ اَنِي
لَا اُخَالِفُ مَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھر اترو تمام برس زائل ہو گیا ابی الخلف کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس
بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتوں کا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)
سُبْحَانَ اللهِ! جب عملِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ و احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل
ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ طیبہ مفیدہ سے بکرا اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیفہ حدیث
اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں جہاں اسناد کی سی صاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شانِ کرمائست
گتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاشی منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی توفیق بخشنے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے۔ آمین!

افادۃ بلیغۃ ویکم (حدیثِ بیست و نول کے لیے نام اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آہرگز ضرور نہیں،
بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے عملِ فضائل میں استنباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ رزنا
اصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل میں اس کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف
ہی کا درود ان احکامِ استنباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کاغذ ہے، افاداتِ سابقہ کہ جس نے ذرا بھی جو کچھ ہوشِ استماع کیا
اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرعا و وضع و روشن۔ مگر از انجا کہ مقامِ مقامِ افادہ ہے ایضاً باقی کے لیے چند تنبیہات
کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطعاً اُس جو کچھ و کثرت سے آئے، اس تفسیرِ بعیدہ کا کہیں نشان
نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش متنبہ کر لیا کہ نہ قابلِ قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علمائے اہلِ علم کے خلاف، مثلاً عباراتِ اذکار و غیرہ خصوصاً عبارتِ "ام ابی الہام"
جو نصِ صریح ہے کہ ثبوتِ استنباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میس یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے
پہنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استنباب و انکار و وجوب کا فساد ہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح
آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استنباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و ارجح کلامِ امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالخصوص اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشہد الہ" (اگرچہ کتاب وسنت اسس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً اسے فقہ حدیث کا علم رکھنا قدیم حدیث اسس قید کے بطلان پر شاہد عدلی، جہاں انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جہاں حدیث صحیح و ضعیفہ دونوں نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شبہاں کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیو ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نمازیں امامت اثنی کی نسبت امام حنفی علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گرا دیا اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہانی صحت سے مشروط فرمایا ہے۔

قال روی العاکو عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان
سوکہ ان تقبل صلا تکم فلیؤمکو خیام فان
صح و الا فالضعیف عید الموصیوع یعمل بہ
فی فضائل الاحمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ رشاد گرامی
ذکر کیا ہے کہ اگر قرآن پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے منتر شخص کو امام بناؤ، اگر یہ
روایت صحیح ہے درستی ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل الاحمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (دست)

(۴) نیز امام مدوح نے تمیز و تکلیف قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور قدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل
کریں بعد غسل میت سے غسل کہ حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شئ من طرق علی

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے

حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرہ
والاستحباب یثبت بالصعیف غیر الموضوع

طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے
ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہل کی نسبت علامہ ابراہیم علیی۔

(۶) تائید بابت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

۳۰۳/۱	مطبوعہ قدیمہ رضویہ سکھ	باب الامامة	فتح القدير
۹۵/۲	"	فصل فی الصلاۃ علی میت	"

(۷) استجاب مسح کردن کی نسبت مولانا علی کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام قزوینی و امام سیوطی کے ارشادات افادۃ مفہوم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ سیوطی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم اریاض و عطاری کے اقوال افادۃ لبستم میں یہ درگوش سامعین پر پرنکشل تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطاعت نہ ہو تو نہ خود نہ کسی ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعا، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات مفہوم لبستم کو دیکھنے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مسامتہ فرماتے ہیں؛ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کہ لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جس کہ صاحب عقل لوگوں پر معنی نہیں۔ ت۔)

خامسا، اقول و باشد التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسأرا بما عیدہ کہ محض لغو مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلہ جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اقول اس تقدیر پر عمل مقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت۔) اور اول خود شرط سے راجح یا قول بالمتناہیین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی تاکی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعد مرۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سو بار عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت۔) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کر اگر نہ اُس سے لیتے نہ اُس کی طرف استناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت یہ معنی، مثلاً کوئی کچھ چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نہ پریشمس ہیں! ع

آفتاب اندر جہاں آنکہ کہ موجود نہ رہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو رہا) (مستلزم) (حزن نہ نہ سے کیا فائدہ!)

لاہرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کاتھیں دیتی اور دوبارہ فضل کامل کافی و واقعی۔

(تحقیق المقام و ازاحة الادھام)

شہر اقول تحقیق المقام و تنقیح المراد بحیث
یکشف العیام و یبصر الادھام ان المسألة
تدور بین العلماء بصارتین العمل و القبول
اما العمل بحدیث، فلا یصح به الا اعتسالی
ما فیہ تعویلا علیہ و الجری علی مقتضیہ
نظرالیہ و لا بد من هذا القید الا ترى ان
لو قرأ من حدیثان صحیح و موضوع علی فعل
ففعل لا بأس به فی الصحیح لا ینکون هذا عملا علی
المرصوع و اما القبول فهو ان احتل معنی
الروایة من دون بیان الضعف، فیکون الما حصل
ان الضعیف یجوز روایتہ فی بعض مرءہ سکر
ما فیہ دون الاحکام لیکن هذا المعنی علی
تقدیر بصرحتہ انما یرجع الی معنی العمل کیف
ولا منشاء لا یجاب انہما و الضعف فی الاحکام
الا التحذیر عن العمل به حیث لا یسوغ
علوہ یسع فی غیرہا یعنی لکان ساوہا فی
الا یجاب فدار الا مر فی کلمات العلماء تین الی
تحویر الشی علی مقتضی الصفا فی ما دون
الاحکام فالتضح ما استدلتنا به خاصا و انکشف
انظلام هذا هو التحقیق بیدان ہذا رجلیں
من اهل العلو و ثلث اقدام اقلہما انجلا
العمل و القبول علی ما لیس بمراد و لا حقیقا
بقبول۔

(تحقیق مقام و ازاحة الادھام)

شہر اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے
ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں
اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے کہ اس
مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں
عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث
پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے
ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجا لایا جائے، اس قید کا
اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ کا مقلد کرتے ہیں کہ
کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں
اگر موافق ہوں اور فعل کو بجا لانے والا حدیث صحیح کو
چشم نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل
نہ ہوگا قبول بالحدیث ہو رہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر
روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ
ضعیف میں جو ضروری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے
فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں
نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل
بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ
احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان
کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے
روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام
میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں
برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہاتوں میں اس امر پر
دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارے پانچوں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھیل گئے، انہوں نے عمل یا حدیث اور قبول یا حدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ رضا جی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محمل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ٹکے ہائے ہل چل رہی ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی نسبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار مشورہ کے بارے میں ہو، احکام و اہل کی تفصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اور

أحدهما العلامة الفاضل المتعالي
مرحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد على المحقق
الدواني وأوهم بظاهر كلامه أن محمل ما ذكره في
حديث ضعيف في ثوب بعض الأمور الثابت
استجابها والترغيب فيه أو في فضائل بعض
الصحابة أو الأذكار المشورة قال
ولا حاجة إلى تخصيص الاحكام
و لا أعمال كما توهم للمحقق أن ظاهرا حيث
الأعمال و فضائل الأعمال

اقول: ش فاضل محقق دوانی کی مخالفت
مذکر تے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت
بعض اوقات معنی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی
اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اہمیت کی اصل پر ہو
کیونکہ مبارک نیت سے مستحب ہو یا تہا ہے اور ہم قبول
ضمان کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں
کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں
ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے
اگر فاضل محقق بھی یہی ہیرو لیتے تو درست تھا اور اپنے قول
اولا ذکر المشورة کے تکرار سے مغفول ہو جاتے
لیکن فاضل رحمہ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

اقول: لو ان الفاضل المحدث خالف
المحقق لكان كلامه معني صحيحا ، فان
الثبوت ، نعم من الثبوت عينا او بامر او تحت
الحمل عام ، ولو احواله الاماحة فان الباع يصير
بالنية مستحب ونحو لا يكون قبول الصغائر
مشروط بذلك كيف ونواه لكان فيه ترجيح
الضعيف على الصحيح وهو باطل وفاقا قبل
اسد الفاضل هذا المعنى لا يجب ولا يستلزم
من التكرار في قوله ، والا ذكرا المشورة لكنه رحمه
الله تعالى يبعد ومخالفة المحقق المصروف
وقد كان المحقق انما عول على هذا المعنى

الصحيح حيث قال المباحات تعبر بالذات
عباده فكيف عاينه شبهة الاستحباب لاجل
الحديث الضعيف المحصل ان الجواز معلوم من
خاص ج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية المدالة على استحباب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث
الصحيح بل وقع الحديث شبهة الاستحباب صدر
الاحتياط ان يصل به فاستحباب الاحتياط
معلوم من قواعد الشريعة انه ملخصا فانها مفسر
من عدم امر تبينه انه يريد الثبوت عيناً محصورة
ويؤيده تشدده بالفرق بين الاحمال وفضائلها
فان امراده ههنا جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد انك بعضهما.

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیست سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہر ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز غرائق سے معلوم ہوتا ہے
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر وال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استحباب کا شہر پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحبابی قواعد شرعیہ سے
معلوم ہوا ہے اور طحا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صحت یہی ہے اور اس
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
احمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو بالکل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عنه ويكدره ايضا على ما قيل معاينة العلماء حيث
مضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر
من كلامهم طرفة ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر منون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح سابق، اقول
بل المراد به بعضا من الاعمال التي هي
فضائل تشبه بذلك كل من العلماء العادة في
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري و
السيوطي وغيرهم كما لا ينبغي حجب من له ادنى
مسكة ۱۲ مدرنی اللہ تعالیٰ مد دم

اسے یہ بات بھی یاد کرتی ہے کہ علماء کی عبادت ہے انہیں
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معانی اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
حقانہ سے نہیں ہے یہ اقل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیکھتے ہو کہ مترسوخ افادہ میں
گزرا مثلاً غنی، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں دینی سا
شعور ہو ۱۲ مدرنی اللہ تعالیٰ مد دم (ت)

سنة اتموزج العلوم للاموات

من انی اقول اذن یرجم معنی العمل

بعد الاستقصاء التام الی ترقی اجرم مخصوص
علی عمل مخصوص ای یحور العمل بشی مستحب
معلوم الاستحباب مقرر حیا فیہ بعین خصوص
الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب قال انت
تساکم عن هذا الرجاء اهو كمثلہ بعدیت صحیحہ
ان وردا دونہ الاول باطل فانت صحة
المحدث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب
المخصوص علیہ وعلی الثانی هذا لا یقدر من
الرجاء ینکفی فیہ المحدث الضعیف ای حاجۃ
الی ورود صحیحہ بخصوص العمل نعم لا ید ان
یکون صما یجیر الشرح رجاء الثواب علیہ و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل معذوب او
مباح مع قصد عند ذوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدوائی والدہ تعالی اعلم۔

کے تحت، ندرج کیا مباح بقصد مندوب کا قرب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوائی کے ساتھ ہے، نہ تعالیٰ علیہ السلام۔

ثانیہ صما بعض من تقدم الدوائی فرم
ای مراد الثوری ای بما مر من کلامہ فی الاربعین
والا ذکر الہ اذا ثبت حدیث صحیحہ او حسنہ فی
فصلہ حسن من الاعمال تجوز رواۃ الحدیث
الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقلہ
فی الامنوز لا یخفی ان ہذا لا یرتبط بکلام الثوری
فصلا عن اسیکون مرادہ ذلك، فکم بین حیوان
العمل واستجابہ وین مجرہ نقل الحدیث
فرق علی اہ نولہ شیت الحدیث الضعیف و

علاوہ اری میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجرم مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیحہ کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم دہر کی یہ پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر ہیں
ہر کسی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف کی کافی ہے تا کہ کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیحہ کے لئے ضرورت نہ رہی ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلب

اس میں سے دوسرے دوائی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے ربیعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیحہ یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے، محقق دوائی نے الامنوز العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کہا معنی دہر ہے کہ اس عم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہو جائیگا
ذکی مراد ہو گیا کہ اکثر طور پر جواز نقل مستحب عمل اور محض نقل حدیث

الحسن في فضيلة عمل من الأعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تنوع ذاتي تقيم الله مثالين كتب حديث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا قیڑا سامنا کر بھی کیا ہے اور اس بات پر

کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ انہی اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا قیڑا سامنا کر بھی کیا ہے اور اس بات پر

اقول لا اری احدا من یستی الى العلم یتقی فی الفیادة الى حدیث حدیث وایة اصحاب مطلقا صحیح بیان الضعف فان فیہ خسوقا لا یماع البسی وناشیما بینا بجمیع الحدیثین وانا السمراد السروایة مع السکوت عن بیان التوضیح فقول المحقق لا سیما مع التبیان علی ضعفه ایس فب محله و الا ن تعود الی تربیت مقالته منقول اولاً هذا الذي ابدى ان سلم و سلم لم یتحش الا فی لفظ القول كما اشرنا الیه سابقاً فموجود رواية حدیث لو كان محله لزم ان یمکون من مذهب حدیث فب الصلاة فقد صلی اوق العصر فقد صام وهکذا مع ان الواقع فی کلاً لا ما م فی کلاً الکت بیت انما هو لفظ العمل وهکذا صا الشا را الیه السد وانی بقوله ان هذا لا یربط الی

اقول میں دیکھ کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو نہایت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گواہ کا رنگ قر دینا چاہیہ اور اد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت شدہ ہو تو درست ہے نہ احمق وہ لک کا قول لا سیما مع التنبیه علی ضعفه بحسب نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کردہ کی بیان کی طرف لوٹتے ہیں۔ اولاً اگر یہ بیان کردہ قول کی صحیح ہوا ہے تو تسلیم کرنا چاہیے تو پھر قول شدہ ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی حاصل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزہ کے بارے میں روایت کر کے نماز کے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام موی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اس کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا یربط الی

وثانیا اقول قد بینا ان القبول

انما مرجعه الى جواز العمل وحیث یکن فی
ابطاله دلیل المذکور خاصا
ما تقدم۔

وثالثا اذن یكون حاصل التفرقة

ان الاحکام لا یجوز فیها رواية الضعافت
اهلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح
المنہم الا مقروءة ببيان الضعف اما ما دونها
كالقبائل فتجوز اذ اصل حدیث فیہ بخصومه
والالا ببيان وجع ما ذایمنہم بالون مؤلفه
من احادیث مضحفة مرویت فی السیر والنقص
والسوء عذ والترغیب والعهائل والمترهیب
وسائر ما لا یعلق له بالعقد والحکم
فقد ان الضعیف فی خصوص الباب وعدم
الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار الیه
لدواني بالعلامة۔

اقول ومع ذلك توسع المسامحة

التي تستدکل ما جاء عن صحابی
والمعاجیم لتي تومی کل ما دخل عن
شیخہ بل والجوامع المتب تبصیر
امثل حاف الباب وردہ امت لو یکن
صحیح السند هذا الجبل الشامخ الیہ
یقول فی صحیحہ حدثنا علی بن عبد الله
بن جعفر ثنا معین بن عیسیٰ ثنا ابی بکر
عباس بن صہیل عن ایبہ عن جیدہ

ثانیا میں کتابوں کہ ہم صحیح بیان کر آئے ہیں
کو قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے
ابطال کے لیے خاصا سے ہماری مذکورہ دلیل مذکور
گشتگر کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ حکام کے
بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جب کر نہیں
اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو
مخصوص اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان
کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی
مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت
جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف
کے ساتھ جائز ہے ان ہزار باب کا کیا کہنے گا جن میں
ایسی حدیث صحیحہ مروی ہیں جو سیر، واقعات،
وخط، ترغیب ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا
تعلق فقہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص
اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح ہی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا
ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے
علامہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسامحة وسعة كرهت في جوامع
روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جرجین سے محفوظ شدہ احادیث
کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع ہی باب میں وارد شدہ احادیث
میں علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً پیشکے
عظیم پادشاہ اکابر کی تصحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد الله بن جعفر
نے حدیث بیان کی ہمیں معین بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں
ابن عباس بن صہیل نے اپنے باپ اپنے دادا حدیث بیان کی ان

قال كان لمسيح مولى الله تعالى عليه وسلم في
حاضراتهم يقال له النجيب ^{عليه السلام} في تذهيب
التذهيب للتذهيب ابي بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي السدي عن ابيه وابي بكر بن
عزيم عنه وعن القرائن وابي ابي خديك ورید
بن الحباب وحاشا له قال المد والابن ليس
بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر بحديث ^{عليه السلام} اه وكقول المد والابن قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في كتابين توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لا جرم
ان قد يلاحظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بالباب
عبد الله انه انما تاهل كان المحمد يث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام نجیب تھا ^{۱/۴۰۰}
نام ذری نے تذهیب التذهیب میں لکھی کہ ابی بن عباس
بن سهل بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القرائن،
ابن ابی خدیك، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دو لابی لکھتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دو لابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں
کے بار سے کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لا جرم
حادثے کے ساتھ اس میں ضعف ہے اور کس کے

منه قلت واما نحوه السهيب فاصعب واصعب
ضعفه النسائي والد ارقطبي وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحمل الرواية عنه كما مر لا جرم ان
قال الذهبي في احيه ابى انه ^{۱/۲۰۰} واه ^{۲/۲۰۰} منكره
منه - (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المسین ہے اور وہ
ضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا البخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسے اگر لا جرم وہی نے اسے
بھائی ابی کے بار سے ہی کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ^(ت)

سلف صحیح البخاری باب اسم الفرس والحر ^{۱/۴۰۰}
سلف صحیح البخاری، ت سے ترمذی اور ق سے قزوینی مراد ہے۔

سلف خلاصہ تذهیب التذهیب ترجمہ ۳۲ من اسم ابی - مکتبہ اثیریہ ساکنہ ہل

سلف میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۵ من اسم ابی - دار المعرفۃ بیروت

خوٹ، تذهیب التذهیب، ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔

سلف تقریب التہذیب ذکر من اسم ابی مطبوعہ مطبعہ فاروقی دہلی

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 تجاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے قسابل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث
 کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا اقول قد شاع وذاع ایراء
 القراء فی المتابعات والشواہد فانقول بمنعہ
 فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صحیح
 وح یرتفع الفسق ومنہم اساس المسئلة المجمل
 علیہا بیعت علماء المغرب والشرق لا اقول
 عن ہذا وذلک بل عن ہذین البیہلین
 الشافعیین صحیحین انشیعین فقد تنزل اکثریرا
 عن شرطہما فی غیر الاصول قال الامام المنووی
 فی مقدمۃ شرحہ للصحیح مسلم عاب عاشون
 مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ پروردیتہ صحیحہ
 عن جمیعۃ من الضعفاء والمتوسطین الواقعین
 فی الطبقة الثانية الذین یسروا من شرط الصحیح
 ولا یحیی عیہ فی ذلک بل جوابہ من اوجہ ذکرہ
 انشیع الامام ابو عمر بن الصلاح (الانی ات
 قال) ان فی انیکون ذلک واقعا فی المتابعات
 والشواہد لانی الاصول وذلک ما ینذکر الحدیث
 اوکلا یا سناد مطیف من جالہ ثقات ویجعل ماصلا
 ثم اتبعہ یا سناد اخر او اسانید فیہا بعض
 الضعفاء من وجہ التکید بالمتابعة اولزیادة
 فیہ تبعہ علی فائدة فیما قد مر وقد احتذر
 المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والاستشہاد
 فی اخراجه من جماعة یسومون شرط

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
 احادیث ضعیفہ کا ایراء شائع اور مشہور ہے
 لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
 حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صحیح
 باطل ہے، اور اس مسئلہ میں فرق قریب ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
 اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر ختم ہو جاتی
 ہے یہ میں اسس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات
 نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو جہد و مضبوط پیر
 بخاری و مسلم کی صحیحین کے اصحاب کے علاوہ میں اپنے شرط
 سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے
 مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
 نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت
 لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
 شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کوئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
 جنہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
 کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات اللہ و آیات میں
 ہے جنہیں بطور متابع اور شواہد ذکر کیا گیا ہے اصول
 میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
 ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
 راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

والصحيح منهم مطر الوراق وبصية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العسري وسمعان بن راشد والحرج مسلم عنهم
في الشواهد في أشياء ولهم كثير من انتهى وقال
الإمام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القاري شرح صحيح البخاري يدخل في التبعة
ولاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في السبعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدہ سے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے مذکور پیش کرتے ہوئے یہی کہا
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں
یہ محدثین میں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحاق بن
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعیم بن راشد،

آدم سلم نے اسی سے شرابہ کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام ہدایہ الدین عینی نے مقدمہ طلاق الفتنہ ص ۱۰۱ شرع صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شرابہ میں بعض ضعفا کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شرابہ کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (۱۰۱ دت)

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اور اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اتحاد کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی مسائل ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس کے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مری نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں کبھی صحت نہیث کے بیٹے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سندان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ادارہ کرتا کہ میں اہل صحیح احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا، اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی کمی ملے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والجهولين ثم ولو صرحت اسماء الثقات المرواة عن المجروحين وكثرت طرقات فليس منهم من السمرات لا يحدث الا عن ثقة عنده الا بقرقليل كشعبة ومالك واحمد في المسند ومن شاء الله تعالى واحدا بعد واحد ثم هذا ان كانت في شيوعهم خاصية لا من فوقهم ولا الاساقف من طريقهم ضعیف اصلا ولكان من جرح وقوعهم في السند وليس الصفة عند هذا اصعب السند اليهم وليس ثبت هذا الا عند هذا الا ماسا اليهم يقول لا ينسب عبيد الله لو احدثت ان اقتبسوا عن صاحب سند لمراس ومن هذا السند الا الشئ بعد الشئ ولكنك يا اخي تعرف طريقتي في الحديث اف لا اخالف ما يضعف الا اذا كانت في الباب شئ يدفعه ذكره في تتم المغيث واما المتعنفون

عنه او اخر القسم الثاني الحسن ۱۲۷۲ (م)

فأما أعدوت أمثال الكتب الثلاثة للبخاری
ومسلم والترمذی ومن الترمذی الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من أنواع الحديث
من دون بيان هو هذا مما لا يتكبر
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدح انهم
لا يستعملون ذلك فقد نسهم الى اهتمام
ما لا ينبغي وان من هم من اعلم انهم
لا يعتمدون ذلك فهم يضمنونهم على خلفه
شاهدون وهذا ابو داود الذي ليس له الحديث
كما ان له ابو عليه الصلاة والسلام
المحدث ، قال في رسالته الى اهل مكة شرف الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سند و
ما له اكرهية شي فهو صحيح ولعلها اعلم
من بعض الروايات الصحيحة ما افادوا انهم الى قط
ان بعد ما لم في كلامه اعلم من ان يكون الاحتجاج
اولا لاعتبار ما رفق الى الصحة ثم الى الحسن
فهو المعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي في
وهن شديد وهذه التي يشهد بها

رواها في فتح المغيبات میں مذکور ہے باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات قرآن آپ امثال المکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید ، معاجم ، سنن ، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس کے انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دوسری کتب میں کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کہ جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ ذمہ رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے ، امام ابو داود
نوی نے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی ہے جس طرح
حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لو ہا زہر ہوتا تھا
پھر شرف سنیوں کی کتاب میں بھی میری کتاب
دوسری ابی داؤد میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے ، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح ہیں اور میں کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ اس قدر اہل کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے صحیح ہیں اور میں نے وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داؤد کے کلام میں نقد صالح
اس قدر اہل اور اعتبار دونوں کو شامل ہے ، پس جو حدیث صحت
پھر کسی کے وجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لئے صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لئے صالح ہے

الواقعة فليثبت به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام
سير السبله والهدى ان ما ضعف اسناده لنقص

عن ي قيل حسن عسده واختاره الامام المذري
وبه حزم ابن الصلاح في مقدمته وتبعه الامام
المنذري في التقریب ای وقد لا يكون حسناً عند غيره
كما في ابن الصلاح وقيل صحيح عند مشي عليه
الامام لريدي في نصب الراية عند ذكر حديث القسین
وتبعه الصلاحه حلی في الغيبة في فہرست
النوازل وقد ثبت يقال هي انہ قد لا يصح عند
غيره بل ولا يصح ان الامام بن الصلاح في التقریب
ول کتاب وتليذه في الخفية قيل صفة الصلوة
فاقتصر على العجبة وهي تشملها ينسب
قول من قال حسن وهذا الذي ذكره الحافظ متبعه
فيه العلامة القسطلاني في مقدمة الاشياء
خاتم الحفاظ في التيسير في فروع في الحسب قال
لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما سكت عنه غيره
فان صرح بذلك فلا شك ان اقول لقائل ان يقول
ان الحسن اطلاق وان التمهيد قبل ما ذكره و
ما التمهيد هو الذي شمره وامره فأيده برشاه
ايه ان صرح به ذلك لم يرد به الا هذا الذي
استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى

اعلم ۱۲ منہ (ھ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجہ پر بھی دارم ہے
اگرچہ قبل کے طور پر کہا گیا ہے

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے اس
امام مذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ان وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے امام ریعی نے نصب الراية میں قسین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں اور علامہ حلی نے
غیبتہ مستمل کی فصل فی الترافع میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ان وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدير ابتداء سے کتاب میں ان کے شاگرد نے
جیلۃ الکمل میں صفة الصلوة سے متور، پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اکتفا کیا ہے اور بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں مآثر الحفاظ نے یہاں فروع فی الحسب،
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ملے کہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اہ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف الملاقات ہیں بہت کم قدامتے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا، پس بشرح لغز نے چندی تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو اسوں نے
اس سے بھی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح جو قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ دست

حفظہ و یہ فضائل ہذا ایک کتبۃ عنہ ابوداؤد وغالباً الی
و معلوم ان کتاب ابی داؤد ای موضوعہ الاحکام
وقد قال فی رسالۃ الخاتم احصی کتاب السنن
الانی لا حکام ولم احصی فی الرصد و فضائل
السنن وغیرہ ۱۰۹ قال الشمس محمد بن محمد
فی فتح المعیت اما حمید بن سید الناس فی شرحہ
للترمذی قول السنن علی ما لایقہم التوسیع
فیہ من تحریجھا وغیرہ بالضعف لیتفق کما
قال الشرح فی تفسیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنہ ولم یصرح بضعفہ انیکون صحیحاً و
یس هذا الاطلاق صحیحاً
بل کتب السنن احادیث لم یتکلم فیھا
الترمذی و ابوداؤد و لم نجد لغيرہم کلاماً
مع ذلك من ضعیفہ و قال فی المرقاة الحقی
ابو یوسف "ابی مسند الامام المحدث
تصل عنہ" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الا و نقل بعضہ
عن شیخ الاسلام الحافظانہ قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
عاقب الصحیحین ما کثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلا سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہر قوی
ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریع کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے ہر سال میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے نہ ہر قدر فی احوال وغیرہ کہیے
ہیں اور جس محدثی نے فتح المعیت میں بیان کیا ہے
کہ ابن سیدان نے اپنی شرح ترمذی میں قول سنن کو ایسی
حدیث پر قبول کیا ہے جس کے بارے میں اس نے خرچ و غیرہ
کی ضعیف کے ساتھ تصریح واضح نہیں برتی پس اس کا
تتائفا ہے علیہ کہ شارح کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس نے ضعیف کی
تصریح کی کسی سرور حدیث میں ملائکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ

کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر سے بارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی جائے کہ ابوداؤد حدیث ضعیف ہیں
اور مرقات میں فرمایا، حتیٰ کہ امام حنین مسند احمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں ست سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری لائن کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں اور
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ غفرلہ کیا کہ
اس میں دینی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر زائد احادیث

مطہرہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱۲/۲۱۴

سہ سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۱۱ ابوداؤد بن اشعث

سہ رسالۃ سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطہرہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵

سہ فتح المعیت شرح انبیا الحدیث للسنن فی القسم الثانی المسبب دارالامام الطبری بیروت ۱/۱۰۱۰۱۰

سہ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرح البخاری و مسلم ابی القزائہ الخ مطہرہ مکتبہ المدائن ۱/۲۳

والترمذی علیہا۔ بالجملۃ والنسبیل واحد
لین، مراد الاحتجاج بحديث من السلف
لا میجا سنن ابن ماجہ و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق معاً لا مرفیہ اشدا و بحديث
من المسانید لان هذا کلها لعلی شرط جامعها
الصحة والحسن وتلک السبیل اب المحتاج
انکان اهلاً للنقل والتصحیح فلیس له انت
یحتج بشئ من القوی حتی یحیط به وانت
لویکن اهلاً لذلك فان وجد اهلاً لتصحیح
او تصحیف قلده والافلا یقدم علی
الاحتجاج فیکون کما طلب لیل فله یحتج
بالباطل وهو لا یشرأه و قال الامام
عثنان الشہرذوق ف معلوم
الحديث حکي ابو عبد الله بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
ابا ذروع بمصنف یقول کانت من
مذهب ابی عبد الرحمن السلفی
ان یخروج عن کل من لم یجمع
علی ترکہ او قال انت مندة وکذلك
ابو داود السجستانی یاخذ ما خذ
ویخرج الا ساء الضعیف اذا لم
یجد فی الباب غیره لانه اقوی عند
من رآه الرجال انه وفيها یعیده ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد ترمذی میں صحیحین پر راہ ساریت
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں العرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے قصور سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا سارا کثرت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسایہ میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا بل ہے
تو اسی کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب سرلی خاص سے دیکر پوچھے اور اگر وہ کسی بات کا
اصل نہیں تو، اگر ایسا شخص پاس ہے جو تصحیح و تحسین کا بل ہے
تو اس کی تائید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پاس ہے تو وہ
استدلال کے لیے قدم برائے وندہ رست کو نکڑی
اکٹی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کرے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
نام عثمان شہرذوقی نے علوم حدیث میں فرمایا، ابو عبد الله
بن مندة حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے محد میں محمد بن سعد
بادردی سے یہ کہتے ہوئے سنا، ابو عبد الرحمن سلفی کا
ہر ہبیدہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کر سکتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور بن مندة نے کہا،
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے ماخذ کو جیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
غلطہ کوئی دوسرا شہرہ نہ ہو جو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی

کثيرة رائدة على اجلده وفيها الصحيح
والحسن بل والصحيح ايضا فينبغي التحري
في حكمها، ايضا، ثم نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كافيا في
ابانة ما قصدنا تأويل الجملة فروايتهم الضعيفة
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا يتكرر
وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافا من
كلمات بعض المجتهدين، والحمد لله
على كشف الغمة وتبئيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان السمراد
ما شئنا من هذا الذي نقلناه لكانت
التفرقة بين الاحكام والصعافات
قد انقضت فوالسألة الاجماعية
من اساسها قد انهدمت
هذا الوجه، ذلك ان قلنا مسائل
امراء العتبات ونقول على وجه التحقيق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعف مطلقا هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد
مراد بالصحيح ما كتبت في الاحكام انما
عند وجود الصحيح فإينما الفرق
وامن لم يوجد فالامر اشد فالت
النتيجة منتج الى انهم يعدون سوق الاسانييد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ رائدہ احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن، جگہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خراب استخراج و اختیار چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جرم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، اعرض محمدی نے ضعیف احادیث پر تشدد
کے مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اس کے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے یہ حمد ہے جس نے تبار کی دُرور کر دی اور چھپنے کے
معام نہایت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جرم ہے ان کا قول نقل کیا تو پھر حکام اور ضعافات
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک یہ ترجیح ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ التسلق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقا ضعیف حدیثیں مخری ہوئی کیا جائیں گی اس میں
صحیح حدیث پائی باقی ہے ہمیں گدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے گا کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی میسج کے ہوتے
ہوئے سکتا، روایت کی ہے قراب فرق کہاں ہے،
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محمد بن سوقی سند کو ہی بیان

من البیان فی عدم وجود منهم رواية الصعاب في الاحكام الا مقرونة) کہ روایت مسکوتانہ ہوگی بلکہ بیان کھاتا ہے کہ تو اس کے جواب میں :

قلت اولاً هذا شی قد یبديہ بعض العلماء عدرا من روی الموضوعات ساکتاً علیها ثم لا یقبلون - قال الذہبی فی المیزان كلاماً حسن مندة فی ابی نعیم طبع لا حب حکایتہ ولا قبل قول کل منهما فی الآخر بل حسا عندی مقبولان لا اظہر لهما ذنباً اکبر من مروایتهما الموضوعات ساکتین علیہا و قد قال المقرئ فی شرح النبیئۃ انت من ابی یوسف اسنادہ منهم فہو البسط لحدیثہ المأخوذ ناظر علی الکشف عن سندہ و نکات لا یجوز لیس السکوت علیہ

ثانیاً لا یبعد منهم ایواراد الاحادیث من باب کانت الا مسندہ قبیحہ البیان لم تفسد عنہ احادیث الفضائل ایضاً فہما تبطلوا فی حدیثہ اولاً

قراردیتے ہیں۔ پس اس صورت میں حکام میں ضعیف حدیثوں کی

یہ کہنا ہوا اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے غدر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو مسکوتانہ روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ دہی نے میزان میں لکھا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن منذر کا لوم ساریت ہی ایک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو مسکوتانہ روایت کیلئے اور انکی نشانہ بنی نہیں کہ اسے اسی نے شرح الفیہ میں لکھا کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا غدر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا اور

ثانیاً ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی نکل نہیں پھر ان میں تضائل کیوں اور وہ سری روایات میں نہ ہو۔

علی فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ من (م)
علی نقلہ فی التذیب فوج الموضوع قبیل التبیہات
۱۲ من رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تذیب میں فوج موضوع کے تحت
تنبیہات سے کچھ بعد - (ت)

سہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۸ احمد بن عبد اللہ ابونعیم
سہ تذیب الراوی شرح التذیب المعروف بوضع الحدیث
مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۸۹/۱

بحث بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر عاود قلب عاقر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاشیت بیان کا ہر دیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فصائل اعمال میں استحباب یا محمل اختیار میں کراہت تشریح یا امر مباح کی تائید یا حاشیت پر استدلال کرنا اُسے حکام میں بحث بنانا اور محال و حرر کا ثبوت نظر نا نہیں کراہت تو خود حکم احالت ثابت اور استحباب تشریح تو اہل قطعہ شریعہ و ارشاد اقدس کی کیفیت و قد قیل و غیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوشت سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس لحاظ سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح بروہام امید و احیاء پر باعث ہوئی آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و محاسن نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے طلب مصالح و سلب مفاسد میں اختیار کو مستحب رہنا، ہوتا ہرگز ان مواقع میں حکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو جہ نے با حاشیت کراہت مند و بیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقوال تا جہ زہبی کو رد و ضعیف وہ بھی لذات بلکہ بلا حاشیت امکان صحت ترمیمی و احیاء کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُن کی طرف تجرؤ نسبت اثبات کر دیں یہاں ہے حدیثت بالضعیف میں ہائے استقامت تو ادنیٰ نہ غفلت سے صادق ہوں اگر دلائل شریعہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف ہائے مثلاً کسی حدیث مجرد میں خاص طوع و غلو یا استعوار کے وقت بعض نماز نفل کی ترفیع آئی تو حاشیت کی نکتہ کے حاشیہ کہ استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور مصالح اثبات نہیں ہو سکی، رد دلائل شریعہ ثابت نہ ہو یا ابا حاشیت ہوں اور ضعافت میں بھی آئی اسی وجہ سے غیہ حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سو کسی وقت میں اور، سسٹن یا مبین رشوق کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ دینی جائے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے سمجھنا یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام محال و حرر معمول بہ نہیں۔

تھمرا قول اصل یہ ہے کہ حشیت ذوج خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جہات مطابق صل سے خود اسی صل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہو گا و لہذا شرع مطہر میں جو اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دما و فروق و مضار و نہائت تمام اشیا میں صل ابا حاشیت ہے تو ان میں کسی نفل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استدلال کرنا محلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔

یہ وہ تحقیق ہے جو ہونے افادہ سابقہ میں محقق دوا کی کے واسطے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصدیق امام ابن قیم العید اور سلطان الصلحہ مدین بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اہانت کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

ہد تحقیق ما استنفاد الافادۃ السابقۃ
عن المحقق الدواکی . وہد ہو معنی
ما نص علیہ الا ما ہا بن دقیق العید و
سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ و نقلہ تلمیذہ السخاوی

فی فتح المغیث وفی قول البیدیع والسموط فی
التدریب والشمس معبد الرملة فی مشروح
السہاج النوری، مستقیم من المذہب، ثم
اشء عن الرملة الصلابة الشریبانی فی غنیة
ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلاء فی
الدر المختار واقرء ہما وصحتہ الدر المنہج
والطحاوی والشافی فیہا وفی منحة الخائف
خمسہم من المحتویة، من اشراط العمل
بانضیغ باہ راجع تحت اصل ماہو وواذا
حققت لیس تنقید نہ اند بل تصریح مصدق
ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراہ العقائد
والاحکام، کما وضحہ لک وبہ ارداد انہا
بعد انہا قاضی الخائفان من ان
السلام فی الاعمال الثابتة بالصحاہ، کیف
ولوکات کذلک لما حیث ہا فی ہذا الشرط
کما لایحی واللہ الہادی الی سوی الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر صاحب یہ بتاتا تو یہ شرک رکھنے کی محنت ہی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فی المغیث اور القول البیدیع میں، سیموطی نے تدریب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح السہاج النوری میں
اسے نقل کیا ہے یہ چند شواہد میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شریبانی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلاء نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ابن دثنیٰ نے اور در مختار کے محشین میں،
طحاوی اور شافعی نے اپنے اپنے حاشیہ و نوکرات میں
یہ ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی علمی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قیہ نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل مقدم
و احکام کے مطابق کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے۔ در اس سے ان دو علما
کا خوب زور جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان علما
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر صاحب یہ بتاتا تو یہ شرک رکھنے کی محنت ہی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور

بکہ اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا ذمہ باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقییل ابیہین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح معارف تاجہ بعض مخالفین
قریب دہی حرام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صریحاً جگہ احادیث ضعیفہ سے انہما کی ہمارا استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں اخادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علما کے کرم اپنا کلمہ نہیں سمجھتے، اپنے منقرضہ قاعدہ کا آپ فوائد کرتے ہیں کیا اخادہ ہضیم
میں امام ابن امیر الخلیف کا ارشاد نہ سنا کہ چور علما کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی نفس کی
اہمیت تو نہ رکھنا پھر اول و ثانی الوہابیہ لا یسمعون واد اسمعوا لا یعقلون سربانی اسلک العفو و

لا یصحی اب السیرت جمعہ الصحیح والمستقیم و
الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و
المعطل دون الموضوع وقد قال الامام احمد
وطیورہ من الاثمة اذا مروینا فی الحلال و
الحرام شدونا واذا روينا فی الفضائل
ونحوها تساهلنا۔

توضیح ہے کہ اصحاب سیرت قسم کی روایات جمع کرتے
ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغت، مرسل، منقطع
اور معطل وغیرہ، لیکن موضوع روایات کو نہیں کرتے۔
امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و
حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت
کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات
لاستے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محسن مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العالی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحکم سوئے حفظ بعض روایات
با اختلاف یا تفسیر روایات جو صدق و دیانت منجر میگرد
بتحد و طرق و اگر از بہت اتہام کذب راوی باشد یا
شد و ذہنی لغت احفظ و اضبط یا بقرت ضعف مثل
فحش فظا اگرچہ تعدد طرق داشته باشد چہر مردود و
حدیث محکم بضعف باشد و در فضائل اعمالی مشمول
محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں معص
بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تفسیر کی وجہ سے
ہو چکر صدق و دیانت موجود ہو تو روایت کی تعدد طرق سے
پوری ہر حاتی سے اور اگر ضعف راوی پر تمام کذب
نہ ہو بہت ہو یا حفظ و ضبط راوی کی محنت کسی
جنگ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثل فحش فظیل ہو
تو اب تعدد طرق سے بھی گئی کا از الدنیں ہوگا اور
حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں
ہے انہماک

ثانیاً کہی کا نہایت شدیدہ الضعف ہونا کہے نہیں معلوم اس کے بعد صریحاً کہ اب و قاضی کا درجہ
تہر شان نے سے متروک ملکہ منسوب الی الکذب ہم کیا کذبہ اس حیوان و الجود جانی وقال الجندی ترکہ یحیی
و ابن مہدی وقال المد رقتی و جماعة متروک و ابن حبان اور جوزجانی نے اس سے جہراً قراہ دیا ہے۔ بخاری
کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ متروک لا جہرم
عاطف نے تقریب میں فرمایا متهم بالکذب و دھی بالرفق (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے رو فحش فی

لہ انسان العیون خطبۃ القتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابانی مصر ۴/۱
لہ شرح صراط مستقیم و ماچر شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
لہ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر انکلی مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ گجرانوالہ ص ۲۹۸

عرفت فسرہ کیا گیا ہے۔ ت، یا اینہر عامر کتب سیرۃ تفسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں
علامتے دین ان امور میں انھیں جرائع نقل کہتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن النکلی سفین
و شعبة و جماعة و من غنوه فی التفسیر و احصا
فی الحديث فعنده منا کثیر۔
ابن عدی نے کہا کہ کبھی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے مستند
روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ حیات اناس میں فرماتے ہیں،

غالب ما یروی عن النکلی انساب و اخبار و من
احول الناس و ايام العرب و سیرهم و ما
یحوی مجوی ذلک مما سمعہ کثیر من الناس
فی حمہ حمس لایحمد حمہ الا حکام و محسن
حمی حمہ الترخیص فی ذلک اکامہ احمد۔
کبھی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں
کے شب و روز اہل ان کی سیرت، سی طرح کے دیگر
معاظلات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے
لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاسکتے اور
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے

وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں، امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کیا
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، الاجرم تقریب میں کہا، حذوک مع صحۃ علمہ (علی و صحت
کے باوجود موقوف ہے۔ ت، اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح تقدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت، یا اینہر یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ
الوضوء عن الواحدی قال کا مستحب بترکیب صاعۃ
جہاں انہوں نے کتاب الماء الذی یجوز بہ الوضوء
میں واقدی سے نقل کیا کہ بظاہر (باقی برصغر آئندہ)

۱۔ میزان الاعتدالی نمبر ۵۷۴ ترجمہ محمد بن السائب النکلی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲۔ حیات الاثر ذکر الاجوبہ عمارتی بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۴/۱
۳۔ تقریب التدریب ترجمہ محمد بن عمری واقدی الاسلمی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ کراچی نولہ ص ۳۱۲-۳۱۱
۴۔ فتح تقدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر ۶۹/۱

بھی ہمیں سیر و معازری و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات پر سیر میں ذکر کرتے ہیں کہا لا یخفی علی من
طالع کتب، نقوه (بسیا کر اس شخص پر مخفی ہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت، میزان میں ہے)۔
کان الی حفظہ المستقر فی الاخبار والسیور و علم سیر و معازری، حوادث زمانہ
المغازی والحوادث وایام الناس والفقه اور اس کی تاریخ اور علم قدر وغیرہ کے انتہائی ماہر
و غیر ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار لہری مستقل کی روایت جہان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اشیاء موصوۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
کی ہیں۔ ت، حافظ اثنان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف، اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے حدیث فصیلت مستقل روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بحقیقہ ذکر و درج موضوعات کیا اس
پر حافظ اثنان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کے سب سے سوائے طعن ہلال کے
باعت موضوع کہن ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تسابیل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادہ
نہم میں حافظ اثنان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد میں متہم بالوضع و وضاح ہی
کا درجہ ہے اب یہ بات خوب معلوم ہے کہ وہ حدیث اثنان ہی سے ملاں کہ متروک یا حدیث متروک کو متاثر یہ ضعف

(بشیر حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریق للنساء الی لسائیں و هذا تقوم بہ الحجۃ
عند ما اذا وثقنا المواقف بما عہد المحافل
فلا یستغنیہ ایاہ و قال فی فصل فی التبار
قال فی الکلام مرجع شیخنا ابوالفتیحة الحافظ فی
اول کتابہ المغازی والسیور من ضعفه و
من وثقه و رجحہ توثیفہ و ذکر الاجوبۃ
عما قیل فیہ آء ۲، منہ (۲)
یاں کو ضعیفہ کہا گیا اثنان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے آء ۲، منہ (۲)

بنایا خود ہی ایسے شدیدہ الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تسابیل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے، لفظ اشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل زعم و گوارائی ہے و نہ الجحۃ السامیہ۔

خامساً اور تیسرے وضو کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنیہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام حلیل ابو علیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام اشان سے اس بار میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں،

قد سئل شیخنا حافظ عصر عن قاصی القضاۃ
شہاب الدین الشہید بن حجر رحمہ اللہ
تعالیٰ من ہذہ الحملۃ ما جاب ما نصہ الاتحاد
امتی ذکرھا الشیخ ابواللیث معہ اللہ تعالیٰ
ببرکتہ ضعیفۃ و الضعیفۃ یقتضی ہدوت فی
ذکر الحدیث الضعیف و العمدۃ فی قدسان
الاعمال و لم یثبت منہ شیء عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا من کولہ ولا من فعلہ
ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین
العصری ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے
بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا
کہ وہ احادیث جن کو امام ابو علیث رحمہ اللہ تعالیٰ کی
برکت سے نسخہ مطافرا سے منے ذکر کیا ہے وہ ضعیف
ہیں، اعمال حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل
اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی ہرگز نہیں اگرچہ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کوئی
قول و عمل ثابت نہ ہو اور امت

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بائیں
کرتا، حضور کو جلاتا، انگشت مبارک سے ہر صر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا نہ پہنچتی تھے و لا تملی اللہ
امام ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المناہج، مطبوعہ تاریخ بغداد، ابن حصار نے تاریخ دمشق
میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدیدہ الضعف
پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا، احادیث باطلہ تہلہ عنی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ
اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت)، باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا، ہذا حدیث غریب الاسناد

لہ علیہ الملح شرح غیۃ المصل

لہ میزان الاعتدال ترجمہ ۲۹۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۸

والمتروکونی، المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے، اُن کے سن کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خاص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مہربان لہیر میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابقاً حدیث الحدیث الابيض صديق وصديق صديق وعد وعد والله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ميتة معه في البيت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خواجگاہ قدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے، کہ ابوبکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ شاوی نے تیسیر میں فرمایا، باسناد قیصر کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے، باوصف اس کے فریاد، جلدی با فعل ذلک تأسیباً بکہ حدیث میں، یا وارو ہر اتوبیں باقتہ سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خواجگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے، مثالیں اس کی اگر قطع کیجے بکثرت لیجے و هذا الاچو قد بلغ الغاية وفيما ذكرنا كفاية لاهل الداية (یہ آنری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث رسول، و در دست راستی کی اللہ تعالیٰ کے شاہد میں خصوصاً حدیث وال کان انذی حدیث بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع ہے مر مرہر ضعیف میں ماحصل توفیق زائل بالجلد ہی قصیدہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد محرم حدیث ان سے منقول ہوا کہ شرط حمل عدم شدت ضعف ہے نقد تلمیذہ المتخاوی وقال سمعته مراراً يقول ذلك (اسے اللہ کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے اس سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول: بحث قبل شدیدہ (ضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد میں مافظہ ہے نقل ضعف فی شامی نے فرمایا مطلقاً نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عنه في مستحبات الوصوه ۱۲، مر ۱، (شامی نے مستحبات الوصو میں فرمایا ۱۲، مر ۱، ت)
لمع الحواشی اللہ شریعہ بحوالہ کتب المائتین حدیث غریب الاسناد المتنبی، مکتبہ اسلامی حرارت ۱۵۲/۱
۱۵۲/۲ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الیوم الاصح دار الفکر بیروت ۴/۳
۱۵۲/۲ تیسیر شرح جامع صغیر المنادی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام شافعی ریاض سعودیہ
۱۵۲/۲ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام شافعی ریاض سعودیہ ۱۵۲/۲

شدیداً الضعف هو الذي لا يخلو طريق من طريقه
عن كذاب او متهم بالكذب
شديد الضعف و حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی
اسناد کذاب یا متهم بالكذب سے خالی نہ ہو۔
یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھی امام سیوطی نے مدرسہ میں فرمایا حافظ سے فرمایا
ایکوں الضعف عین شدید فی حرج من انفسہ
من کذب بین والمتهمین بالكذب ومن فحش
غلطہ

یہاں دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑا یا قسم الیہا میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا
ان یکوں الضعف عین شدید کحدیث من الفرد من
الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطہ
یہاں ضعف شدید ہو مثلاً اس شخص کی حدیث ہو کہ میں اور
متہمیں سے ہوا فحش غلط ہو۔ (ت)

عزت وھکذا عزنا بعض بعضہیں وھو اسوسوی
عبد الحق للکنوی فی طفر الام فی الی التدریب و
بقول ابیدہ حیث قال الشارح لفعل بالحدیث
الضعیف ثلث شروط علی ما ذکرہ السیوطی شرح
تقریب النووی والسخاوی فی القول ابیدہ فی
الصلاة علی الحبيب الشیعہ وخیرھا الاول عدم
شدۃ ضعفہ حیث لا یخلو طریق من طریقہ من
کذاب او متهم بالكذب اقول نکتہ مستحکمات
لصواعق التدریب والقول ابیدہ معطہ لث ان
وقع ہینا فی الفعل ھما تقصر شیعہ
میتسمہ ۱۲ مدرسی مدقائ عد ۱۴

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی مکنوی نے طفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول ابیدہ" کی طرف ایسے ہی
طرح کیا ہے ان میں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی میں تدریس میں جب کہ نووی نے "شرح تقریب النووی"
اور سخاوی نے "القول ابیدہ فی الصلاة علی الحبيب
الشعیہ" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید ہو یا غیر اس کے
تمام طرق کذاب و متهم بالكذب سے خالی نہ ہوں اور
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
جہات سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے انور گریا چاہئے ۱۲ مدرسی شدت علی حدت

سہ رد المحتار مستحکات الوضوء مطبوعہ مطبعۃ ارباب فی مصر ۱۵/۱
سہ تدریب ارادی شرح تقریب النووی دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱
سہ نسیم اریاض شرح استغفار معتمد المکتب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۳/۱

یہاں کافہ نے زیادت تو سب کا پتہ دیا، تقدیر اول پر اعراسل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذاہین و متہین پر طلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تقریحات و معارضت جمہور و علماء و خدام امام اثنین سے بعید وراثت بطاہرہ الحدیث ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود کا فظ نے مڑوک شدیدہ الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادت سب بقہ میں مبرہن کر گئے ہیں کہ تقبیل اہل میں کی حدیثیں ہرگز ضعف شدیدہ سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف القضا یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ نہیں بھی تو ضعف قریب و ضعف شدیدہ و الحمد للہ العلیٰ العبدیٰ ہذا (اسے یاد رکھو۔)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح مغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتم مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن جریر سے نقل کیا ہے۔ یہ قوی کروں گا علماء کے احلاق

وہ یقینی کتبت ہب علی ما مشہور و متواتر الحدیث،
کلاماً یصلح بالحق ما احببت ایزادہ اتسما منا
للصالح، فذكرت اولاً ما عن الشافعی عن الطحاوی
عن ابي حنبلہ بن ابدہ باطلاق العلیاء ثم
اورت ما عن السیمر عن النخاوی عن المافظ
ثم قلت ما نصه۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سماوی سے، سہول سے عاصم سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے۔

اقول جب کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات مسلمہ
قوی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود
شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف
کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں
میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ
یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تعرد کی بات ہی ہے اور
پہلے انہوں نے کہا ہے کہ فرق میں سے کوئی طریق بھی
(کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ
کذب و متہم کے بغیر شدیدہ ضعف ہو تو ان کے ہاں
تعرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن
جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں
وہ شدیدہ ضعف سے ضعیفہ ضعف کے درجہ میں

اقول و هذا الکاتبی مخالفت لاطلاق
ما مر من الثوری عن العلیاء قاطبة، ولتحدید
ما مر من الطحاوی عن شیخ الاسلام
نفسه لکن بطریق دفعه التخالفت عن
کلامی شیخ الاسلام بانہ ہبنا ذکر التفرود
وہما سبق قال لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون
الحاصل انہ شدیدہ الضعف لغير الکذب
والتهمه لا یقبل عنده فی العصالہ فی التفرود
اعادہ اکثریت طرقہ فہم ببلدہ درجہ یسیر
الضعف فی خصوص قبولہ فی العصالہ بخلاف
شدیدہ الضعف بالکذب والتهمه فانہ
وانت کثر طرقہ التی لا تفوقہ بان لا یخلو

شئ منها من كذاب او متهم لا يسلخ تلك الذمة ، ولا يصل به في الفضائل ، وهذا هو الذي يعطيه صلاح السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقاً ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوعاً علی کثرة الطرق ، لكنه يحالعه في حصة واحدة ، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الصفت بالكذب ايضا حكما تقدم ، وهو كما ترى مخالفت لمسيره ما نقل عن شيخ الاسلام وعن بعض فقهه يرفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووي عنهم كافة ، فانهم لم يشره للقبول في فضائل في شديد الصفت كثر الطرق ولا غير هاسوي ن ذينوب موضوعا ، فمسيره ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لغت و تخش غلط ، مثلا وان تعمد ولم يكثر طرقه ، فافهم ، وتأمل فان المقام مقام حماء و زلل ، والله المسئول لكشف الحجاب ، وإبانة المصواب اليهم الصريح واليه الهائب اه . ما اردت نقله معا حلقته على الها مش .

ابن زل پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی اس کے برخلاف جو کذب اور تمسک کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذب اور متهم ضرور ہوتا ہے یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو . لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آنے آئے گی . جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا در را ہے حالہ میں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے ، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقوف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا توقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا ، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں بنائی نہ تو یہ کہا سے کہ وہ موضوع نہ ہو ، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ شد فتن یا فتن فتنی کہ بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اسی کا راوی متہدی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے ، خود بتائی کرو ، کیونکہ یہ مقام سختی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے . پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف امتحان سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کر چکا ہوں وہ ختم ہوا .

فان قلت هذا قيد تراشد اقتصادا

اگر اعتراض کے طور پر یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام

امام فلیعمل اخلاقاً تہم علیہ دفعاً
للتعالیفات من الثقلین قلت نعم
لولا انت ما ذکرنا من الدلیل علیہ
لا یلائم سر بیان التخصیص الہی ، و کیف
نصرہ ، ما نشاء یفعلون یرون شدة
الصعب ثم یقولون ، وبالجملة فلا اطلاق
الاوق بال دلیل والا لصق بقو احد الشیخ الخلیل
فتوای یكون علیہ التعلیل والعلم بالحق
عند الملك الجلیل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق
کو محمول کیا جا سکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں
اختلاف قائم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں ہاں
اگر میں۔ کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام
کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام
یہ نہیں ہے بلکہ وہ شہید ضعف پا کر بھی قبول کر سنے پر
عمل پیرا ہیں جس کا ہر مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ
(شہید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت فرق)
کی قید نہ سگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد المسبب
شرح تبیل کے زیادہ مناسب ہے ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد جو اہل حق کا علم اللہ جل جلالہ کے
ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

فی احکام افواج الضعیف والحدیث الضعیف ، هذا
الذی اشرت الیه من کلام الشیخ اوی السار المتقدّم
هو قوله مع منته فی بیان الحسن ، ان
یکس ضعف الحدیث لکذب او شدّة ذہانت
حافظ من هو احدث ، و اکثر اقری الضعف لغيرهما
فلم یجبر ، لو کثرت طرقه لکن کثرة طرقه یرتفع
عن مرتبة المراد و التکرار مرتبة الضعیف
اسدی یجوز العمل به فی الفصائل و مرصدا
تکون تلک الطرق الواحیة بمنزلة لطریق
التي فیها ضعف یسیر بحیث لو فرض محض
ذلک لحدیث باسناد جیه ضعف یسیر کان مرتقبا
برہانی مرتبة الحسن لغيره علیخصا۔

قائدہ جلیلہ (ضعیف حدیث کے احکام اقسام اور
اہل یزور کہہ سکتے ہیں) امام سموی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ چھ تین حدیث حسن کے
بارہ میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شدّد و
یعنی وہ حدیث اخذ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو ، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ اکابر
اور شدّد و کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو ،
یہ ضعف کثرت فرق سے بھی قائم نہیں ہو سکتا ، لیکن
کثرت فرق کی بنا پر حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے مستند و مکرر فرق ایک

معمول کردہ طریقہ جیسے جوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو درجہ حسن وغیرہ پر غائر ہو جاتی ہے، غلطاً۔ (ت)

ورأيتني ملقت عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع
تريادات نفيسة مما ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه بد ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشرح لا يزيد
الشيء الا شراً، والضعف الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمهور
مهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذايين
وعند آخرين مهم جازم لحفاظ ما اتي من
طريق المتهمين، وصرفها المسخاوق
بشدة الضعف الا في لذهابها الى ان الوضع
لا يثبت الا بالنقل من المقررة ان تغرد به
كذاب او صاع كما ان علي في هذا الكتاب
وهو عندي مذهب قوي اقرب الى الصواب،
اما ضعف بغير الكذب والهمة من ضعف
شديد مخرج له عن حيز الاعتبار كضعف
خط الراوي في هذا العمل به في الفصائل على
ما يعطيه كلام جماعة العلماء وهو لا قصد
بقضية الدليل والقرائن، كما عند شيخ
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسحاوي الا اذا كثرت طرقه الناقصة
عن درجة الاعتبار فتح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفصائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اسی کے اسی مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری ذرا بحث
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے، اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرک زیادتی سے شرفزید برحق ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ اسلام
بھی میں نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم السعفاء“ بھی میں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متهم یا کذاب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شدید الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے۔
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کر سنے والا کذاب یا
وفاق اس روایت میں متقدم ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب فی الصواب ہے، مگر کذاب اور
تہمت کذاب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے شدراوی
کہ اس بات کی غرض غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقوف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کماور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابلِ مسلسل قرار دیتے ہیں۔ تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا ورنہ ہی یہ دوہرے حسن لغو کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی کو سرے سے صحیح طریقہ تھے اس کی کمرزدی الٰہی ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کماور متعدد طرق اور ایک سنی طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لعينها الا اذا التجمعت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين صحيحين صالحين . و ما يدين فم تترقى الى الحسن لغيره فخصبر حجة في الاحكام . اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعني المراق او بشرط تعدد لجارات الصالحات لباينة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القاعة مقام صالح واحد هذا الكثرة في الصواب على ما فهمت السخاوي من كلام السوي وغيره . و قد فيه لضعف كثيرة مع مراعاة فيه مؤيد كلامه . فليس دسما في برهنة و نحوه .

ان کے الفاظ میں، جب راوی سور حفظ کا متابع مقرر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مقلد جو حجاز نہیں کرتا، مستور اسناد میں اور اسی طرح مذہب کے محدثوں کو نہ پہنچانا ہوتا ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں نہ تو نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سور حفظ اور مختلف جی کا ذکر ہوا) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح۔ پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کو اتنی روایت آجائے تو نہ کہ وہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه حيث قال متى تولى الحفظ به معتبر كان يكون فوقه او مثله لادونه وكذا المختلط الذي لا يشيرون المستور والاسناد المعلن كذا الحديث لم يعرف لحدوث حد صار حثيم حسا لان انه بل وصف بذلك باعتبار مجموع لانه كل واحد منهم را ممن ذكر من النبي حفظ والمختلط . با احتمال كون رواية صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا اجادت من المختارين رواية صواب فقتل لاحدهم مرجح احد الجانبيين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

بوحدة اجابہ مع جواز ستكون المكثفة في كلام
التنوي بمعنى مطلق التقيد ، وهو الاذني بما
سأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف
بالضعف ليسوا حتى ما لم ينزل من محل الاعتناء
يصح به في الفضائل وحده ، وان لم ينحصر
في ان يجبر ولو بواحد مما حسننا غيره ، و
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفا ذلك
في الجاسر ، ففقه في انواع الضعيف ، اما
البدى لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا
التصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة العلة
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

حدیثوں کی طرح ہی جاتی جو پس میں مل کر لغویت کا باعث
ہی جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث حسن لغویہ کے مرتبہ
کو پہنچ کر احکام میں خست ہی جاتی ہے ، اب یہ اختلاف
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ
مصنف یعنی ملا مرعاشی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ
بعض متعدد مصالح طرق جن کی بنا پر کمزوری رائل ہو سکے
ان متعدد مصالح وجہ اور کردہ طرق ، جو یک مصالح طرق
کے مساوی ہیں ، ال کر کثرت طرق صالحہ بن جلتے ہیں جیسا کہ
امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے ، باوجودیکہ ہمارا اس میں
اختلاف ہے جو کثرت الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دارققی من درجة التوقف الى درجة القبول و
الله اعلم ^{۱۱} وانظر كيف اجترأ في المتن توحيد
معتبر وفي الشرح باعراء رواية وحكم بالامتفاء
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول
في الاحكام ، به جعل الضعيف صالحا لا اعتبار
تالرو مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع
ويظهر ان الوجه معهما حتى العسرا في
شيخ الاسلام لم يابى في المنزهة من
الدليل لهما ما صقلا معا علقته على قبح
الحدیث ۱۲ من روى الله تعالى عنه (هـ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ ترقی
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اور اللہ اعلم ، ذرا غور کرو
حق میں بعض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے
ساتھ ملاقت تو پر اکتفا کیسے کیا در اسے قبول کا درجہ
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار
الرد کیا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں بالاجماع
مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت
نہ ہو اور میر سے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں علل کی
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے ، اس بنا پر جو تہمت میں
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ منع الغیث پر
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ من روى الله تعالى عنه (ت)

الاحکام ، و هذه اذا كان معه مثله ولو واحد
 هذا صحيح الغيرة او دونه مما يليه فلا
 يكثر انهم ما كتبت بتلخيصي۔

سکتے ہیں) کہ امام کوئی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق۔ تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی حالت کے زیادہ قریب ہے
 جیسا کہ ہم نے متعدد دیگر استعمالات پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف جو یعنی جس سے حد اعتبار مطلق
 نہ ہو یہ ضائل میں تنہا معتبر سے خود کوئی مزید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مزید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
 تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کے حکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کزائل کر دی ہے
 امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں اس واسطے ضبط راوی کی کزوری کے
 اور کوئی کزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کزوری غلطی کے درجہ تک نہ پہنچی ہو، تو یہ
 "حسن لذاتہ" اور حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک ایسی ہی مل جائے
 تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مزید اس سے مل جائے تو صحیح لغیرہ "ذاتہ" کی
 تا وہیچکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری بھی ہوئی قطعی غم ہوئی، غصہ۔ (ت)

یہ چند جملے کو یاد دلانے کے لیے لکھے گئے ہیں کہ چونکہ تقاضے اس قدر جس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
 بابتہ استحقاق ولہ الحمد الحمد لله القادر المقدر علمہ ما علمہ وحصل اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و
 الہ وسلم قبول ضعیف فی مسائل الاموال کا مستند جلیلہ ابتداء مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین سو کے
 مقدمہ کتاب کو ماہ مبارک ربیع الاول ۱۴۱۳ھ میں رسالہ بعنوان تعالیٰ علی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبصیر میں
 بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بجز اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
 تک آٹھ افادات تا آخر اسی مسئلہ کی تحقیق میں تھا جوئے علم روکتے روکتے اتنے اوراق اٹل ہوئے، امید کی جاتی
 ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسہیل ملیں و تفصیل جریں اس طور کے ہوا کہیں نہ ملے، مینا سب سے کہ یہ افادے اس مسئلہ
 خاص میں جدا رسالہ قرار دیے جائیں اور مجاہد تاریخ التہاد الکاف فی حکم الضعفاء (ضعیف
 حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وہاں اللہ التوفیق ولہ الشہ علی م ضروری من نعم تحقیق
 ما کا عشر وعشر عشرہا نلیق و الصلاة والسلام علی العجیب الکبریٰ و الہ وصحبہ و سلم

عہ منقرض محل بالامام سے بھی ضعف یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التعلق یوم القیام و البکی و التعلال الی غیر ذلک
 امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الثانی فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ ص ۲۶

اُسی میں تصانیف آدم خطیب کو لکھا،

التصانیف المصنوعة التي هي بضاعة المحدثين و
عسرتهم في فهمها
فازد بخش تصانیف کوفی حدیث میں محدثین کے بضاعت
محل تسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابو طبرانی سے اُن تصانیف کی مدح حلیل نقل کی۔ سب سے اہم کتاب کماں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد
در کماں کی کلام کی وہ یہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر محل وثاقیل استناد۔

مثلاً کتاب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الیہ الغریب اس تقریر طبقات کے
موجود اُسی حجۃ پانچویں اسی طبقہ والد کی نسبت لکھتے ہیں،

اصبع هذه الطبقة ما كان ضعیفاً محققاً
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تردہ حدیثیں ہیں
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

یہ ہر بے کیفیت حمل دئی، نیچار سے خود احکام میں بہت ہرجائی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی عجیب و غریب ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان طیس کی اور عند تحقیق یہ
بھی باعتبار سبب، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما مستقسم بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو
عقرب سنے گا)۔

واللہ اعلم بالصواب قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چون نوبت علم حدیث طبقہ دینی و خطیب و ابن عساکر	جب علم حدیث دینی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ
رسیدہ میں عزیزان دیدہ نگاہ احادیث صحاح و حسان	تک پہنچا تو انہوں نے در کما کہ متقدمین علماء نے ایسی
راستہ میں مضبوط کردہ اندیس مائل شدہ نہ کچھ احادیث	احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا،
ضعیف و مقولہ کہ سلف نے آرا دیدہ و دانستہ گراشتہ	انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقولہ
بودند و غرض ایشان ایں جتن آں بود کہ بعد جمع حفاظ	تھیں جنہیں اسلاف نے عمدہ ترک کیا تھا ان کے جمع کئے
محدثین و راں احادیث تامل کفہ و موضوعات را	سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہد قسم دوم زاصل دوم در شبہات و راقان دوم
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے ان کے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

سُئل بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد و خطیب
سُئل حجۃ اللہ الیہ الغریب باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعہ
مطبعہ مایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۸
المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۳۵

از حدیث غیر ما تھا نہ مایند چنانکہ اصحاب مساند فرق
 حدیث صحیح کو دیکھ کر حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از
 یکدیگر ممتاز و سب زندہ بن ہر دو فرق را خدا تعالیٰ محقق فرماتا
 بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و
 حسن و متاخران حدیث غلط و طبقہ او تصرف
 نمودند این جوری موضوعات را بحد و ساخت و سخاوی و
 مقاصد حسنہ و غیر با از ضعافات و مناکیر تمیز نمود
 غلط و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
 تصریح نمودہ کہ جزاھم اللہ تعالیٰ عن اھل النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر اللہ ملحقاً
 ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھل حقیقہ (ت)

دیکھو کیسی صریحاً تصریح ہے کہ کتب طبقہ ضعیف و مرسل بنیاد میں ہی موجود ہیں اگرچہ بغیر ہاکہ وہ بھی
 بلاشبہ خود احکام میں جہت نہ رکھنا تھی۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی جہت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد اللہ
 و ابوبکر بن ابی شیبہ و تھانیف ابی داؤد و یحییٰ و یحییٰ و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں
 لگایا۔ امام بیہقی جلال سیرت کی غلطی جمع الجوزی میں فرماتے ہیں:

در صورت بخاری شیخ و مسلم و لابن حبان
 حب و لما کم فی المستدرک لک و للفضیاء
 فی المحتسرة فض و جمیع ما ف ہذہ
 الکتب الخمسة صحیحہ سوی ما فی المستدرک
 من المتعقب ما ثبہ علیہ، و در صورت ابی داؤد و
 تھانیف علیہ فہو صالح و ما بین ضعفہ
 حدیث فی الاصل الہدی وقت علیہ یسین
 میں نے حوالہ بات کے لیے یہ درجہ وضع کیے ہیں، یعنی
 بخاری و مسلم و حبان، حب سے ابی حبان، کہ مستدرک
 حاکم، فض سے مختارہ للفضیاء، ان پانچوں کتب میں
 صحیح احادیث میں ما سوائے حاکم کے جی پر اعتراض
 کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو، اسے ابو داؤد جس پر
 وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف
 وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی پر صفحہ ۵۴۱)

ابو نعیم و دیلمی از ابوہریرہ روایت کردہ اند کہ حضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ کتاب سبب
کفایت ہے کہ تا از پنجویں چیز از قرآن کفایت نیکنند
الحديث۔

ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں
فاتحہ کافی ہے الحديث (ت)

ہیں اور روایات بھی ابی ہریرہ و ابی ہریرہ و ابی ہریرہ
قبلی از شبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد ادا آمد
و شکایت در گردہ کرد شبی باو گفت کہ ترا لازم است
کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے در دم کنی او گفت
کہ اساس القرآن چہیست شبی گفت فاتحہ الکتاب۔

ہیں اور روایات بھی ابی ہریرہ و ابی ہریرہ و ابی ہریرہ
قبلی از شبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شبی کے
پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے
فرمایا کہ اساس القرآن پڑھ کر پائے درد بردم کر،
اسی نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے؟ فرمایا
سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورۃ لقہ ذکر بعض خواص سورۃ آیات میں ہے
ابن المبارک و تاریخ محمد بن سید بن وہایت کردہ
اس نکتہ نے اپنی کتاب میں محمد بن سیرین سے روایت

عن دوریں بعض روایات قرآن دار قطنی یا طبرانی یا
وکیع عن صفیہ را سوندہ ہذا زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال
ایں معنی نہ نمایند کہ اسناد بایں مقرون طبقہ شام
است بچان ایں امر منقہ ثبوت نشینہ کہ بہرہا حدیث
طبقہ را بعد س قہ از درجہ اعتبار نیست باز احتمال
نہ کہ بلامعنی روایات دیگر کہ تنها از طبقہ را بعد ست
ازل با سشدہ زحسم عن صفیہ را هیچ کن
باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دار قطنی یا طبرانی یا وکیع
کے ساتھ اقتران سے محافضہ کو سودمند نہیں کیونکہ اس
طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے
طبقہ شام سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے
کہ طبقہ را بعد کی تمام احادیث دیکھ اعتبار سے ساقط نہیں
پھر احتمال نہ کہ دیگر روایات کے علاوہ سے کہ جو صفیہ
طبقہ را بعد سے ہیں یہ بھی زعم فی لغت کو زیادہ زائل کرنے
والہ ہے، مخالفت کا جو بھی زعم ہو، اسے، بھی طرح
سمجھ ۱۲ منہ (ت)

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیہ ہر دم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند اگر در آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اہ مختصراً۔

اسی میں ہے،

روئی بن جریج عن مجاہد قال سئل سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ادبک النصارى الحدیث۔

عزیزی آخر وانیل میں ہے،

حافظ خلیب بغدادی اریا بر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخند مت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودہ۔ عانت سے یہ کہ حق تعالیٰ بعد از من کہے را بستر ازو پیدا نکرده است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

حافظ خلیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رکعت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذین امنوا والذین ہادوا۔ (م)

شاہ صاحب نے مجاز نافذ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر بھی چھٹے طبقہ میں تیار کیا ہے جیسا کہ السیف، المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه زیر آیه ان الذین امنوا والذین ہادوا والنبی ۲ منہ (م)

عنه شاہ صاحب درجی نافذ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر از ہمیں طبقہ را بعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

۱۳ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وخصائل سورۃ فاتحہ وکی وسمائت مطبوعہ لاہور کنواں دہلی ص ۹۴
۱۴ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین امنوا والذین ہادوا والنبی ص ۲۴

میں

و خلافت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد
جابر گوید کہ عیسیٰ دگر مشہد بود کہ حضرت ابوبکر تشریف
آوردند۔

تحفہ اشعریہ میں ہے :

در روایات مشہد و متنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر صحیح
بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر مراد
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین عسلی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خود خوشنود شد اما روایات اہل سنت
پس در مدح النہد و کتاب الوفا و بیعتی و مشروع مشکوۃ
موجود است بلکہ در شرح مشکوۃ شیعہ جہالتی نوشتہ است
کہ ابوبکر صدیق بعد ازین قصہ بخانہ خالد رست و در گرمی
آفتاب بر در ہا ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا
از در اضی شدہ و در ریاض النہد نیز لکند کہ تفصیل
مذکورست و در فصل الخطاب بروایت بیعتی از شعبی نیز
ہیں قصہ مروی است و ابن اسحاق در کتاب المواقف
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرمی

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے (ت)
عمر در طعن سیزدہم از مطاعی علامہ بر حضرت افضل
الصیرقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ص ۴۱ (م)

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت
روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی
تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

مشہد اور متنی دونوں کے ال روایات صحیحہ میں ثابت
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزارا، لہذا
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو سفارش بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت و ارجح النہد،
اوقاف، بیہقی اور مشروح مشکوۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح
مشکوۃ میں شیعہ جہالتی رکنہ اللہ نے لکھی ہے کہ حضرت
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ زہرا کے گھر کے باہر
دھوپ میں کھڑے ہوئے اور حضرت کی اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النہد
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں
بروایت بیہقی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور
ابن اسحاق نے المواقف میں اوزاعی سے روایت کیا

طعن دہم از مطاعی علامہ بر حضرت افضل
الصیرقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ص ۴۱ (م)
طعن دہم از مطاعی علامہ بر حضرت افضل
الصیرقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ص ۴۱ (م)

سلف تفسیر عزیزی آعر سورۃ الیل پارہ عم - مبلورہ عالی کنواں دہلی ص ۲۰۶
سلف تحفہ اشعریہ طعن سیزدہم از مطاعی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلورہ سیلی الہدی لاہور ص ۲۰۸

سایعاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طعنے دیا بعد میں گناہانکہ بلا مشہور مستدرک حاکم کی الزام دیشہ اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح میں قطع نظر اس کے کہ حدیث شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کیا یا حتیٰ علیٰ من حالہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جسے ان دونوں کتابوں کا ملکہ کہتا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی بستان احمدین میں امام الشافعی ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدر سے بسیار بر بشرطیں
برود بزرگی یافتہ میشود یا بشرطیکہ از نہا بلکہ طعن غالب
آنست کہ بقدر ضعف کتاب ازین قبیل باشد و بقدر بے
کتاب ازین جنس است کہ نظر از اسناد او صحیح است
لیکن بشرط ایں سرود نیست و بقدر بے باقی و ابیات و
مناکیر بلکہ بعض موصوعات نیز بہت چنانکہ من بد انتقاد
ایں کتاب کہ مشہور بتفحیص ذہبی است جزا کر دہی
جو کہ طعن ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بار سے میں خبر دیکھا ہے، (نتیجہ ۱۲)

لفظ "بظاہر" ہر در آنچہ امام حاکم الخفاء در تدوین از
ذہبی آورده نیست بعضی ہیں است کہ فیہ حمله
و قرۃ العینین شرطہما و جملہ کثیرۃ علی شرط
احدہما عمل محکم و لک نحو نصف الکتاب
و فیہ نحو الربع صاحب سندہ و فیہ بعض
اشی اولہ علیہ و ما نقلی و ہو نحو الربع فهو ما کیراد
و ابیات لا یصح و فی بعض ذلک موضوعات ہندوم
جو بقیہ چہ تنائی ہے وہ مناکیر و ابیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوعات بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

ملہ بستان الحدیثی مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ پرنسپل ایجوکیشن کراچی ص ۱۳
ملہ صحیح الراء فی حدیث احادیث مسلم و ابی الحاکم فی المسقط دار نشر لکنتب الاسلامیہ راجو الزمہ

مستدرک جس میں تین ربیع کتاب کے قدر کا ورثہ بھیجی ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چاہئے نہ ضعف مستدرک یا اطلاق محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس سے بڑا اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا قسٹ فقہ رکھتا ہو آپ پر کئے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے ہے اس کے تحت نہ بچھے لے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رہہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشأ اختلاط صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم، فرض و دیکھیں کہ انہوں نے صاف صاف یہی تصریح کستن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابو یوسف و ابن شیبہ و مصنف ابی داؤد و غیرہ سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرماتے ہیں کہ اصل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری۔ یونہی امام شیعہ لاسلام عارفہ اللہ ذکر یا انصاری و امام سخاوی نے تفسیق کی، امام حاتم الحافظ کا قول ابی یوسف نے پکے کواٹھوں نے ان سب کتب کو ایک سنگ میں منسک فرمایا اب شاید منکر کچھ فہم ان نفوس انہ کو دیکھ کر کستن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض میں دیکھا و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم۔ بالجمہ حق یہ کہ ہمارا اسناد و نظرو انتقاد یا تحقیق فقہ پر ہے نہ غلوں کتاب میں ہونے غلو ہیں نہ ہونے پر قلم خراشت رہا جب اس عمل پر آیا فیض کر دے کہ مقدمہ نے غش فرمایا اس مقام و مرام طبقہ حدیث کی تحقیق جزلی و تدققی نہیں بغیر دلیل ضررہ لوسے باجیل پر مائیں ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اٹھا کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرانہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا ٹکس ہے جو مستدرک حکم کا فرض ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کیا کہ ان دونوں کتابوں کے کٹا چٹا ضروری ہے کیونکہ ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے نفع حاصل کرنے کا مصدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

ہم نے ان دونوں کی بہارتوں کو اپنے ساتھ مراجع طبقات

الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ ۱۳

ما لا یفتقر لیل جلد قال ذہبہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر ان یستدرک الحاکم ما یظن ما لیس بصحیح صحیحاً قال یتعین الاعتناء باستقاء النکت بین فان نکلاء فی تساهلہما اعدم الاستطاع بہما لا لعالم بانفس لامہ ما من حدیث الا ویسکی ان یکون فذوق عوفیہ قسائل ۱۲ مر ۱۳

علہ ذکرنا لہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ ۱۳ اتھانی عشرہ ۱۴

و ابی دہرام نے تحائف تہائی رسالہ عقودہ اور بظاہر تاریخ مدارج طبقات الحدیث لقب دیا ولے العتہ فیما انہم ولہ الحمد علی ما علم وحسنی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بہت و پنجم: کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں،
اقول کہ میں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئی و قسم میں، ایک دو جن کے مصنفین سند میں ایرد
موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و باطیل جزوقانی و موسوعات سعدی ان کتابوں میں کسی حدیث
کا ذکر بلا شبہ یہی بات ہے تاکہ اس مصنف کے نزدیک موضوعات سب حسب تک صراحت فی موضعیت نہ کر دی ہو جیسی
ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ موضوعات نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صحت اتنا
ہی ثابت ہو گا کہ یہ مصنف میں موضوعات سے یہ خط واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہو گا کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان
ان سب کتب میں، حدیث صحیحہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بھر دی ہیں اور محض جہ دلیل کی پر حکم وضع
نکالا ہے جسے اللہ محققین و نقاد متقیین نے دلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام
نودوی و الفیہ، امام عراقی و فتح الحدیث امام سنن اسی، فیہ تصانیف صحاح بیان و تقریب امام خاتم المفاد سے
قدر سے مفصل، اور انہی کی تعبیات و لالی مضمونہ و القول الحسن فی الذہب عن السنن و احام الشان کے القول المسدود
فی الذہب عن مسند احمد وغیرہ سے بنیاد تفصیل واضح و روشن بظاہر قدیب سے ظاہر کہ ابی الجوزی سند اور تصانیف
درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی جو اسی حدیثوں کو موضوعات کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد صحیح بخاری شریف
بروایت حماد بن شکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ سلووم و جن کا
عہد احمد شہر عربی، رسالہ مختصر بحالہ باوصف و جازت و اندہ فیصلہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں جو تہ اندہ ابانہ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی دو تقریر ادا کی جس سے کلام فاسد ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔
ثالثاً پھر بہت اباحت رکھ کر لفظ ذلک ایہ اذکیں جن سے روشنی ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع
نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تمام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عادی
ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا، قرین سے کلمات عکاسے مزید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ
وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار و ریزہ کہ اندہ و علیٰ میں کن کن کو دوبارہ تصحیح
احادیث تسلی اور کہیں درباب حکم وضع تشدید یا مصادیر رجال میں نسبت تھا بیان کیا جو کچھ وہی کیا ہے کسی روشن ثبوت
دیا ہے ولے الحمد ۱۲۸۸ھ (م)

قصہ صرف ایراد موضوعات واقیہ نہیں بلکہ دوسروں کے مکرم وضع کی تحقیق و تفتیح جیسے الہی امام سیوطی یا نظریہ تنقید کے لیے اُن
حدیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے مکرم وضع کیا جیسے انھیں کا ذیل الہی امام محمد روح طبعہ مضموعہ میں فرماتے ہیں،

اس لجوری اکثر من احرار ۱۷ جہیف بل والحسن
بل و بصیرہ کہ یہ علی دلائل الاشیۃ الخلف ط
و مال ما احتلج فی مصیغہ استقاؤہ واستفادہ
وورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعصا
سہت علیہ او ملکہ۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ
حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے
اس پر تنبیہ فرمائی کہ اس سے میرے دل میں تھا کہ اُس
کا خلاصہ کروں اور اُس کے مکر پر رکھوں تو اب میں حدیث
ذکر کے ابی جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو
اعراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں،

واذ قد اتینا علی حیمہ ما فی کتابہ فنشروع
اکان فی لزیادات علیہ فمنہما یقطع موضعه
و صہ ما یصلح ما یصلح علی و صہ ولی فیہ نظر
فاذکرہ لیسطر فیہ۔

نظر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتانے والا حاصل
کتاب کا موضوع ہی نہ ہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ
صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا سلا ہے مثلاً لا یصح (یریح نہیں۔ ت) یا
لہ یثبت (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا مستند پر جہالت یا انفکاح سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور
اگر "سہ" کی قبیلہ زائد کر دی تو صحت مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا انقیاد
اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تفتیح رہے گا لہذا کئی شکوک ان کی کتاب موضوعات مستحقہ بر خراہید مجبورہ بھی اسی قسم ثانی کے
ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جن میں موضوع گنا
ہر گرج نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی ضعیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر
تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے،

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسوالم وجمع علیہ
بل عایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرقہ وقد یکون
ضعیفاً ضعیفاً خفیفاً وقد یکون
علی من ذلک لو اُحاصل علی ذکر ما کان ہکذا
التبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین
موضوعاً کابن الجوزی فابہ تماہل فی
موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ما ہو ضعیف فمؤلاً
عن الحسن ومبلاہن لضعیف وقد تعقبہ
الشیوٹی بما فیہ کحایۃ وقد اشوت الی تعقیباتہ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر مشروع
کا طلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض
کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات
میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح
روایات کو موضوعات میں کرکڑیا دیا جائے کہ حسن اور ضعیف
الماہی کو ملنے ان کا تہ قہ کیا ہے میں نے بھی ان کے
تعقیبات کی طرف اشارہ کیا ہے (المودت)

تو مشکلیں طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تعبیل ابیہ میں شرکائی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاش ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات ساتھ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم
موضوعیت کا ابطال ہوا اگر ازانجا۔ یہ پڑنے کی بات سے تو یہ نہ ہو سیت کسی دن نہ کلام نہ تھا لہذا ان افادات
کے ساتھ خلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شریہ کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول
اعضائ میں غل ہو بلکہ حقیقتہً نفس ذکر یہ ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسن
بلکہ موجود ہیں کما تبین۔

الطیغۃ اقوال حضرات و بابیہ کے پچھلے متکمل اگر موضوعات شرکائی کو موضوع نہ کہے تو کیا عجیب
کہ خود ان کے امام شرکائی کی کج بھی ایسی ہی ناقص رہا کافی تھی یہیں نجد موضوعات میں عدائے نافیان کذب کی دو قسمیں
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیفہ روکدائیں وغیرہ کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفائی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو لکھ دیا جائے وہ بزرگ تصانیف
سے افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرداً سخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لیرا
از ضافات و مناگیر غیر نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جڑا ہیں ۱۲ منہ دم

لحہ الفوائد المحمودہ بخط الکتاب دارالکتب الطبیۃ بیروت ۴
۱۲ قرۃ البین فی تفصیل الشیخین قسم دوم شہادت الخ ملکۃ سلفیہ لاہور ۲۸۲

مقتصد بہ موضوعات سے نہیں جگہ اس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ایری کہ صحیح بخاری یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی سب سے صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، مجھے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال کیا المقاصد الحسنہ فی میان کثیر من الاحادیث المشتبهة علی الکلیۃ (مقاصد حسندر بانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت۔ اُسی کو آنکھ کوئی کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث سب سے حدیث آیۃ المناہق ثلث متفق علیہ (منالی کی تین علامات ہیں۔ بخاری و مسلم۔ ت۔ وہیں ساتویں حدیث سب سے حدیث ابد ابفسک مسند ذکوة من صحیحہ (اپنے آپ سے اتہا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکوة کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت۔)

(ذکر کہ انہیں میں تحریک الایار للعراق بھی تھیں دی سبحان اللہ کہاں تحریک احادیث کتاب کہاں تصنیف فی المرضیات، اسی فہم پر ابو حنیفہ و شاخص سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
طیجۃ الافادات، لکھنؤ کھم اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حدیثی کے، ان چودہ فادونے ماہ شب چہرہ کے طرہ روشن کر دیا کہ تفہیل ابہامین کی حدیثیں اگر قصود طرق و عمل بل علم سے متوی نہ بھی ہوں تو اتہا و جب ضعیف بضعف خفیف اور اصالی مسائل بہ بنیاد حدیث و حقما مقبول و کافی و ثبوت استجاب عمل کے یہ مفید و افانی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ ان کے ابطال و ابہال کے یہ نہیں بعدہ تعالیٰ اپنی سزا سے کردار کو پہنچ گئیں و لکھنؤ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیکھ اور بعنایت النبی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتنبی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیل کلام اور آخر میں ازالہ وار باقی بقیہ اودام منکرین پیام کیجئے و باللہ التوفیق۔

اقادۃ یست و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) قبول بالعرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی مد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتقاد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکل تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ اگر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حکم نے بطریق طریق ہارون بنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز و ضلئے حاجت کیجئے

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

ایک ترکیب عجیب مرفوعہ روایت کی جس کے آخر میں ہے۔

ولا تقلوها السفها ، فانه يدعون بها
فیستجابون ۔
یہ قوفوں کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

انکر جرح و تعدیل سے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ تتم یا مکذب تک کہا۔ امام احمد
امام نسائی و امام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا، سخت
ضعیف ہے۔ صراح جزوہ نے کہا، کذاب ہے۔ امام یحییٰ بن سعید نے فرمایا، محض لاشیٰ کذاب خبیث ہے۔
ابوعلیٰ کوئی شے نہیں کہ اب و خبیث ہے۔ ت، کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت، لا جرم
حافظان شان نے تقریب میں فرمایا، متروک و کان حافظاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت، ذہبی نے
میزان میں کہا،

كان من اوجية الصدور على ضعفه ، وكثرة
صاكيه و ما اظنه ممن يتعمد الناطل ۔
اس ضعف و کثرت مناکیہ کے باوجود وہ علم کا ذخیو
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا اردہ
کرتا ہو ۔ ت

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا ، دہریہ فی ضعفہ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت،
ام اہل ثقتہ حافظ عبد العظیم ذکی منذری نے کتاب الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون
کے متروک و تتم جہنم سے اُسے ملوث کیا،

حيث قال قد قصده به عمر بن هارون البلخي و
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متغدد

عنه في الترغيب في صلاة الحاجة (مزد)، (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت،

۴۲۸/۱	مطبوعہ مطبعۃ البابى مصر	سۃ الترغيب الترغيب في صلاة الحاجة ۱
۴۲۳/۳	مطبوعہ المكتبة الاسلامية لصاحبها الحاج ديانف الشينى	نصب الراية الحديث الثانی والاربعون من کتاب التكرات
۲۲۰/۲	مطبوعہ دار المعرفة بيروت	سۃ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷
۱۹۲	مطبوعہ دار الفکر دہلی	سۃ تقریب المتذنب حرف العين
۲۲۹/۳	مطبوعہ دار المعرفة بيروت	سۃ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون
۳۱۲/۱	مطبوعہ دارۃ المعارف الشفا میرجید آباد دکن	سۃ تذکرۃ الحفاظ الطبعة السابعة

وهو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدي
وهذه مما اعلته اه قلت بل اختلف الرواية
عن ابن مهدي انما فقال في السجدة ان قال

اور وہ متروک و متهم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی
نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اہ قلت (میں کہتا ہوں)
کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے میزان میں ہے

عہ اقول هذا خطيب من مثل الحافظ مع
قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور
وثقة قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الايام
عن ابى غسان عن بهز بن اسد انه قال ارى يحيى
بن سعيد حمده قال وساق الخطيب باسناد
عن ابى عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال
عمر عندنا حسن احد الحديث من ابن البارک
وقال عمرو بن سئل ابو حنيفة الله عن عمرو بن
هارون فقال ما اقدر ان اتقن عيسى بشئ
كثبت عنه كثيرا فعيل له قد كانت له فقرة
مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحصل
عيسى وقال احمد بن سيار كان كثيرا السماع
كان قتيبة يطره ويوثقه الا ثم ذكر تكذيبه
وتركه وجرحه عن ابى معين واخره ثم
قال قلت لاسير في ضعفه وكان لما حافظ في
حروف القسرات مات سنة اربعين وتسعين
ثلث مائة اه ۱۲۴ مہ (م)

ا قولي حافظ عيسى دکن پر تعجب ہے کہ خود
انہوں نے خاتم کتاب میں کہا کہ اسے جمهور نے ضعیف
کہا اور قتیبة و غیر نے اسکی توثیق کی اور تذکرۃ الحفاظ میں
از اباء از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں
میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حمہ کرتے تھے کہا
اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے
 نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی البارک سے احسن ہے
اور ہمدانی نے کہا ابو حنيفة سے عمر بن ہارون کے تعلق
پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئی کہنے کی
طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات
لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ
فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے
کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سبار نے کہا
کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبة اس کی قرینیت و توثیق
کرتا تھا، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح
ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں

ہوا ۱۲۴ مہ (م)

کسی جگہ حدیث میں اُس کا نام نہ لکھا ہے نہ جو حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اگر کے باقی امت و اہل یار رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل عییدہ و شئامیل جمیدہ عرض کرتا یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لکھی اندلسی رشاد علی نے کہ پانچویں صدی کے عہد سے تھے ۶۶ھ میں انتہا کیا اپنی کتاب اقتباس الارواح والتماس لارادار اور بوجہ اللہ محمد محمد ابی الحجاج جمہوری کی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے ۷۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب نہ نقل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اسلام نے اس زمانہ اس کا پتہ نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نہ لکھا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل میں اسی قدر کو کافی سمجھا۔ ن نادانوں گندہ واسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ راہر میں سونا درکار، صفا کسی طبقہ میں نہ ہوتا ہی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرعاً قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انھیں زشت علی کا والد دیا، بعد امام علامہ احمد قسطلانی نے مہاسب لدنیر میں بھیضہ جزم و کرک، اسی شرع قصارہ مدخل کی سند دی، اسی مہاسب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب تغابی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق جمہوری حدیث و بیوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زبر بیک یہ کیر لاقیم بعد الصلوة وانت حد بیہد مسند میں کس قسم کھاتا ہوں اور اسے محبوب! تو اس میں علامہ افزون ہے۔ جس میں رہب العزت جل و علانے شہر مصلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعنک انھم نفی مکرہم یصلیون (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا قیم بعد الصلوة مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہے جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عز وجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقیم بعد الصلوة نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے:

مکہ فصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) و سوس مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو (ت)

مکہ الفصل الرابع من ابواب الاول ۲ منہ (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

قد قاوران هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و حياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا ايها الامي يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة حده ان اقم بتراب قد ميك فقال لا اقم بهذا البلد مبارك قدس كل قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے ، لا اقم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کرتا ہوں، اسی مواسب میں ہے ،

على حد حان هذا متضمن للقسم ببسند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من تر يادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب مرضى الله تعالى عنه قال بنسبى صلى الله تعالى عليه وسلم يا ايها الامي يا رسول الله لقد بلغت من فضيلتك حده ان اقم بحياتك دون صائر الانبياء ولقد بلغت من فضيلتك حده ان قسم بتراب قد ميك فقال لا اقم بهذا البلد

بر مال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کر متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی بجائے میں نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمت مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقم بهذا البلد کے ذریعے آپ کے مبارک قدسوں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (مت)

عنه المقصد السادس النوع الخامس لفصل الخامس (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ عنہ (مت)

سنة نسيم الرياض شرح شفا باب اول الفصل الرابع في قسمه تعالى مطبوعه دار الفكر بيروت ۱۹۹/۱
سنة مواهب اللدنيہ شرح ازرقاني والفصل الثاني من النوع الثاني من المطبوعه عامه مصر ۲۰۰/۶

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن جملہ کجیہات است کہ از زبانی
پے سپر میکند، آفرایا (پائے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم، سوگند بنجا کہ پائے خوردن ست، و این
نقطہ در نظام نظر سنت سے در آید، نسبت بیکتاب
عزت چون گویند کہ سوگند بخورد بنجا کہ پائے حضرت دست
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف
پاک ست کہ غبار سے بران نہ، و تحقیق این سخن آنست
کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بجز
غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت
و تمیز آن چیز ست نزد مردم و نسبت بایشان تا بدانکہ
کہ آن امر سے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است
نسبت ہوسے تعالیٰ ۱۱

یعنی شہر کی قسم کی نے سے مراد یہی ہے کہ اس کے
خاک پاکی قسم اٹھاتی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور
جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بخاطر یہ
الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے
خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت
کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں
وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے
علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں
ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہو بلکہ حکمت
یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب
ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم
ہو اور لوگ شہسوار کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیز کے
نسبت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث ہے سند کیا ذکر کرتا کہ اس کی قاعدہ یا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جاننے دیجئے
یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شام ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے
سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات
مذکورہ تاریخ یا لغوی دروضۃ الاجابہ و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود،
مثلاً لکھا،

۱۱ انا تصاف شیعین بصفات کاملہ تبلیہ پس بطریق شیعین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

حصہ قلم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (۲)

لے مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر ۱/۶۵

نوٹ، مدارج النبوة مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر کے نسخہ میں نہ کثیرہ جہات نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ
اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور آنحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نیز اگر حدیث
سے قرۃ العینین فی تفصیل شیعین تصاف شیعین بصفات کاملہ تو مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

بہتر از جان وے مقصود نگردد و زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تخصص کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سدھائل
تقریبت نمود چنانکہ معانی صحابہ پر ہر گو اہی داوند کہ ہے
اعلم زبان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق کل اجاب
جہاد پر بچے نمود کہ خوب تر از ان صورت نگردد و قیاس
الیافہ فی السنۃ الرابعة عشر تحت دمشق
در روضۃ الابواب مذکور است کہ در زبان خلافت و
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن فتح شد
چار ہزار مسجد ساختہ گشت و چار ہزار کنیہ خراب گزید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند آہ بالا تعلقا۔

میں رو کا دیا جائے تو محسوس ہوگا کہ نبیاء کی علامت کا
کام ان سے بہتر نہیں یا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ
توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کر دیکھے اور نہایت
ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت و اجماع و
قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر قریبت تمام راستے بند
کر دیے چنانکہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے
کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ
کو اس طرح نبیایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا
یا غرضی کہتے ہیں کہ سلسلہ میں دمشق فتح ہو گیا اور

روضۃ لاجب میں ہے کہ فاروق اعظم نے دو سو ایک ہزار (۱۰۰۰) شہر فتح مضافی تہ فتح ہوئے چار ہزار
(۴۰۰) مسجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰) کنیہ تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
آہ بالا تعلقا۔ (د)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد و طبع گے اس کا
گفتا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاهر و بابر شانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یا ان است و اہل یار رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی حیا علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریعت میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم اعجاز
جلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منہا اہل الصفا فی تخریک اعمادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے تسلیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من ابواب الاولی (۱۲۷) (م)

۱۳۰	ص	مطبوعہ المکتبۃ السلطیۃ لاہور	ماثر جیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۳۰	ص	۱۳۰
۳۱	ص	"	"	"	"	۳۱
۱۳۲	ص	"	"	"	"	۱۳۲

۱۔ اجدہ فی شئی من کتب الاثر لکس صاحب اقتباس
الاخبار و ابن الحاج فی مدخلہ ذکر اہ فی ضمن
حدیث طویل و کئی بذلت مسند المشد خانہ لیس
سایتعلق بالاحکام۔

۲۔ میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر
صاحب اقتباس الاخبار اور ابن الحاج نے مدخل
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو
متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل و علا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشنی تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ ہست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس نفل کی ممانعت لازم نہیں) اقول اچھا
سب جانے دیجئے اپنی خاطر فوراً تنزل لیجئے بالعرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے
نہ حدیث عدم اس کا اصل صرف اتنا ہو گا کہ اس بارہ میں گید و ارادہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع و ارادہ ہوا، اب اصل فصل کو
دیکھ جائے گا اگر تو اعدہ شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہو گا و نہ الامت اصلیہ پر رہے گا اور ہنیت حسن حسن و مستحسن
ہو جائے گا۔

۱۔ کیا ہوشان الباحات جیسا کہ نص علیہ ہے
عنه قال فی الاشباہ من لقادة الاول اما
الباحات فاما تھلک صفتھا باعتبارہ قصد
لاجلہ لاوعتھا یقن فی اوائل نکاح رد المحتار
وفیہ ایضا صحت کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ
لعققة وان قلنا انها مباحة لکن یقصد
الشکر تصیر قریبۃ فان النیۃ تصیر العادۃ
عبادات و الباحات طاعات و کلام الاغویج
مزی فی الافادۃ الحادیۃ و العشرین ۱۲ من (۴)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ
اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ
حق کا ارادہ کیا گیا ہو اور اس جہت کو رد المحتار کی کتاب
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب
اللاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے جماد
بن جلتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات
کو عبادت و قربا برداری میں بدل دیتی ہے اھ اور
انکو فی العلوم کا کلام الکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے (ت)

۱۔ نسیم الریاض شرح اشعار باب اول الفصل السابع فیما اخبر الله تعالیٰ ابو مطہر دار الفکر بیروت ۲۴۸/۱
۲۔ الاشباہ و اشعار بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطہر دار الفکر بیروت ۳۴/۱
۳۔ رد المحتار کتاب الاحکام دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۸/۵

الاشياء ورد المحدث وانما في العلوم وغيرها وروا المختار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتقد
من معتقدات الاسفار۔ کتب میں تصریح کی سبب (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود یا ظل و مہل و سبب اثر ہے یا نہی و نعت
کا پروا نہ لایا جرم علامہ سیدی احمد رضا دہلوی حاشیہ در مختار میں یہ قول دیکھ لیں و اما الموضوع فلا يجوز العمل به
بحال فرماتے ہیں :

ای حدیث کا محال القواعد الشریعة و اما لو كان
و اخلا في العمل عام فلا مانع منه لا يحصل
حدیث ثابیل لدخوله تحت الاصل العام۔
و غل ہے ترا اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے حاجت نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے
کہ وہ قاصدہ کلیر کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد اذنا رحمه الله تعالى
بتعليله ان المراد جوار العمل صافي موضوع
لا يكونه ف موضوع و مستحق عيب
تحقيق المقام بتوفيق الملك العلام ما نطهر۔
اقول سید احمد رضا دہلوی نے اس تفسیر کے ذریعے
یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث
کے لغو میں جو شرٹ کا قاصدہ کے موافق ہے اس پر عمل
ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے (مقترب ہم اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ اسطرح کریں^۱
یہ تو تصریح کی گئی تھی اب جو بیانات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ ہدایات و ہدایت کے کلمات علماء کرام
حکمران اللہ تعالیٰ فی زمزمہ کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود و موضوعات و باطل ان کے نزدیک موجب منع فعل
نہ تھا بلکہ باوصف ظہار و ضعیف بطلان حدیث اہواز ان افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ
پراقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث لبس الحرقة الصوفية وكون المحسن
البصرى لبسها من على قال ابن دحية و
خرق پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اہدیہ کہ حضرت حسن بصری
قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ نے

ابن الصلاح رحمہ اللہ باطل و کذاب قال شیخنا، ائس فی شئ من طر قہا ما یثبت ولو یرد فی خیر صحیحہم ولا حس ولا ضعیف ان التبعی مصلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصوۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلک وکل ما یرد فی ذلک مبرر بحاجۃ طریقہ، ثم انت ائمة الحدیث لم یثبتوا الحسن من علی سماعا فصلا عن ان یدلہ الخرقۃ ولو یتعرف شیخنا بہدا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا والبسہا کالدیوبی والذہبی والہکاری والبی حیان والعلانی ومغنی فی العزق واسم الملقب و لاساسی والبرہان العبسی، ابن ماجہ لیس ہذا من الباسی ایاہا لجماعۃ من اعیان المتصوفۃ متشاکلا لزامہم فی بذلک حتی تجدد کعبۃ المشرفۃ تبرکاً بذاکر الصالحین واقعاء لیس اثبتہ من المعاط المحدثین آہ بتلخیص۔

وہم الذکریم سے فرقہ پہنا امام ابن دیر امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں کہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو فرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت موسیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے فرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرمایا کئی یہاں تک کہ وہ اکابر حضوں نے خود پہنا پہنایا پیسے نام دیا علی ائمہ ذہبی امام شیخ الاسلام سیبۃ نابکاری امام ابو حیان امام ملا الدین علانی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن طوسی امام ابن ساسی امام بردی علی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ بات تک میں نے خود ایکسبلاحت عمدہ متصوفین کو فرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے کچھ ملازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کچھ معتبر کے سامنے پہنایا، ذکر اولیائے کرام سے برکت لینا اور مقام معتدین کی پیروی کو جو اسے ثابت کر گئے۔ ات۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرۃ ائمہ دین و علماء شرع میں با آنکہ احادیث فرقہ کو باطل محسوس جانتے پھر بھی فرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تتبعہم یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علی پر ہے اور وہ اس میں معذور مگر قیاسات سماع ہے معقین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام قاتم الحافظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحات الفرقۃ تألیف فرمایا اُس میں

عليه وسلم عند الطيب الشيخنا الشيخ
علي المتقي قدس سره هل له اصل مكتوب
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حيدر قدس سره
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم عند ذلك وبحره فلا اصل لها ولا
في ذلك فلا كراهة عندنا والله اعلم.

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ ملک
کو لکھی کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ سے
پاکی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی
نہیں اور ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ ہے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے ارشاد فرماتے ہیں،
ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت
استعمال فرماتے تھے اس نفع عظیم کو یاد کر کے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی
سلطنت اور تمام مسرت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل
میں جاکر جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور
اللہ کس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو پیچھے
حق میں حرمت چھوڑ کر اہستہ کیسی اس سے تو وہ کام کی
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا نہ مستحب رکھا
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور
کیا وہ گویا محض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو
اسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اور مختصراً۔

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شبهه
عاکاں علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
محبتہ للطیب و اکثر ما منه فتذکر ذلك الحق
للعظیم مصلى عليه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حينئذ لما وقرى قلبه من جلالاته استحقاقه
على كل امتة ان يدعوه بعين مہابة الاجلال
هذا رؤية شتى من آثاره او ما يدل عليها فهذا
تذكراة في حق فضله من المحرم بل هو ان
بما فيه اكمل الثواب المحريل والفضل الجميل
وقد استجبه العلماء لمن راي شيئا من آثاره
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من
استحضره ذكرته عند شبه الطيب يكون
كالرأى شتى من آثاره الشريفة في المعنى
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عليه
صلى الله تعالى عليه وسلم شرح الله مختصراً۔

دیکھو! آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصول سند نہیں پھر بھی علمائے جاہل نے کہا اور بنیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادیمہ و ادکار صبح و شام ہے :

يشهد ما يند اوله السادة الصوفية من قول لادله
الا الله سبعين الف مرة يذكر الله تعالى
يعتق بها رقبة من قالها واشتري بها نفسه من
الغارويها فظنون عليها لا نفسهم . لمن مات
من اهلهم . انوارهم وقد ذكرها الامام ابي افى
والعادت تكبير الصلوات المدين ابي العربي وادعى
بالمحافظة عليها وذكر انه قد ورد فيها خير
جوى لكن قال بعض المشايخ انه قد به السنة
فيما علم وقد وقعت على صورة سؤال للمحافظة
ابى حجر مرصى الله تعالى عنه من هذا الحديث
وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد
اشترى نفسه من الله وصورة جواه الحديث
المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف
بل هو باطل موضوع . حكى قال النجاشي
وعقبه بقوله لكن يسنى لشخص ان يفعل
ذلك اقتداء بالسادة واعتشاه لا يقول من
ادعى بها وتبركا بافعالهم الله صلواتها

انھیں دعاؤں کا مشاہدہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں
شر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان
کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد
فرمائے گا اُس نے اپنی جان و دوزخ سے بچ لی اور اُس
پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے مغفرت
فرماتے ہیں اسے امام یاقین اور عارف کبیر سید محمد الدین
ابن عربی قدس سرہا نے ذکر کیا اور شیخ کبر نے اس پر
محافظة کی تاکید فرمائی صرفیہ کہ م اس باب میں حدیث
نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں ، لیکن بعض مشائخ نے کہا یہی
دستین کرن حدیث سن میں وارد نہ ہوئی اور میں
نے ایک قوی دیکھی کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی
نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی شر ہزار بار لا الہ
الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید
لی ، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن
نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے ، علامہ رحمہ اللہ
خیطی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو
چاہئے کہ اس عمل کو بجا دے کہ او ایسا کہے کہ م کی پڑی

اور اس کے وصیت فرمائے و لوں کا عکس ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو ۔

یہ علامہ محمد الدین محمد بن محمد خلیل امام شیخ الاسلام فقید محدث عارف باللہ ذکر یا انصاری قدس سرہ الشریف
کے تلمیذ و محافظہ شان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھو اصحاب نے امام ابی جبر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی غفل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا اعتقاد اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو و باللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ محمد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیارای و دوستان فرمایند کہ بغداد بغداد ہزار بار کلر طیبہ
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و
بروحانیت مرحومہ بمشیرۃ اوام کلثوم بخوانند و ثواب
بغداد ہزار بار بار بروحانیت یہ بخشنند و بغداد ہزار
دیگر بار بروحانیت دیگر سے از دوستای دعا و خاتمہ
مسئول است۔
دوست و اجابہ سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار کلر طیبہ
لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے
واسطے اور ان کی ہمیشہ و ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے
پڑھیں اور ستر ہزار ایکسہ روح کو اور ستر ہزار دوسرے
کی روح کو ایصال ثواب کریں اور دوستوں سے دعا
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریۃ حضرت اولیائے کرم کی
تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مروضات کیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اصحابہ و وصو کلہا باطلہ
من حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں غلاں غلاں وضو
دوستے وقت یہ دعا پڑھو سب مروضت ہیں۔

عہد شیعہ کبر قدس سوا الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک الجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نافرتہ و دیوبند
کے امام موعوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی بدھ حضرت سیدہ اظافہ جنید ہندادی رضی اللہ تعالیٰ
عزہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوہم کے چوں سے لگا ہو۔ کذب و کس میں
لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے کاشفہ کا اپنی ماں کو دوزخ میں
دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے لاکھ یا پچتر ہزار لکھ پڑھا تو یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کہہ کے ثواب پر وعدہ
مغفرت ہے جی جی میں اس کو بخش دیا جائے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جو نیشاش ہے کہ اب و بدہ کو جنت میں
دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جہاں کے مکاشفہ کی صحت بلکہ حدیث سے معلوم ہوتی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے
جوگی حقیق ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)

سہ مکتوبات امام ربانی مکتبہ مولانا برکی
الحکیم سعید محمدی کراچی ۲/۴۱

سہ الاسرار المرفوعہ المعروفہ بالمروضات الکبریٰ احادیث الذکر علی اصحابہ و در کتاب العربیۃ بیروت ص ۲۴۵
تحریر: الناس خلاصہ و دلائل دارالاساعت کراچی ص ۴۴ ۴۵۰

یہ حدیث صرف روایت قداح آئی اور متعدد، نہ نے
اُس کے متحرک کذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام
سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا
نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور بہانہ آرائی کرتے
ہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہیں ہمیشہ
اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہیں۔
اقول یہ حدیث میں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ عقیق ملانہ

ہذا بسا تغزبه عبد اللہ بن مسعود القداح
وہمرو غیر واحد یا نہ متهم یا کذب والوضع
قال السعدی لا یساح ذکرہ، لامر ذکر وضعہ
لکن المحدثین مع کثرة کلامہم فیہ وبالقیم
فیہ ورمیہ بالوضع لا یزالون یدکرونہ یتبرکون
یا لتسلسل

عبد الحی محمد شہ دہری

اپنی سند سے امام ابو الجرح شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند
سے ابو الحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح
تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے
وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔
(دست)

سندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد
بن محمد بن محمد بن الجری بسندہ الی
ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام
جعفر الصادق عن آبائہ الکرام عن امیر المؤمنین
عن کرم اللہ تعالیٰ وجہہہ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

دوسری بطریق شہ ولی اللہ صاحب دہری

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین
علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔
قداح رجال جامع ترمذی سے ہے مگر وہ کسی حد وضع تک متقی نہیں تین طریق دوم میں جماعات علیہم السلام
پر یکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ
وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم
کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے
آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت
کی گویا انیس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی
مہمان نوازی کی۔ (دست)

سندہ الی ابی الحسن ابی القداح الی امیر المؤمنین
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من اصاب من ضیافتنا اصاب آدم و حوا
من اصاب اشیش فکاننا اصاب آدم و حوا و من
اصاب ثلثہ فکاننا اصاب جبرائیل و میکائیل
واسرافیل

لے ثبت حصر اشارہ

لے کنز العمال کتاب الضیافت میں قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی خواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لو یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاستناد (یہ حدیث غریب سب سے ہیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں۔

کما یتبعہ فی الافاق التاسعة اما ما احسنه الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالك المصري المدعى بالجوامع الاثر هر بعد ابوابه فی ثبتہ بالمحقق الشافعي المذكور فيس (الاجابة الى تمام العشرة بذكر الشك في الصياحة وهم لا ياحضرون ولا يشربون قال فان صرح فهو خارج مخرج الضرر والتقدير ما حكاه انبأنا به في حيلة مدروية شيخنا العلامة شربن المحرم السيد احمد بن شربن بن وحلان المكي عن الشيخ عشرين حرس بدعي عن مؤلفه الشيخ الامير المالك فاقول ليس باحجب ما انبأنا السيد حسين بن صالح جميل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد الله المدني بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المصنوع الى ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرصفت فمردت في الحديث وفيه يا ابن آدم استطعتك فطمع تطعمني قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نوں افاق میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں تثنائی ذکر کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس میں ضیافت میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومن تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ وہ کہتے ہیں نہ چیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تشیل بطور فرض التقدير ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہیں ان کی جملہ روایات میں ہمارے شیخ علامہ زین لوم سید محمد بن ربیع دسلافی سے شیخ عثمان بن حسین دیماسکی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہیں سید حسین بن صالح جبل الطیل المکی نے شیخ محمد بن سندھی بدعی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے اور اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابن آدم قیامت کے روز فرما سے گا اسے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری میاوت نہ کی الحدیث اور اسی میں ہے کہ اسے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

طعمك وانت سرب الطهيت قال اما
حلت انه استطعمك عندك فلات
طعم قطعته اما علمت انك لو اطعمته
لو جئت ذلك عندى يا ابن آدم استسقى قلت
فلم تستقنى الحديث المصروف

ٹوٹنے بجے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اسے میرے
رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا
رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے
فلوں بندہ نے کی نامانگاتھا اور ٹوٹنے نہیں دیتا تھا
کیا تو نہیں جانتا کہ اگر ٹوٹا سے کھلا دیتا تو اسے میرے
پاس پاتا، اسے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا
تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثُمَّ اقول تحتین مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بمانعی موضوع میں زمین و آسمان کا فرق ہے کسما
یظہر مما قد مر فی الاعادة الحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان
کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحريم کی ہاگ مضمران بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں فعلی
مباحہ جس کے تصریح میں تصریح نہیں وضامیں ان میں سے جس کی ترخیص میں حدیث وضع کی دیں حرام ہو جائے جس سے
ترہیب میں گھڑائیں وہ واجب ہو جائے کہ تعدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہو گا اور وہ ممنوع
لطف یہ کہ اگر ترخیص و ترہیب دونوں میں بائیں و تائیں و ترک و دوں کی ہاگ پر ہادیں ذکر تہیہ پر اسے نہ چھڑتے
فاعدوا ففهم انکنت تفهم (جان کے بچے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں یہی حقیقتہ مذکور نفس فعل میں
نہیں بلکہ نظر امثال و اعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے و ہا بیہ
حیث ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلهم بعد الخطاء

افاده بسنت و نہم (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ
گنجائش، بالغرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول
ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، حیثہ اعمال میں تصرف و استخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں معمول
اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندہ گاہ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند حاصل نہیں ملے گی
کتب ائمہ علماء و مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبد المعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی حد ہ

باقول سے مالامال ہیں انھیں کیوں یہ عزت و جلال کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہر جامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد اور اختراع اعمال تصرفیہ راہ کشادہ است
مانند استخراج الجہل لغیا سے قریب دین را این فقیر را
معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا
اسفار مقابل بجا نشستن و چشم را با آن نور و حقن و یا نور
را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت فکر را قوت میدہد و
سادیت نفس می نشاند آحاد مخلصا۔
احمال تصرفیہ میں کسی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ
کھولن ایسے ہی ہے جیسے اہلباء قریب دین سے فقر کا
استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق
سے سفیدی تک صبح کے مقابل جیٹھنا اور آنکھ کو اس کے
نور و بجائے کی طرف لٹکانا اور یا نور کا لفظ بار بار
ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت فکر کو قوت دیتا ہے اور
ہر اس سے نجات دلاتا ہے (مخلصات)

اس میں ہے ۱

چند نوع کرامت از بیج ولی اللہ اشارتہ مشکک
نمی شود از آنکہ فراست صادقہ و کشف و اشراعت
بر غرطہ از آنکہ طور تاثیر و روحا و رتقہ و اعمال تصرفیہ
او تا عالم بغین نفس بونفعی شود مطلقا۔
چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے اقامت اللہ
جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ
کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور
ان میں سے نور و توحید، دم اور اعمال تصرفیہ میں
برکت گیان تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے
مستفید ہوتا ہے اور مطلقا (ت)

عزیز و اہل انصاف، ذرا شاہ ولی کے قول الجہل کو دیکھو اور ان کے والد و مشایخ و غیر ہم کے
اختراعی اعمال و تشاکر و در دوسرے کے لیے تخت پریتا بچپان اکیل سے ابجد ہوز کھنا، پچکپ کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا،
چھوٹک چھوٹک کر گریں لگانا، اسمائے اصحاب کھن سے استعانت کرنا انھیں آگن ٹوٹ چوری سے امان بھنا،
دیواریں پر ان کے لکھنے کو آید چن کی بندش جانتا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں ٹاڑنا، عقیر کے لیے

عہدہ جامعہ شرواز ہر جامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

عہدہ جامعہ خاصہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جب

نامہ لکھ کر یکا طبعہ (م)

لے و لے ہر جامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور عفران سے ہرن کی کھان لکھا، یہ کھال اس کے محلے کا ہار کرتا، استعداد عمل کو کسم کار کا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر ڈگر میں لگانا، دروازہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں دان میں بانہटना، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و عفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائی اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لاکارہ سونے کو عورت کے پیٹ پر دان سے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعہ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عاتق و ساعدا کا نام لے کر پکارنا، ناپ کو عین گرد و رالینا اس پر شہت بہت کیا کیا اعتساب و غیر معلوم المیے پڑنا، قنطاریع انجا خدا جانے کون ہے اُسے نہ آتا، چور کی پھان کا عمل نکالنا، یہ لیس پڑھ کر ڈالنا لکھنا، بخار کو عینسی و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صد ہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے ماسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفاس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بھر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علی و صلا کا دستور کتب فقہ میں مسطور یا مسموع اللہ حرام و وبال و موجب ضلال اتویہ بات سپیدیاں نام پاک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دون کی دلی آگ بجلی بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر گز کہ خواہی جامہ سے پوشش

میں اذانِ قدِ دستِ رائے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میان سیمیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقرب رب الغلیں یعنی راہِ سلوک میں حد ہانسی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرح ایں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجادِ مستندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محمدات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانایا باعطی ثواب تقرب رب الارباب مانا اہل پہلی حضرات کو نہ مکمل بدعتہ ضلالہ (ہر بدعت مگر ای ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدیث فی اہرنا مالیس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایسا کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فقہو مرد (پس وہ مرد وہ ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری نہ مگر

من کلم آنچه من خواستم تو مکن آنچه خواسته
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ اشہار الانوار میں یہ صلاۃ الاسرار
میں مذکور اور عدم ورود کو عدم جانتے کا تلخ کاف و قلیح وافی کتاب مستطاب اصول الوث و لقیم صافی الفساد
و کتاب لا جواب اذا اذہ الامامہ لسانی عسل المولد والقیامہ وغیرہ تصنیفات شریفہ و تالیفات غنیہ
الطہرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیۃ، حی الفتن الدینیہ بقیۃ السلف المصلحین
سیدی و والدی و مولی و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی، محمدی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ و اجزل قرینہ و بزرگوار بقدر حاجت باجمالی و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعت القیامہ
لنبی تہ مد و غیرہ رسائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز العفور و الصلاۃ و السلام علی
السید المرور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ تسلیم (ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں مگر یہ کہ دہا بیہ جدیدہ کے طور پر تشبیل ابہامین حق من
سنت ہے) **اقول** ہیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استیجاب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عز و جل
یا حسن و جو نقش مراد کسی شیں و درجہ حق حقیق مسترد و یکیں ہو و اللہ و الحمد منی صا اولی من نعم لا تحصى
دشہ ہی کے لیے قرین جو غیر عمد و دفتوں کا ملک ہے۔ ت، مگر حضرات دہا بیہ اپنے نئے اماموں کی خبریں ان کے
طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستقب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چوکنے کی ہے کہ کہاں و یا بی کہاں یہ انکی مذہب ہمہ کی خرابی گزند جانا
کہ توہب و اضطراب و تعقب و انقلاب و دونوں ایک پستان سے دہر پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سہ گزرا نذر و دور برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہو گا اور اگر چلے جائے تو واپس آجائے گا)

بجدی کے کلام سے تناقض جسہ انہیں رہ سکتا

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب مجاہد بآئین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبل
ضما فیما دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم العقلمی و بصیر العین و عجیب و غریب معنی ترلشے کی بدست کی
لہرین حدیث کے تماشے ایک ایک اوپر ہزار ہزار مکارے اپنی جانیں و اریں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے
عدم ملک کو صدقے آتاریں خواران شریعت چاکران ملت صالمو قسمعو انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہاری)

آباد و ابداد نہ کسی نہیں سنیں۔ تہا پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل کرنا شاد
 صفا کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ حاصل اس
 عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ و جب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص
 ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوتی۔ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول
 ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن وغیرہ نہ ہو جائے۔
 حدیث ضعیف سے ثبوت استنباط محض اختراع و خلاف اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو ہر نظر و رو و احادیث مستحب
 مانا ان سب میں حدیث حسن وغیرہ ہوئی ہے دلیل یہ کہ احادیث اوجہ و ضمیر علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن وغیرہ ہیں
 بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیکھ میں ایک ہی چا دل دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں فضائل

علم احوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بحلا لیلۃ الجملہ
 شب برات حدیث کے صدقہ میں کوئی سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
 مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جہنم تک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہوں
 اصحاب ان کے آئے کا ہے یہ اب علم کا ہے نہ فصل عمل کا کہہ کہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
 اگر کوئی بیاسی یا طریقت عمل تسلیم بھی کرے تو قطعاً عمل ہے نہ نفس عمل ہاں حدیث صوم و صلاۃ الاذاریہ
 میں فضل عمل ہے احملہ ۱۲ منہ (م)

علم انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن دیکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاذاریہ
 گردی کا مسیح و جب کا روزہ اس پر کہا یہ مرتباً یا قطعاً کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاباً صواب ہے مستحب کا ثبوت
 صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعیف کہ ان امور میں ہیں توہر طرق سے حسن وغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی البدیۃ مختار و رواہ ابن جہان و خیرہ
 من طریق سیدنا ابی حنیفہ و عمار بن قیس و ابی حنیفہ
 اقوال فکن هذا اذا کان ضعیفہ لم یؤخذ
 الراوی الصدوق و الامین و لا رسالہ او تدلیس
 او جب لہ الحال اہل لوکان لفسق الراوی او
 کذبہ فلا انتہی مطلقاً فسی راوی یا کذب راوی کی وجہ سے جو ترقی ترقی نہ کرے گا انتہی۔ (تہا)
 پس جس قدر نظائر کوئی نے دیکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن وغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

متعلقہ بوجارح میں انہیں اور جو کچھ متعلق بوجارح نہیں وہ اگرچہ سب سے پہلے خواہ موافقہ خواہ معجزات خواہ فصاحت میں بہادری و سائبر جال جن میں قبول ضماحت کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور غیر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعظام و اجارہ ہو اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضماحت و کفار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مروود ہیں جب تک متواتر قطعی انداز نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ رومی شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ کو نہ کہ روم نہ ہوتی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بوجارح نہیں اس میں صحاح احاد بھی سہ اعتبار اور متعلق بوجارح ہے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح و کار، ۱۰ ہاں ثواب بھی نہ کہ ہو تو ضماحت قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک کسی بیرون جو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۲ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احدث کیا ہے ان فراغات سے سرد پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس سے تارہ پر دھنکرت کو بعون تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معذرا ہم نے یہاں بھی تفسیر تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارہ کیجئے اور موقع مواظفات پر بند سے لگا دیے تھے۔ ان کا سبب یہ کہ کچھ قصور سے نہ اہم نہ دوسے بنہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تعبیل ابہامین کی سفیت ثابت ہوئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کیجئے فہما در نہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بطل بوجارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی نہ کہ ہو تو احادیث مفیدہ استنباط نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضماحت فی الفضائل کا اجمالی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لا جرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن مجید و حدیث صحیح کیف و قد قیل و حدیث صحیح ارتقا سے شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۸۱ وغیرہ سے کہ قبول دلیل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسئلہ شریعت محمدی علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتیمۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحت و دلالت کسی

علم شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا اہی روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی عابست ہے ۱۰ یہ احتیادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ قطعیات صحاح کا احادیث لفظ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لہ براہین قاطعہ مطبع نے بلا سار حدود ۱۹

طرح والی ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی پر ایم کے صفحہ ۲۸۵ پر ارشاد ہوتا ہے۔

”مؤلف اپنی کوئی تھ سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہو سنے کے یہ سجدہ ہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل حوالہ کی موجود ہو تو وہ بدعت سیر سے مگر یہ بالکل غلط فہمیں اور کور علی درجہ فہمی ہے بلکہ مستحضر ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو وجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدعت شارع کے بتانے کے مطہم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر معروف ہو، خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃً و دولۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی غارت نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ بھیجے حرایات شرعی میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جو حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جو زکی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو تو وہ جزئیہ وجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارجی نہ ہو یا ہوا وہ سنت ہے اور وہ وجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں وجود و حث رہی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس مقام پر کوثر سب سمجھ لیں سنا ضرور ہے مؤلف لکھ رہا اس کے اشارت سے ”اس کی سب سے بدعت ضلالہ ہے اس مقام پر کوثر سب سمجھ لیں سنا ضرور ہے اس کو کہ اس کتاب میں ضرور ذکر رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفی اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہوا اظہار“

اقول ماشاء اللہ کی چکتا جو ہر کتاب میں لکھا ہے کہ آدمی وہاں بیت اپنا جو ہر گئی، نجدیت پیار کی دور کی ہیں شرک و بدعت، دیکھیں پر قیامت عزیزی، بکرا سے طائفہ کی برسوں کی دلا جے چھٹی بیٹی جس کا لقب بکھرا تھا اب آپ ہی کی زبان سے غلط فہمیں و کور علی و کور علی کے غلط فہمیں سے نہ کیا تاہیں نے نہ کی غلط صدی میں شائع ہوا غلط شخص ہائی تھا کہ کیا صحابہ و تابعین سے بھی جہت و تعظیم ہیں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کو سننے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھری گئی صحابہ و تابعین نے ہر نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو مگر ضرور نہیں اشارۃً و دولۃً جزئیہ کلیتہً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز تک پھر سنت، ماننے سے منع نہیں ہے

طائفہ بکھری کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں ”لہ الحمد اسے جہت ہی کہتے ہیں“
 طائفہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ بدعت، نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نہاد ہے ہو مصل رہ گئی
 لفظ کا سو پرکھا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار ہو گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زبان پھر اُن کا قدم
 لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطہم مطہم سے بلا مساو واقع و حور ص ۲۸۵-۲۸۶

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں، درود شرعی ہے ارشاد شارح محال تو کی صواب تاہمین پر کوئی نئی
شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی
موجود اور جس کا منہ مقصداً ارشاد وہ ہر قرن میں شرعاً مطہر سے معدوم و مفتود، پھر قرون دونوں سے کیا کام رہا،
محض ارشاد اقدس میں کلام ربانی فعل کہی حادث ہوا ہر قواعد شرعہ رعنا کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اول
سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مذہب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ وہ
شرم بابت کو اگل رٹ کا مانتی ہستی ہے تم بھنکا کہ اب تو جو کھنی تھی کہ گئے، بر جائیں گے تم جہنم کے ایسے ہی تھے چلوں

نہم بکے نہ تم آئے نہیں سے

پسینہ پونچھے اپنی جبین سے

طرح تریہ کہ جس کا جو ازویل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت حدت اب
تیسری شق کی کون سی صورت تمام احوال انہیں دو حکموں میں مضمون ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ
تین حکم شرع تو کافر ہو گئے، اساتذہ جہانہ سے بھی تو ایچی کہ وہ فی الجملہ کی سلیبی لہجی، سی ہستی پر یہ نار و غرور
کو لوگ کو اس کی ہوا سے دور و محضت، ایسی ہوا غرور آپ سی سو قیاس، اہل حق کو صاف ہی رکھیں، چنی تعلیم بیٹے
تکلفا نہ ہے یقیناً لے اساتذہ سے

مگر ہمیں مکتب و حسیں ثناء

کار فضلہاں تمام خواہ شد

غیر یہ تو دایہ جدیدہ کا نام مقصد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پرائوں کی سینے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ
زنا و ربا و قذف و قتل ناماقی فص مومنہ سب سے بدتر ملک حیا ذآ اللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں غفل انداز
کہ آخر یا جبار طائفہ بدعت حائفہ اور تقویۃ ایمان کا یہ عقیدہ فطرت شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چہرے ہیں
ایمان میں غفل ذاتی ہیں اور باقی گناہ اسی سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں غفل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے، انہوں نے سنت
کو کفر سے ٹھیک انہوں نے قریب ہر کفر کو سنت بتایا غیر طوطی کے قیاد میں ہیں کیا معال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ الصمیم اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
لعتال و الصلوۃ والسلام علی ذی الافضال قرینت اسی باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

حسد ظاہر ہے کہ فضائل کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز فضائل نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر فضائل
میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس ہے ۱۲ منہ دینی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب و آل آمین۔ اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام

ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین
حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالحدیثی اس میں اس قدر فضل نہ کوہِ بکرم و عاویث و بد تصریح کتبہ نقبہ مستحب
مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب عل و عمل قدما و ترغیب واد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے
اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن نفع و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ و
ممنونہ و بدعت مانے مطلق و خالی علمائے کرام مقتدیان عام جب کسی مشکوک دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ
بد مذہب کا یاد اور اس کے دل پر فیضانِ اشد ہو جس طرح انہ کو کرام نے فرمایا کہ وضو نہ کرے افضل مگر معتزلی متکرر جو اس نے
سلئے عرض سے بہتر کما یہ المولیٰ المحقق فی فتح القدر و غمرہ فی غیرہ۔ جب ترک انفسل اس
نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الالف و الفصل و الصلاة و
اکمل السلام علی سید الختام و الفصل و السلام و الف
وصحبہ نضر اکرام میں۔

پڑھو۔ بتائی دسٹن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایسا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بڑا نزدیک و دور سے ہار ہا
آیا ہر دفعہ ہفتائے سال کہیں تحریر کی کہ سون کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار بار خود قدر سے زیادہ
تفصیل کہ ایک جہر تک پہنچ کر صورت رسا میں جلد گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں و برین و راہِ و قیوں
عن الشرور و نفیق و السرور (جو شہر سے دور سرور سے معذور رہتے ہیں۔ ت: ۱) سے
فہر میں کرائیں تصدیق لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا اب کہ بغیر انش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین
صاحب جرنالہ کی ذیل مبنی حفظہ اللہ عن شریک بشرو فی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر پشاور و نظر بد کے شر سے
محفوظ رکھے۔ ت) و اہتمام تمام ہمارا مولانا المکرم مولوی محمد عبدالین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامعہ عصر الدین

علیہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقعہ ہوا کہ معتزلہ عرض سے دھڑنا جائز بتاتے ہیں یہاں ہی معنی مراد اور وہ اشتیاق عرض کو کر کے
بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

۱۲ منہ (م) ۱۲ منہ (م)

سلفہ فتح العتید باب ما انفک و کجوز بہ الوضوء

مکتبہ نوریہ خوارزمیہ

و عمروہ صحابۃ الدین المستقیمین ۱، اللہ تعالیٰ انہیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین میں کو آما د فرمائے۔ ت۔ و علو بہت سی سیٹہ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف اللہ علیہ السلام
 اللطیف (لطف فرمائے) لا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت۔ ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول
 ۱۳۱۳ء میں چھپایا، محاذ ہوا سر کا مفیض سے مضامین کثیر کا انتقاء و افادہ و لغو از ہوا اور ادھر کا پانی کی تیاری اور
 تصنیف جاری، جو جو لکھا رواہ کیا یہاں تک کہ ایک سو کار سالہ دس سو تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ
 فہ عشرۃ امثالہا (تمام قریب اللہ کے بے جو یک نیک پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت۔ جس میں سے دس بار
 عمر یہ بزرگ جنت الہدیث بردا کر یا اُدھر یہ قبیل اور مرد و فتاویٰ سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت
 دلی، بعض وائد ماضی کی تجویز نہ گئی، بعض نے لطیف خاطر میں وقت غابر میں بھی کی بہتوں کہ سیارۃ بین ہر یو
 حرکت یعنی قطع مبد کا تار کہ مثنی کا طالب ہے۔ ت۔ الحاق باقی مرقع ماضیہ سے تفسیر نہ اس کا ترک ہی مناسب ہے
 اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف کہ آخر کتاب میں کہ مسائل تانہ کچھ متعلق با بواب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل مثنی یا
 مسائل منثور سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضای بہرہ فوائد منثورہ بقولہ تعالیٰ ملک تحریر میں انہیں مسائل مثنی یا
 مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضای بہرہ فوائد منثورہ بقولہ تعالیٰ ملک تحریر میں انہیں مسائل مثنی یا

فائدہ ۱۱ تفسیر جلیلہ فضیلت و افضلیت میں فرق سے دوبارہ تفصیل حدیث ضعیف ہرگز
 مقبول نہیں، فضیلت و افضلیت میں کمال کا فرق ہے وہ اس باب سے ہے جس میں صفات بار تعالیٰ
 قابل قبول اور یہاں بالا جہات مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبل صفات فی الفضائل کا حشاکہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا انہیں
 کرنا ہے وہ اس فرق کو نہ سمجھا واپس کچھ سکتا ہے قبل صفات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے
 کسی تعمیل یا تحریر، ضاعت حق خیر غرض مخالفت شرع کا وجہ نہ ہو ایشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اہل
 ایسے ہی ہیں، جن ہنگام خدا کا فضل تعمیل خیر غرض رجالی وہاں کچھ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منفیت خاصہ جیسے صحاح و
 ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت،
 یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ نائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فصل میں آئے اور کسی صحیح
 کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی
 ایک کو دوسرے سے عائد ہستہ و فصل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں تحمل کہ عند اللہ امر بالمعس ہو تو فضل
 کو مفضل بنایا، یہ تصریح تفسیر شافعی ہے اور وہ حرام تو مقصدہ بحلیل حوام و تفسیر حق غیر دونوں درپیش کہ افضل
 کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اسی صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حق میں ایک جانب کی تفصیل ملتی ہو اور اس کے خلاف احادیث متقام و مضامین سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جمال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفصیل حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح معادیت، شرعیت و معادیت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفصیل کو روافض سے شہر کیا کما میناء فی کتاب الباریک مطلق القسین فی ابانہ شہقة العصرین (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب مطلع القسین فی ابانہ سبقة القرن میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفصیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بغرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الروکھ تفصیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ابقنا علیہ عرض التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احادیث ہرگز نہ جانیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں یہ حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قیص یحقرہ قابوفا اولت دلت یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ت، فرمایا میں نے فرمائی ت، فرمائی ت

لن سلمنا تخصیص نہ (ای بالعارضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فہو معارض رضی اللہ عنہ فی الکثیرۃ ابانۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ العبدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارض فی الاحاد، لن سلمنا التبع بین الدلیلین لکن اجماع اہل السنۃ والجماعۃ علی افضلیۃ وہو قطع فلا یعارضہ ظنی۔ اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی عارضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احادیث ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مانیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعہ افضلیت حدیث اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالمجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں صفات من سکین بلکہ مراعفہ و شرح مراعفہ میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احادیث صحیح بھی نامسرح،

جسٹ قال لیست ہذہ المسألة یتعلق بہہ ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ جس

عبد یکتی فیہا بالظن الدی ہو کا حق فی
 الاحکام العلییۃ بل ہی مسألة علییۃ یطلب
 فیہا الیقین نہ
 میں دلیل قطعی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے
 بلکہ یہ معاصر تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

قائدہ ۲: محمد عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موش حکایتیں قطعاً مردود ہیں، احادیث ۲۳
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے محروم و موقوف شدہ یہ الضعفاء کی روایات بھری
 ہیں وہیں کئی رافضی متحم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزارا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ
 میں جنس علماء یوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت النسا العیون کا ارشاد کر رہا کہ سیر و موقوفات کے سوا
 ہر قسم ضعیف و سقیم و بد سند حکایات کو جن کر رہی ہے پھر اللہ عاویہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اس سے
 لائق ہے کہ موقوفات تو اصل کسی کام کے نہیں ان میں وہ بھی نہیں ملے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاویٹ
 اباطیل بھرے ہیں کمال کثرت بہر سال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے یہ مذہبی نہیں تو جنوں ہے یہ
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اس مد سے تیار نہیں کر سکتے اس کی روایات نہ کہ وہ کسی معین و نفاس کے مسئلہ میں
 بھی ملے کی نہیں کہ معاذ اللہ ان روایات و معضلات و بے سرو و ما حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام پر مدح و ثناء
 و عظیم افضل فضلاء و المسلمین پر مدح و ثناء کی کتاب میں دیکھنے والے کہ اس کا ارتکاب
 نہ کہہ گا مگر گمراہ بدوی حالت و مضائق میں آج کل کے بد مذہب مریض الغلب من فی شکار ان جزاات سیر
 تواریخ و امثالہا سے حذات عاویہ طحا سے راشین و ام المومنین و طح و زبیر و معاویہ و عمر و بن العاص و
 مغیرہ بن شعبہ و غیر جم الجلیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موش و
 حمل حکایات بہرہ و جن میں اکثر دوسرے سے کذب و واقع اور بہت اوقات طعونہ و انص چاٹ لاسے اور
 ان سے قرآن عظیم و ارشاد اہل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع اُمت و اساطین فتن کا مقابلہ چاہتے ہیں
 بے علم لوگ انھیں سن کر پریشان ہوتے یا غر حجاب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہلات کسی ادنیٰ
 مسلمان کو شہکار ٹھہرانے کے لیے مسکوت نہیں ہو سکتے کہ ان بھربان نہ پرھن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمال سے
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ لا لال ہیں بل جلا و صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجة الاسلام رشید الانام محمد محمد غزالی
 قدس سرہ الی و جبار، اعلام شریعیہ میں فرماتے ہیں:

لا یتصور سفسۃ مسلمۃ الی کبیرۃ من لیس تحقیق
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم یحور ای یقال ال ابن ملجم قتل علیا خاتم
قلت ثبت متواتراً
ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ اس حکم شقی خارجی اشقی
الآخرین نے امیر المومنین کو علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا
کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (د ت)

حاشیہ نہ اگر مومنین و امثالہم کی ویسے حکایات ادنی قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ و کاند خود
حضرات عالیہ نبیاء و مرسلین و ملکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے یا تھ و جو ملٹنا ہے کہ ان
مہلات خمسہ کے عزت و سعادت و مرئیت آدم صلی اللہ و داؤد خلیفہ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ
سے سیدہ و سلیمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ تاپاک ہیودہ حکایات
موجہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو محاذ اللہ اصل ایمان کو روٹ دیتا ہے ان ہولناک اہلیل کے
بعض تفصیل میں رد جلیل کتاب مستطاب شفاء شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروع و غیرہ سے تا ہر لاجرم
ائمہ ملتہ نامہ انہی نے تصریح فرمادیں کہ ان جہال و فساد کے مہلات اور سیر و تاریخ کی حکایات پر ہرگز کان
نہ رکھ جائے شفاء و شروع شفاء و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ تفتن و غیرہ میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف
مدارج الغیۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات اللہ مدکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں
رحمہ اللہ تعالیٰ

از بعد توقیر و برآغضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر
اصحاب و پر ایشاں است و حسن شننا و رعایت ادب
بایشاں و دعا و استغفار مرایشاں را حق است
مرکسے را کہ شنا کردہ حق تعالیٰ برے و رانی سست
از وے کہ شنا کردہ شروع پر وے و سب و طعن ایشاں
اگر مخالف اول قطعیہ است، کفر و الا بدعت و فستی،
و جہنم، مساک و کف نفس از ذکر اختلاف است و
منازعات و وقائع کہ میان ایشاں شروع و گزاشہ
است و اعراض و اضراب از اخبار مومنین و جملہ
روایۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشاں و بدعت عین کہ ذکر
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و احترام و حقیقت
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کہ
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی
ہو اسے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کر ہو،
و اول قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و بدعت و فاسق،
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تو اوج و زلات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افتراء است
و طلب کردن در آنچه نقل کرده شد است از ایشان
از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب
خارج و عدم ذکر پیچیکے از ایشان بر بدی و عیب بلکہ
ذکر حسنات و فضائل و کلام صفات ایشان از بہت
آنکہ صحبت ایشان با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقینیست و ماورائے آن ظنی است و کافیت
در باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشان را برائے صحبت
حبیب خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت
در باب این است در مقام نوشتہ اند لا تذکر
احدا منہم الا بحیرۃ و آیات و احادیث کہ فضائل
صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است اسباب
کافی مستند از مختصراً۔

میں ہیں عقیدہ ہے اس لیے مقام میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل
میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اس مختصر (ت)

امام محقق سننوسی و علامہ ترمذی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، حافظہ المؤرخ خوب
قللہ حیاء و ادب (مرد عیسٰی کی نقلیں کلت یا ادب سے ہیں) امام اجل ثقت عاقل متفق قد وہ یحییٰ بن سعید
قطان نے کہ جند ان تابعین سے ہیں عمید اللہ قاری سے پوچھا کہ ان جاتے ہو اکا و ہب بن جریر کے پاس
میر نکھنے کو، فرمایا انکب کد با کشتیرا (بہت سا جھوٹ کھو گئے) ذکر فی العیون (اس کا ذکر میزان میں

عنہ فی ترجمۃ محمد بن اسحق حیث قال اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں
فل مدارج النور مطبوعہ سکھر میں آیات کا لفظ نہیں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

سلف مدارج النور وصلی در توفیر حضور و اصحاب علیہ السلام مطبوعہ مکتبہ نور در ضرور سکھر ۳۱۲/۱
سلف شرح ازرقانی علی المواہب لندنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۲۰۴/۱
سلف میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۴۶۹/۲

ہے۔ تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مکتوبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تھے اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطالعن افضل الصدقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم مختلف حدیث اس امر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں :

جملة من تخلق عنها هرگز در کتب اہل سنت
موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل
ان هذه الجملة موضوعة ومفترة و بعضه
فارسی نویسیان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و
در میر خود ایں جملہ را اور وہ برائے لازم اہل سنت
کفایت می کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت
بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم
بالعزو و حدیث ہے مسندہ زواید شوال شتر ہے مہار
است کہ اصلًا گوش ہاں نمی نند
جملة من تخلق عنها کتب اہل سنت
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور
اہل سنت کو لازم دینے کے لیے اپنی کتب میں اس
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب
اعادیت میں مست کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں
ہے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے ہر جہاں اونٹ،
جو کہ ہرگز قابل ساحت نہیں۔ (د ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

حالہ عندی ذنب الا ما قصحت فی السيرة من
الاشياء المنكرة المقطعة والاشعار الكذوبة
قال القلاص سمعت یحییٰ بن عمار یقول لعبد
القوادیری ی ایس تذهب، قال الی وذهب بن
جودیر کتب سيرة قال تکتب کذب کثیراً و
بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا، ۲، منہ (د ت)
عنه اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام قاما
دون او کہ باب تساہل مست نقل معتمدی بسند است
اقول یعنی یہ مثال مقدم تا باب میں ہے اس کے
علاوہ ہر باب بلکہ کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو
(باقی پر صفحہ آئندہ)

فائدہ ۳ : (اگر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اسی پندہ قرآن دفع سے منزع ہو جم تے اُس کے بارہ میں کلمات علی تین طرز پر نقل کئے اصل موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متهم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سنی وی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سسپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا کیا گیا۔

والان اقول یہی مدبب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن کعب سے استنباط کیا، فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی جہاس حدیث میں جھوٹ ہوتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رجعت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چر معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اگر ہے کہ آخر انکذب قد یصدق (جھوٹ بر لنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے)۔ میں کلام نہیں دیر ہوئی تم کہ ایک شخص دیکھو کہ حدیث سے تفرد لکھی یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف و ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں باقی ہیں تو یہ کیوں نہیں لکھی کہ کبھی موصوم جھگڑے میں سچا ہو اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لا جرم یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو تری کثرت اور افتراء اور جہشی مثل اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ ہست و ہنتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب دہچو مقام یہ بسیار سے از روایات بے سند استناد کردہ است کمال تحقیق علی من طریق کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق میں منی در فائدہ اخیر کریم ۱۲ منہ دم)

(۱۲ منہ دم)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

عس بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقی شی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال انبشلی هذا يستعمل على تكذيب رجل من اهل العلم هذا امر وعظم قد روى عنها محمد بن سفيان

اقول لقائل ان يقول انت الحفاظ ان قدین مریمیا یصرفون کذب الرجل یقرین تلوم لهم ولقد سري قوما من الائمة یكذبون رجلا ولا یندکرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا بعد مر عین بالقراة فتبد لنا احتیالات شی فعل الامر کذا عسی ان کذا وهی جمیعاً منذ فعة عندهم یروى ذلك الا ما امر النور فی مواضع من

شرحہ صحیحہ مسلمہ فقال هنا قاعدة تنبه علیہا ثم نحیل علیہا فیما بعد ان شارفہ تعالیٰ وهی ان عفان رحمه الله تعالیٰ قال ابا ابیہی ہشام (هو بن زیاد الاحوی) یعنی ہا ضعفوه من قبل هذا الحديث كما يقول حدثني يحيى بن محمد ثم ادی بعد انہ سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا یقتضی ضعفه لانه یس قیساً تعویج بکذب لا احتمال انہ سمعه من محمد

پھر کہا کیا اس طرح کی صورت میں اجل علم شمس کو جو ثا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سقر نے بھی روایت لی ہے اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوئے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جن نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر کیا مگر وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کہ ان قرائن کو نہیں جانتے تو ہمارے متعدد احتمالات یہ ہوں گے شاید یہ سبب یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں دفع ہو جائیں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کہی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاصر ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں اگر ائمہ بعد نے نے چاہا اس پر وارد دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد الاحوی) جھٹکا ہو سکتا یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر نووی کیا کہ اس سفر پر محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحت نہیں ہے لیکن سبب اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

شی ابو داود سلیمان بن داود قال قال مجیب القطن

وہ کہتے ہیں مجھے ابوداؤد سلیمان بن واقد نے بیان کیا کہ کئی اقطان

و انچه را که در این کتاب گفته

ثم نسيه فحدث عن يحيى بن
ثم ذكر ساعه من محمد فرواه عنه
ولكن انهم الى هذا اقرائت واصور
انقضت بعد العلماء بهذا الفن المحدث
فيه المبرور من اهل العرب يدق ناق
ذوال رواية انه لم يسمعه من محمد فحكموا
بهذا لما قامت لدلائل الظاهرة عدم بدله
وسياق هذه الاشياء كثيرة من اقوال الائمة في المخرج
بنو هذا وكله يقال فيها ما قلنا هنا والله تعالى اعلم

وقال بعد ذلك معني هذا الكلام:

الحسن بن عمارة كذب فروع هذا
الحديث عن الحكم بن يحيى عن علي وأما هو
عن الحسن البصري عن قوله وقد قد مناهت
مثل هذا وإن كان يحتمل كونه جاء عن
الحسن وعن علي لكن الخطأ لا يبرهن كذب
الكاهنيت بقرائن وقد يعرف ذلك
بمثال قطعية يعرفها أهل هذا
الوقت فقولهم مقبول في كل هذا

صرف اہل فن ہی پہنچا سکتے ہیں لہذا ان کا فیصلہ اہل قلم پر

پھر جنہوں کی جو پھر ہشام نے کھجی سے حدیث بیان کی ہو
پھر کھجی کو محمد سے سنا یا یاد آیا تو دونوں نے محمد کے
حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین
اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پسپے دنوں پر ایسے
قرآن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے
محمد سے نہیں سنا، جب ان کے ہاں اس پر لائن طبری قائم
ہو گئے تو اب انہوں نے یہ قیصلہ ڈے دیا کہ ہشام نے محمد
سے نہیں سنا، اور اس کے بعد معتریب اند کے قوال ہیں
اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر اسے لگا ان
سب میں وی بات کہی جائے کہ جو ہم نے یہاں لکھی ہے
واللہ تعالیٰ اعلم

اور اس کے بعد کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ
 حسن بن علیؑ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو
 حکم از محکمہ از قلی روایت کیا حالانکہ وہ بصری سے
 ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے
 ہیں کہ اس کی مثل نہ ہے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ
 وہ اس سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفظ
 قرآن سے خبروں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور
 اس کے وہ ایسے دلائل قطعیہ سے مل لیتے ہیں جن کو
 (باقی اگلے صفحہ پر)

اشهد ان محمد بن اسحق كذاب ، قلت
وما يدريك قال لي وهيب فقلت له
وما يدريك قال لي مالك بن انس فقلت
لمالك وما يدريك قال لي هشام بن عروة
قلت له هشام بن عروة وما يدريك قال حدث
عن امرأتی فاطمة بنت المنذر وا دخلت
حلی و هی بنت تسع وماسرأها وجعل حق نقیت
الله تعالیٰ

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق
کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟
کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ
آپ کو کیسے معلوم ہے ، انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس
نے بتایا تھا ، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا میں نے
ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟
اسوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے
حدیث بیان کی ہے ، وہ ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک
کہ اس کا وصال ہو گیا ۔ (ت)

(تقریر عاشیہ صفر گزشتہ)

ما قولك افبمثل هذه يعتمد ، اقول
فتراي من هؤلاء الائمة المجلة الامم يشهدون
جزا فامنت دون ثبت ثم هداكله انما ذكره
ليعرف ان الذهبي كيف يحتال للذهب عن
قدرى امره قد ظهر واذا وقع بسفي اشعرى
اوولى الله صوفى مبار لا يبق ولا يذكر كما بينه
تلميذه الامام تاج الدين السبكي رحمه الله
تعالى في الطبقات والافانراجع عند علمائنا
ايضا هو توثيق ائمت اسحق كما سنذكره
امت شاء الله تعالى والله تعالى
اعلم

بآثار قول مثل هذا يعتمد ، اقول
عظيم انكر براس بات کا اقرار ہے کہ وہ انداز سے ہے
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس جملہ
قدری سے کہہ بکھا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی دل اللہ صوفی کو بد
کی ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے
شاگرد امام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ نے نے طبقات
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح
یہی ہے کہ ابن اسحق ثلثہ میں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان
کریں گے ۔ (ت)

امام بخاری جزو المقررات خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں،

مرأيت علي بن عبيد الله يحتج بحديث ابن اسحاق وقال من ابن عبيد الله ما رايته احدا يهتم بمحمد بن اسحاق (الى ان قال) ولو صح عن مالك

میں نے علی بن عبيد الله کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیسیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

عنه نقله سيعي في نصب الراية قبيل كتبه لخدي ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زعلی نے نصب الراية میں کتاب الخدي سے متواتر پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (د)

عنه ہمارے علمائے کرام قدس سرار ہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے حتیٰ علیٰ اطلاق فتح میں زیر مسئلہ نقیب تعیل المنزب فرماتے ہیں،

توثيق ابن اسحاق هو الحق الا لمج وما نقل عن كلامه ابله فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو امير المؤمنين في الحديث ورواه عنه مثل الشوري واجت ادريس و حاد بن شريد و يزيد بن شليم و ابن حلية و عبد الوارث و ابن المبارك و احتمله احمد و ابن معين و عامة اهل حديث رضي الله تعالى عنهم وقد اطلق البحاري في توثيقه في كتابه القسرة خلف الامام له وذكره اجت حبان في الثقات وان ما كانا من اجم من الصحاح في ابن اسحاق و اصطلاح معه و بعث اليه هدية ذكرها (۱۲) منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں۔ اگر وہ ثابت ہی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول ہیں، ایسا کیونکر ہو گا لاکھ شہر نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادريس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن ملیح، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت کی ہے اور احمد ابن معین اور اکثر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں عدم توثیق کا، احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القسرة خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

تناولہ عن ابن اسحاق فلو بما تكلم الافسان
فیہی صہ جبہ نشئ واحد ولا یتھمہ فی
الامور حکلتہ
پھر کسی ایک بات میں طعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر شک نہیں لگاتا (دست)
دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے بڑے ستم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عرق تخریج شریعت
میں فرماتے ہیں،

قال البرکشی فی مکتبہ علی ابن الصلاح میں
قوب موضوع وقولہ لا یصح ہون کبیر غائب
الاول اثبات، الکذب والاختلاق والی فی اجار
عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم
وہد ایچی فی کل حدیث قال فیہ ابن العودی
لا یصح ونحوہ قلت ہو کا مکتبہ قصیرہ بذلک
حیث عویبہ انہ لم یصلح لہ فی الحدیث
قرینۃ تدل علی انہ موضوع بحایۃ الامراء
احتمل عدمہ ای کون موضوعا لانہ من طریق
متروک او کذاب ہو ہذا انما یتسم عند تغرد
لکذاب لو التھم علی ان الحافظ ابن حجر
حسن ہذا فی النخبۃ باسم المتروک ولہ
ینظمہ فی مملک الموضوع۔

اور صرف کہ اب یا تم سے مروی ہو، علاوہ انہی ماحظ ابن حجر نے کتبہ الفکر میں اسے متروک کا ماردیا ہے موضوع
کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (دست)

دیکھتے تو کذاب کو صرف احتمال وضع کا صورت بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے

و بیخ و بنہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ جو بوجہ قہر و کذاب یا متمم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن بہرہ نکتہ ماضی سے کیا جائے گا کہ صحیح موضوع وغیرہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلا مشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص هذا اساتذہم الی الاقرب وهو السہم فهو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفسروہ بہ الکذاب فهو عین الموضوع عنده فانما عرفتہ بما فیہ الظعن بکذب الراوی فلیتنبہ ہذا احکامہ ما ظہری والحمد لله الوحد العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا" اشارہ اقرب کی طرف یعنی متمم کی طرف سے تویہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متروک ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ ظنوں سے خود موضوع کی تعلیف یہ کہ ہے کہ جس میں کذب راوی کا ظن ہو، اس پر توجہ کر دے وہ امور تھے چہرے سے ظاہر ہو اور تمام احمد کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا،
هذا ما یظہر لنا والمحل محل تاہل فیما تامل
لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔
یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے کہ اگر کوئی سوچے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد لله سراً وقد حقق سر جانی واحداث امراً (تمام نویسیں ظاہر ہو چکا ہوا ہونا فقرہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق ان وہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مولف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور غیص فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ دینا ہے کہ مراد موضوع یا باطل کہ دیا تو مولف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یمع وغیرہ ہلکے احکام کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بھی چیز سے مست ظاہر ہوا، مولف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجح کتاب کیا حالانکہ منہ حسن وجیبہ ولہ امر لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

قائدہ ۴ : (مجهول العین کا قبول ہی مدسب تحقیق ہے) افادہ دوم میں گزر اگر امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت تحقیق کی طرف نسبت کیا اور امام اہل ابوطالب مکی نے اسی کو مدسب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مدسب چارے ائمہ اعظم کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فرائج الرکوت میں ہے :
 (لا) حرج (یاں لہ راویا) و احدا (فقط) دون
 اس میں حرج نہیں کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک
 غیرہ (و هو مجهول العین) اصطلاح کمعین
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً
 نعمان بن عوف سے راوی شیبی کے علاوہ کوئی نہیں کہ نہ
 دارعہ الثبوتی و منقطب راویوں کا متعدد ہوں نہیں
 بعض نے کہا کہ محمد بنی کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ
 زیادتی ہے اور مختصراً۔ (ت)

پس دوبارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں محبت، یاں مجهول الحال جس کی عداوت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں محبت نہیں فضائل میں بالاتفاق و دوجہ مقبول۔
 تشبیہ (غائباً مطلق) مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے، مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محمدین میں غائباً اُس سے مراد مجهول العین ہے امام مسکنیؒ "تہذیب" میں فرماتے ہیں
 جہالة العین و هو عالم اصطلاح اہل ہذا
 محمد بن جب مطلقاً مجهول کا لفظ نہیں تو اکثر طور پر اس
 اشان لا ہذا الاصطلاح سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

قائدہ ۵ : (قائدہ دستن افادہ ۲) کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں، ہم نے افادہ ۲۱ میں روشنی دینے سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محقق درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے دس نسخہ نفاذ کے پتے دئے سب سے اہل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعظم مثل امام ابن عساکر و امام بن شہین و ابوبکر خلیفہ بعدوی و امام سیب و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن تہام و قاتم الحافظ و علامہ زرقانی و غیر جم نے حدیث ایفاء البیہ کریمین کو مادعت تسلیم ضعف دوبارہ فضائل

عنه فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ متر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ام)

۱۔ فرائج الرکوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ مشورات الشریف رضی کمر ۱۴۹
 ۲۔ شفاہ النعمان فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نور بر رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں مگر ظہر کر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت و کنار اس کے مقابل کی صحاح اس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ مراد حدیث صحیح کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس کس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے مروج نہیں، وہ انگریز میں مثلاً خطیب بغدادی، ابن مبارک ابن شایبہ، سیل، حب طبری، علامہ ناصر الدین بن مزیر اور ابی سیدہ الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد فرمایا حدیث کے لیے، یہ تراویح اور تصریح کی سبب کہ یہ حدیث ان سے مرفوع ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اور درجہ ائمہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کہ نہ کہ فضائل و مناقب میں ضعیف

قال السيوطي في سبيل النجاة حال الى انت الله تعالى احياهم حتى اصابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالحطيب وابن عساكر وابن شاهين والسيهيلي والحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس وعلقه عن بعض اهل العلم وشرح عليه صلاح الصفدي، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الائمة هذه الحديث مائنة للاختلاف الواردة بسايقها ونحوها على انه متأخر عنها فلا تدرج في رتبته وبيها في وقت في ائمة الحقيقة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفصائل والمناقب وهذه منقبة هذا كلام هذا الجليل وهو في غاية التحسين له مخلصا.

حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا، آپ کی منقبت ہے، یہ ای ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تقریر ہے اور مخلصا (ت)

تنبیہ ضروری (دو بابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا، اقول جب کسی اصل کا کلمات ملتا ہے اثبات منقول ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروغ میں اس پر مبنی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل ان کے نزدیک متصل ہے ان کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص منظر کسی اور وجہ کے اس کے مستعمل ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

ایک اور اعلیٰ و اعلیٰ نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الانطلاق و امام ابن امیر یح
و علامہ ابراہیم عینی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید ابن عابدین نسائی و غیر ہم علامہ
علامہ رحمہ اللہ تھامس سے یہ ہے کہ کشتن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو نعیم ابو محمد بن محمد بن حریث سے حدیث
حریث بن جہل من بنی عذرة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربارہ شریف
تھامس مروی ہوا۔

و ان لم یکن معہ عصا فلیخط خطاً
اگر اس کے پاس بکڑی رہو تو اپنے سامنے ایک
خط کھینچ لے۔

امام الرواد و نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا،
لم یجد شیئاً شدیداً ہذا الحدیث ولہو یجی الامن
ہذا الوجه۔
جھٹلنے کوئی چیز پانی جس سے اس حدیث کو قوت
دی اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے
نہ آئی۔

یونسی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم اندر سے اس کی تصنیف فرمائی بدینہ اندر و علامہ مذکورین

عہ قابل توجہ تھامس فی رد المحتار قد یعارفہن
تصنیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما
لما ہر و عقبہ فی الحلیۃ بما یاق حنا من قولہ و
یظہر فی الاکتبہ ۱۰ و قال فی المرقاة قد اشار
الشافعی الی ضعفہ واصطراطہ قال ابن حجر صحیحہ
احمد و ابن المدینی و ابن السمد و ابن حبان
و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اہم ملخصاً قلت
و هو ان فرض صحیحہ لوی بصرنا فیما نحن بصد وہ
لما قد ما انفائی التبیہ ۱۲ مدرجی مذکور مذموم،
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ مذموم،

علیہ پھر رد المحتار میں ہے کہ اس کی تصنیف کبھی احمد اور ابن حبان
وغیرہ کی تصحیح کے ساتھ آئی ہے اور عین میں اس کا تعاقب
ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی
و ان یظہر ان الاشیاء ۱۰ اور عرقاۃ میں ہے
کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی
طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی،
ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے
اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اہم
ملخصاً میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت پر فرض کرنی جائے
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ تبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ مذموم،

عے تصریح کی کہ حدیث ضعیف مسمیٰ ایسے حکم میں محبت و مقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ
امام ابن حجر مکی سے منقول،

قال البيهقي لا بأس بالعمل به وإن اضطرب
إسناده في مثل هذا الحكم إن شاء الله تعالى.
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں
اضطراب ہے مگر اس طرز کے مسائل میں اس پر عمل
کرنے میں کوئی غرت نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

حنبل میں فرمایا،

يظهر أن الأثرية قول البيهقي ولا بأس بالعمل
بهذا الحديث في هذا الحكم إن شاء الله تعالى
وجزم به شيخنا رحمه الله تعالى فقال واستند
أولها بالاتباع عليه
اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس
حدیث پر عمل کرنے میں کوئی عرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ
اشعبر و مختار ہے۔ اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ
تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ
لاحی اتباع ہے۔ (ت)

حنبل میں ہے،

من جوزه استدلال بهديث في داود ونعم ما فيه
لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في العمائل
كما مر آنفاً ولذا قال ابن القيم رحمه الله في السنة اولى
بالاتباع اهـ مختصراً
جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال
سے اور اس حدیث میں جو ہے وہ جیسے بیان ہو چکا۔ لیکن
کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف
پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی ہے امام
ابن القیم نے فرمایا سنت زیادہ لاحی اتباع ہے اور مختصراً۔

نیز غنیۃ پھر اہل سنت و جماعت شرح نور الایضاح پھر ما مشیر طحاوی علی مرقاۃ لفتح میں ہے،

إن سلم أنه يعني العمل به مفيد فلا ضرر فيه
مع ما فيه من العمل بالحديث الذي يجوز
العمل به في مثله.
اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں
ہا و جو اس کے عمل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے
ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

سہ مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی فی باب استرة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طہات ۲/۲۵۹

سہ حلیۃ الخلی شرح غنیۃ المصل

سہ غنیۃ المستمل قوٹ فی الخلف مطبوعہ مہین اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

سہ ۳۶۹ ص

رد المحتار میں ہے :

یس الخط کیا ہو الس وایة الثانية عن محمد
لحدیث ابی داود فان لم یکن معه عصا فلیخط
خطا و هو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی
الغضائل ولید اقلید بن الهمام و السنن او فی
ہا لا تباع ۱۰۰

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت میں ہے
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ، کہ
ناری کے پاس عصا (ٹکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا
پر امام ابن حاکم نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے سنت

تفسیر (فضل اعمال سے مراد اعمال حسنة ہیں نہ صرف ثواب اعمال ، ان دونوں تظہیروں میں علامہ پراسم
علی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان اعمال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس
معنی کی تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے ماضیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہی ہیں
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال ، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے فقہ احمد
فائدہ ۷ (مدیر ضعیف سے سنت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں ، جہاں رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی
بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب مگر سنت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے فونہی افادہ ، اس
علی ناری کا ارشاد و گزار کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے اس گردن کو مستحب یا سنت مانا ۔

اقول لکن قال الامام اس امیر الحساج
فی الخلیفۃ بعد ما ذکر حدیث ابی حاجۃ عن
الفاکک و عن ابی جاس و ابی زرار عن
ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی اغتسال
السبجی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم العیدین
وقال امس فی اسبغ طہہ صغفاء ما نعہ ،
واستان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق
الواردة فیہ یبلغ درجة الحسن ، واکالہندب
وفی ذلک تأمل ۱۰۰ فقد اشار رحمہ اللہ تعالیٰ

اقول لیکن امام ابن امیر الحج نے عید میں عیدین
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے
بارے میں حدیث ابی ماجہ ، فاکک ، ابی جاس سے اور
حدیث بزاز ، ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسامیہ میں راوی ضعیف ہیں
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگرچہ یہ
کہیں کہ حدیث متفقہ و طرق سے مروی نہ ہونے کی بنا پر
حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے
اور اس میں تاویل ہے احادیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے سن پات

ان الصعيف لا يقيده الاستئذان ولا الشاء تقول انت
السنة من يما تطلق عن المستحب كعكسه كما
هو حوايه في ترجمه كلام المشايخ و القسارى
وبه يحصل التوفيق بين الروايتين عن علمائنا
في المسألة اعني مسألة المحظ من انت اسر و
لاستحسان ومن لم ينفى الاستئذان وقد كان
متأيداً بما في المحلية هل ينوب الحظ بيين
يد يد مذبه فعن ابن حنيفة وهو احدى
الروايتين عن محمد انه ليس بشئ اى ليس
بشئ مسنون اولولان انه شراد بعد بل فعله و
نركه سواء استوى فقيه بعد فافهم

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ
نہیں دیتی، اس پر اس لیے یہ جائز ہے کہ لو کہے کہ بعض
سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، ہمدانام
شامی اور قادری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور سی
سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی دور روایات
میں قطعی بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا
اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے
نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی
تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط
سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ
ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شئی نہیں یعنی سنت نہیں اور کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ
نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے، اس میں نہایت ہی بعد سے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ اگر وضع یا ضعف کا حکم کسی لحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بحال
اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت قصوں نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو مرفوع یا ضعیف کہنا ایک
سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور نیچے حدیث صحیح زکوٰۃ علی مروی کسی ایسی روایت
ونسائی

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے
ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں، فرمایا کیا
کچھ یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

امراۃ انت النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ومعها ابنتہا وفاقی ید ابنتہا مسکتان
غیظتان من ذهب فقال تعطین ذکاۃ هذا
قالت لا قال اليسرک امت یسورک اللہ جہما
یوم القیمة سواریں من نار قال فخلعتہما
فالتقہما الی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نجات ہدایت و رسول ﷺ

ہے آگ کے گلشن پہناتے، اُن بی بی نے کڑے تار پڑا دیے
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ صلی

تعالیٰ علیہ وسلم

جیسے امام ابو الحسن ابن القطن و امام ابن المقفع و علامہ ترمذی میرک نے کہا اسناد صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسناد لا محالہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق
نے فرمایا لا شبهة فی صحیحہ (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے
فرمایا لا یصح فی هذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سید شعی (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے کچھ صحیح ٹہری نہیں) امام منذری نے فرمایا الحد الترمذی قصد الطریقین الدین ذکرہ والاف طریق
ابی داؤد و لا محالہ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں بعد
چاہتے گفتگو نہیں) ابن القطن نے فرمایا

انما ضعف هذا الحديث لأن حذو فيس
ضعيفين ابن لهيعة والمثنى بن
صباح

ذکرہ الامام المحقق فی التتبع ثم العلامة
القاری فی المرقاة۔
انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے
پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے
ابن ہبیرہ اور شعی بن الصباح۔

اور سنی حدیث رد شمس کہ حضور پُر نور سید الانوار ماہِ عرب، مہرِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
دُوبا ہوا، آفتابِ طلعت آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیرِ مومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۲۱۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الکفر ما ہو و زکوۃ الخلی	سنة سنن ابی داؤد
۱۶۴/۲	مطبوعہ نور بدیعہ سکھر	بحوالہ ابی الحسن ابن القطن فصل فی الذہب	سنة فتح القیر
۱۶۴/۲	"	"	سنة "
۱۶۵/۲	"	"	سنة "
۸۱/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب ما جاء فی زکوۃ الخلی	سنة جامع ترمذی
۱۶۴/۲	نور بدیعہ سکھر	بحوالہ منذری فصل فی الذہب	سنة فتح سنی بحوالہ منذری
۱۶۴/۲	"	بحوالہ ابن القطن	سنة "

وجہ اکرم نے نماز عصر اور اکیسے نمازیں و امام قاضی عیاض و امام مغلطائی و امام قطب خیمزری و امام حافظ الشان
مسکتانی و امام خاتم اعجاز سیوطی وغیرہم اہل کرام نے حسن و صحیح کہا کہ اس کا مفصل فی الشفاء و مشروحد و
المواہب و شرحہا (جیسے شفاء اس کی شرح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت۔
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں

ام قول الا صاما احمد و جماعة من الحفاظ امام احمد اور حفاظ کی یک جماعت کا سے موضوع قرار
بوصفه فانظر هرا به وقع لهم من طريق بوصفہ فانظر ہر اہل وقع لہم من طریق
بعض الكذابين والا فطر قد السابقة يتعذر بعض الكذابين والا فطر قد السابقة يتعذر
معها الحكوة عليه بالصعف فضلا عن معها الحكوة عليه بالصعف فضلا عن
الموضع

عام ترمذیہ امام شیخ الاسلام علامہ عکرم مرتب العلماء الاسلام تقي الملة والدين البرالحسن علی بن عبد الحکام سبکی
قدس سرہ الملک کتاب مستطاب منہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیادة غیر لانام
علیہ و علی آلہ افضل الصلوة والسلام میں فرماتے ہیں

وصا يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين وصا يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين
بالا سكار والاستطراب قد يكون بحسب ثلاث بالا سكار والاستطراب قد يكون بحسب ثلاث
الطريق ثلاث لا يلزم من ثلاث من وجتن الحديث الطريق ثلاث لا يلزم من ثلاث من وجتن الحديث
بمختلف طلاق الحقيقة ان الحديث هو موضوع بمختلف طلاق الحقيقة ان الحديث هو موضوع
فانه حكم على المتن من حيث الجملة فانه حكم على المتن من حيث الجملة

لتعليق جليله طيفه : (طيف جليله طيفه جانی پر لاکھ من کا پھاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم
جلیل جس میں آن بی بی نے کروں کے صدقہ کرنے میں اللہ عز و جل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن فی الباب الاول تحت الحديث الخامس عن فی الباب الاول تحت الحديث الخامس من
حجرات طبرستان فی عقد حقایق ۱۲ منہ (مر) نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (مر)۔

سہ شرح الزرقانی علی مواہب اللذیہ رد شمس لاسلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۱۳۲/د
سہ شفاء السقام الحديث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ و نوریہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی دیا اور حضور نے انکار نہ فرمایا، عینہ ہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یا رسول اللہ ان من توبتی ان اجمع من منی
صدقہ الی اللہ والی رسولہ حبس اللہ تعالیٰ عنہ
وسلمہ

یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ سبہ کریں پنا سارا
مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرت دباسہ کی جان پر آفت میں انھیں دو پر کیا
مروت فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے یکراب استغفرتے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و حلیس و محبوب رسالہ مسی بہ نام
تاریکی الامم والعلمی لنا عتی المصنعی بدافعہ البدلہ عقب عقب تاریکی اکمال اطعمہ علی شہرک
سوی با کمور اعادہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح
ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناظر ہیں کہ اللہ و رسول نے دو نعمت کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول
بے دایوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف
توبہ، اللہ و رسول کی دعا ہے، اللہ و رسول سے دعا ہے، اللہ و رسول سے دعا ہے، اللہ و رسول سے دعا ہے، اللہ و رسول سے دعا ہے،
دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی، حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی
طاعت سب کے ہاتھ پہلے ہیں، حضور کے آگے سب گرا کر رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب
 آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، حد کی
کنیاں حضور کے ہاتھ میں، نفع کی کنیاں حضور کے ہاتھ میں، رحمت کی کنیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنیاں
حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں،
حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور شیعوں کے ٹالنے والے، ابو بکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے،
حضور کے خادم نے بنایا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرسکتے ہیں، حضور کے خادم جہنم میں دفع کرسکتے ہیں،

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ السلام جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

مشتہ کے خادم بلند ہی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بدلہ دیا جاتا ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں کہیں یا خدا و رسول سے لڑیں گرز دسکیں۔ اس میں یہ بھی روکشن دہلیوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت مشغیغ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ غمناک بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شہادہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحبہ اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پتے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر رب جلیل تک۔ شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں، استادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی غالی نہیں، وہابیہ کا پھاگ نبیرت کی ہوئی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی بیکاری ہے، زور ٹھنکھور شرانوں کا شور، سار جہان شرابور، چور کی قید، داس پر چھوڑ، یہ اتنا پہاڑن بارہ دوس ہاری ہے کہ

اشراک بند ہے کہ تاحی برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حقہ رسالہ کہ چار جڑ سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور شتر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں جھتی نہ ملیں گے بجز اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صلت، اُس کی شرکت دیکھنے سے قلعہ رکھتی ہے۔

ذلک من فضل اللہ علی الذین امنوا و کان اکثر الناس لا یَشکرون
یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اسے میرے رب مجھے اس

علیہ و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

میزن میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابوہارون القنوی
وفقه جماعة ووجه شعبة فيما قيل ولم يصح
بل صححه انه حدث عنه.

اُسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ عن ابيه وعن
شعبة لا يعرف لكن شيخ شعبة جواد

اقول لكن قال يزيد بن هارون
قال شعبة داري وحماتي في المساكين صدق
ان لم يكن ابان ابن ابي عياش يكذب
في الحديث قلت له فلم سمعت به
قال ومن يعبر عن الحديث - يعبر
حديثه عن ابراهيم بن علقمة عن عبد الله
عن ابيه انها قالت مر ايت رسول الله
تعالى عليه وسلم فقلت في الوتر قبل الركوع
كفي في الميزان واليك، لتفصي عبد الله
السامع شيء والحديث شيء، والكلام في
الاخير وان كان اسم الشيخ يتناول
الوجهين وسذكر هذه الفائدة ان

ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے
فقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور
کہا اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے
حدیث بیان کی ہے۔ (۱۰۷)

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن
شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں (ت)

اقول لیکن یہ یہ بن ہارون نے بیان کیا کہ
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں
صدقہ سے، اگر ابان بن ابی عیاش حدیث میں
قبول نہ ہو، یہ سب سے بھیجیں کہ تو پھر آپ نے ان سے
کیوں سماع کیا، تو اس نے فرمایا کہ ان سے جو
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو
ابراہیم سے ملے تھے، عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان
میں ہے، اور تیسرے لیے، اس سے خلاصی کی صورت

۴۹ / ۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	۱۵۲	ابراہیم بن العلاء	سنہ میزان لا اعتدال ترجمہ	۴۹
۵۳۲ / ۲	" " "	"	عبد الاکرم	" " " " " "	۵۳۲
۱۱ /	" " "	"	ابان ابن ابی عیاش	" " " " " "	۱۱

الامام من بعدنا حمل عن شاء ، فاذا حدث
ثبتت له من اهل الصواب التقيد به من
حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل
فيه لما تقدم في لافادة الثالثة والعشرين
من قول ابن عدي ان شعبة حدث عن
الكلبي وسخيه بالتفسير كما نقله
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيوخ شعبة
نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قتال
الوحاشي شيخ ^ع قلت وهذا لا يضر فقد
يكون الرجل ثقة حمدا وعند غيره مجروح
او مجهول حتى ان من شيعه الذجب
وثقهم وخرج بحسن الشاهد عيهم جابر بن
يزيد الجعفي ذلك الضعيف الراقص المتهم
قال الامام الا اعظم مرضى الله تعالى عنه
ما رايت فيمن رايت افضل من عطاء ولا
اكذب من جابر الجعفي وكذلك كذبه ايوب
ومائدة ويحيى والجورج في تركه القطا
وابن مهدي والسائي وآخرون .

یہ ہے کہ سماع اور شعیب سے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔
عشکوہ دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے
مستقل ہے مگر یہ ہم اس فی مذکور کے آخر میں ذکر کرتے کہ امام
شعیب کی جس سے چاہئے وایت لیا ہے توجیب حدیث بیان کرے تو
اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید دستگیر ہو کر اسے مقید
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی حادوث
بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ اس حدیث میں نہ کی جاتی ہے
جیسا کہ تیسویں اہل میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے
کہ شعیب نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی
ہے کہ عیسیٰ نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے۔
میں کہتا ہوں کہ شعیب کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم
ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے۔ — قلت یہ
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور شتم ہے
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جو رہا جاتی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان ابن عبدی
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	محمد بن السائب الكلبي	۵۵۴ء ترجمہ	۵۵۸/۳
۹۱۳/۳	" " "	محمد بن عبد الجبار	۸۲۲ء	۹۱۳/۳
۳۸۰/۱	" " "	جابر بن یزید الجعفی	۱۲۷۵ء ترجمہ	۳۸۰/۱

شعار استقام شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة
وقد صرح الخفصم (یعنی ابن تیمیہ) بذلك في
الكتاب الذي صنفه في الرد على البسکری
بعد حشر كرايس منه قال ان القائلين بالخرج
والتعديل من علماء الحديث فوعات منهم
من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثاله

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة من الصلت البرجی الكوفي روى
عنه الشعبي وقد قال ابن أبي خيثمة اذا روى
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحنج
بحدیثہ

تہذیب میں ہے :

من لا يروى الا عن عدل كاهن مهدي
ويحيى بن سعيد اه اقول ولا ينكر عليس
بما في الميزان عن صاحب الدورى عن
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولم
ارواكهم ارضى ما رويت الا عن خمسة
عن في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲۰ (م)

عنه في ترجمة اسرائيل بن يونس ۱۲۰ (م)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت
نہیں کرتے اور محض ثقہ (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے کہ اس نے بکری کے زبانی
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور
اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل (ت)

خارجہ برجی الصلت برجی کوئی جی سے شبہ نے روایت
کیا ہے اور ابن ابی خثیمہ نے کہا کہ جب شعبہ کسی شخص
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ
ہو گا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

وہ رگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اہ اقول اور
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا
جو میزان میں جاکس دوری نے یحییٰ بن معین سے
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے روایت

مطبوعہ مکتبہ نوید رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

۵۵/۳

۶۱۶

شعار استقام الحدیث الاول

تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ برجی الصلت مطبوعہ دار الفکر بیروت

تہذیب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجهول الحدیث المستور دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

فان رضی یحیی غایۃ لا تذکرک و کیف یظن بہ
ان الحق کلہم عندہ ضعیفاء الاحمسة و انما
المرصی لہ جبل شہت شامخہ سراسخہ لم یزل ولہ
یغزلہ و لا فی حرف ولا مرقۃ۔

سہ کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و مقبول وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند شوش، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرفت میں نہ ایک مرتبہ میں (تسا)
تہذیب التہذیب میں ہے ۱

سلیمان بن حرب بن بھیل ازوی واشجی کے بارے میں
ابو حاتم کہتے ہیں کہ انہی حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تالیس نہیں کہتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے مذاہب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اور مختلف روایات

سلیمان بن حرب بن بھیل ازوی واشجی
قال ابو حاتم امام من الاثمة کان لا یدلس و
قال ابو حاتم ایضا کان سلیمان بن حرب
قل من یرضی من المشایخ فاذا اسألتہ قد
دوی عن شیخ فاعلم انہ ثقة اللہ ملتقطا

تقریب التہذیب میں ہے ۱

مظفر بن مدثر الخراسانی ابو کامل ثقہ اور بختم ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (تسا)

مظفر بن مدثر الخراسانی ابو کامل ثقہ
متقن کان لا یحدث الا عن ثقۃ۔

تافہر جامعہ ۱ امام سخاوی فتح الملیک میں فرماتے ہیں ۱

تقدیر ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاہ ذونادر۔ وہ امام احمد،

تثبۃ من کان لا یروی الا عن ثقۃ الافانی دار
الامام احمد و یق بن مخلد و حرز بن عثمان

طبع فی مصرۃ من نقب روایت ۱۲۷۲ھ (دہ)
جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲۷۲ھ (تسا)

ثقہ تہذیب التہذیب میں جو مختلف ترمیم ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس دارۃ المعاد حیدرآباد دکن ۱۴۰۷ھ و ۱۴۰۸ھ
ثقہ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۲۸

وسلین بن حرب و شعبہ و الشعب و عبد الرحمن
بن مہدی و مالک و یحییٰ بن سعید القطامی و
ذلک فی شعبہ علی المشہور فانہ کان یثبث فی
الرجال و لا یروی الا عن ثبت و الا فقد قال عامر
بن سہمت شعبہ یقول لولہ احد ثقتہ الا عن
ثقة لم احد ثقتہ عن ثلثین و فی نسخة ثلثین
و ذلک اعتراف صہ پانہ یروی عن الثقة
و غیرہ فینظر و علی حقل حال فہو لا یروی عن
متروک و لا عن اجمع علی ضعفہ و اما سفین
الثوری فکان یترخص مع سعة علیہ و وریعہ
و یروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ
شعبہ لا تہملوا حق الثوری الا عن
تقرین فانہ لا یبالی عن حسن و قد اعلی
قال فی یحییٰ بن سعید لا تکتب عن معتبر الا
عن تقرین فانہ یحدث عن کل ثقتہ

میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ
پر و انہیں کہتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتبر سے نہ لکھو مگر
ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول ما ذکر عن عاصم فی جوازہ
یجب حملہ علی مثل ما قد منافی کلام یحییٰ
کیفہ و ان للثقة اطلاقا اخر اخص و اخصی کما
قال فی التدریب ان ابنت مہدی قال حدثنا
بو خدیة فقیل لہ اکان ثقة فعلم کان حدیثا

یحییٰ بن خالد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ،
شعبی، عبد الرحمن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید
القطامی، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ
لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف
ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عامر بن سہمت
کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں
تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو
خرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے)
سے حدیث بیان کرتا، یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ
اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر
کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں
کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا
اتفاق ہو، ہر حال سفین الثوری کا قوہ ہا و جو علی
وسعت اور ورع و تقری کے زمری کہتے ہوئے نصحت
دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے
میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ
پر و انہیں کہتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتبر سے نہ لکھو مگر
ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں، جو کچھ ماسم کے
حوالے سے ذکر کر رہا اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز
بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ
کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی
محدود و اخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

وكان مأثوماً وكان خيراً الثقة شعبة وسفيان
قال وحكى المروزي قال سألت ابن حنبل
عبد الوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدرك
ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان
فطيفك بالثبوت فان الامر جلي واضح -

کہتے ہیں کہ میں ابوخلد سے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ
کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور
بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی سے بیان کیا
کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوهاب بن عطاء کے ثقہ ہونے
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے
ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اور اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

تشریح قول (جارے امام اعظم جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی، انھیں
ائمہ متاخرین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمان النعمانی علیہ السلام الرضوانی وکرمہ بالنعم نعم
البحران، یہاں تک کہ اگر بعض متاخرین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین
میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه
في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة ثنائيت جنت
ابن سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى
عنه قال ليس في مالي اليتميم تركوة وليث كاف
احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره
ومعذوم انت ابا حنيفة لم يكن ليذ هيب
فياخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و
هو الذي شد في امر الرواية ما لم يشدد
غيره على ما عرف الله -

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں
فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ نے ازبیت بن ابی سلیم
ازبجی بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین
میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ
بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث
اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان
کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور
بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے (ت)

تبیین (قلۃ السبالة فی الاخذ قد حدث من من التابعین) — اخذ حدیث میں نرمی
اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت
قلت هذا التوسع وقلۃ السبالة فی

مقبولة عندنا و عند الحماہیر ولا شك انما
 عطاء و الحسن و الزہری منهم و قلة المبالاة
 عند التحمل لا یقتضیہ عند الاداء فقد یاخذ
 لاما مرعش شء ولا یوسلہ الا اذا استوثقت
 وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالک
 الوصاع الشدید عظیم التشدید قدوة الثابت
 یحیی بن سعید القطان و ذالک الجبل العلی
 علی بن مدینی الذی کان البخاری یقولہ ما
 استصغرت نفسی الا عندہ و ذلک الامام
 الاجل نقباء العطل ابو ربيعة الرازی و ما ہیئت
 بہم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن
 فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم الا و جدنا لہ اصلا الاحادیث و حدیثیں
 و ما علی فقال مرسلات الحسن البصری
 التی رواها عنہ الثقات صحاح ما اقل ما یسقط
 منها و اما ابو ربيعة فقال کل شیء قال الحسن قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جدت
 لہ اصلا ثمان ما خلا اربعۃ احادیث نقہا
 فی التدریب -

ہمارے اور مجبور علمائے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی
 شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں وہ
 اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی
 نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ
 کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے
 وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی
 مراسیل کو قبول کرنے میں کئی بن سعید القطان شریک
 ہیں جو درعہ و تھوٹی اور حدیث کے اخذ کرنے میں
 نہایت ہی سخت ہیں اور اس فن کا عظیم شخص علی بن
 مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں
 نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بیچ نہیں
 سمجھا اور امام اہل نقباء العطل ابو ربيعة رازی بھی شریک
 ہیں اور یہ دیکھ کر کہ حد کے لیے کافی ہیں، لیکن قدان نے
 کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ
 کہہ دیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور
 ملے، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو
 ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں
 یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں
 اور ابو ربيعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے
 چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس جہارت کو تدریب میں فعل کیا ہے۔ (د)

قلت: میں کہتا ہوں، علی بن مدینی عدم و جو
 کو مستلزم نہیں تو بخاری کو ایک یا دو احادیث جو

قلت و عدم الوجدان لا یقتضی
 عدم الوجود فلم یفت یحیی لا واحدا و

اشنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و
 غرق کل دی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت
 عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال منی قلت نکو
 حدیثی فذلک فیہ وحدیثہ و منی قلت قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جہن
 ام وی لتدیب قال یونس بن عبید سألک
 الحسن قلت یا اما سعید انک تقول قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لتد رکہ
 فقال یا ابن اخی لقد سألنی عن شیء ما سألنی
 عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک
 انی فی زمان کما تری وکانت فی زمان
 الحجاج کل شیء سمعتنی اقلہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عن
 بن ابی طالب عیوانی فی زمان لا استطیع ان
 اذکر علیاً ام واللہ تعالیٰ اعلم۔

زہد میں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
 باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم واسے
 پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
 فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
 اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے، ۱۰ تدیب
 میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 حسن سے پوچھا اسے ابو سعید! آپ کہتے ہیں نبی
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟
 فرمایا اسے بھتیجہ! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
 کہ مجھ سے پہلے آئی تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا،
 اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
 سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ
 جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
 ذکر نہیں کر سکتا (اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فائدہ ۱۰ : (خاتمہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سفسفے زمانہ سے
 احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل دے اعتبار محض قرار دیا جو نشان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہن

سہ القرآن ۱۲/۷۹

سہ مسلم الثبوت تقریرات المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

سہ تدیب الراوی شرح تقریب الراوی الکلام فی احتجاج الث فی المرسل مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۰۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور من لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث :

من طاف بالبيت اسبوعا ثم اتي مقام ابراهيم
فرکع عنه ۵ رکعتیں ثم اتي من مزمع شرب
من مائه اخرج به الله من ذنوبه كيوم ولدته
امه ۵
جوسات پچیس طواف کر کے مقام ابراہیم میں
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر مزمع شرب پر جا کر اس کا
پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا

قراتے ہیں :

حيث اخرجناه اواحدي في تفسيره والجهدي
في فقه نيل مكة والديلمس في مسنده لا يقال
انه موضوع غاية انه ضعيف ۵
جیکر اسے واحدی نے تفسیر اور جہدی نے فضائل تکرار
وہی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جیسا
شاید یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور جو چند صحاح و تنقیح و ثابوت و موضوع جس طرح وضع ممکن
یہ نہیں صحت محتمل ترتیب تک ضرور تھی و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہوا اعداد التالیین قصوراً خلاف اصل کو
ممکن کر لینا محض ظلم و جزا ہے نہ اُن کی حدیث قبل تیس سال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں
مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی باوجود احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و مساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی
لاہرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تسک فی الفضائل نہیں رہی
یہاں بھی کمالاً یحتمل علی اہل النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں) ت، فارجع الزکوت میں ہمارے علماء کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے :

الماوی امکان عین معروف بالفقاهة ولا
بالمرایة بل انما عرف بحدیث او حدیثین
فان قبله الاثمة او سکتوا عنه عند ظلموس
راوی حدیث اگر قنا بہت روایت میں معروف نہ ہو
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث معروض ہو اور محدثین نے
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس نے غامضی

عنه في مسألة معرفت العدالة (م) معرفت العدالة کے بحث میں ہے ۱۶ منہ دست

سہ اسرار المرفوعة فی الاخبار المرفوعة حرف الیم
مجموعہ اوراق آفتاب الطیبر بیروت ص ۲۳۶
سہ ایضاً

الرواية او اختلفوا كان كالمعروف وامس له
 يظهر منهم غير الطعن كان مردود ولو ان له
 يظهر من منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل
 به في المسند و بات والفضائل والتواريخ

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی
 طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی
 کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے
 کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا
 تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱۱ (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فاضل) ذکر مستلزم گمان وضع نہیں، اُن فردی فوائد سے
 کہ بوجہ تعبیل ہنگام تبیین تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ میں میں
 مجرہ ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری مشکلیں منکریں نے کیا حالانکہ محض جہالت دہلے رہی یا دیدہ و
 مخالفہ ہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قمیاتی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لگاتے اور کسی کو موضوع کسی کو
 لم یوجد کسی کو منکر کسی کو یس بشارت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو بحالہ ثقات
 کسی کو لا باسب یہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تعبیل ابہایں انہیں میں
 جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صحت لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیری سے استنباط کیا غائرہ لکھ بکار الانوار
 میں فرماتے ہیں

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہرة
 علی الاسن والاصواب خلاصہ علی نمط ذکرہ
 فی التذکرۃ قینہ من حرف نفسه حرف مر بہ
 یس بشارت ح دانت ربی فی سورة شاب لہ
 وفرة صحیحہ محمول علی رویۃ المنسار
 او مؤول حج المؤمن من غیر کرمہ والصاف عجب
 لنیم موضوع حج ما شہد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے واسطے میں جو لوگوں
 کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف
 ہے اسی طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں کیا ہے اس میں
 وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے
 اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے
 اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا
 جس کے بال لیے خوبصورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد
 اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

لہ فرائع الرکعت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستفی مسئلہ محمول الحال الم مطبوعہ منشورات الشریف نشی قلم ۱۴۹/۲
 ق۔ یہ عبارت محققاً اور متعدد صفحات کے نقل کی گئی ہے حوالہ کے لیے ۵۱۹ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدھما صبیحت فیہ طلب العلم
فریضة علی کل مسلم طر قہا و اھیة ح من
ادی الفریضة و علو الناس الخیر کانت فضله

خواب پر محمول ہے یا یہ موقوف ہے اور حدیث مومن و مومنہ
کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و منافقہ
اور کینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

و الترمذی و الحاكم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عہ بلفظ لظاہر مکان العناق و اسادہ کہا قال
المنادی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منافق کی جگہ لفظ فاجر و ایت کیا ہے اور اس کی منہ
بقول امام منادی کے جید ہے ۱۲ منہ (د)

علہ اقول بل صحیح من اعلیٰ الصحاح
للمالك والصحیحین غیر ہما عن ابن عمر رضی اللہ
عنہما ہر قعہ اذا قال الرجل لا خیرہ یا کافر فقد
باء بہا احدھما و البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ من قعا صحت قال لا خیرہ یا کافر
فقد باء بہا احدھما و لا جنت جہنم صحت
بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح
مرفوعا حا کفر مر جلا رجلا قط الابیاء ہما
احدھما و الیہاب غیر ذلک فان اراد خصوص
اللفظ فقلیل الجہد وی ۱۲ منہ (م)

اقول بلکہ یہ اصل درجے کی صحاح میں سے صحیح
ہے، امام مالک اور شیعین وغیرہما
نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی
کو یا کافر " (اسے کافر) کہا، تو وہ کفران و دونوں
میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ
جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں
سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن جہان نے حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے
ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور
اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص العناب ہیں تو ایسی روایات تو
ہست ہی کم ہیں ۱۲ منہ (د)

علہ اقول والصحیح انہ لا ینزل عن
الحسن کہا بیشتہ فی اسجود الثواقب فی
تخریج احادیث انکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن
سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "اسجود الثواقب"
فی تخریج احادیث انکواکب * میں بیان کیا ہے
۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث وہ شخص میں سے فرض ادا کیا اور لوگوں کو کفر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل مسلسل میں نقلی برستے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو فرزا علی نور ہے موجود نہیں۔ اس میں ہے سب اہل انگلیوں کا باطن چرنے کے بعد آنکھوں سے دھونا صحیح نہیں، اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر ملانے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (وال حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل مارے بائیں ہستی احادیث مروی ہیں اللہ میں غالب تسبیح

علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکنہم یتاہلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یؤخذ فیہ مسح العینین بیا طعن السبائین بعد تقلیدہما لا یصح وروی تجریدہ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلاۃ التسبیح ضعیف الدارقطنی یصح شیء فی فصل الصلوٰۃ صلاۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد من جالہ ثقات و فی المختصر متکر فی المقاصد ما نہ مر مر لما شرب له ضعیف لکن لمہ شاهد فی مسلح ان اللہ یبحث لہدہ الامۃ علی رأس کل مائۃ من بعدہ لہاد ینہا صحتہ الحاکم من متوفہ مر

بلکہ اس کی تحریک زبانی سنہ کی ہے اگرچہ مندریٰ پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے گاہ نہ ہو سکتے ۱۲ منہ (ت) حق یہ ہے کہ حدیث مسیحیج ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مسلمانانہ ہے مسیحی غیرہ ہے البتہ مسیحی لڑا نہ نہیں اور اس کی تفصیل الکافی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ چھوٹے ہیں ۱۲ منہ اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر مجتہد ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت) اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور مناوی نے اس کی سند صحیح ہے۔

علہ بل اخرجہ نہرین وان قال المنذری ثمر لمراتی لم یقف علیہ ۱۲ منہ (ت) علہ الحق انہ حدیث حسن صحیح لا شک حسن لذاتہ صحیح لغيرہ ان لم یکن لذاتہ و التفصیل فی الکافی ۱۲ منہ (ت) علہ اقول کذا قال المناوی وبالغ الذہب کعادۃ فقال کذا ۱۲ منہ (ت) علہ اقول بل نص الحافظ انہ حجۃ بطریقہ وحسن المناوی وصحیحہ الامام سعید بن عیینہ والد میاطی والمنذری وابن الجزیری ۱۲ منہ (ت) علہ ورواہ ابو داؤد وقال المناوی لا سند صحیح ۱۲ منہ

لا یدری اولہ خیر اہم آخرہ موضوع فی الوجیز
انا و ابو بکر و عمر خلفائے تریہ و احدۃ فیہ
مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد
فی اولیس حدیث فی وقتیں قال ابن حبان یا اطل
فان الوقت اونی فان لہ طرقا عدیدۃ لا ہاس
بعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ
ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی آخر الزمان
خليفة لا یفضل علیہ ابو بکر ولا عمر موضوع
قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرۃ لہ ملقطا
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے اہیں، ابو بکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
میں راوی مجہول ہیں، میں کتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اولیں جو دوہ درقوں
پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کتا ہوں سکت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سند میں

عنہ اقول ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذ
فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسنہ
وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
عنہما اخرجہ البزار قال السنن الاوی بسند حسن
وفیہ عن علی و عن عمار و عن عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قال ابن عبد البر ان
الحدیث حسن و قال ابن القطان لا فضل لہ
عنہ قال السنن الاوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (م)

اقول (میں کتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن لا رد یا نیز اس بارے
میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
بھی مروی ہے اس کو ہزار نے روایت کیا ہے۔
سنن الاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبد البر
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے پالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے قاضی کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاذ ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک غلیظ ہوگا جس سے ابو بکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بکر اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اور مشتظاً۔ (ت)

قائدہ ۱۲: (حدیث ہے سند مذکور علماء کے قبول میں نہیں و جلیل احقاقیت اور اوہام قاصرین زبان کا ابطال و ازہاق) اقول و باللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زبان میں سند کی فضیلتیں اور بعض ثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ کر متکثر ہو رہے ہیں کہ احادیث سے سند اگرچہ نکلتا ہے مگر مقتدین میں بعض جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مفاد، سیئر، فضائل کسی باب میں اسلئے نہ سنیے کے لائق نہ مانتے کے قابل حالانکہ بعض اختراعات بین الاذنیہ قاضی مشاہیر محدثین و مجاہدین فقہاء و فحول فرقہ کے مخالفت اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا عمل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک یا اختلاف عادت و اصطلاحات مرسل متعلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و افعال یا اصطلاح فقہاء اصولی یا رسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علیہ معنی جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ الفرق علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل جارية مما سقط من اسنادہ اثنان فصاعداً مثلاً ما يرويه تابعي التابعي مما نزل فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و كذا ذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابوبكر و عمر و غيرهما غير ان يكونوا سائط بينه وبينهم و ذكر ابو نصر السجزي الحافظ قول الرازي يفتي "نحو قول مالك يفتي عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للملوك طعامه و كسوته الحديث و قال الصحاب الحدیث يسوونه المعضل قلت و قول المعصنين من الفقهاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جیسے تابعی تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت کیے تابعی تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابو بکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السجری حافض بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلفظی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

فخیرہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا " ونحو ذلك کلمہ من قبیل المعقل لما تقدم وسماه الخطيب ابو بكر الحافظ في بعض كلامه من سلا و ذلك على مذهب من يسمي كل ما لا يتصل برسلا كما سبق له باختصار .

توضیح میں ہے :

الاتصال عدم الاستناد وهو ان يقول الراوي قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم غير ان يذكر الاستناد

کہ حدیثیں ایسی روایت کو معقل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہاء اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معقل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا اور خطیب ابو بکر حنفی نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اور اختصار (ت)

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہ کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (ت)

ما مر تفقہ زانی تویح پھر مدنی ملائی صاحب در مختار حافظہ الاثر علی اصول المنار میں فرماتے ہیں ان لعین کما الواسطۃ اصلا فی سند اگر راوی سند و سند درہ کرے تو وہ مرسل ہے ۔ (ت)

مسلم الثبوت و فرائع الرکوت میں ہے :

(المرسل قول العدل قال علیہ) وعلق الہ واصحابہ الصلاۃ (والسلام کذا) وعند اهل الحديث فالمرسل قول التبعی قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله واصحابہ وسلم کذا، والعلق ما رواه من دون التابعی من دون سند الكل داخل في المرسل عند اهل الاصول اه مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا ، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا اور حدیث متعلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے ۔ اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اور مختصرا (ت)

۱۔ مقدمہ ای اصول فی علوم الحدیث النوع الیادی عشر بالمعقل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸
۲۔ توضیح التویح فصل فی الانتظام مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۳۴
۳۔ حاشیۃ التوضیح مع التوضیح
۴۔ فرائع الرکوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مستند فی کلام علی المرسل مطبوعہ منشورات المشریف الفری قم ۱۴۴۳ھ

پھر باجماع علامہ عثمانی و فقہائے سب اقوال فروع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و منقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً ماخوذ و مقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرائط فروع بتاتے اور انھیں اُس سے جُدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلائیکہ منکر مر اسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ علی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلائیکہ درسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے مادور اسے احکام میں مسابقت فرمائی ہے، یہ جہارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح موطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں سط میں بقت جہتیں میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات ماکہ وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریس میں نام جو افضل زین الدین عراقی سے ہے،

ان حاکم ابو نعیم و الصدوق بل ادخل فیہ المرسِل
والمنقطع والبلاغات و من بلاغاتہ احادیث
لا تصرف کما ذکرہ ابن عبد البر
امام ماکہ نے احادیث صحیحہ کو مانگ نہیں بلکہ اس میں
مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ
ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروفہ
نہیں جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام غفرانی سے ہے،

مشد و من فی کتاب البیہار (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشافعی سے ہے،

کتاب مالک صحیح عندہ و عند من
یقدہ علی ما اقتضاه نظرہ من الاحتجاج
بالمرسِل والمنقطع وغیرہ۔
امام ماکہ کی کتاب ان کے اوردان لوگوں کے نزدیک
صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی
نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہ اسناد درست ہے۔ (ت)
اسناد کے نسبت مطلوبہ و فضیلت پر غور و خامہ است مروجہ ہونے میں کئے کلام ہے محققین تابعین مرسل

عن فی الثانی من مسائل الصبح ۳۳۴ و م، مسائل صبح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲۴ (ت)

سہ تدبیر الراوی الثانی من مسائل الصبح مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ

۱۰/۱

۱۰/۱
۱۰/۱
۱۰/۱

معاذیل بھی مساند کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسند
 وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیر میں اس تصریح کی ہے۔ ت) تاکیداثر میں یہ اسے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید
 ذاکرت حماد بن مرید یا حدیث فقال ما اجدوها لولا ان لها اجنحة یعنی الاسناد (میں خود بھی مرید سے
 بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ
 حین لا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے علم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث و بارۃ احکام
 ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول عام
 سفیان ثوری الاسناد صلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلام لہای شئ یقاتل (سند موسیٰ کا سلم ہے
 جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) مراۃ و بارۃ عقائد و احکام ہے۔
 فان الحاجة الی القتال انما فی فیما یجری فیہ لڑائی کی ذہبت وہاں آتی ہے جہاں لڑائی اور باہم جھگڑا
 التشدید والتاکس و من ما اجتمعوا علی ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔
 التباہل فیہ۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک رحمہ اللہ ہی مبارک لولا لا ستاد لقان من شاد صاٹ (اگر سند کا اعتبار
 نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعات فی الصالحی میں دخول تحت اصل غرض و مشروط اور امر
 عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع ہے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات ہدیہ نہ کرے گی اور من شاء
 ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صاوی نہ آئے گا کما قد ہنا بیامہ فی الاخذۃ الثانیۃ والعشر صحت
 (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں اقلاد میں پیش کر آئے ہیں۔ ت) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین
 کرام سے ضرورت و سند میں ہیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نا متصل جمیع اقسام ان کے نزدیک
 ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ صلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی
 من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و ہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم
 نہیں کرتے، اسی لیے فرائج الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:
 لم یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی غائداً (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر
 نہ ہو گا۔ ت)

بالجواب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا نہ کر ہونا نہ ہو مناسب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

وہ کہہ رہے تھے کہ حدیث ابن خراش من الجہاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی نسبت کیا فرمایا،

انہوہ مسلط فی مقدمۃ صحیحہ قال قال
محمد یعنی ابن عبد اللہ بن جہزاذ، صحت
ابا سہ ح بر حید بن عیسی الطائف قال
قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ابا عبد الرحمن
الحدیث الذی جاء ان من ابی عبد المبرات
تعمی لا یوریک مع صلاتک وقصوم لہما مع
صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحق عن
من ہذا قال قلت لدھام بن حدیث شہاب بن
خراش فقال ثقۃ عنی قال قلت عن الجہاج بن یزید
قال ثقۃ عنی قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال یا ایا اسحق ان میں بعد ہیں
وہیں النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حفاور متقطع
فیہا، اعناق المعلق ولکن لیس فی المصدقة اختلاف
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے ججھے ملے کہتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے
لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کو دینے میں کوئی اختلاف نہیں، دت،
امام نووی شرح میں فرماتے ہیں،

معنی ہذا والحکایۃ انہ لا یقتل الحدیث الا
باسناد صحیحہ۔ اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح
کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ دت

اب اگر ای کلمات کو عزم پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، متصل ہر نام متصل باطل و منقطع بالمرحوم
ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ بسوم میں ابن حجر کی مشافہی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعنی
بہ فی القصب ثل احسن (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت، لاجرم واجب کہ یہ سب

ملہ و ملہ صحیح مسلم باب بیان ان الاستناد من الدین ملبومہ قدیمی کتب میں کرچی ۱۲/۱
ملہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الکرکۃ مکتبہ امدادیہ طاب ۳۱۶/۲

10
10

جہاں صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہوتا ہے کہ جب نفس کلام تخصیص پر وال ہو
 کما قرین نامی امکانات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دریا درود و
 قبول غائب و محاورات علماء صرف نظر پر باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محظوظ نظر و تہذیب و تہذیب میں دیکھئے کہ
 حدیث کی دو قسمیں کہیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعافت کو مردود میں داخل کیا حالانکہ
 ضعافت فضائل میں اجماعاً مقبول ہرکذا ینبغي التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرتے چاہئے
 اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی
 محکمات ہیں) یہ سب کلام بطور مستثنیٰ تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو مضبوطیات
 مذکورہ فضائل و رکنا رنود باب احکام میں محبت میں جبکہ مرسل امام معتقد حق طائی الدین عارف بالرجاء بصیر باطل
 غیر معروف بالتساہل برادر مذہب مخالف امام محقق علی الاطلاق و غیر بالاکابر میں کچھ تخصیص قرین غیر قرین نہیں ہر قرن کے
 ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا محبت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المستند
 و شروحات وغیرہا (حیات المسلمۃ اور اس کی شرح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

مسئلہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً
 اتفاق وان من غیرہ لا اکثر وہم لا ما
 الوصفہ والامام مارک والامام احمد صلی اللہ
 تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان المرؤۃ ثقہ
 وقال ابن اسحاق رحمہ اللہ لعمام متانتھا انکدام
 یقبل من القرون الثلاث مطلقاً ومن ائمة
 شتر بعد ثنت القرون وقال طائفة من
 السامعین وہم شیخہ بن الحاجب المالکی
 و متبعہ کہل مدین بن الہمام صا یقبل من
 ائمة النقل مطلقاً من ای قریۃ کا م
 احتصہ شئ ام لا ویوقوف فی المرسل من
 مرسل ارسائی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا
 جائے گا اور غیر مرسل کی مرسل کے بارے میں اکثر
 علماء حق میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور
 امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہ اسے یہ ہے
 مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو ابن ابان
 رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں
 فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل
 مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد اسے نقل کی منزل
 بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں
 ابن حاجب مالکی اور شیخ کہل الدین بن الہمام، ہرے
 یعنی اخذ و ثبوت کے رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی منزل ملک مقبول ہے
 (باقی بر ص ۶۲۷)

اقول (تحقیق مصنف کے غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم، انصاف غیر ناقد کے لیے ماسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام ثری میں پر بھی لازم، آخر انیس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یدق ہے، تو انیس کے لیے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلا شبہ قول ناقد متذکر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح و انتزاعی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابقت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں یہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہدہ ہائیکہ نام این الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا، انصاری و امام سیوطی و غیر ہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتز نے کسی حدیث کی صحت پر تفصیل کی یا کتاب طہرہ معتزہ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے پس ہے اور احتجاج رد ۱

کما ذکرنا نصوصہم فی مد اسرج طبقات الحدیث جیسے کہ جیسے مذرتہ طبقات الحدیث میں ان کی تصریح کا ذکر کیا ہے اور پیٹے اکیسویں، فادہ میں علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزرجل ہے۔

تو کیا وجہ کریاں اس پر اعتماد نہ ہو لا جرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت، فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن حزم یا ضیاء کاحیات میں لانا، روایتی مندرجہ کا محقر میں سکتا رہتا،

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

غیر ہم دھوا المختار قیل و ہر مدار اذ لا ثمة الشدۃ و لجمہور ولا یقول احد بتوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح و علی هذا الخلاف ابنت ابان فی عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الشدۃ لزعمہ عدم الحاجة الی لتوثیق فی تلك القرون لان الرواة فیہا كانوا اهل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۲ منہ رھی اللہ تعالیٰ عنہ (دھ)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اسی لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیقی اور تجریح کے ماہر تھے اح مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصا بیان ہے ۱۲ منہ رھی اللہ تعالیٰ عنہ (دھ)

لہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسلک فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرحمن قم ۶ ۱۷

یونہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام محمد ناقد تھا طحا کا کہنا،

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اني غير لك من احكامه واحواله دعوت
 جماله وشيرون جلالة وصفات كماله مبلوات
 الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلى الله
 تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف
 ومجد وعظم وكرم امين۔

یہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے
 آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال
 کی صفات و شائیں اور آپ کے صفات کاملہ میں
 آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی
 آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام،
 شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین

الحمد لله الذي جعل في هذا اليوم من شهر ربيع الاول من سنة الف واربعمائة واربعة عشر من الهجرة النبوية
 حضور پر درویش ہوتی ادا تھا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر پڑتی امید ہے کہ بولی عز و جل اس
 نام کریم و صلوة و تسلیم کی برکت سے قبول فرماتے اور اناربت حیون و تنزیہ قلوب و تکفیر ذنوب و سلامتی ایمان و
 امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی الخشاک باعث شائے فائزہ تعالیٰ بنکرمہ بقسل الصلواتین و هو اکرم من
 ان يدع ما بينهما وكان ذلك ليلة سبعة يوم اثنين من شهر من الشهر الف هر
 شهر سبع ايام من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبيب
 سيد البشر صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه واديباه اجمعين آخر دعوانا ان الحمد لله
 رب العالمين، سبحانك اللهم وبحمدك، اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اقوم
 اليك، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتقوا و احکم۔

نہج السلامہ فی حکم تقبیل الایہامین فی الاقامۃ^{۳۳} (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۳۳۔ مسئلہ از پرہیزگار شاہزادہ سورتی مسند مرسلہ مولوی احمد علی صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الاخرہ ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاویٰ اداویہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہد ان محمدًا رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور حکم کسے اُس کا کیا حکم ہے جینو توجروا۔
جہدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ در صورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

جو اب اول تو اذان ہی میں انگوٹھے پڑنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ معتقین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں،

وذكر ذلك المعمر حتى واطل ثم قال له يصح في

السر جوع من كل هداشي استحسن (جلد اول صفحہ ۲۶۷) کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر قمت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے پڑنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت ہے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے،

ونقل بعضهم ان القسستانی كتب من هاهنا

نسخته امهده المختص بالاذان واما في الاقامة

فقد يوجد بعد الاستقصاء والتأمل والتبصر

(جلد اول ص ۲۶۷) نہیں (ت)

یہ مفتی صاحب، لہٰذا یہ روایت پر اس شیعہ سہرے لکھتے ہیں،

قلت واما لموقوف قومه وان كان موقوف لكن

صحت استاده ليس فيه كونه "العمل طاعة"

بل هو رقية لاحفظ عن سرمد والعمام يفعلونه

باعتقاد كونه طاعة، صده حاشية صاحب فتاوى

اشرف في رجاء شامی،

گزارش موجب کلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک سرینہ دربارہ استغناء سے تقبیل اہامین عند

قول المزدن اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطلع خدمت کیا ہے آج خدا دارے اداویہ

میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رنج شکوک کا خواستگار ہوں

وہی ہذا،

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تعقیل کے بارہ میں ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے "ثم يصح في المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں اسی سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کثیر تعقیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا مفتی صاحب کی تحریر و حاشیہ خود غور طلب ہے پھر اسی کے معتقدین تعقیل مطن کو غیر صحیح فرماتے ہیں خود بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تعلیم سیدنا حضرت علیہ السلام جاتیم امروز نے کثر العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم ص ۲۲ خطاوی نے شرح مراقی العلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دینی سے حدیث ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت نصر علیہ السلام سے عبارت روایت بطور تائید بیان کے علی ہداسات احادیث کی کثر کتب میں موجود ہے۔ اعانة الطالبین علی حل العاد فح العین مصری ص ۲۴۰ (فقہ شافعی)۔

وفي التناول ما نصه من قال حين يسمع قول
المؤذن: اشهد ان محمداً رسول الله صرحاً
بجديتي وقررة عيسى محمد بن عبد الله صلى
الله تعالى عليه وسلم ثم يقبل ابهاماً
يضمهم على عينييه لم يعد وانه جسد
بدنهم

شنوائی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ
اشهد ان محمد رسول الله سن کر کہا "موجہاً
بجديتي وقررة عيسى محمد بن عبد الله صلى الله
تعالى عليه وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں
سے نگاہ توڑ کر کبھی اذخا ہو گا اور نہ اس کے
آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کتابية الطالب الرباني رسالة ابن أبي زيد القيرواني في مذهب سيدنا الامام مالك رضي الله تعالى عنه

مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدة: نقل صاحب الفريوس
ان العبد بن دحي الله تعالى عنه لما سمع
قول المؤذن: اشهد ان محمداً رسول الله قال
لاك وقبل باطن ايملة السبائتين وصح عينييه
فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل
مثل حليلي فقد حلت عليه شفاعتي، قال
المحافظ السخاوي ولس يصح، ثم نقل عن

فائدة: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے
کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا
یہ جملہ سنا "اشهد ان محمد رسول الله" تو آپ
نے یہ دہرایا اور دونوں شہادت کی، آنکھوں کا باطنی
حصہ اپنی آنکھوں سے نگاہ تو اس پر نہی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے
اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

الظفر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال
حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول
الله مرجا بجيبي وقررة عني محمد بن
عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل
ابها ميسر ويجعلها على عينيه لم يعم
لعمري ما ابد او قتل غير ذلك ثم قال ولم يصح
في المرفوع من هذا شي والله تعالى
اعلم.

ثابت ہوئی۔ حافظ سہادی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر
حضرت تضرع علیہ السلام سے یہ منقول ہے جسے فرمایا کہ
جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمد رسول
اللہ سمی کرے کہ مرجا بجیسی وقررة عینک
محمد بن عبد اللہ (صلى الله تعالى عليه وسلم)
پھر اپنے دونوں انگوٹھے پوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے
لٹکائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں
کبھی خراب ہوں گی اور ان کے عود سے بھی ذکر کیا، پھر
کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملے
تعالیٰ اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصغیری العدوی اسی شرح کے حاشیہ میں فرماتے ہیں،

(قوله ثم يقبل الخ) لم یسجد موصوہ التقبیل
من الامام میں لایہ نقل من التمسہ بعد
المفسر نور الہدی الخراسانی قال بعضہ
لقیہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول
اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابها الخ
نفسه ومسح بالظفر من اجفان عينيه
من الباقي الى ناحية الصدح ثم فعل ذلك عند
كل تشهد مرة مرة فسالته عن ذلك فقال
كنت افعله ثم تركته فمضت عيتسای
فرايته صلى الله تعالى عليه وسلم ما ما
فقال لم تركت مسح عينيك عند الاذان
ان اردت ان تبرأ عيناك فعد الى المسح

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چمے
اس میں اس کا ذکر نہیں آیا مگر شیخ العالم المفتی
ذوالدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں
ان سے دور رہا اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے
اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو انہوں نے
اپنے دونوں انگوٹھے پومے اور ان دونوں کے ناخن
اپنی پٹوں پر ناک کی طرف کیے پھر انہوں نے ہر بار
ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں
سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا
پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب
ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا، تُو نے اذان کے وقت

فاسیقة ظفت و مسحت فحوت و لم یعاد و دف
 مرضیہا الی الان انتھی فہذا یدل علی ان
 الاولی التکریر و انھ ہر انہ حیث کان المسح
 بانظرفین ان التقدیل لہما و اللہ تعالیٰ
 اعلم۔

پس یہ عبارت دلائل کر رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگانے
 تو چوما بھی انھیں کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نیکر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ سرکبہ میں
 ملتا ہے برخلاف ایس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر عاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) ان
 رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔
 صاحب فتاویٰ اشرفیہ عمل مانع ہے کہ اپنے عاشیہ مذکورہ میں رقبہ مان کر دعویٰ کرتے ہیں والعوام یفعلونہ
 باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے
 قلعی رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کوس لای اطلاع ثرتی درجہ ہو کہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلوٰۃ و
 السلام بھی بدعت اعلام علامہ باقی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۃ مومنین کے دلی
 خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوتی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریفین میں، غرض
 شرق میں ہوں یا عرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے
 ہیں۔ ت) یہاں بعض اناس نے سلف فقہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باعتراب سے اس سزا
 بخشیں احکم اللہ تعالیٰ بجاہ خطہ و ینس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین والحمد
 للہ رب العالمین۔

مخار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بائغ و تنقیع بازرغ میں بائیس سال جوئے فقیر نے منید العین فی حکم تقصیل
 الالبہ مڈھ لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چمپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک
 نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ فرمائی ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو

ہدیہ حاضر کر دیا بعد ملا سید برجنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دوبارہ حدیث و فقہ منکرین کے حیالات باطلہ مائلہ کی نیک کنی و صغیرا شکنی کو بس سے ہذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امور جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعویٰ یہ کہ ادا ان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوعہ کی تخصیص کیوں ہوتی جہارات کتب میں مفہوم مخالفت بلا شبہ معتبر ہے، اسی شاملی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

فان مفاهیم لکبت حجة ولو مفہوم لقب علی ما عسرہ بہ الاصولیون۔ جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول سنہ یحیی تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۰ یفتی بہ عند السؤال ای لان مفہیم الکتب معتبرۃ کما نقد مر۔ سوال کے وقت اسی پر فتویٰ ہو گا کیونکہ جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گرچکا ہے۔ (ت)

در مختار بیان سنن و ضمیمہ ہر افغانی سے ہے۔ مفہیم الکتب حجة بخلاف اکثر مفاهیم النصوح کیے جہارات کتب میں مفہوم مخالفت محض ہوتا ہے اور خصوص کے اکثر مفاہیم معتبر نہیں ہوتے (ت) احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل ما یرد فی هذا فلا یصح رفعہ البتہ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ ت) لکھ کر فرمایا،

قلت واذ ثبت رفعہ الی الصدیق رخصہ اللہ میں کتابوں جب اس کا مرفوع ہونا حدیث کبیر

۳۸/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الابارة الفاسدة	سلف رد المحتار
۱۱۹/۱	"	کتاب الطارة	سلف رد المحتار
۲۱/۱	مکتبائی دہلی	"	سلف رد المحتار

تعالیٰ عنہ دیکھی اھل بہ نقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عینکوبینتی وسنتہ الخلفاء الراشدین !
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا
 ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 ارشاد ہے : تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین
 کی سنت لازم ہے ! (ت)

(۲) صحیح ک نفی سے معتبر کی نفی جانتا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب جال میں ہزار ہگڑے لگایے جہاد و
 لایستجہ بہ (۲) معتبر ہے لیکن اس سے اسستدلال نہیں کیا جائے گا۔ ت اور فضائل اعمال میں احادیث
 معتبرہ بالاجماع کافی گہر صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت روایت فقہی بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبرہ مطلقاً منقہ تو اس سے روایت
 معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا زری غیر مقلدی کہ بہ ثبوت حدیث روایت فقہی معتبر نہ مانی۔

(۴) میں ہیں اس کی میں تہستانی و حادی صریحہ و کنز الجہاد سے صراحت اس کا استنباب منقول اور
 لیسندہ جرم بلا تعقب نہ کر و مقبول تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اسی جہالت میں
 شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہی قصداً ہی کہ وہ سب دیکھ کر کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف انہی کے خواہم ہے
 کیا کتب فقہ میں ہزار سے کلاس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے
 روایت فقہی معتبر نہ ہوئی۔ ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج !

(۶) اقامت میں کوئی کوئی لمبائی روایت بھی موجود نہ ہے نہ پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے تہستانی
 سے نقل کیا کہ انھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں
 شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول در نقل مجہول محض نام مقبول، جلد دوم ص ۵۱۲

قول اسعراج و روایت فی موضعہ (۱) معزودا
 المع بسوط، لایکفی فی المنقل
 معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے (۲)
 (یعنی بسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

لجہا لہ

نقل میں وہ ناکافی ہے۔ (ت)

وہاں جو اسطے مجہول ناقول امام قوام الدین کا کی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ یا واسطے امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محمد المذہب امام محمد اور یہاں قسطنطینی صخر
 بیس تفاوت رہ از کیا ست ۳۰ بجایا
 (اتنا بفرق کساں وہ کہاں یہ)

جب وہ جوہر جہالت واسطے مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی۔ مگر کیا کیجے کہ صخر
 عقل بازار میں نہیں رہتی

(۷) لم یوجد ذہابیت نہیں پائی نہ تہ اور موجود نہیں میں جو فرق ہے عاقل پر محض نہیں، مگر عقل بھی ہو
 یہ ترغالی نیا یافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النقی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکر الفا فافترے سے فتویٰ منقول ہو اور
 جوہر جہالت نام مقبول ہوا، انھیں علامہ رشیدی کا کلام مثنیٰ عقود المدیریہ جلد ۲ ص ۱۰۹

نقل از زلیخا ان الفتویٰ علی قولہما فی جواذھا
 قال الشیخ قاسم فی تصبیحہ ما نقلہ الزلیخا
 شاذ مجہول القائل اھ۔
 و برہنہ میں ہے،

علیہ الفتاویٰ شریعی و بعد معزیا للمنفی
 لکن سر وہ الصلاۃ قاسم فی تصبیحہ بیان
 ما فی المنفی شاذ مجہول القائل فلا یعول
 علیہ۔
 اس پر زلیخا اور بھوکا فتویٰ ہے انھوں نے معنی کی طرف
 غسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح
 میں بایں طور رد کیا کہ معنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے
 کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد
 نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہار سنہ اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

لہ رد المحتار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفیٰ البابا بمصر ۳۳۹/۲
 لہ العقود الدینیۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الاہارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب رگ بازار قندھار افغانستان ۱۳۶۶
 سنہ در مختار باب الاہارۃ الفاسدۃ مطبوعہ معتبائی دہلی ۱۴۴/۲

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چرائی ہے شامی میں قسمستانی سے نقل مجمل یہ منقول کہ اس کی روایت نہ لی اگر بغرض غلط یہ نقل مجمل مقبول بھی ہو اور عدم وجہ ان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو فقہی روایت روایت فقہی ہیں۔ ہذا کا اشارہ بجانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) انہم بر علم تو غایت درجہ یہ قسمستانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قسمستانی کا ہاں معنی فقہائیں شمار کر ان کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی ان کی وہ حالت جو خود بھی علامہ شامی عقود الدریۃ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ ۱

الغیبتا فی کجی ر ف سیل و حاطب لیل خصوصاً قسمستانی بھانے جانے والے سیلاب اور رست و استدادہ الی کتب السراحدی الصغریٰ ہے۔ کو ٹکڑی اکٹھی کر کے دانے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا

استناد راہی معتزلی کتب کی طرف۔ رت ۱

اور کشف الظنون حرف انون میں علامہ عصام اسمرانی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعا سے باطل کی گئی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا غلط شدید و تعصب غیبیہ ہے کہ مستند اقامت میں قسمستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا مسند میں پیش کیا ہے۔ در سے انہیں ایک نتیجہ نہیں بلکہ فقہ کا عام ٹھہرا دیا جائے اور یہی ہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قسمستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استعجاب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے بغرض بڑی امام اپنی ہر اسے نفس ہے وہیں۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت وہی اصل ہے یعنی بدعت وہی اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراط مستقیم فرمائیں مگر ان کا قول مردود اور بدعت مذموم ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع اُمت کا رد اور غیر سبیل امونین کا اتہایہ ہے۔ جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم و سادات عصیٰ کی وحید مذکور ہے۔ احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان قلعی میر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پر نور اور باطل کی ظلماتیں دور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اس میں صرف تعدیصم (صحیح نہیں۔ ست) کہا اور وہ بھی قطعاً احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی لغتی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

ضعیف تہذیب کے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال و حرام میں بھی تحت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماعت مقبول اور مخالفت اجماع مردود و مخذول، اربعین امام، بزرگria نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے، قد تھق العلماء علی جواز العمل بالاحادیث
الضعیف فی فضائل الاعمال
میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے اے اللہ!

(۱۴) اجماع اُمت کا خلاف نہ ہوں و شواہد متا صمیمیت یہ ہے کہ جمہور و بابہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت یا حدیث مرفوعہ نے صحت بنائی، طاعن قاری کی جہارت گری تو قرآن شریف میں اصل متفق ہوئی پھر بدعت ہے اصل کہنا اصول و ہدایت پر بھی پھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) و ہدایت مجتہد سنت تراخت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرت کہ ان کی سنت اُن کی بدعت، ان کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ قائل کہ بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال پدراہ بتائیں پھر یہ کیا نہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سنت گمراہ سے دین جوئے کفی اللہ المؤمنین القتالی (طرائف میں مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ات اسکا فصل بیان حیدر العین افادہ ۳۰ میں طاعن سو محفل پر کبریا وادیت تصنیف گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں نہ ہو سکتا، مستند احمدی حدیث میں بروایت صدیق کبر رضى اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حدث
علیہ شفا عتیق
جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

جامع الرموز و کنز العباد و غیر ہما میں ہے،
فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول قد عد
لہ الی الجنة
جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے جہنم سے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کہی اندھانہ ہو گا نہ اُس کی آنکھیں دکھیں، یہ کیا فضیلت و

۶ ص	مطبوعہ امیر دولت قطر	قبیل حدیث اول	۱۰۲۱	۱۲۵/۱
۳۸ ص	دارالکتب العلمیہ بیروت	حرف الیم حدیث	باب الاذان	
	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران			

ترغیب نہیں بہر حال یہ حدیث فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب پر اپنی قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے۔ ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضمانت کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود اجماع و حدیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیث غلط کلام قاری میں گزری۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَقْتَدُوا بِالْأَنْبِيَاءِ مِنْ لَدُنِّي الْبُكَرُ وَالْأَخْسَرُ
انہ دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے
ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

درواہ احمد و الترمذی و حسنہ و ابن حبانہ و
الروایاتی والحاکم و صحیحہ و ابن حبانہ نے
صحیحہ عن حذیفۃ و الترمذی و الحاکم
عن ابن مسعود و ابن عدی عن انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے من کہا،
ابن ماجہ، رویاتی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح
قرار دیا، ابی حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی اور حاکم نے
عزت بن سعد سے اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ابی سب نے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)
بلکہ تقلید عام سے یہاں سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و حاکم و ابی حبانہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تعلیہ
بلکہ منصب تشریع جدید سے کہا بیجاہ فی کتبنا فی السور علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے
ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہر حال اس عمل کی دلیل چار قرون عشرہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸
میں لکھتے ہیں:

"جس کے چاروں دلیل قرون عشرہ میں ہو وہ سب سنت ہے اور"

توروشن ہو اگر جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک ازانی میں تمام ائمہ سنی سنن کر اٹھو گئے پھر مناسبت ہے در حدیث
سے ثابت کر منکر سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لے براین قاطعہ علی غلام الانوار الساطعہ مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ مطبوعہ بلاسا واقع دسمبر ۹۶
لے جامع الترمذی مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۰۰۶/۲
لے براین قاطعہ علی غلام الانوار الساطعہ قرون عشرہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ بلاسا واقع دسمبر ۲۸

سنة لعنهم الله وكل من يجاب (۱) اني قوله.
 و يهدى لستى رواه الترمذى عن ام المؤمنين
 والعاقر عها وعن علي والطبراني بلفظ سبعة
 لعنهم وكتبه من حجاب عن عمرو بن شعوان
 رضى الله تعالى عنهم بسند حسن -
 لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ یہ حضرت عمرو بن سوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مروی ہے۔ (۱) است
 اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم کٹو ہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگو ہی صاحب کے حق میں خود کوئی
 حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے تہائی سے بحوالہ مجہول قسستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس
 یہ نتیجہ گرفتہ نے اس کا ہا سکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام حنفی علی الاطلاق نے فتح القدیر
 ص ۴۱ میں فرمایا

عدم لنقل لا ينفي الوجود عدم نقل ۱۰۶۰ کے منافی نہیں ت

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرائے کار و خود اسی شامی میں جابجا موجود ۱۰۱۰ انجملہ جلد اول ص ۶۰ میں بعد
 ذکر احادیث فرمایا

قال القسطنطين هذه الاحاديث من قواعد
 الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الخير
 كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم
 القيمة
 یعنی ملائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے
 قواعد سے ہیں ان سے یہ قاعدہ ثابت ہو کر جو
 شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک
 جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب
 اس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت دوسرے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ فتح القدر المعین جلد ۳ ص ۴۰۲

- | | |
|-------|---|
| ۳۶/۱ | المستدرک کتاب الایمان ستة لعنهم الله داد الفكر بيروت |
| ۲۲/۱۷ | المعجم الكبير ترجمہ عمرو بن شعوان حدیث نمبر ۸۹ المكتبة العیصلیة بیروت |
| ۲۰/۱ | فتح القدر کتاب الطہارت • فوریہ رضویہ سکھر |
| ۴۳/۱ | مکملہ رد المحتار مطلب بجز تقلید المفضل الخ مطبوعہ مصطفیٰ اہلبی مصر |

لا اھد لھا لا یقتضی الکراہۃ ولذا قبل
فی الدرما قبل انھا بدعة ای مباحۃ حسنۃ

یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ مراد لازم نہیں آتا،

اسی لیے دور مختار میں فرمایا کہ اسے حد بدعت کہا جائے اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا ہوا برا اچھی بات ہے (د)۔
(۱۹) فرض کر دے کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہاء کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و تحقیق کہ ہمارے رسائل زدود پابیر میں ہے اس کی منونت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی جہالت خلاف سے مشبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب برا ہیں ص ۳۷ میں فرماتے ہیں،

”اس کی کراہت مختلف فیہ برنی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت چار ہو جاتا ہے۔“

یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقتدی بلکہ یہ ہوائے نفس اتہائے خاص حلال کر دینے کی داو دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو ہر جہت سے اوسے بلا ضرورت مطلقاً جائز ہے گا اور منکر کو قول خلاف سے منہ دے اہم حق کی غور و غور سے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقہاء جائز ہیں جہاں سو صاحب کے دعوے میں دلت و قاتل ہی تقبیل نہ کر سکتی اور قضاوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بکلم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سر امتثنیات کے بلکہ بکلم میں ہے،

”یروى انه لا تكراه الاقامة ايضا لانها احدى
الاذنين“

اور عند التفتی نتیجے مناظر اختلافے خصوص کرے گی تو اس کی دلیل جواز بھی تحقیق برنی اور سنت ٹھہری،
گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیے اسٹر فعل کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تفصیل اذان خود موجود ہے سہا بن گنگوہی ص ۸ میں ہے۔

”جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہر خواہ وہ جزئیہ وجود خارجی اُن قرون میں برآیا نہ ہو اور خواہ اسکی

لے فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۲/۲
لے براہین قاطعہ علی عظام الانرار المساطعہ تحقیق مساجرة تسلیم القرآن مطبوعہ بلا ساد واقع ڈھور ص ۱۳۷
لے الباریۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۷۲/۱

جس کا وجود خارج میں جو اس پر یا نہ ہو وہ سب سخت ہے۔

یہ اس پارسطی تحریر پر تھلک عشرت کا حلقہ (یہ مکمل بیس واکل ہیں۔) تادم بھی نہایت انحصار،
اب ڈیڑھ سطر منہ کی طرف چنے و بانہ التوفیق۔

(۲۱) ملاحظہ فرمائیے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی کہ مال حیاء اس کا مطلب یہ مگر اگر اس بارہ میں
حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف اسناد ہے، کیا علمائے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع
کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ مرفوع
ہے انہیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے
فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ ہر وجہ طار پر افسر ہے علمائے یہ بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ
منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس سے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا
ملاحظہ تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنوں نہیں تو شاید یہ کاری دشمنائی بہت مکاری
نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بغرض باطل ہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام اہل ائمہ گنگر ہی صاحب ایمان لاپکے کہ یہاں
مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور ائمہ جبر کا دھرم قرون کی تہیت پھر حدیث موقوف و ضعیف موقوف مان کر
ہمت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رد سے بچنے
کا ایک منتر ہے الحق حیاء ایمان متکرم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے
اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں
وہ سب سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھے۔

رضیعت باللہ ربنا و بالاسلام دینا و بجمہد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیاً
میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور
خوش ہوں۔ (ت)

سے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں ہو جانے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ بلا سا واقعہ و حور
۲۸ ص
۳۸ ص
۱۰۲۱ حرف الیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان

حدیث: خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہ:

مرحبا بجبینی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اسے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی
محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے
اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیث: سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے:

چرتقی روایت میں ہے یوں کہ:

صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قسرة
عینی بلدی یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع
والبصر۔
اسے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
صلوٰۃ (رحمت) ہو، یا رسول اللہ! آپ میری
آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اسے اللہ! میری سماعت
بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔

چنے میں ہے یوں کہ:

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا
حبیب قلبی ویا نور بصیری ویا قرۃ عینی
اسے میری یا رسول اللہ! اسے میرے دل کے حبیب!
اسے میری آنکھوں کے نور و سرور! اور اے میری
آنکھوں کی ٹھنڈک! آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہ:

اللھم احفظ حدیثی ونورہ ببركة حدیثی
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلو ونورہما۔
اسے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں
منور فرما، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت
آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے۔ (ت)

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود۔ اللہ عز و جل سے دعا

۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۴
۱۰۶۱	باب الاذای	مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاسم کس ایران	۱۲۵/۱
۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۴
۱۰۶۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۵

کچھ طاقت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاقت ہے اور دعا مغیرہ عبادت ہے اور دود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہ نہ مانتے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الہی و دود و دعا سب طاقت سے خارج ہو کر رہ کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عبادت کی کوئی حد ہے، صد ہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لا حول و غیرہ اذکار جلیلہ پر منافع جو نیر و دنیا ویر ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق پر سماج ستہ و ترغیب و ترہیب امام شافعی و جوامع امام حنبلی سیوطی و حسن حصین امام جزری وغیرہ کتب حدیث مطالعہ کرنے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمہ اور خود قرآن عظیم سب منتر ہی جنہیں طاقت سے کچھ علاقہ نہیں خود پابند من الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالم بہت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی کمفخت دنیوی تو دنیوی، غروی بھی مفسود نہ رکھیں یہ فالصالح منہیہ منہیہ میں جن کی زندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وہل ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاہدوا فینا لنھدیہم صراطا
جو جاری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (مت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اجمارے مگر نفع خانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش سے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشتہی من المؤمنین انفسہم و
عوالمہم بان لھم لجنۃ
اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عرض فرید لیا ہے دت

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید و لامان زیادہ موید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفر و رکعتہ کان غفار یوسل السماء
میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی
علیکم مدد را۔
دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زور بارش بھیجے گا۔

اور فرمایا:

قرہوا للذین آمنوا ہدی و شفاء۔

فرما دیجئے یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (ت)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغسوا و صوموا تصحوا و ساءلوا فاستفتوا و
لی حدیث حجتوا فاستفتوا۔جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے
اور حج کرو خفی ہو جاؤ گے۔ردی لا اول انطربانی فی الاوسط یسند صحیحہ عن
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و لاخر عبد الرزاق
عن صفوان بن سلیم موسلا و وصلہ فی مسند
الغردوس۔پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے دوسری کو عبد الرزاق نے
صفوان بن سلیم سے مسند روایت کیا۔ اور مسند الغردوس
میں یہ تصنیف مروی ہے (ت)۔چوتھے وہ پست طرت دون بہت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکشی جب تک تازیہ نہ کاڈ نہ دلائیں قرآن و حدیث میں
مذہب تار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا،ومن یبش عن ذکر الرحمن نقض له شیطانہ
لہ قرین و انہم لیصد و یہم عن سبیل و یصدون
انہم مہتدون حتی اذا جاءنا قال یئس جنتی
وینک بعد المشرقین فینس القرین ولن یہتکم
الیوم اظلمتم تمک فی العذاب مثنتو کون تکجسے روزہ آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان
متقیں کر دیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور جیشک
وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ جگتے ہیں کہ وہ
راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا
اپنے شیطان سے کہہ گا اے کسی طرح مجھ میں تجھ میں
پورب یکم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ جوتا تو کیا ہی بڑا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا ہی (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا
آج جبکہ (دنیا میں) تم نے غم کیا تو سب عذاب میں شریک ہو (ت)۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

من لعیدع اللہ خطب علیہ رواہ ابن ابی شیبہ

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگا اس پر لعنہ

سک القرآن ۲۲/۲۱

سک المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰

۱۴۴/۹ مکتبۃ العارفین ریاض سعودیہ

سک المصنف عبد الرزاق باب فضل الحج

۱۱/۵ المکتب الاسلامی بیروت

سک القرآن ۲۳/۲۶ تا ۲۰

۲۰۰/۱۰ فی فضل الامار حدیث ۹۲۱۶ مطبوعۃ دار القرآن کراچی

فی المصنف من ابی ہریرۃ و یلفظ من لم یسأل
اللہ یغضب علیہم احمدا والبخاری و
الادب المفرد والترمذی وابن ماجہ و
البزار وابن حبان و الحاکم وصحیحہ و
المعجم ص ۱۰۰ وضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الواعظ
بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قال قال اللہ تعالیٰ من لا یدعو فی الغضب
علیہم ص ۱۰۰ وسلم وبارک علیہ وسلم
اللہ وصحبہ وابینہ وحزینہ ابدانہم

ناراض تھا ہے اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے
مرثیہ کے دو کئے اضافہ ہیں : وہ شخص جو اللہ تعالیٰ
سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا ہے
اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی
بنی ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت
کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور معجم
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی المواقف
میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، جو شخص مجھ سے دعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمت کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے و درگروہ سب پر آمین (ت)
صاحب منہیہ اللہ عزہ جل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صوفی قسم اولیٰ میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و
قرآن کے تمام اذکار جنت و نار زینت، ترسیب کو فخر و حصول فکر افراد و اصلاح بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور
کرنے میں جنت میں لا ڈالے۔ وسیع علم الذین ظلموا ای مققلب ینقلبون (منقریب جہاں میں گئے ظالم کہ کس کو کس پر
پٹا کھائی گئے۔ ت)

(۲۶) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عقائد طاعت کرتے ہیں المحدثہ
مسلمانوں کے عوام آپ جیسے غوام سے قتل و فحیم و فضل و علم میں بدرجہا نادم ہیں وہ اپنے رب عز وجل کے ذکر و دعا اور
اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانتے تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے کے تصور اتدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح قویہوں کو بدلتے ہیں وہ
بد چشم کا حمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیف یا ابن سینا کی سدا فی لنگا ہے
اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسم الہی نور و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ رہے، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جائیں گے؟ ابن سینا پر مجرب اور کہاں کلام اللہ خود پڑی دشمنی و اسباب الہیہ سے توسل و التجانیہ ضرورت طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے۔ لیکن السجدۃ لا یعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے۔۔۔) بات یہ ہے کہ وحیدوں یا جہانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں خواہوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں بل و علا و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان وحیدوں سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر یہ تو قلب موعود و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کہے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو مگر عابد خدا نہیں عابد جنت ہے، تو رتبہ تقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کو ان جو بہشت کی طبع یا دوزخ کے در سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا کتنی عبادت نہ جوتا، بلکہ اس سے مراد صرف اُچھا رہنا ہے کہ اس طبع و نعت کے لحاظ سے عمل و جہد اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جس فی خواہ روحانی و دینی خواہ اخروی کا ملنا مقصود یا الغرض بڑھتیے بیچ میں تجارت جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت انما میں کسرت، بھلا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حرام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہو اگر اپنے رہنے جل و علا اپنے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت و تعظیم پسند دیتے ہیں اور یہ سب تھیں طاعت و مراشریعت ہے جس کی نیت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جہانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر غائب و خاسر، احمق و فاجر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھرتی کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو تراشتر بتائے نسوا اللہ فانفسہم انفسہم (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں۔۔۔)

(۲۸) غنیمت ہے کہ وہ کائنات مان کر صبر کے ساتھ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اترا اور یہ عمل مباح مٹا اور نہ عدم و روپر بدعت و بدعت اصل ہونے کے جو کسی آپ حضرات کے یہاں ہیں، اُن کا مصدق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اور گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں جو خواہ امت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیکہ لگے اور طاعت کے طاعت احمق و گمراہ کو بدعت بتا کر انھیں بدعت بدعت ہیب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی الملوق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ہو

ما علی مثلہ بعد الخطا ۱۰

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم ملے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بھی شامل فرض جس طرح اسکان عام شامل و جب سے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت کہنا گمراہی و بدعت ہو، ۵۰ جو مباحات یعنی مساوی الطرفین نظر اسکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ نمود نہ مضموم، آپ نے اسے رد چشم کا متر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اسی صفحہ ۲۸ پر دیتے ہیں،

جس کے جواز کی دلیل قرآن عشرہ میں ہو خواہ وہ جو یہ لہو و خاری اُن قرون میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل میں خواہ وہ ان قرون میں ہو جو دھرمی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالت ہے،

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اس کے جواز کی دلیل قرآن عشرہ میں ہو گی یا نہیں، تیسری شق نا لکھی ہے کہ یہ حصر عقل و انزین النعم و الطہات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلمہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ یہ وہ کون سا بارک دونوں سے خارج ہو کر نہ مباح ہو جگر نہ ایک مباح کہ کردہ تزیینی و خلالت اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازیانہ جو ہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ نازی ہیں کہ اس قصہ کا خوب غور کرنا اور اس سے اس کا حاصل ہوا ہے اس جہر کہ اس کتاب میں ضرور رکعت ہوں، کیا نفیس جو ہر ہے کہ اور تو شریعت محمدیہ علی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ کے آدھے احکام اڑ گئے اور آدمی و ہایت اپنا جو ہر کر گئی جس کا بیان میر العین اعادۃ ذکر میں ہے میر العین سے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی غیب نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم کا کاہن و یکتا علی اللہ تعالیٰ عیدہ سلم صحیح سریش صحیح بخاری شریعت میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون حیث (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ مت۔ ۱)

(۳۰۶) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل ترک شرما و فرائض مساوی اسے فی نفسہ مائزہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اسے بدعت کر دینا ہے تو منہرہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام خواہ فی نفسہ اس کو مائزہ یا مطلوب من جہہ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا حسد جاگزا اسے اہل منیہ جو جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا، در اگر یہ مراد مباح کو بدعت قریب کرنا سے بدعت کر دینا ہے تو شریعت مجددہ پر محض قرآن ہے بلکہ مباح کو بدعت قریب کرنا اسے قریب کر دینا ہے

منہ براہیں قاعدہ علی کلہم انوار اسطہ قرون عشرہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ سیدہ اساتذہ دہرہ مس ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴۷۲
 ۴۷۳
 ۴۷۴
 ۴۷۵
 ۴۷۶
 ۴۷۷
 ۴۷۸
 ۴۷۹
 ۴۸۰
 ۴۸۱
 ۴۸۲
 ۴۸۳
 ۴۸۴
 ۴۸۵
 ۴۸۶
 ۴۸۷
 ۴۸۸
 ۴۸۹
 ۴۹۰
 ۴۹۱
 ۴۹۲
 ۴۹۳
 ۴۹۴
 ۴۹۵
 ۴۹۶
 ۴۹۷
 ۴۹۸
 ۴۹۹
 ۵۰۰
 ۵۰۱
 ۵۰۲
 ۵۰۳
 ۵۰۴
 ۵۰۵
 ۵۰۶
 ۵۰۷
 ۵۰۸
 ۵۰۹
 ۵۱۰
 ۵۱۱
 ۵۱۲
 ۵۱۳
 ۵۱۴
 ۵۱۵
 ۵۱۶
 ۵۱۷
 ۵۱۸
 ۵۱۹
 ۵۲۰
 ۵۲۱
 ۵۲۲
 ۵۲۳
 ۵۲۴
 ۵۲۵
 ۵۲۶
 ۵۲۷
 ۵۲۸
 ۵۲۹
 ۵۳۰
 ۵۳۱
 ۵۳۲
 ۵۳۳
 ۵۳۴
 ۵۳۵
 ۵۳۶
 ۵۳۷
 ۵۳۸
 ۵۳۹
 ۵۴۰
 ۵۴۱
 ۵۴۲
 ۵۴۳
 ۵۴۴
 ۵۴۵
 ۵۴۶
 ۵۴۷
 ۵۴۸
 ۵۴۹
 ۵۵۰
 ۵۵۱
 ۵۵۲
 ۵۵۳
 ۵۵۴
 ۵۵۵
 ۵۵۶
 ۵۵۷
 ۵۵۸
 ۵۵۹
 ۵۶۰
 ۵۶۱
 ۵۶۲
 ۵۶۳
 ۵۶۴
 ۵۶۵
 ۵۶۶
 ۵۶۷
 ۵۶۸
 ۵۶۹
 ۵۷۰
 ۵۷۱
 ۵۷۲
 ۵۷۳
 ۵۷۴
 ۵۷۵
 ۵۷۶
 ۵۷۷
 ۵۷۸
 ۵۷۹
 ۵۸۰
 ۵۸۱
 ۵۸۲
 ۵۸۳
 ۵۸۴
 ۵۸۵
 ۵۸۶
 ۵۸۷
 ۵۸۸
 ۵۸۹
 ۵۹۰
 ۵۹۱
 ۵۹۲
 ۵۹۳
 ۵۹۴
 ۵۹۵
 ۵۹۶
 ۵۹۷
 ۵۹۸
 ۵۹۹
 ۶۰۰
 ۶۰۱
 ۶۰۲
 ۶۰۳
 ۶۰۴
 ۶۰۵
 ۶۰۶
 ۶۰۷
 ۶۰۸
 ۶۰۹
 ۶۱۰
 ۶۱۱
 ۶۱۲
 ۶۱۳
 ۶۱۴
 ۶۱۵
 ۶۱۶
 ۶۱۷
 ۶۱۸
 ۶۱۹
 ۶۲۰
 ۶۲۱
 ۶۲۲
 ۶۲۳
 ۶۲۴
 ۶۲۵
 ۶۲۶
 ۶۲۷
 ۶۲۸
 ۶۲۹
 ۶۳۰
 ۶۳۱
 ۶۳۲
 ۶۳۳
 ۶۳۴
 ۶۳۵
 ۶۳۶
 ۶۳۷
 ۶۳۸
 ۶۳۹
 ۶۴۰
 ۶۴۱
 ۶۴۲
 ۶۴۳
 ۶۴۴
 ۶۴۵
 ۶۴۶
 ۶۴۷
 ۶۴۸
 ۶۴۹
 ۶۵۰
 ۶۵۱
 ۶۵۲
 ۶۵۳
 ۶۵۴
 ۶۵۵
 ۶۵۶
 ۶۵۷
 ۶۵۸
 ۶۵۹
 ۶۶۰
 ۶۶۱
 ۶۶۲
 ۶۶۳
 ۶۶۴
 ۶۶۵
 ۶۶۶
 ۶۶۷
 ۶۶۸
 ۶۶۹
 ۶۷۰
 ۶۷۱
 ۶۷۲
 ۶۷۳
 ۶۷۴
 ۶۷۵
 ۶۷۶
 ۶۷۷
 ۶۷۸
 ۶۷۹
 ۶۸۰
 ۶۸۱
 ۶۸۲
 ۶۸۳
 ۶۸۴
 ۶۸۵
 ۶۸۶
 ۶۸۷
 ۶۸۸
 ۶۸۹
 ۶۹۰
 ۶۹۱
 ۶۹۲
 ۶۹۳
 ۶۹۴
 ۶۹۵
 ۶۹۶
 ۶۹۷
 ۶۹۸
 ۶۹۹
 ۷۰۰
 ۷۰۱
 ۷۰۲
 ۷۰۳
 ۷۰۴
 ۷۰۵
 ۷۰۶
 ۷۰۷
 ۷۰۸
 ۷۰۹
 ۷۱۰
 ۷۱۱
 ۷۱۲
 ۷۱۳
 ۷۱۴
 ۷۱۵
 ۷۱۶
 ۷۱۷
 ۷۱۸
 ۷۱۹
 ۷۲۰
 ۷۲۱
 ۷۲۲
 ۷۲۳
 ۷۲۴
 ۷۲۵
 ۷۲۶
 ۷۲۷
 ۷۲۸
 ۷۲۹
 ۷۳۰
 ۷۳۱
 ۷۳۲
 ۷۳۳
 ۷۳۴
 ۷۳۵
 ۷۳۶
 ۷۳۷
 ۷۳۸
 ۷۳۹
 ۷۴۰
 ۷۴۱
 ۷۴۲
 ۷۴۳
 ۷۴۴
 ۷۴۵
 ۷۴۶
 ۷۴۷
 ۷۴۸
 ۷۴۹
 ۷۵۰
 ۷۵۱
 ۷۵۲
 ۷۵۳
 ۷۵۴
 ۷۵۵
 ۷۵۶
 ۷۵۷
 ۷۵۸
 ۷۵۹
 ۷۶۰
 ۷۶۱
 ۷۶۲
 ۷۶۳
 ۷۶۴
 ۷۶۵
 ۷۶۶
 ۷۶۷
 ۷۶۸
 ۷۶۹
 ۷۷۰
 ۷۷۱
 ۷۷۲
 ۷۷۳
 ۷۷۴
 ۷۷۵
 ۷۷۶
 ۷۷۷
 ۷۷۸
 ۷۷۹
 ۷۸۰
 ۷۸۱
 ۷۸۲
 ۷۸۳
 ۷۸۴
 ۷۸۵
 ۷۸۶
 ۷۸۷
 ۷۸۸
 ۷۸۹
 ۷۹۰
 ۷۹۱
 ۷۹۲
 ۷۹۳
 ۷۹۴
 ۷۹۵
 ۷۹۶
 ۷۹۷
 ۷۹۸
 ۷۹۹
 ۸۰۰
 ۸۰۱
 ۸۰۲
 ۸۰۳
 ۸۰۴
 ۸۰۵
 ۸۰۶
 ۸۰۷
 ۸۰۸
 ۸۰۹
 ۸۱۰
 ۸۱۱
 ۸۱۲
 ۸۱۳
 ۸۱۴
 ۸۱۵
 ۸۱۶
 ۸۱۷
 ۸۱۸
 ۸۱۹
 ۸۲۰
 ۸۲۱
 ۸۲۲
 ۸۲۳
 ۸۲۴
 ۸۲۵
 ۸۲۶
 ۸۲۷
 ۸۲۸
 ۸۲۹
 ۸۳۰
 ۸۳۱
 ۸۳۲
 ۸۳۳
 ۸۳۴
 ۸۳۵
 ۸۳۶
 ۸۳۷
 ۸۳۸
 ۸۳۹
 ۸۴۰
 ۸۴۱
 ۸۴۲
 ۸۴۳
 ۸۴۴
 ۸۴۵
 ۸۴۶
 ۸۴۷
 ۸۴۸
 ۸۴۹
 ۸۵۰
 ۸۵۱
 ۸۵۲
 ۸۵۳
 ۸۵۴
 ۸۵۵
 ۸۵۶
 ۸۵۷
 ۸۵۸
 ۸۵۹
 ۸۶۰
 ۸۶۱
 ۸۶۲
 ۸۶۳
 ۸۶۴
 ۸۶۵
 ۸۶۶
 ۸۶۷
 ۸۶۸
 ۸۶۹
 ۸۷۰
 ۸۷۱
 ۸۷۲
 ۸۷۳
 ۸۷۴
 ۸۷۵
 ۸۷۶
 ۸۷۷
 ۸۷۸
 ۸۷۹
 ۸۸۰
 ۸۸۱
 ۸۸۲
 ۸۸۳
 ۸۸۴
 ۸۸۵
 ۸۸۶
 ۸۸۷
 ۸۸۸
 ۸۸۹
 ۸۹۰
 ۸۹۱
 ۸۹۲
 ۸۹۳
 ۸۹۴
 ۸۹۵
 ۸۹۶
 ۸۹۷
 ۸۹۸
 ۸۹۹
 ۹۰۰
 ۹۰۱
 ۹۰۲
 ۹۰۳
 ۹۰۴
 ۹۰۵
 ۹۰۶
 ۹۰۷
 ۹۰۸
 ۹۰۹
 ۹۱۰
 ۹۱۱
 ۹۱۲
 ۹۱۳
 ۹۱۴
 ۹۱۵
 ۹۱۶
 ۹۱۷
 ۹۱۸
 ۹۱۹
 ۹۲۰
 ۹۲۱
 ۹۲۲
 ۹۲۳
 ۹۲۴
 ۹۲۵
 ۹۲۶
 ۹۲۷
 ۹۲۸
 ۹۲۹
 ۹۳۰
 ۹۳۱
 ۹۳۲
 ۹۳۳
 ۹۳۴
 ۹۳۵
 ۹۳۶
 ۹۳۷
 ۹۳۸
 ۹۳۹
 ۹۴۰
 ۹۴۱
 ۹۴۲
 ۹۴۳
 ۹۴۴
 ۹۴۵
 ۹۴۶
 ۹۴۷
 ۹۴۸
 ۹۴۹
 ۹۵۰
 ۹۵۱
 ۹۵۲
 ۹۵۳
 ۹۵۴
 ۹۵۵
 ۹۵۶
 ۹۵۷
 ۹۵۸
 ۹۵۹
 ۹۶۰
 ۹۶۱
 ۹۶۲
 ۹۶۳
 ۹۶۴
 ۹۶۵
 ۹۶۶
 ۹۶۷
 ۹۶۸
 ۹۶۹
 ۹۷۰
 ۹۷۱
 ۹۷۲
 ۹۷۳
 ۹۷۴
 ۹۷۵
 ۹۷۶
 ۹۷۷
 ۹۷۸
 ۹۷۹
 ۹۸۰
 ۹۸۱
 ۹۸۲
 ۹۸۳
 ۹۸۴
 ۹۸۵
 ۹۸۶
 ۹۸۷
 ۹۸۸
 ۹۸۹
 ۹۹۰
 ۹۹۱
 ۹۹۲
 ۹۹۳
 ۹۹۴
 ۹۹۵
 ۹۹۶
 ۹۹۷
 ۹۹۸
 ۹۹۹
 ۱۰۰۰

اور ہر قربت طاعت سے تو اس میں استعانت و طاعت ضروری اور اس سے عدت بتانا جمل مطلق، اشیاء و الخافرو
رد المحتار میں ہے۔

اما البیاحات فتختلف صفتها باعتبار قصدت
کامیہ فاد قصد به التقوی علی الطاعات او
التوصل لیہا کات عبادة
بقربت میں ہے۔

کون قرین طاعة ولا تنعکس (ہر قربت طاعت سے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)
یہ سس ڈیڑھ سطر میں پر تھلک حشرہ کاملہ (دکس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعا ہے کہ دین سے بدتر کوئی شے ذیل نہیں و دوبارہ اذان تو
امادیت وارد اور اس کا استنباب کتب فقہ میں مصرع تو انکار نہیں مگر جمل میں اور دوبارہ اقامت اگر ورود نہیں کہیں
منع بھی نہیں اور ہے منع شرعی منع کرنا ظلم میں ادنیٰ وجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے
پھر یہ دلیل شرعی ادعا ہے منع شریعت پر افتراء و تصحیح ہے۔ رد المحتار جلد ۱ ص ۶۸۲

لا یلزم منه انیکون منکر وہ لا یسبب ص
لان الکراہة حکم شرعی فلا بد له من دلیل
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ منکر وہ ہو مگر کسی غرض
کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل
کا ہونا ضروری ہے (ت)

البحر الرانی جلد ۲ ص ۱۰۶

لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراہة
ادلا بد لها من دلیل خاص
ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے
خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

و ما یبہ کی جماعت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ ہائیں اس
اور میں اسی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء الخ۔ رد المحتار جلد ۵ ص ۴۵۵

لیس الاحتیاط فی الاداء علی الله تعالیٰ بآیات
سہ الاستیاء و نظائر القام الاولی من الفن الاول
احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر افتراء میں حرمت و
ادارة القرآن والعلم الاسلامیہ کراچی ۳۲/۱

سہ شرح غزالیون بصائر مع اشیاء
سہ رد المحتار مطلب بیان السنہ و المستحب الخ
مطلبہ مصطفیٰ ابائی مصر ۳۸۳/۱

سہ البحر الرانی باب العیدین
مطلبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۳/۲

الحرمة او انكر اهية الذين لا بد لهم من دليل
بل في القول بالا باحة التوقيف الاصل في

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری

ہے البتہ اباہت کا قول کرنے میں، عتیقہ کرتے ہیں
ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے ٹوٹنا آنکھوں سے لگانا عرفاد میں تعظیم و محبت ہے اور امورِ ادب میں

قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں،
فی حال علی المعهود حال قصد التعظیم۔
تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول
کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً نامرور ہے۔
قال اللہ تعالیٰ لم یصووا بالله ورسوله وکعبندوه
وقوقسروہ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے، تم اللہ تعالیٰ و اس
کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر
بجلاؤ۔ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا مستحکم کسی خاصہ سے من شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادہ است
امام عالی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۴۹، ۳۰ میں ہے،

ان المطلق یجری علی احلاقہ الا اقامہ دلیل
لتقییدہ، ودلالة فاحضة فانه ملحقہ ضروری۔
مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت
میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحت یا دلالت دلیل قائم ہو
پہلی طرح محض ناکر تو کیونکر یہ فقیہ کے لیے ضروری

قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیاء کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے
برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا امور پر مقتضہ سبے گی
باقی اسی اصل حکم پر شرک و بدعت مہرام ٹھہرے گی غنڈ جہاں وارد ہوتی نہ کا دھڑا سر پر، قہر و لیش بجان درویش

۳۲۶/۵	مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر	کتاب الاشریۃ	رد المحتار
۲۴۹/۱	فوریر رضویہ سکھر	باب صفۃ الصلوۃ	فتح القدر
			۹/۲۸
۲۵۲/۵	مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر	فصل فی البیع من کتاب الخمر	رد المحتار

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہر اُنہ دل سے جیسے التّحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عابدانہ دعا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اس پر ذور و نزدیک سے پکارتا رکھ دیا خیر قہراً جبوا التّحیات کے لفظ تو پر ٹھہ لو مگر انشاء سے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفة سخیل دہلوی صریحاً مستقیم میں حکم نگاہ ہے ہیں کہ :

صرف محبت و نماز بسوئے شیخ و امثال آئی از معظین
گوشہ رسالت بآبِ شبنم بچیدیں مرتبہ بدترست
از دستغریق در خیال گاؤں و غرقانی آخر الکلمۃ الموعودۃ
لنن اللہ قائلہا و قائلہا۔

تھار میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ
حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ
صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانا
سے کئی درجے بدتر ہے "آخر کلام طعن تک نہ تھا
اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے
فوری رکھے۔ (ت)

وہذا وہاں یہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں اسلام حلیف ایہ النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا
رادہ کر کے قصہ معنی نہ کر کے تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یا رسول اللہ کنہ شریک ہے مگر بعد اللہ تعالیٰ سے مسئلہ فوں
کے بیان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں یہاں کی ہے اور علی الاطلاق مطلوب شریعہ
توجہ کہ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لیے بکالائے خواہ وہ بعینہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز
و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اس خاص سے نہ آئی ہو جہت تک اس
خاص میں کوئی عرج شرعی نہ ہو۔ وہ سب اس اطلاق ارشاد الہی و تفسیر و تفسیر و تفسیر میں داخل اور اتمثال حکم الہی
کا فضل جلیل سے شامل ہے و لہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین میں ملال
و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ داخل رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و مشک
متوسط و فتاویٰ علیگیریہ وغیرہ میں ہے :

کل ما کان ادخل فی لادب و لاجلال کام
حسنہ۔

جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ
اچھا ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں :

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحمیم
 انواع التعظیم التي ليس فيها مشاركة الله
 تعالیٰ فی الاُلوهیة امر مستحسن عند من
 نور الله ابصارهم۔
 وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و
 صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان
 میں ہرگز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ دلت
 تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ مانفت نہیں اور اسے شرعاً ناجائز مذکے کا ٹکڑہ کہ شرع
 پر افتر اکرتا یا نام و انعام سید الانام علیہ افضل الصلوة و السلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید
 و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مراسمِ لہو و لذت کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت
 حضرت رسالت علیہ افضل الصلوة و الیمیۃ ہو جیسا کہ بعض مجاہدین سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ
 تعالیٰ علم و علوہ جل مجدہ اتم و اکمل۔

ایذان الاجر فی اذان القبر^{۱۳} (دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینہ التوجہ ۱۔

فتویٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی جمع الاذان علیہ الایمان وسبب الامان وسکينة الجنان و مسعادة الاحزان و ترضیة الرحمن و الصلوة والسلام الایمان الاکملان علی من دفع الله ذکرة و اعظم قدره فی ذکره وان حصل	تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ ایمان، دلوں کا سکون، قلوب کا ازالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلوٰۃ و سلام کا ملہ تمامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ سنہ طہ کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطیہ اور ذان کو
---	--

خطبة واذن وعلیٰ آله وصحبه الذاکرین ایسا
مع ذکر مولا فی الحیوة والموت والوجدان
والنفوت وکل حیث وأن و اشهد ان لا اله الا الله
المحان المنان وان محمد اعبد ورسوله صید
الانس والجان صلی الله تعالیٰ علیہ وعلىٰ آله
وصحبه المرغبین لیدیہ ما اذن اذن الموت
اذن قال تعقیر عبد المصطفیٰ احمد سر حیا
المصطفیٰ السخی الحنفی القاضی البیہکانی السیدی
سقاء المجیب من کاس الجیب عذاباً فسرّاً
وجعلہ من الذیہم اهل الایمان والصلوة
والاذن آحیا، وامواتا آمین الله الحق آمین.

زیست بخشی اور آپ کی آل و اصحاب پر جو موت و حیات،
وجدان و نفوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کویم کے ذکر کے
ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ تعالیٰ و متان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انہیں جن
کے مزار نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سکون گزیدہ
بند سوار رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صوبہ
کرام پر جو کہ پیغمبر ہیں سب اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں پورے
جست تک کالہ اذان کی آواز سنتے رہیں، حیدر
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی بنی سنی قادری بکاتی بریلوی
و عازتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے حوض کوثر
سے سیراب کرے اور لستان نوگون میں کرے جو موت و حیات
میں ایمان، نماز اور اذان دے دے ہیں آمین اللہ علیٰ آیت

الجواب

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارنے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی و علامہ غیر ائمہ و
الذین علیٰ استاذ صاحب درخت طہر رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا یہ قول نقل کیا،

اما المکی ففی فتاواه و فی شروح العباب و عارض
و اما المروسی ففی حاشیة البحر الموانع و
مرض۔
اور اسے کزور کہا۔ (ت)

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی مانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر
سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قانون جواز کے لیے اسی قدر کافی جوہر علی مانعت ہو و لکن شرعیہ
سے اپنا دعویٰ ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں اگر فقیر فقر اللہ تعالیٰ لہ بدل لکیر اس کی اصل شرع مطہر سے
نکال سکتا ہے بغیر بقانون منظرہ اسانید سوال قصہ کیجئے خاتول و بالله التوفیق و بہ الوصول الی
ذریہ التحقیق۔

دلیل اول وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جائے اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان جہم ذکر اللہ نہ ہو جل

حدیث اپنے محبوب کو محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں بھی غفل انداز ہو کر اذکارِ باریک میں بے کاتاہی و الحیاض بوجہ التعزیز، التکریر و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفین ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں :

اذا سئل امیت من ربطک تراویح الشیطان فی صورت فیثیری فی نفسہ ای اناربطک فلہذا اورہ سوال التثبیت لہ حین یسئل۔
یعنی جب تروے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یہی میں تیرا رب ہوں اس لیے حکم آیا کہ قیمت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (ت)

امام ترمذی فرماتے ہیں :

ورویہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر المیت اللہم اخرہ من الشیطان فلوریک الشیطان ہناک مسلسل مادعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدب۔
یہ وہ حدیثیں جو اس کی ترویج میں جن میں وارد ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرما الہی ! سے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل رہتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کیوں فرماتے۔ (ت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
اذ اذن المؤمن ادبر الشیطان ولہ حصا صلی
جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیڑھ پھیر کر گزرتاں بھاگتا ہے۔ (ت)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا أخرجه الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد
لے نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والی ثمان مطبوعہ دار حدیث ص ۳۲۳

فوت، یہ دونوں عبارتیں الخضر نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر و تبدل ہے، پہلی عبارت درست درست کر دی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے : فلوریک الشیطان ہناک سبیل ما کان لیدعو لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا یجیرہ من الشیطان۔

لے و سہ الصحیح مسلم باب فضل الاذان و ہرب الشیطان عنہ سماعہ
ش مجسم و سہ حدیث نمبر ۴۲۳۲
۱۶۷/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۱/۸ مکتبہ المعارف الریاضی

الطبرانی فی اوسط معاجیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے
المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی
ان الکلام فی حوالہ النویا (صبح کی خوشگوار ہوا اس بار سے ہیں کہ اذان سے ویا دور ہو جاتی ہے۔ ت) میں اس
مطلب پر بہت اعداد و ثبوت نقل کیں، اور بہت ثابت ہو گیا کہ وہ وقت یہ ذابا اللہ دخلت شیطان لعین کا ہے اور
ارشاد نبوی اکبر شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں علم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے
مستفید بلکہ میں ارشاد و ثبوت کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عذر اندوز اعانت ہوئی جس کی خویشوں سے قرآن حدیث
مال مال۔

دلیل دوم امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔
قال لما دفن سعد بن معاذ (نوادق روایۃ) یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے
وسوی علیہ سبحة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویر
وسلم و سبحة الناس معہ طویلا ثم کسبر و تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام
کبر بناس ثم قالوا یا رسول اللہ سبحت (نوادق) بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر
فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر
هذا الرجل الصالح قبره حتی طرح اللہ تعالیٰ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور اول یسبح پھر تکبیر
عنہ علیہ کیوں فرماتے رہے، ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر
اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)

علا مرتبہ شرع مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،
ی مار لک اکبر و تکبیر و اسب و تسبیحون ی مار لک حق فرجہ اللہ اہ
یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر
سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
نے اُس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ (ت)

اقول اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسمانی کے لیے
بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی نکر مبارکہ اذان میں چھ بار سے تو عین سنت نبویؐ، غایت یہ

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زادہ ہیں سو ان کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مقررہ اس امر مسنون کے خلاف بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی آثار نے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نہیں ہے جو زیادہ تبلیغ اہل صحابہ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمرو بن عبد اللہ بن عمرو حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کو ملحوظ ہوا اور ہمارے اللہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا یسنی ان یخل بشئ من هذه الکلمات لانه
هو المنقول فلا ینقص عنه ولو مراد فیہما جاز
لان المقصود ان یظهر العبودیة فلا
یجمع من ارادة علیه احد مخلصا۔

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ بھی نبی صلی اللہ علیہ
و سلم سے منقول ہیں تو ان سے گھٹائے نہیں اور اگر
بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی
بندگی کا ہی برکنا ہے تو اہل کلمہ زیادہ کرنے سے ممانعت
نہیں احد مخلصا (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اپنے رسالہ صفائح الاحیاء فی کون الصحاح بکفی الیہ میں وغیرہ رسائل میں اس مطلب
کی قدر سے تفصیل کی۔

دلیل سوم بالاتفاق سنت اور حدیث سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حاجت نزع میں
کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ آئسنے زیادہ حدیث تو ان میں ہے مسطورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بقوا موتا کلمہ لا الہ الا اللہ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و نسائی و ابوداؤد
النسائی و بن ماجہ عن ابی سعید الخدری و
و بن ماجہ کہ مسلم عن ابی ہریرۃ و کانسائی عن
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا (ت)

اب جو نزع میں ہے وہ مجاز امر وہ ہے اور اس کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک
کلمہ پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتہً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے
کی حاجت کہ چونکہ اللہ تعالیٰ جو اہل یاد ہو جائے اور شیطان بیہوش کے یہ سکھانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب تکبیر ہی جاتے ہیں اسی کے سوال میں ہیں من ربک
تیرا رب کون ہے؟ ما دینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی هذا الرجل؟ تو اس مرد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا
جواب سکھائیں گے اسی کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان
محمد رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا
اور حق علی الصلوة ہی علی الصلوة جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز کن دستور
ہے کہ الصلوة تعداد الیدین سے تو بعد دفن اذان پر یہاں میں ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
صحیحہ میں تواتر مذکور فرمایا، اب یہ کلام سماع مرقی و متحییہ اموات کی طرف منسوب ہوگا فقیر غفر اللہ تعالیٰ خاص اس مسئلہ میں
کتاب مبسوط مسیحیہ بحیۃ السموات فی بیان سماع الاموات تحریر کر چکا جس میں پچھتر حدیثوں اور پونسے چار سو اقوال
اندر دینی دہلے کے کا ملین و خود بزرگانہ منکبری سے ثابت کیا کہ مردوں کا شننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر
اہل سنت و جماعت کا اجماع قائم اور اس کا نہکار کرنا جہاں تک غرضی مابلی یا معاذہ منہل اور اسی کی چند فصول میں بحث ملحقہ
بھی صاف کر دی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دلیل چہارم: بریل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اطفوا الحریق بالتکبیر (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

ابن ہدی حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابن السنی و ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمر بن حاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اذا رأیتہم الحریق فکبروا فانہ یطفئ النار کبیراً جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو
وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

۲۵ ص	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱۷ مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من اثبات عذاب القبر
۲۸۴/۷	مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت	۱۸ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال کتاب الصلوة
۲۵۹/۹	مکتبۃ المعارف ریاض	۱۹ صحیح نمبر ۸۵۶۲
۱۲۶۹/۴	مکتبۃ اثیریہ ساکنہ دہلی	۲۰ الکامل فی الصغار الزیالی از منہ اسر عبد اللہ بن لہیعہ

علامہ مناوی تفسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

فكبروا اي قولوا الله اكبر الله اكبر وكبره كثيرا.

ماتھ بار بار کہو۔ (ت)

مرفنا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس

دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں،

التكبير على هذا لاطفاء الغضب الا لیس

ولهذا ورد استجاب التكبير عند ذویة

المحرقین

وسيلة النجاة من حيرة الفتنة منقول،

حکمت و تمجید اُست بر اہل نورستان کہ رسول علیہ

السلام فرمودہ است اذا رايتم المحرقین فکبروا

چون آتش در ہائے افتد از دست شما رنبد کہ

بشایہ تکبیر گوئید کہ آتش بر برکت آن تکبیر فرو نشیند

چون مذاب قبر آتش ست و دست شما بای زیرسد

تکبیر میاید گفت ہر گمان از آتش و دوزخ خلاص یابید

اہل قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا ہے "اذا رايتم المحرقین فکبروا" یعنی

جب تو کسی مرد آگ بخور دیکھو اور تم اسے بچانے

کی طاقت رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت

سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے کہ چونکہ مذاب قبر بھی آگ کے

ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی

طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت

ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے اگر اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا، انے

سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل چہم ابن ماجہ و بیہقی سید بن مسیب سے راوی،

قال حضرت ابن عمر فی جنازہ فلما وضعہا فی

یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

سلف التفسیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱۰۰/۱

لکھ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح فصل الثامن من باب اثبات مذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

لکھ وسیلۃ النجاة

اللحد قال بسم الله وفي سبيل الله فلما اخذ
في تسوية اللحد قال اللهم اجوها من الشيطان
ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا المختصر
ما تحه ايك جنازه مي حاضر بنوا حضرت عبداللہ رضی اللہ
تعالی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھ کہا بسم اللہ و
فی جیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہ الہی ! اسے
شیدھان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے۔ پھر
فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بستانہ جیدہ ترمذی بن مویثی سے روایت کرتے ہیں :
كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان
يقولوا اللهم اعذه من الشيطان الرجيم
يعني صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ
جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الہی ! اسے
شیطان الرجیم سے بچا دے۔

ابن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں فقیر سے راوی :
كانوا يستحبون اذا وضعوا الميت ان يقولوا بسم
الله وفي سبيل الله وعلى ملته رسول الله اللهم
اجوه من عذاب القبر وعذب النار ومن شر
الشيطان الرجيم
مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں
کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ملت پر الہی ! اسے
عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے
شر سے بچا بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح پر ثابت ہوا کہ اس وقت مہاذا اللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یہ بھی
واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں کر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ
ذات رفیع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود ستارہ کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوتی
دلیل ششم ابو داؤد و حاکم و بیہقی امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی :

كان السجی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا
فرغ من دفن الميت وقف علیه قال استغفروا
حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب دفن میت
سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

لے سنن ابن ماجہ باب ما جاز فی اذخال الميت القبر
لے نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفضل التاسع والاربعون
لے مصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع الميت فی قبره
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲
مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳
مطبوعہ ادارۃ الفقہاء العلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۲۶۹

بحر الزمان و نهر الخالق و قنادی علیگری سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنتے سے ثابت ہے اور بڑی بزرگی
 اتنا دیکھا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا ہے کہ دعا ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دعا ہے۔ تو وہ بھی اسی سنت ثابت ہے کہ
 ایک فرد ہوتی پھر سیت مطلق سے کراہت خود پر استدلال عجیب تھا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اباری
 مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

کل دعا ذکر و حکل ذکر دعا (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے)
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

احضل الدعاء الحمد لله (سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد ہے)

اخرجه الترمذی وحسنہ والنسائی واجتہدوا
 اہل الجہاد و صاحبہ عن جابر بن عبد اللہ
 اے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا، نسائی،
 ابن جہان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے (ت)

جس میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے باوازی بننے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا،

اے لوگو! اپنی جانوں پر زخمی کرو انکو لا تہذون اصم ولا غیب انکم تدعون سبیحاً بصیراً
 (تم کسی بصرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے سبوح بصیر سے دعا کرتے ہو)

دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلام اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے
 بھی ایک دعا اور فرمود سنو ہونے میں کیا شک رہا۔

دلیل مقصود یہ تو واضح ہو گیا کہ بعد وفات میت کے لیے دعا سنتے ہے

اور ملتا فرماتے ہیں آداب دعا سے ہے کہ اٹھ سے پہلے کوئی عمل صالح کرے، امام شمس الدین محمد
 بن الجوزی کی حسن حصین شریف میں ہے،

آداب الدعاء منها تقديم عمل صالح وذكره
 آداب دعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو
 اور ذکر الہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہئے مسلم،
 عند الشدة حرۃ د۔

ترمذی، البرد اوو۔ (ت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التبیح الا مطبوعہ مکتبہ ادارہ ملتان ۱۱۲/۵

سلفہ جامع الترمذی باب ما جاء من دعوة المسلم مستجاباً مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۳/۶

سلفہ الصریح لمسلم باب خفض الصوت بالذکر قذیری کتب خانہ کراچی ۳۴۶/۲

مکہ حسن حصین آداب اللہ دعا نوٹکشور لکھنؤ ص ۱۳

علامہ علی قاری حرمین میں فرماتے ہیں، یہ ادب حدیثِ ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی مثل صالح ہے تو دُعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی

دلیل ہشتم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثُمَّ انْصَبَ لَكَ تَحْتَ الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ وَحَسْبُ اِيَّاكَ سُبُّهُ

اخرجه ابو داؤد و ابن حبان و الحاكم بسند صحيح عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه۔
 دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو۔
 اسے ابو داؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سهل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اذ نَادَى الصَّادِي فَتَحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ اسْتَجِيبَ الدُّعَاءُ۔
 جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

اخرجه ابو يعلى و الحاكم عن ابى امامة الباهلي و ابو داود الطيالسي و ابو يعلى و الصياد في المختار و بسند حسن عن انس بن مالك مالث رضي الله تعالى عنهما۔
 یہ روایت ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور ابو داؤد و طيالسی اور ابویعلیٰ اور ضیاء الدین نے المنقرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مندرجہ کے ساتھ بیان کی ہے۔ (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسبابِ اجابت و دعا سے ہے اور یہاں دعا شارعِ جہاد و ہلاکِ مقصود تو اُس کے اسبابِ اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

دلیل نہم قصورِ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْمُؤَذِّنِ مِنْتَهَيَّ اِذَا تَهَّ وَ لِيَسْتَغْفِرَ لِهٖ اِذَا نَ كَ اَوَّازِ جِهَانِ يَكُ جَاتِي سَبَّ مُؤَذِّنِ كَ لِيَهٗ

سنة المستدرك على الصحيحين لا يرد الدعاء عند الاذان وعند البأس
 " " " " اجابة الاذان والدعاء بعده
 ۱۹۸/۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۵۴۶/۱ " " " "

کل رطب ویاہن صبح صوتہ

انتی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس ترو خشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لیے استغفار کرتی ہے۔

اخرجه الامام احمد بن محمد بن حنبل في صحيحه واللفظ له واليزار والطبراني في الكبير عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ونحوه عند احمد وابي داود والنسائي وابن ماجه وابن خزيمة وابن حبان عن حديث ابي هريرة رضي الله تعالى عنه وصدره عند احمد والنسائي بسند حسن جيد عن البزار بن عاتق والطبراني في الكبير عن ابي امامة وله في الاوسط عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنهم .

اسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ تخریج کیا اور یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور بر رطب راکی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور انس کی مثل احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزيمة اور ابن حبان نے حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کا ابتدائی حصہ احمد اور نسائی نے سند حسن اور جید کے ساتھ حضرت برادر بن عاتق سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اوسط میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے (ت)

یہ پانچ صدیوں میں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعث مغفرت ہے اور بیشک مغفرت کی دعا زیادہ قابل قبول اقرب باجابت ہے، اور خود حدیث میں وارد کہ مغفوروں سے دعا منگوائی چاہئے، امام احمد مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومره ان يستعصر لك قبل ان يدخل بيته فانك مغفور له .

جب تو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور صافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لیے استغفار کر اگر وہ مغفور ہے۔

پس اگر اہل اسلام بعد از غنیمت اپنے میں کسی بندہ صالح سے اذان کہو ایسی تاکہ کلمہ احادیث صحیحان شاد اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کے لیے دعا کرے کہ مغفور کی دعا میں زیادہ رجائے اجابت ہو تو کیا گنہ گرا بلکہ عین معاصی شرع سے مطابق ہو۔

دلیل دہم اذان ذکر الہی اور ذکر الہی داغ عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 مامن شیء ابجی من عذاب اللہ من ذکر
 کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات
 بخشنے والی نہیں۔

درواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل و ابن
 ابی الدنیا و البیهقی عن ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم۔
 اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور البیهقی نے حضرت
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دی عذاب سے مامون ہو جاتی ہے طبرانی
 معاجم شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 اذا اذنت فی قریۃ امنھا اللہ من عذابہ فی ذلک
 جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس
 ایوبؑ و شاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث
 دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے
 اور اس کی شاہدہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت
 معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (ت)۔

اور مشک ایسنے بھی فیہ ایسا عمل کرنا عذاب سے منجی ہو شریعت جل و علا کو محبوب و
 مرغوب، مولانا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعا سے رحمت و
 مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں،

فان اذا ذکر کلھا نافعة له فی ثلاث الدار (کہ ذکر جس قدر میں سب میت کو قبر میں نفع پہنچے ہیں۔ ت)
 امام بدر الدین محمد عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب مغلطۃ الحدیث عند القبر فرماتے ہیں،
 واما مصلحة الميت فمثل ما اذا اجتمعوا میت کے لیے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی

سلفہ منہ احمد بن حنبل روایات معاذ بن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۹/۵
 نوٹ، ابن ابی الدنیا اور البیهقی کے الفاظ عبد اللہ بن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل
 سے یوں مروی ہیں، ما عمل آدمی عدا قدا ابجی له من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

۲۵۴/۱ معجم الکبیر روایات انس بن مالک حدیث ۴۶ مطبوعہ المكتبة الخيرية بیروت
 سلفہ شرح عین العلم لملا علی قاری مع عین العلم اجاب الثامن فی الصحیحة والمؤلفہ مطبوعہ مکتبہ پرنس لاہور ص ۳۳۲
 ۱۶۶ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۶

عنده القراءة القرآن والذكر خاف الميت
يلتقم به ۱۰
قر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کریمت کو
اس سے نفع ہوتا ہے (ت)

باب مگر اذان ذکر محبوب ہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔
وسیل یا تو حکم اذان ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
باعث نزول رحمت۔

اولاً حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطاء پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قرآن تعالیٰ و درختنا
لك ذكرك میں فرماتے ہیں،

جعلك ذكراً من ذكري فمن ذكرك فقد
ذكرني ۱۰
میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا
ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الہی بلاشبہ رحمت اُترنے کا باعث، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں
ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں،

حقهم المشقة و غشيتهم الرحمة و نزلت
عليهم السكينة ۱۰
انہیں عذاب تک گھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی (عانب لیتی
ہے اور ان پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔

رواہ مسلم و الترمذی عن ابی ہریرۃ و ابی سعید
راہی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

ثانیاً ہر محبوب خدا کا ذکر عمل نزول رحمت ہے، امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،
حد ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی اُترتی ہے)

ابو جعفر بن محمد ان سے ابو عمرو بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا، فوسل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلہ رأس الصالحین (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)

لہ عمدة القاری شرح البخاری باب سورة الحمد عند القراءۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸۹/۸
لہ القرآن ۴/۴

لہ نسیم الریاض شرح الشار زیر آیت ذکر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۵/۱
لہ صحیح مسلم باب فصل الاجتماع علی تلاوت القرآن الہ قادیانی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲

لہ اتحاف السیادۃ المتقین الفائدۃ الثانیۃ المخلص بالعرفۃ المعاصی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۰/۶
۲۵۱/۶

پس بوشبہ جہاں اذان ہوگی رحمت الہی اترے گی اور بھائی مسلمان کے لیے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو
شرع کو پسند ہے نہ کہ منوع۔

دلیل دوازوم خود ظاہر اربعہ شیوں سے بھی ثابت کہ مژدہ کو اُس نے مکان تنگ و تنگ میں سخت
وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الامام رحمہم ربی ان دبی عفور ورحیم (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب
بخشش فرمائے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تاہم اذان دافع وحشت و باعث الطینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خلیل ہے
اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (مَنْ لَوْحَدَاكَ ذَكَرَ سَيَسِيحُ بِسَاسَةٍ يَسِيحُ فِيهَا دَل)

الرحیم و ابن عباس کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں :

نَزَلَ اَوَّلُهَا بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَوْحَشَ فَيَنْتَزِلُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَنَادِي بِاَلَا وَاي الْحَدِيث -
جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت سے ہندوستان
میں اترے انھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبریل علیہ
السلام نے، تو کر اذان دی۔ (الحديث)

پھر اس غریب کی تسکین خاطر اذان تو وحش کر اذان کی ترکیب کر کے مانتا بلکہ علیٰ خصوصاً ایسے جیس کی اعانت
حضرت فی عزوجل کو نہایت پسند، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللَّهُ فِي عَمَلِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَمَلِ اخِيَّة -
بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے
اللہ تعالیٰ بندہ کے کہ حد میں ہے جب تک بندہ اپنے

رواه مسلم و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ
والحا کہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ -
اسے مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ اَخِيَّة كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَ
جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی

سۃ القرآن ۵۳/۱۲

سۃ القرآن ۶۸/۱۳

سۃ حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس المالکی عنہ ۲۹۹
سۃ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن
مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۰۶/۶
قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۶

من فوج عن مسلوکریة فوج الله عنه بها
کریة من کرب يوم القيامة رواه الشيخان
وابوداؤد عن ابن عمر رضي الله تعالى
عنهما -
حاجت اُتی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور
کرسے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں
سے ایک مصیبت اس سے دور فرمائے گا۔ اسے بخاری و مسلم
اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا ہے۔

ذیل سیر و حج مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی،

قال رآی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا
فسر بعض اهلك یؤذنی فی اذنک فانه یرد الهم
یعنی مجھے حضور سیدہ عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین
پاتا ہوں اپنے کسی گھروالے سے کہہ کہ تیرے کان میں
اذان کے اذان غم و پریشانی کی واضح ہے۔

مولیٰ علی اور مولیٰ علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی میں سب نے فرمایا، فقہریتہ فوجدتہ کذلک (ہم
سنے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا)، ذکرہ اس حجبہ کما فی السقاۃ (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا
کہ مرقعات میں ہے۔ ت) اور غرض معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں
ہوتا ہے مگر وہ خاص جہاد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر حرجا بجنبہا جاء علی فاقۃ (خوش آمدید
اس محبوب کو جو بہت دور سے آیا۔ ت) فرماتے ہیں تو اس کے دفع غم دالم کے لیے اگر اذان سنائی جائے کیا محدود
شرعی لازم آئے عاشر اللہ ملکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔
طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں:

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض
ادخال السور علی المسلمین
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض کے بعد سب اعمال
سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

۱/۳۳۰ صیح البخاری باب لا یظلم المسلم المسلم من ابواب الخالم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/۱۳۹ مرقعات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان مکتبہ امدادیہ طاب
۱۱/۱۱۰۷ مروجات عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۱۰۷۹ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت

انہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان موجبات المغفرة اذ خالک السرور علی
اخیک المسلمین

بیشک موجبات مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی
مسلمان کو خوش کرنا۔

دلیل چہارم قال اللہ تعالیٰ،
یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکر کثیراً۔

اے ایمانی والو! اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا۔

حضر اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا یجھنون

اللہ کا ذکر اس درجہ ذکر بکثرت کرو کہ لوگ مجھنوں بنائیں۔

اخرجه احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم
والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ

اسے احمد ابویعلی، ابی حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت
ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

عنه صححه الحاکم وحسنه العافظ ابن حجر۔
وہ اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
اذکر اللہ عند کل حجر و شجر۔

ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

اخرجه الامام احمد فی کتاب الزہد و
الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ

اسے امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے المعجم کبیر
میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن

تعالف عنہ بسند حسن۔
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا
مگر یہ کہ اُس کے لیے ایک حد معین کر دی پھر غدر کر

لم یفرض اللہ علی عبادہ فی فیض الا جعل
لہما حد معلوما ثم عذر اہلہا فی حال

سے المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیضیہ بیروت ۲/۸۳/۸۵
سے القرآن ۳۱/۳۲

سے منذ احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۶۸/۷۱
سے المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۲۱ " المکتبۃ الفیضیہ بیروت ۴/۱۵۹

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں،

قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر
مسئلة من المسائل الفقهية۔
پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعة اللمعات شرح فاری مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزول رحمت ست (نزول رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں، مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں، اگر عظیم مسترآن کنندہ لونی و افضل باشد (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ و بہتر ہے۔ ت) جب علماء کرام نے حکایات اہل خیرتہ کہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں با غصہ کسی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ رحمت وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں میر نزول رحمت تو اذان کہ شبہات احادیث موجب نزول رحمت و دلچ عذاب ہے کیونکہ جائز بلکہ مستحب نہ ہو گی۔

بکہ اللہ یہ پسند نہ دلیس ہیں کہ چند ساعت میں فیض تدریسے طلب فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو غرض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگر بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں مذکور مگر فقیر غرض اللہ تعالیٰ نے کلیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو دلیل کامل اور ہر مذکور غرضی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالانہ ص ۵۰

لا شك ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہل کرنے والے کے لئے ہے۔ ت)

عہ بالجلد بجد اللہ تعالیٰ ان دلائل جلال نے کا شمس فی وسط السار و اضح کو دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بطریق ثمرات شرع بوجہ کثیرہ فرد سنت ہے شاید وہ بعض علما جنہوں نے اس کے سنت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فرد سنت ہے نہ کہ فرد سنت و ہذا مناسب کہ کبھی بھی ترک بھی کریں اگر اودام عوام معنی ثانی کی طرف جتنہ سمجھیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۸۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ (م)

لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب ثبوت عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف علیہ السلام ۲۰/۱
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ
مکتبہ نوریہ رضویہ مکتبہ ۲۱/۱

ہم پر ان اکابر کا شکریہ واجب جنہوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس شہوار کام کو ہم پر آسای کر دیا جزاھم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء و شکر صاعیھم الجمیلۃ فی حمایۃ الصلۃ الغرہ و نکایۃ المقتۃ العوراء و عنائھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القیامہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ الاطائب الکرماء

تنبیہات جلیلہ — تنبیہ اول : ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا غلط رحمت الہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمن اس میت اور ان احیاء کے لیے کتنے منافع ہیں ، سات فائدہ میت کے لیے :

(۱) بزرگ تعالیٰ شیطان جہنم کے شر سے پناہ ۔

(۲) بدولت تکبیر خذاب نامہ سے امان ۔

(۳) جواب سوالات کا یاد آجانا ۔

(۴) ذکر اذان کے باعث خذاب قبر سے نہات پانا

(۵) ہر برکت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروں و ملت ۔

(۶) بدولت اذان دلیع و عشت ۔

(۷) تعالیٰ غم و سرور و فرحت ۔

لور پندرہ احیاء کے لیے ، سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسانی جدا مشہ ہے اور ہر حسرت کم سے کم دس نیکیاں ، پھر نفع رسانی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے ۔

(۸) میت کے لیے تدبیر دفع شیطان سے اتباع سنت ۔

(۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباع سنت ۔

(۱۰) دعا و عند القبر سے اتباع سنت ۔

(۱۱) بقصد نفع میت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباع سنت ۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جس سے قرآن و حدیث مالا مال ۔

(۱۳) ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا ۔

(۱۴) مطلق دُعا کے مسائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغیر جلوت فرمایا ۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منہائے آواز تک مغفرت اور ہر تردد و شک کی استغفار و شہادت

اور دونوں کو صبر و سکون و راحت سے ہمارے نعت پر کراذان میں اصل کے سات ہی ہیں اللہ اکبر! اشہد ان لا الہ الا اللہ! اشہد ان محمد! رسول اللہ! علی الصلوة! علی الفلاح! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ! اور مکررات کو گنتے تو پندرہ ہوتے ہیں میت کے لیے وہ سات فائدے اور احیاء کے لیے پندرہ، انہیں سات اور پندرہ کے برکات ہیں والحمد للہ رب العالمین قہب کرتا ہوں کہ حضرات مائین نے میت احیاء کو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے یہیں تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

من استطاع منكواں يتفعر اخاء فليدفعہ
مراد: احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ
مرفوع اللہ تعالیٰ عنہما۔
تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔
اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانتے اس اجازت کل کے بعد جب تک خاص جرئہ کی شرع میں نہیں نہ ہو نعت کسان سے
کہ جاتی ہے واللہ العزیز۔

تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نية المؤمن خير من عمله۔ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

مراد: ابیہقی عن السواطی فی الکبیر
عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے پہلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے: طبرانی
نے مجھ کو کبیر میں حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا۔ (۱)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لیے کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف
یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلن محمود و بہرہ قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ عوکیں گے مگر
عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیکیاں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کر جانا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں۔

(۴) داعی اللہ کی اہمیت کرتا ہوں۔

(۵) تحریک المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

(۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی پر اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو یا ہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پاسے گا۔

(۸) امر الہی حذو ازہمتکم عند کل مسجد (اپنی نرہشت موجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امثال کو جاتا ہوں۔

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کا مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات

(۱۵) مسلمانوں سے میل

(۱۶) ہر رشتہ دار میں گے اُن سے بکثارت پیشانی طر کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہل اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے جاتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا یا اللہ
لحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ۔

(۲۳ و ۲۴) دخل و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا اللہم صل علی سیدنا

محدث و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا محمد .

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تفریت نہ کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یہ جو حمد اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کر پانی دوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جراحہ بھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ بلا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو سجدہ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حق اوسع صلح کروں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاستہ وقت پہنچے اور نکلنے وقت پائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو کھانا ہو گا خد پائوں گا اُٹھا کر ادب سے رکہ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرہ تو دیکھئے کہ جہاں ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسن نماز کے لیے نہیں ہوتا بلکہ ان چالیس منیات کے لیے ہوتا ہے تو گریاؤں کا یہ چنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی چالیس نیکیاں ہو گا اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ وہ پندرہ نیتوں کا تفصیل قصد کرے تاکہ ہر نیت پر خود اگلا ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کے لیے دعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجا لاتا ہوں الی غیر ذلک معایت خیرہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل (ای کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عذر را استخرج کر سکتی، اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھائے و نجات بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسسی قدر پائیں گے

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھتیس علمائے ارشاد فرمائیں اور چودہ فقیر نے بڑھائیں جن کے بندہ سوں پر خطوط لکھتے ہیں

فانما الاصل بالبیات وانما الکل اسفل صافوی ذاعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

تنبیہ سوم : جمال منکربین یہاں اقرار فرماتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لیے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لیے اذان کھی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا انفرادی منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کون کون موافق میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجد گوش معلوم میں اور دینی وحشت کو کہنا تو ہمیں گزرا اور بچے کے کان میں اذان دیتا سنائی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم العباد میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم : شرع مطہر کی اصل کئی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات مخالفت ذرا مانع، معذرتاً اصل اسطیاء میں اجماع تو قائل جواز مستحب حاصل ہے کہ اصل دلیل کی حاجت نہیں رکھتا، اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جانتا اور منع خصوصیت کے لیے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ جانتا صرف محکمہ ہر سنی ہی نہیں بلکہ اراۃ عقل و عقل سے فزون و مطہر سفر و جہل میل و لوج سے ملنے سنت شکر اللہ تعالیٰ مسامحیم الجلیل سب مباحث کو اعلیٰ درجہ پر ملے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافذہ دلیہ کی تنقیح بالغ و تحقیق باز رخ حضرت خاتم المحدثین امام المہدیین علیہ السلام فی الارضین معجزة

عہ بعض اہل جہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز توجہ سرت مولود ہوتی ہے یعنی نماز جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اس کی نماز کہاں ہے؟ اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترک ترک یہ ہے کہ نماز جنازہ جس طرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنیٰ افعال نماز ہے ایک نماز و عشر صرف سجود سے ہوگی جو اعلیٰ افعال نماز ہے جس دن کشف ساق ہوگا اور مسلمان سجد سے میں گرینگے منافی سجدہ نہ کر سکیں گے جس کا بیان قرآن عظیم سورۃ ق شریفیت میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ قالے۔ (م)

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ علی آئمہ واصحابہ اجمعین سید الصفا سند الکونین تاج الافاضل مزاج الامام علی
 حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورتقہ ابرہ کے کتاب مستطاب اصول الرشاد فقہم صبا فی القضاہ و کتاب لاجوب
 افادۃ الاشامہ لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہ میں افادہ قرآنی اور فقیرانہ بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ
 اقامۃ القیامۃ علی طائفت القیامہ لیدی تھامہ و رسالہ عنین العین فی حکم تفسیر الایہا صیبت و
 ما نہ تفسیر صبا فی ان الادان یحول الموبہ وغیرہ تصانیف میں ذکر کی یہاں ان باب بحث کے اراد سے تحریر
 کی ضرورت نہیں۔ حضرت محاضرات با آئندہ ہزار بار گھر تک پہنچ چکے اگر پھر محبت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز و
 جواب با صواب پائیں گے جس کے افواہ بارہ و لمعات قاصدہ حضور باطل کی آنکھیں جھکیں اور اس کی سہانی
 روشنیوں و دکشا بکیوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دکھیں ہائے التوفیق و ہوامعین۔ والحمد للہ سرمت
 العالین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتہ
 یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحانہ و
 تعالیٰ اعلم علیہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ

محمد المذنب احمد رضا بریلوی حنفی عالم مجتہد مدظلہ العالی مدنی سنی شہ تعالیٰ علیہ السلام

نصرت بالخیر

محمد سیّدی حنفی قادری
 عبد الصلّی احمد صاحبان

ماخذ و مراجع

در کتاب	مصحف کتاب	من دقایق
۱- الاجراء فی الحدیث	عبد الرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالقرنی	۴۶۹
۲- الابتناء فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد انطاکی الحنفی	۴۴۶
۳- الاخیار شرح الخیر	عبد الله بن محمود بن سیدود، الحنفی	۶۸۳
۴- الادب الممدوح والذم	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۵- ارشاد اسامی شریعت البخاری	شهاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶- ارشاد بقول السلیم	أبو سعید محمد بن محمد بن عودی	۹۵۱
۷- اركان الاربع	مولانا عبد الله بن محمد بن طاهر	۱۲۲۵
۸- الاستنباه والنظائر	شیخ ابوالدین یحییٰ بن ابوالحسن بن نجیم	۹۰۰
۹- اشعة اللمعات	شیخ عبدالحق محمد ثناء الدینی	۱۰۵۲
۱۰- اصول البزوهی	علی بن محمد البزوهی	۳۸۲
۱۱- الاصلاح لطفاً فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲- آکام المریمان فی احکام الجان	قدوسی، محمد بن عبد الله الشبل	۷۶۹
۱۳- اتفق رسول الله	قاضی برهان الدین ابن عربی بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴- دایمات	حسن بن محمد بن عبد الله بن عبد الله	۰۶۹
۱۵- اور فقه التفسیر	احمد بن حسن بن عبد الله بن عبد الله بن عبد الله	۷۹۹
۱۶- ادبیات لوقایة فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷- الامالی فی الحدیث	عبد الملك بن محمد بن بشرن	۴۳۲
۱۸- الویکیة فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن المنصور	۳۶۳
۱۹- کتاب الرواة	احمد بن محمد بن عبد الله بن عبد الله بن عبد الله	۴ - ۷

ب

٢٠ -	بدائع الصالح	٥٧٤	علاء الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني
٢١ -	البداية (بداية المستهدي)	٥٩٣	علي بن ابى بكر النريسي
٢٢ -	البحر اراتي	٩٤٠	شيخ زين الدين بن ابراهيم بن بجم
٢٣ -	البرهان شرح مواهب الرحمن	٩٢٢	ابراهيم بن موسى الطرابلسي
٢٤ -	بستان العارفين	٢٤٢	فقيه ابو الليث قسرين محمد الممرقندي
٢٥ -	البيضا في الفروع	٥٠٥	حجة الاسلام محمد بن محمد الفزالي
٢٦ -	البنية شرح الهداية	٨٥٥	امام بدر الدين ابو محمد العيني

ت

٢٤ -	تاج العروس	١٢٠٥	سيد محمد تقي الزبيدي
٢٨ -	تاريخ ابن عساكر	٥٤١	علي بن الحسن ابن مشقي بن عساكر
٢٩ -	تاريخ البخاري	٢٥٩	محمد بن اسماعيل البخاري
٣٠ -	التبيين وادبه	٥٩٣	برهان الدين علي بن ابى بكر الفريسي
٣١ -	تحرير الأصول	٨٩	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن العام
٣٢ -	تحفة الفقهاء	٥٢٠	امام علاء الدين محمد بن احمد الممرقندي
٣٣ -	تحقيق المسام	٤٢٠	عبد العزيز بن احمد البخاري
٣٤ -	الترجيح والتفريع على الله وري	٨٤٩	علامه قاسم بن تطلوبنا المنفي
٣٥ -	التعريفات لسيد شريعت	٨١٦	سيد شريعت علي بن محمد الجرجاني
٣٦ -	تفسير بن جرير جامع البيان	٣١٠	محمد بن جرير الطبري
٣٧ -	تفسير البيضاوي	٦٩١	عبد الله بن عبد بنيناوي
٣٨ -	تفسير الملايين	٩١١-٨	علامه حلال الدين الحل و بطلان الدين السيوطي
٣٩ -	تفسير الجليل	١٢٠٣	سليمان بن عبد الجليل الشيبيري الجليل
٤٠ -	تفسير القرطبي	٦٤١	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي
٤١ -	التفسير الكبير	٢٩	امام فخر الدين الرازي

٤١٨	نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين النيشابوري	٣٢ - التفسير لنيشابوري
٩٠١	ابو بكر ياكبي بن شرف الزاوي	٣٣ - تقريب القريب
٨٤٩	محمد بن محمد بن امير الحاج الحلبي	٣٤ - التقرير والتحجير
١٠٣١	عبد الرؤف الساوي	٣٥ - التيسير للناوي
٤٢٣	عز الدين عثمان بن علي الزطحي	٣٦ - تبين الحق
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر المستطفي	٣٧ - تقريب التهذيب
٨١٤	ابو طاهر محمد بن يعقوب النيروز آبادي	٣٨ - تنوير مقابس
١٠٠٣	شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التبراشي	٣٩ - تنوير الابصار
٢٩٣	محمد بن نفع المروزي	٤٠ - تعظيم القصة
٣٦٣	ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي	٤١ - تاريخ بغداد
٤٤٥	عمر بن اسحق السمرقندي	٤٢ - الترشيع في شرح الهداية
		ج
٢٤٩	ابو بصير محمد بن عيسى الترمذي	٥٣ - جامع الترمذي
٩٦٢	شمس الدين محمد فراساني	٥٤ - جامع الرواة
٢٥٩	امام محمد بن تميم النوري	٥٥ - الجامع الصحيح لغيره
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٥٦ - الجامع الصغير في الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	٥٧ - الجامع الصحيح لمسلم
٥٨٦	ابو نصر احمد بن محمد العتابي	٥٨ - جامع الفقه (جامع الفقه)
٨٢٣	شيخ به رمال بن محمود بن اسرائيل بن قاضي	٥٩ - جامع لفصلين
٣٢٠	ابي الحسن حميد بن حسين الكرخي	٦٠ - الجامع الكبير
	برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الخوافي	٦١ - جواهر الخوافي
٩٨٩	احمد بن تركي بن احمد الهاشمي	٦٢ - الجواهر الزكية
٥٦٥	دكن الدين ابو بكر بن محمد بن علي المناظر	٦٣ - جواهر الفتاوى
٨٠	ابو بكر بن علي بن محمد الحمد ادرسي	٦٤ - الجوبة السيرة
٢٣٣	يعقوب بن معين البغدادي	٦٥ - الجرح والتقديرات في رجال الحديث
٩٠١	علاء الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	٦٦ - الجامع الصغير في الحديث

ح

١١٤٦	محمد بن مصطفى البرصية الناصري	٦٤ - حاشية على الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشبلي	٦٨ - حاشية ابن شبل على التبيين
١٠١٣	عبد الجبار بن محمد الرومي	٦٩ - حاشية على الدرر
٨٠٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	٤٠ - حاشية على الدرر للاخسرو
	علاء سقلي	٤١ - حاشية على المقدمة العشوية
٩٣٥	سعد الله بن عيسى الآفندي	٤٢ - حاشية لسعدى آفندي
١١٢٣	عبد الغنى ابن بلبيس	٤٣ - الحديقة الندية شرح فريضة محمدية
٦٠٠	قاضي جمال الدين احمد بن محمد فوج القابسي الحنفى	٤٣ - الحادى القابسي
٣٤٢	ام ابراهيم نصير بن محمد السمرقندى الحنفى	٤٥ - حصر المسائل في العروض
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمغاني	٤٦ - حاشية ادبيات
٨٤٩	محمد بن محمد ابن امير الحاج	٤٤ - حاشية الحنفى

خ

	قاضي جعفر الحنفى	٤٨ - فرائد الروايات
٥٣٢	طاهر بن احمد عبد الرشيد البنى رى	٤٩ - فرائد الفتاوى
٤٣٠	حسين بن محمد السعدى السبيلى	٨٠ - فريضة لمعتين
٥١٨	حسام الدين علي بن عبد الملك الرازى	٨١ - خلاصة در كل
٥٣٢	طاهر بن احمد بن الرشيد البخارى	٨٢ - خلاصة الفتاوى
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر النسل	٨٣ - خيرات الحسان

د

٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلانى	٨٢ - الدرر في تخرج احاديث الهداية
٨٨٥	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٥ - الدرر ١١ (الحكام)
١٠٨٨	علاء الدين الحنفى	٨٦ - الدرر المختار
٩١١	علاء جلال الدين عبد الرحمن السبيلى	٨٧ - الدرر النشير

ذ

- ٨٨ - ذخيرة العقبة يوسف بن بشير الطلي (طلي)
 ٨٩ - ذخيرة القادسي برهان الدين محمود بن احمد
 ٩٠ - ذم العبيدة عبد الله بن محمد ابن ابي الدنيا القريشي
 ٩٠٥
 ٦١٦
 ١٠١

ر

- ٩١ - ارحم الراحمين محمد بن احمد بن ابي
 ٩٢ - رد المحتار محمد بن عبد الرحمن بن ابي
 ٩٣ - روضة الامارة في اخلاص الائمة محمد بن عبد الرحمن بن ابي
 ٩٤ - رغبته القرآن احمد بن محمد بن حبيب اسلم (القريشي)
 ٩٥ - رقي العشار في وقت العصر العشار شيخ زين الدين بن ابي
 ٩٦ - رد على الجعية عثمان بن سعيد الدرعي
 ١٢٥٢
 ٤٨١
 ٢٣٩
 ٩٤٠
 ٢٨٠

ش

- ٩٤ - زاد الحقا شيخ الاسلام محمد بن احمد بن سبيح بن
 ٩٨ - زاد القسري كل الدين محمد بن عبد الوهاب بن ابي
 ٩٩ - زاد ابرار الجاهل محمد بن عبد الوهاب بن ابي
 ١٠٠ - زيارات امام محمد بن حسن الشيباني
 ٨٩١
 ١٠١٩
 ١٨٩

س

- ١٠١ - السراج الوهاني ابو بكر بن علي بن محمد الهادي
 ١٠٢ - السنن لابن ماجه ابو جعفر محمد بن يزيد بن ابي
 ١٠٣ - السنن لابن منصور سعيد بن منصور الخراساني
 ١٠٤ - السنن لابن داود احمد بن داود سليمان بن اشعث
 ١٠٥ - السنن للسناني ابو جعفر الرضائي احمد بن شبيب السناني
 ١٠٦ - السنن للبيهقي ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي
 ٨٠٠
 ٢٤٣
 ١٤٣
 ٢٤٥
 ٣٠٣
 ٣٥٨

٣٨٥	علي بن محمد الدار قلبي	١٠٤	السني دار قلبي
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن الدار	١٠٨	السني الدار
			<u>ش</u>
	شمس اوتة جده بن محمد واكرودي	١٠٩	لشاني
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد بن علي	١١٠	شرح اناربعين للودى
١١٠٩	ابراهيم ابن علي الدار قلبي	١١١	شرح الاربعين للودى
٩٤٨	علاء احمد بن المجازي	١١٢	شرح الاربعين للودى
١٠٩٩	ابراهيم بن حسين بن احمد بن محمد بن البيري	١١٣	شرح الاشهاد والنقار
٥٩٢	امام قاضي خان حسين بن منصور	١١٤	شرح الجامع الصغير
١٠٩٢	شيخ اسماعيل بن عبد المعنى انابلي	١١٥	شرح الدرر
١٠٥٢	شيخ عبد الحق المحدث الدار	١١٦	شرح سفر السعادة
٣١٦	حسين بن منصور الدار	١١٧	شرح السنة
٩٣١	ليث بن محمد بن سيد علي بن اده	١١٨	شرح شريعة الاسلام
٣٨٠	ابن عبد الله احمد بن منصور الدار السجاني	١١٩	شرح مختصر الطحاوي للاسيدي
		١٢٠	شرح الفقهين
٩٤٩	شيخ ابو بكر يحيى بن شرف النودى	١٢١	شرح المسلم للودى
٣٢١	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوي	١٢٢	شرح معاني الآثار
٩٢١	عبد البر بن محمد بن شامة	١٢٣	شرح المنظومة لابن دبيان
١٢٣٢	محمد امين ابن عاصم بن الدشامي	١٢٤	شرح المنظومة في رسم النسخ
٩٥٩	شيخ محمد ابراهيم الطحطاوي	١٢٥	شرح المنية الصغير
١١٢٢	علاء محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٦	شرح مواهب اللدنية
١١٢٢	علاء محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٧	شرح مناهج الامام مالك
٩٤٩	شيخ ابو بكر يحيى بن شرف النودى	١٢٨	شرح المذهب للودى
٩٣٢	مولانا عبد الله بن محمد بن عبد الله	١٢٩	شرح النقاية
٤٤٤	صمد الشريعة عيسى بن منصور	١٣٠	شرح الزدنية

- ١٣١ - شرح الهداية
 ١٣٢ - شرح الاسلام
 ١٣٣ - شعب الايمان
 ١٣٤ - شرح الجامع الصغير
 ١٣٥ - شرح الجامع الصغير
 ٨٩٠ - محمد بن محمد بن محمد بن شحنة
 ٥٤٣ - امام الاسلام محمد بن ابي بكر
 ٢٥٨ - ابو بكر احمد بن حسين بن علي المستفي
 ٣٨٠ - احمد بن منصور النحوي الاسدي
 ٥٣٦ - عمر بن عبد العزيز الطوسي

ص

- ١٣٦ - صراح الجوهري
 ١٣٧ - صبح ابن جان
 ١٣٨ - صبح ابن خزيمة
 ١٣٩ - الصمد
 ٢٩٢ - اسماعيل بن حماد الجوهري
 ٢٥٢ - محمد بن جاني
 ٢١١ - محمد بن اسحاق ابن خزيمة
 ٦٩٠ - تقريباً
 ١٣٩ - فضل محمد بن محمد بن خالد القرشي

ط

- ١٣٠ - الطحاوي على الدر
 ١٣١ - الطحاوي على الرائي
 ١٣٢ - اللطيفة الحموية
 ١٣٣ - طبعة الطبعة
 ١٣٠٢ - سيرة احمد الطحاوي
 ١٣٠٢ - سيرة احمد الطحاوي
 ٩٨١ - محمد بن برهان المعروف بركي
 ٥٢٤ - نجم الدين عمر بن محمد النسي

ع

- ١٣٤ - عمدة الساري
 ١٣٥ - العدة
 ١٣٦ - عنانية القاض
 ١٣٧ - عون المسائي
 ١٣٨ - عمدة العدة
 ١٣٩ - عمدة
 ١٤٠ -
 ٨٥٥ - علاء الدين محمد بن محمد بن احمد العيني
 ٤٨٩ - اكمل الدين محمد بن محمد الباري
 ١٠٩٩ - شهاب الدين القفاي
 ٣٤٨ - ابو العيث نصر بن محمد السمري
 ١٢٥٢ - محمد امين ابن عايد بن الشامي
 ١٠٢٠ - كمال الدين محمد بن احمد الشهير بل مشكوري

غ

- ١٥١ - غاية البيان
 ١٥٢ - غرر الاحكام
 ١٥٣ - غريب الحديث
 ١٥٤ - غزير الجواهر
 ١٥٥ - غنية دول الاحكام
 ١٥٦ - غنية المستل
 شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير القسطنطيني ٤٥٨
 قاضي محمد بن ذامر قلاخسرو ٨٨٥
 ابو الحسن علي بن مغيرة السعدي المعروف باسم ٢٢٠
 احمد بن محمد الحنفي املي ١٠٩٨
 حسن بن عمار بن علي الشربل ٠٦٩
 محمد ابراهيم بن محمد الحلبي ٩٥٩

ف

- ١٥٧ - فتح اباري شرت البصري
 ١٥٨ - فتح القدير
 ١٥٩ - فتاوى النسفي
 ١٦٠ - فتاوى بزارية
 ١٦١ - فتاوى تقي
 ١٦٢ - فتاوى حيريه
 ١٦٣ - فتاوى سراجيه
 ١٦٤ - فتاوى مطهر بن تهر
 ١٦٥ - فتاوى عياشي
 ١٦٦ - فتاوى قاضي خان
 ١٦٧ - فتاوى بندييه
 ١٦٨ - فتاوى نصيريه
 ١٦٩ - فتاوى دلر، لمييه
 ١٧٠ - فتاوى الكبري
 ١٧١ - فتاوى الاكبر
 ١٧٢ - فتح المصمم
 شباب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني ٨٥٢٠
 كمال الدين محمد بن عبد الواحد باين الامام ٨٦
 محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز ٥٣٤
 محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز ٨٢٥
 علامه خير الدين بن احمد بن علي الرطبي ١٠٨١
 سراج الدين علي بن عثمان الاوشي ٥٤٥
 عطاء بن عمر السعدي
 داود بن يوسف الخطيب النسفي
 حسن بن منصور قاضي خان ٥٩٢
 بصيرت علامه احمد بن زيب عالمشير
 ظهير الدين ابوبكر محمد بن احمد ٦١٩
 عبدالرشيد بن ابني عتيقه الاولاني ٥٢٠
 امام صدر الشيعه حسام الدين عمر بن عبد العزيز ٥٢٦
 الامام ابي غفران ابني عتيقه نعمان بن ثابت الكوفي ١٥٠
 سعد بن ابني السعدي

٩٢٨	زين الدين بن علي بن احمد الشافعي	١٤٣ - فتح المعين شرح قرعة المصمّم
٩٣٨	علي الدين محمد بن علي بن عربي	١٤٣ - الفتوحات المكيّة
١٢٢٥	عبد العلي محمد بن نظام الدين الكندي	١٤٥ - فرائح ارجوت
٣١٣	تدم بن محمد بن عبد الله البجلي	١٤٦ - الفوائد
١٢٥٢	محمد امين ابن حامد بن السامي	١٤٤ - فرائد الفقهية
١٠٣١	عبد الرؤف الهادي	١٤٨ - فيض الفقيه شرح الجامع الصغير
٢٩٤	اسماعيل بن عبد الله المنقّب بسمرية	١٤٩ - فوائده السمرية

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيزي آبادي	١٨٠ - القاموس
٩٢٨	ملاي الدين بن علي المصلياني	١٨١ - قرعة العين
٩٥٨	نجم الدين محمد بن محمد دارجدي	١٨٢ - لقنية
		١٨٣ - لقرآن

ك

٣٣٣	حاکم شبيه محمد بن محمد	١٨٣ - الكافي في الفروع
٣٦٥	ابو احمد عبد الله بن عدي	١٨٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سید عبد الوهاب الشمراني	انجريت الاحمر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٨٤ - كتاب الآثار
١٨٢	الحامد ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	١٨٨ - كتاب الآثار
	ابو الحامد الحسن بن علي	١٨٩ - كتاب الامام في آداب دخول الحمام
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	١٩٠ - كتاب السواك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	٩ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي مبيد	١٩٢ - كتاب الطهور
٣٢٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	١٩٣ - كتاب العمل على ابواب الفقه
٩٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٩٣ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	١٩٥ - كتاب الوصوة

٢١٩	الحيط البرداني	٢١٤	امام برهان الدين محمد بن تاج الدين
٢٢٠	الحيط الرضوي	٢١٥	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي
٢٢١	مقالات النزاع	٥٩٣	برهان الدين علي بن ابي بكر المرويتي
٢٢٢	مختار الصالح	٢٦٠	محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي
٢٢٣	المختارة في الحديث	٢٢٣	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
٢٢٤	المختصر	٩١١	علاء الدين السبكي
٢٢٥	مدخل الشرح الشريف	٤٢٤	ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدري
٢٢٦	مراقي الفلاح باعداد الفلاح شرح نور الايضاح	١٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي
٢٢٧	مرقات شرح مشکوة	١٠١٣	علي بن سلطان قاضي قاري
٢٢٨	مرقات الصغرى	٩١١	علاء الدين السبكي
٢٢٩	مستخلص الحقائق		ابراهيم بن محمد النخعي
٢٣٠	المستدرک للحاكم	٢٠٥	ابو عبد الله الحكيم
٢٣١	المستقصى	٤١	حافظ الدين عبد الله بن عبد الله النسخي
٢٣٢	مسلم الثبوت	١١١٩	محمد بن عبد الباقى
٢٣٣	مسند ابي داود	٢٠٣	سليمان بن داود البلياسي
٢٣٤	مسند ابي يعلى	٢٠٤	احمد بن علي الراسل
٢٣٥	مسند اسحق ابن راهويه	٢٣٨	حافظ اسحق ابن راهويه
٢٣٦	مسند الامام احمد بن حنبل	٢٣١	امام احمد بن محمد بن حنبل
٢٣٧	مسند البزار	٢٩٢	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد القادر البزار
٢٣٨	مسند عبد بن حميد	٢٩٣	ابو محمد عبد بن حميد الكشي
٢٣٩	مسند الفردوس	٥٥٨	شهر دار بن شيرازي الديلمي
٢٤٠	مصباح النير	٤٤٠	احمد بن محمد بن علي
٢٤١	المصنف	٤١٠	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسخي
٢٤٢	مصنف ابن ابي شيبة	٢٣٥	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسخي
٢٤٣	مصنف عبد الرزاق	٢١١	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني
٢٤٤	مصباح الدجى	٢٥٠	الحسين بن محمد الصنعاني الهندي

٢٣٠	ابراهيم احمد بن عبد الله الصباني	٢٣٥ - معرفة الصحابة
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٦ - المعجم الاوسط
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٦ - المعجم الصغير
٢٣٠	سليمان بن احمد الطبراني	٢٣٨ - المعجم الكبير
٤٣٩	قوام الدين محمد بن محمد البخاري	٢٣٩ - معراج الدراية
٤٣٢	شيخ دولي الدين العراقي	٢٤٠ - مشكاة المصابيح
٢٩١	شيخ عمر بن محمد الجبازي الحنفي	٢٤١ - المنقى في الاصول
٢١٠	ابو الفتح تاج الدين بن عبد السيد الطبراني	٢٤٢ - المغرب
٢٢٨	ابو الحسين احمد بن محمد القهوري الحنفي	٢٤٣ - مختصر القهوري
٩٢١	يعقوب بن سيري	٢٤٣ - مفاتيح الجنان
٥٠٢	حسين بن محمد بن مفضل الاصطخاني	٢٤٥ - المفردات للامام رغب
	ابو عبد الله محمد بن ابي راسي الشهاوي المالكي	٢٤٦ - المختصر المشاوي
٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني	٢٤٦ - المشتق (في فناء نامري)
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر البستي	٢٤٨ - محي الزوائد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	٢٤٩ - مناقب الكروبي
٢٠٤	جداق بن علي ابن بارود	٢٥٠ - الفتحة (في الحديث)
٢٢٣	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد	٢٥١ - الفتحة في فروع الفقه
١٢٥٢	محمد بن ابن عمار بن الشامي	٢٥٢ - منوال الخافي
١٠٠٣	محمد بن عبد الله التمر تاشي	٢٥٣ - منخ الفعار
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٥٣ - ملحق الابحر
٩٤٩	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف الزواوي	٢٥٥ - مناج
٩٩٢	منصور الدين احمد بن علي بن شبيب الحنفي	٢٥٦ - مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ايسات الحنفي	٢٥٦ - المبتقى
٢٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني	٢٥٨ - المنصور
٥١٠	الحافظ ابو الفتح خضر بن ابراهيم الهروي	٢٥٩ - مسند في الحديث

٢٦٢	يعقوب بن شيبان السدي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سعيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - مئة المصل
١٥٩	إمام ياكوب بن أنس الهذلي	٢٤٢ - موطأ الإمام ياكوب
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي البراء البجلي	٢٤٣ - موارد النعمان
٦٢٢	أحمد بن مظفر الرازي	٢٤٤ - مشكلات
٢٤٦	أبي إسحاق ابن محمد الشافعي	٢٤٥ - منتهى
٩٤٣	عبد الوهاب الشافعي	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٣٨	محمد بن أحمد الذهبي	٢٤٧ - ميزان الاعتدال
٢١٠	أحمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على الصحيح البخاري
٢٢٤	محمد بن جعفر الخزازي	٢٤٩ - مكالم الانلاق

www.alukah.net/vb/

ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النخبة مختصر الوقاية
٤٩٢	أبو محمد عبد الله بن يوسف المنفي الزبيدي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٩٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
٨١١	حسام الدين حسين بن علي السفناقي	٢٨٣ - النهاية
٩٠٦	محمد الدين مبارك بن محمد الجوزي ابن اثير	٢٨٤ - النهاية لابن اثير
١٠٠٥	مسعود بن نعيم المصري	٢٨٥ - التبريد في الفقه
٢٠١	بشام بن عبيد الله المازني المنفي	٢٨٦ - قواعد في الفقه
١٠٣١	محمد بن أحمد المعروف ببشامجي زاهد	٢٨٧ - نور العين
٢٤٦	أبراهيم بن محمد بن إبراهيم السمرقندي	٢٨٨ - التوازل في الفروع
١٥٥	أبو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - قواعد الاصول في معرفة اخبار الرسول

و

٢٩٠	الزاني في الفروع	جداثة بن احمد القسبي	٤١٠
٢٩١	الوجيز في الفروع	ابراهيم بن محمد الغزالي	٥٠٥
٢٩٢	الوقاية	محمد بن محمد المشرقي	٦٤٣
٢٩٣	الوسيط في الفروع	ابن عاصم بن محمد الغزالي	٥٠٥

هـ

٢٩٤	الهداية في شرح البداية	برهان الدين علي بن ابني بكر المصنعي	٥٩٣
-----	------------------------	-------------------------------------	-----

ي

٢٩٥	اليراقب والجواهر	سيد جواد باب الشعراني	٩٤٣
٢٩٦	ينابيع في معرفة الأصول	ابن جداثة محمد بن رمضان الرومي	٤٦٩